محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار

الحمد للہ والمنۃ

کہ کتاب لاجواب موسوم بہ

آفتاب ہدایت
رد رفض و بدعت

مصنفہ

رئیس المناظرین مولانا ابو الفضل مولوی محمد کرم الدین صاحب دبیر ساکن بھیں ضلع جہلم

ناشر

احقر مظہر حسین غفرلہ مہتمم مدرسہ عربیہ اظہار الاسلام چکوال

ضلع جہلم (مغربی پاکستان)

قیمت فی جلد پانچ روپے

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالْمِنَّۃُ

کہ کتاب لاجواب موسوم بہ

آفتابِ ہدایت
ردِّ رفض و بدعت

مصنفہ

رئیس المناظرین مولانا ابوالفضل مولوی محمد کرم الدین صاحب دبیر ساکن بھیں ضلع جہلم

ناشر
احقر مظہر حسین غفرلہ مہتمم مدرسہ عربیہ اظہار الاسلام چکوال
ضلع جہلم (مغربی پاکستان)

[illegible] حضرت عائشہ [illegible] ص ۲۶۵
[illegible] غلطی [illegible] ص ۲۶۵
بعض صحابہ جو فتح مکہ سے قبل اسلام لائے [illegible] ص ۲۶۹
[illegible] بڑے مجتہد، فقیہہ اصحاب الرائے شخص تھے ص ۲۷۰
[illegible] سے مصالحہ کر لی ص ۲۷۱

انتساب

میں اپنی اس ناچیز تصنیف کو حضور سرورِ دوعالم سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی کی ذات اقدس سے منسوب کرتا ہوں جن کے یاران خاص اصحاب پاک و ازواج مطہرات کے تحفظ ناموس و دفع مطاعن معاندین کے لئے لکھی گئی ہے۔ کیا عجب کہ میری یہ ناچیز خدمت بارگاہِ الٰہی اور دربار مصطفوی میں منظور ہو کر میرے گناہان بےحد و عدد کی مغفرت کا وسیلہ بنے۔ اور یہ ذرہ بے مقدار (کتاب) آفتاب نصف النہار ہو کر میری اندھیری گور کو روشن کرے، اور جسر جہنم کی اس ہولناک راہگذر سے مرکب باز رفتار بن کر مجھے پار کرے اور قیامت میں شفاعت شفیع المذنبین اور دیدار رب العالمین نصیب ہو۔

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَاسْتُرْ عُیُوْبِیْ بِحُرْمَةِ نَبِیِّكَ الْكَرِیْمِ وَاٰلِهِ الْاَطْهَارِ وَاَصْحَابِهِ الْكِبَارِ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

مناجات فارسی

درآں روزے کہ از اہوال دوزخ پُر خطر باشد
شفیع من رسول پاک و صدیق و عمرؓ باشد

بزیر ظل عثمانؓ و علی المرتضیٰؓ باشم
چرا از فتنۂ محشر مرا باک و حذر باشد

دو دست من بداماں بتول و جملہ اولادش
شفیق حال زارم سرورِ جن و بشر باشد

چو عمر خویش کردم وقف بہر خدمت اسلام
چرا از شر شیطاں ابلیس مرا رنج و ضرر باشد

سر خود فی سبیل اللہ بود من فدا کردہ
اگر منظور حق شد یاد دم لخت جگر باشد

الٰہی رحم فرما بر دبیر خستہ حال خود
بفردوس بریں نیش یوم محشر مستقر باشد

از احقر ابو المنظور محمد کرم الدین دبیر عفی عنہ
(متوطن بھیں ضلع جہلم)

فہرست مضامین

عرض حال (طبع چہارم)

آفتاب ہدایت کا یہ چوتھا ایڈیشن ہے جو قوم و ملت کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے تمام اردو تصانیف میں ایک ممتاز مقام حاصل کر چکی ہے۔ اور یہ اپنی خصوصیات کی بنا پر ایک ایسی تصنیف ہے جس میں ان الزامات و مطاعن کا عقلی و نقلی دلائل و شواہد سے تسلی بخش جواب دیا گیا ہے۔ جو دشمنان دین نے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابہ خلفاء پر وارد کئے ہیں۔ اور قرآن و حدیث کی روشنی میں صحابہ کرام کی عظمت شان اور علو مرتبت کو ظاہر کیا گیا ہے۔ حق تعالیٰ نے مصنف مرحوم کے قلب میں تحفظ ناموس صحابہ کا ایک غیر معمولی داعیہ پیدا کر دیا تھا جس کی بنا پر آپ نے یہ کتاب تالیف کی اور یہ آپ کے اسی جذبہ و ہمت کا ثمرہ ہے۔ بفضلہ تعالیٰ یہ کتاب اہل دین میں قبولیت عامہ کا شرف حاصل کر چکی ہے اور دن بدن اس کی افادیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ بلاشک حق تعالیٰ نے صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے بلند مقام پر سرفراز فرمایا ہے کہ اگر ان کی مقدس زندگیوں سے صرف نظر کر کے ان کی اہمیت اور دینی خلافت کا انکار کر دیا جائے تو العیاذ باللہ اسلام اور داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت ہی زیر تشکیک و مجروح ہو جاتی ہے۔ اور تکمیل دین اور خلافت علی منہاج النبوۃ کے قرآنی وعدے محض خواب پریشاں بن کر رہ جاتے ہیں۔ ع درشب پریشاں خواب من از کثرت تعبیر ہا۔ حقیقۃ الامر یہ ہے کہ اس دار الابتلاء میں حق و باطل ہر زمانہ میں برسرپیکار رہے ہیں۔ توحید الٰہی اور سنت نبوی کے مقابلہ میں شرک و بدعت نے ہمیشہ جنگ آزمائی کی ہے۔ ع ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز ÷ چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی۔ بعثت کی پہلے کی دنیا پر جبکہ شرک و الحاد کی تاریکیاں چھائی ہوئی تھیں۔ رحمت خداوندی نے آفتاب رسالت کے ذریعہ انوار توحید و سنت سے عالم انسانی کو منور کیا۔ فیضان نبوت سے ہزارہا انسانی نفوس کا تزکیہ ہوا۔ اور لاکھوں سینوں میں حیات ابدی حاصل کی۔ آفتاب نبوت کے بعد نسل انسانی کیلئے خداوند عالم نے صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نجوم ہدایت بنایا۔ آسمان علم و حکمت رشد و عمل کے ان درخشندہ ستاروں نے جہاں میں ایمان و عمل کی روشنی پھیلائی۔ امر حق یہ ہے کہ حضرت صحابہؓ کی مقدس زندگیاں محبوب خدا ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبلغانہ و مربیانہ کمالات کا ناقابل انکار نشان ہیں۔ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے شیریں احوال کو صحابہ کرامؓ نے اپنے ظرف و حوصلہ کے مطابق اپنے اندر سمو لیا تھا۔ ذوات صحابہؓ در اصل جمال و کمال محمدی کے مختلف مظاہر ہیں۔ اگر مفہوم قرآنی اور مراد ربانی کی تعیین آنحضرتؐ کے ارشاد پر موقوف ہے۔ تو تعامل صحابہؓ سنن نبوی کی بقاء و حفاظت کا بہت محکم ذریعہ ہے۔ خلفاء راشدین کی سیرت اگر اہل علم و صلاح کیلئے رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ تو ارباب جاہ و حکومت کیلئے ان میں عدل و انصاف کا مکمل نمونہ بناہے۔ چونکہ مخالفین اسلام نے صحابہ کرامؓ کے کمالات و محاسن کی اشاعت کو استحکام اسلام کا ایک قوی ترین سبب سمجھ لیا تھا۔ اس لئے انہوں نے بربادی اسلام کیلئے پہلے انہی اساطین دین کو گرانے کی کوشش کی۔ قرن اول میں اگر اسلام کی بیخ کنی کیلئے صحابہ رسول کو مطعون و مجروح کرنے کی ناپاک تحریک شروع ہوئی تو عصر حاضر میں براہ راست سنت رسول کو چیلنج کر کے تجدید اسلام کے مقدس عنوان سے تخریب اسلام کیلئے ایک منظم تحریک شروع کی جا رہی ہے۔ حالانکہ دونوں کا منشا و مقصود ایک ہی ہے۔ ان حالات میں علمائے حق کا فرض ہے کہ اپنی تمام بصیرت اور مخلصانہ عمل سے ہر اس فتنے کے استیصال کی کوشش کریں جو توحید و سنت کے مقابلہ میں رونما ہو۔ واللہ علیٰ نصرہم لقدیر۔ (الاحقر مظہر حسین غفرلہٗ چکوال تحصیل چکوال ضلع جہلم (مغربی پاکستان)) (۲۲ شعبان ۱۳۷۴ھ۔ ۱۷ اپریل ۱۹۵۵ء)

آفتابِ ہدایت کا طلوع

مقدمہ طبع سوم

(از مظہر حسین (ابن مؤلف))

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین ۔ اما بعد ۔ برادران اسلام کی خدمت میں عرض ہے کہ حق تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لئے سلسلۂ نبوت قائم فرمایا ۔ ہر نبی علیہ السلام نے اپنی اپنی امت کی اصلاح فرمائی ۔ منکرات کے مٹانے اور نیکیوں کے پھیلانے میں اپنی قوتیں صرف کر دیں ۔ تا آنکہ پیغمبر آخر الزمان سرور کون و مکان حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ملک عرب میں مبعوث ہوئے ۔ جو اس وقت ہر قسم کی گمراہیوں کا مرکز تھا ۔ آفتاب نبوت کی شعاعیں شرق و غرب تک پھیلیں ۔ اور انسانی قلوب کو روشن کر گئیں ۔ مردہ روحوں نے دوبارہ زندگی حاصل کی ۔ انوار نبوت کے فیض سے ان تیرہ دل اور تند خصلت انسانوں میں ملکوتی صفات پیدا ہو گئیں ۔ ٹوٹے ہوئے دل اپنے خالق سے جا ملے ۔ حق تعالیٰ کی محبت اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت لوگوں کی زندگی کا مقدس فریضہ بن گیا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تئیس سالہ تبلیغ میں ہزارہا مسلمانوں کی ایک ایسی مقدس جماعت منظم کر لی جس کا ہر فرد محبت الٰہی میں سرشار اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ اشارہ پر اپنی عزیز جان قربان کرنے کیلئے تیار تھا ۔ زمانہ جاہلیت کے ان بھٹکے ہوئے انسانوں میں اتنا فوری اور زبردست انقلاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے ۔ حضورؐ کے صحابہ کرام نے اطاعت خدا و رسول میں وہ بلند مقام حاصل کیا جس کی نظیر امم عالم میں نہیں مل سکتی ۔ ان کا مقصود حیات محض رضاء الٰہی کا حصول تھا ۔ حق تعالیٰ نے قرآن میں انکے اس کمال کی خبر دیدی ۔ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا (اور وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا مندی چاہتے ہیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے ان کے قلوب جملہ امراض معنویہ سے پاک ہو گئے ۔ ارادہ خداوندی کے سامنے ان کے اپنے ارادے فنا ہو گئے ۔ ان کا ہر عمل اللہ کے لئے ہوتا تھا ۔ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ (وہ اللہ کی ذات کے طالب ہیں) وہ اگر زندگی کے خواہاں تھے تو اطاعت حق کے لئے اور موت کی تمنا تھی تو لقائے محبوب کے لئے ۔ حق تعالیٰ نے ان کو اس دنیا میں رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ کی بشارتیں سنا دیں ۔

حق تعالیٰ نے اصحاب رسول ؐ کے دلوں میں ایمان کی کامل محبت ڈالدی ۔ اور کفر و ضلالت سے انکو طبعی نفرت ہو گئی ۔ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ (اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی ۔ اور کفر و بدعملی اور نافرمانی کی نفرت تم میں پیدا کر دی ۔) جب خدا و رسول کی جماعت ہر طرح کامل و مکمل ہو گئی ۔ اور دوبارہ ان کے قلوب صافیہ میں کفر و ضلالت کے عود کرنے کا کوئی خطرہ باقی نہ رہا ۔ تو منصب نبوت کی تکمیل کے بعد خداوند عالم نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس بلا لیا ۔ اور امت کی باگ الملین صحابہؓ کے حوالہ ہوئی ۔ تمام صحابہ و اہلبیت نے بالاتفاق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے فضائل و کمالات کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ برحق تسلیم کیا ۔ آپ کے بعد حضرت عمر فاروق رضؓ حضرت عثمان ذو النورینؓ ۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم بالترتیب خلیفۃ المسلمین بنائے گئے ۔ اور یہ ترتیب خلافت حق تعالیٰ کی مرضی کے مطابق تھی ۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ خلافت[1] پورا ہوا ۔ جس کی قرآن مجید میں پیشینگوئی فرمائی گئی تھی ۔ اگر نزول قرآن سے اصولاً دین اسلام کو تمام ادیان پر غلبہ حاصل ہوا ۔ تو صحابہ کرام کی اس مقدس جماعت کے ہاتھوں ۔ اسلام عملاً تمام ادیان پر غالب آگیا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام نے پیغام حق کو دنیا کے گوشہ گوشہ تک پہنچایا ۔ توحید و سنت کے انوار ہر جگہ پھیل گئے ۔ قیصر و کسریٰ جیسے با جبروت سلاطین کی عظمتیں خاک میں مل گئیں ۔ خلافت اسلامیہ کے ذریعہ ظلم و عدوان مٹا ۔ اور عدل و انصاف کی برکات سے مخلوق خدا نے اپنا دامن بھر لیا ۔ یہ سب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض صحبت کے اثرات تھے ۔ اور حق یہ ہے کہ ہر ایک صحابی کا وجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ایک مستقل معجزہ ہے ۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ اَجْمَعِیْنَ ۔

انکار صحابہ کا فتنہ

حق تعالیٰ نے کائنات میں اضداد کا سلسلہ قائم کیا ہوا ہے ۔ نور و ظلمت کفر و ایمان ۔ جہل و علم ۔ خیر و شر ۔ ہدایت و ضلالت ۔ اصلاح و افساد ۔ توحید و شرک وغیرہ سب اضداد میں سے ہیں ۔ لیکن حق تعالیٰ کی تکوینی حکمت بالغہ کے ماتحت ہمیشہ دونوں کا وجود رہا ہے

؎ درکارخانۂ عشق کفر ناگزیر است
آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد

ہر شے اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے ۔
اگر ظلمت نہ ہو تو نور کی قدر نہ رہے ۔ جہل نہ ہو تو علم کی قدر دانی کون کرے ۔ ع وَبِضِدِّھَا تَتَبَیَّنُ الْاَشْیَاءُ

[1] مسئلہ خلافت پر مفصل بحث آفتاب ہدایت میں ملاحظہ فرمائیں ۔

داعیان حق کے مقابلہ میں ہمیشہ مفسدین امت موجود رہے ہیں صحابہ کرام اپنے گوناگوں کمالات موہوبہ سے متصف ہو کر کب مفسدین کے شر سے محفوظ رہ سکتے تھے۔ بہت جلد ہی امت میں ایک حیرت انگیز فتنہ کا ظہور ہوا۔ کچھ ایسے مدعیان اسلام پیدا ہوئے۔ جنہوں نے نہ صرف اصحاب رسول کے فضائل و محاسن کا انکار کیا۔ بلکہ بڑی شدت سے اللہ تعالیٰ کے ان قدسی صفات بندوں پر کفر و نفاق کا الزام لگایا۔ اور یہاں تک کہدیا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سب مہاجرین و انصار[1] مرتد ہو گئے۔ صرف معدودے چند حضرات ایمان پر مستقیم رہے۔ ان لوگوں نے یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت بلا فصل کے مستحق صرف حضرت علی رض تھے۔ اصحاب رض ثلاثہ نے اپنے اقتدار کے ذریعہ ان سے خلافت چھین لی۔ منکرین خلافت نے یہاں تک جسارت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان پاک بیبیوں کو بھی صاف طور پر منافق و کافر کہدیا۔ جو آخری دم تک حضور کی زوجیت میں رہیں اور قرآن کریم میں صاف طور پر انکو مومنوں کی مائیں کہا گیا ہے۔ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ۔ (رسول خدا کی بیویاں تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں۔) صرف اسی پر بس نہیں کی۔ بلکہ اصحاب رض ثلاثہ کے خلاف یہ الزام بھی تراشا کہ انہوں نے قرآن پاک میں تغیر و تبدل کر دیا۔ اور اہل بیت کے فضائل میں جو آیات نازل ہوئی تھیں ان کو نکال دیا۔ اور اپنے فضائل میں آیات وضع کر لیں۔ العیاذ باللہ ان عقل کے اندھوں نے نہ صرف اصحاب رض ثلاثہ کو مطعون کیا۔ بلکہ حضرت علی رض جن کی محبت کی آڑ لے کر یہ فتنہ اٹھایا گیا تھا۔ ان پر بھی یہ اتہام قائم کیا۔ کہ انہوں نے اصلی قرآن کو جمع کر کے اصحاب رض ثلاثہ کے سامنے پیش کیا تھا۔ چونکہ اس میں اہلبیت کے فضائل کا بیان تھا۔ اور اصحاب کے کفر و نفاق پر صریح آیات تھیں۔ اس لئے اصحاب نے حضرت علی کے جمع کردہ قرآن کو قبول نہ کیا۔ حضرت علی رض نے اس اصلی قرآن کو چھپا دیا۔ اور غصہ میں آ کر قسم کھالی کہ امام مہدی کے ظہور تک تم اس قرآن کو ہرگز نہ دیکھ سکو گے" یہ حضرت علی رض پر کتنا بڑا بہتان ہے۔ کیا حضرت علی رض خدا کی کلام کو جو ہدایت عالم کے لئے نازل ہوئی پوشیدہ کر سکتے تھے؟ غرضیکہ اس گروہ کے مطاعن سے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب محفوظ رہے نہ اہلبیت ؎

خنجر بارد تو تنہا نہ مرا کشتہ دہیں
لعلم اللہ کہ جہاں جملہ قتیل است و قتیل

چونکہ قرآن پاک میں صحابہ کرام اور ازواج مطہرات کے فضائل و کمالات اس کثرت سے بیان ہوئے ہیں۔

[1] دیکھو فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ ص ۱۱۵ (ترجمہ) امام باقر فرماتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب لوگ مرتد ہو گئے صرف یہ تین اصحاب مسلمان رہ گئے۔ مقداد رض سلمان فارسی رض ابوذر رض اس کی تفصیل قرآن میں آئیگی۔ ۱۲

کہ ان کا انکار مشکل تھا۔ اس لئے عقیدہ تحریف قرآن وضع کیا گیا۔ اور چونکہ حضرت علی رض اور دوسرے حضرات اہلبیت رض نے اصحاب ثلاثہ رض کی خلافت کو تسلیم کر لیا تھا۔ ان کی اقتدا میں نمازیں بھی پڑھتے رہے۔ اور کبھی ان کے خلاف قتال نہیں کیا۔ ان حقائق کا جھٹلانا آسان نہ تھا۔ اس لئے تقیہ کا عقیدہ ایجاد کیا۔ اور تقیہ (یعنی دین میں جھوٹ بولنے) کو جزو دین تسلیم کیا۔ اور چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیوں حضرت رقیہ و ام کلثوم کو یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رض کے نکاح میں دیا۔ اس لئے حضرت فاطمہ رض کے علاوہ باقی تین کے متعلق حضور کی صاحبزادیاں ہونے سے ہی انکار کر دیا۔ غرضیکہ انکار صحابہ پر بڑے بڑے عقائد فاسدہ متفرع ہوئے ؎

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

یہ کہنا بیجا نہ ہوگا۔ کہ دراصل اس فتنہ کی بنیاد انکار قرآن پر رکھی گئی تھی۔ لیکن صراحتاً قرآن کے انکار کی تحریک چونکہ مسلمانوں میں پھیل نہیں سکتی تھی۔ اس لئے اہلبیت کی محبت کی آڑ لیکر اصحاب ثلاثہ کی خلافت حقہ کو مطاعن کا نشانہ بنایا گیا۔ اور امامت و عصمت ائمہ اور بداء (خدا کا بھول جانا) وغیرہ کے عقائد فاسدہ وضع ہوئے۔ انکار و بغض صحابہ کا فتنہ کوئی معمولی فتنہ نہیں۔ اصحاب رسول کو غیر مخلص اور غیر مومن تسلیم کرنے سے بہت برے نتائج پیدا ہوتے ہیں جس کی وجہ سے سارا دین مشکوک ہو جاتا ہے۔ مثلاً (۱) امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصود اعلائے کلمۃ اللہ فوت ہو جاتا ہے۔ (۲) حضور کی تعلیم کا ناقص ہونا لازم آتا ہے۔ (۳) اللہ تعالیٰ کا جاہل ہونا لازم آتا ہے۔ کہ قرآن میں ان لوگوں کے فضائل ایمانی بیان فرمائے جو آخر میں کافر و مرتد ہونے والے تھے۔ العیاذ باللہ (۴) قرآن حکیم کی پیشگوئیاں اور بشارتیں سب غلط ثابت ہوتی ہیں۔ (۵) بالخصوص وعدہ استخلاف باطل ٹھہرتا ہے کیونکہ اس میں امن عامہ ہونے کی پیشگوئی ہے۔ جو باقی علامات موعودہ کے ساتھ صرف اصحاب رض ثلاثہ کے زمانہ میں پوری ہوئی۔ حضرت علی رض کے زمانہ میں امن نہیں تھا

علاوہ ازیں منکرین صحابہ رض سے ہم پوچھتے ہیں۔ کہ کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ ایمان شناس ہو۔ کہ ایک طویل زمانہ اصحاب رض ثلاثہ کے ساتھ رہنے کے باوجود ان کے کفر و نفاق پر آپ مطلع نہیں ہو سکے۔ فراست نبوی سے بھی انکو نہ پہچانا۔ اور ان کے ایمان پر اتنا زبردست اعتماد کیا۔ کہ حضرت ابوبکر رض اور حضرت عمر رض کی بیٹیوں سے خود نکاح کر لیا۔ اور اپنی پیاری صاحبزادیاں حضرت عثمان رض کو دے دیں۔ اپنی جن بیویوں کے ساتھ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب و روز کا گہرا تعلق رہتا تھا۔ اگر ان میں کفر و نفاق کا کچھ بھی اثر ہوتا۔ تو ان کو حضور[1] طلاق دے دیتے۔ کیونکہ کافر اور منافق عورتوں سے نکاح ایک عامی مسلمان

[1] طلاق کے متعلق بھی شیعہ صاحبان نے ایک عجیب و غریب روایت وضع کر لی۔ چنانچہ حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۶۶۲ مطبوعہ لکھنؤ میں لکھا ہے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رض کو ازواج کے متعلق طلاق دینے کا اختیار دیا تھا۔ اور بعد وفات رسول حضرت علی نے

کا بھی درست نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے نکاح کر لیں۔ حضورؐ کی ازواج کا تو یہ مرتبہ ہے۔ کہ ان کی علو شان قرآن پاک کی متعدد آیات میں صاف طور پر بیان کی گئی ہے۔ بالخصوص حضرت عائشہ صدیقہ پر جو تہمت لگائی گئی تھی۔ اس سے برأت کا اعلان خود حق تعالیٰ نے سورہ نور میں تفصیلاً فرمایا۔ اور آپ کے مخالفین کو سخت زجر و توبیخ فرمائی ہے۔

علاوہ ازیں یہ امر قابل غور ہے۔ کہ حضرت ابو بکر صدیق رض کو حضور اکرمؐ نے اپنی زندگی میں قائم مقام امام نماز بنایا تھا۔ اور حضرت صدیق نے امر نبوی سے سترہ نمازیں پڑھائیں۔ اور حضرت علی رض و حضرت عباس وغیرہ سب جلیل القدر اصحاب نے آپکی اقتدار میں نماز ادا کی تھی۔ کیا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کافر منافق کے پیچھے نماز پڑھ سکتے تھے؟ یہ ابو بکر رض کے افضل الامت ہونے کی زبردست دلیل ہے۔ پھر ہم منکرین صحابہ سے پوچھتے ہیں۔ کہ حضرت علی رض و دیگر اکابر اہلبیت جن کو تم اپنا مقتدا و مطاع سمجھتے ہو بلکہ ان کے معصوم عن الخطا ہونے کے قائل ہو۔ جب انہوں نے اصحاب ثلاثہ رض کی بیعت کر لی۔ اور انکو برحق خلیفہ سمجھتے ہوئے ان سے کبھی جنگ نہ کی۔ تو اب تم صدیاں گذر جانے کے بعد اصحاب ثلاثہ کے خلاف کیوں برسر پیکار ہو۔ اور سب سے زیادہ تم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لعن طعن کا ہدف بناتے ہو۔ حالانکہ حضرت علی رض نے انکو کافر نہیں کہا۔ طرفین میں جو لڑائیاں ہوئیں۔ وہ صرف دم عثمان رض پر مبنی تھیں جس کا حضرت علی رض نے اپنے خطبہ میں اعتراف فرمایا ہے۔ ہاں حضرت معاویہ رض کی اس میں اجتہادی غلطی تھی۔ لیکن اس خطا سے ان کے ایمان و اسلام میں کوئی فرق نہیں آتا جس طرح قرآن مجید میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کا باہمی نزاع مذکور ہے۔ حالانکہ دونوں مقدس نبی تھے حضرت موسیٰؑ نے غلبۂ جوش میں حضرت ہارونؑ کو داڑھی سے پکڑا۔ اور سر کے بالوں کو کھینچا۔ لیکن یہ سب کچھ چونکہ غلط فہمی پر مبنی تھا۔ اس لئے نہ حضرت ہارونؑ کی علو شان میں کوئی فرق آیا۔ اور نہ حضرت موسیٰؑ سے من جانب اللہ مواخذہ ہوا۔ تو اگر صحابہ رض کے درمیان اجتہادی خطا (جو معصوم نہ تھے) کی بنا پر باہم لڑائی ہو جائے تو ان کے ایمان و اسلام میں کب فرق آسکتا ہے۔ اور یہ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کے خلاف نہیں۔ علاوہ ازیں حضرت امام حسن رض نے اپنی خلافت خود حضرت معاویہ کے حوالہ کر دی[1] اور ان سے بیعت بھی کر لی۔ اور حضرت حسین رض بھی اس مصالحت پر راضی تھے

[1] علامہ علی بن عیسیٰ اربلی نے امام حسن رض کا سارا خطبہ درج کیا ہے جس میں حضرت امام فرماتے ہیں۔ فرأیت ان اُسالم معاویۃ واضع الحرب بینی وبینہ وقد بایعتہ ورأیت ان حقن الدماء خیرٌ من سفکھا و لم ارد بذالک الا صلاحکم وبقاءکم الخ (کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ مطبوعہ ایران ص ۱۷۰) ترجمہ: پس میں نے اسکو بہتر سمجھا کہ میں حضرت معاویہ سے مصالحت کر لوں۔ اور باہمی جنگ ترک کر دوں چنانچہ میں نے معاویہ سے بیعت کر لی اور مسلمانوں کے خون بچانے کو ان کے خون بہانے سے بہتر سمجھا۔ اور میری مراد اس مصالحت سے محض تم مسلمانوں کی صلاح و بقا ہے الخ خطبہ طویل ہے۔ ہم نے بوجہ عدم گنجائش کے یہاں سارا خطبہ درج نہیں کیا ۱۲۔

کیا امام حسن رض اور امام حسین رض کسی کافر و منافق کو خلافت اسلامیہ سپرد کر سکتے تھے؟ کیا تم امام حسن اور امام حسین رض سے بھی زیادہ متقی ہو کہ انہوں نے حضرت معاویہ رض سے اتفاق کر لیا۔ اور تم اب تک انکو کوستے رہتے ہو۔ بھائیو! یہ اتباع حق نہیں بلکہ اتباع نفس ہے۔ اگر تم صحیح معنوں میں حضرات اہلبیت رض کی تابعداری کو باعث نجات سمجھتے ہو۔ تو ان کے طرز عمل کو نمونہ بنا لو۔ ؎

ترجو النجاۃ ولم تسلک مسالکھا ۔ ان السفینۃ لا تجری علی الیبس ۔ ترجمہ: تو نجات کا امیدوار ہے۔ حالانکہ نجات کے رستوں پر تو نہیں چلا۔ بلاشک کشتی کبھی خشکی پر چل نہیں سکتی۔ بہر حال انکار صحابہ ایسا امر ہے جس پر مبنی تمام عقائد فاسدہ چونکہ براہ راست کتاب و سنت سے ٹکراتے تھے۔ اس لئے علمائے امت نے اس فتنہ کے استیصال کی طرف ہمیشہ توجہ فرمائی۔[1] متقدمین و متاخرین علماء نے بڑی بڑی مبسوط کتابیں لکھیں جن میں حضرات صحابہ پر عائد کردہ الزامات و مطاعن کے نہایت شافی و کافی جوابات دیئے گئے متاخرین اکابر ہند میں سے امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے بڑی استقامت سے اس فتنہ کا مقابلہ کیا۔ اور اس موضوع پر محققانہ قلم اٹھایا۔ آپکے بعد شیخ العالم قدوۃ المحققین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الخفا اور مرجع اکابر علماء حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے تحفہ اثنا عشریہ لاجواب تصانیف فارسی میں لکھیں جس سے مجتہدین شیعہ کی کمر ٹوٹ گئی۔ بعد ازاں مجاہد جلیل حضرت شاہ اسمٰعیل شہید قدس سرہ نے اس فتنہ کی سرکوبی کیلئے سخت قدم اٹھایا۔ اور روافض کے میل جول سے مسلمانان اہلسنت میں جن رسوم و بدعات کا شیوع ہو گیا تھا ان کا قلع قمع کیا۔ خصوصاً عصر کے علمائے محققین نے بھی بڑی مدلل کتابیں رد شیعہ میں تصنیف کیں چنانچہ حجۃ الاسلام حضرت مولٰنا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانیٔ دار العلوم دیوبند قدس سرہ نے بھی باوجود دیگر مشاغل کثیرہ کے فدک کے مسئلہ پر ایک مستقل کتاب ہدیۃ الشیعہ کے نام سے تصنیف فرمائی۔ ہندوستانی علماء میں سے اس فتنہ کے انسداد میں سب سے بڑا کارنامہ حضرت مولٰنا عبد الشکور صاحب لکھنوی کا ہے۔ جنہوں نے اس موضوع پر نہایت محققانہ لاجواب رسائل تصنیف کئے علمائے شیعہ سے معرکۃ الآرا مناظرے کئے۔ اور آپکی سرپرستی میں اخبار النجم و آفتاب نے اس معاملہ میں بلند پایہ خدمات انجام دیں۔ اور مجتہدین شیعہ کا ناطقہ بند کر دیا پنجاب کے علماء میں جناب مولانا ابو الفضل محمد کرم الدین صاحب دبیر ساکن بھیں تحصیل چکوال ضلع جہلم نے ردِ شیعیت میں بہت نمایاں کام کیا ہے۔ اپنی عمر کا بیشتر حصہ آپنے اس فتنہ کے استیصال میں گذار دیا۔ تحریر و تقریر کے ذریعہ منکرین صحابہ رض کی تلبیسات کا ازالہ کیا۔ اور اپنے بعد اس سلسلہ میں ایک جامع اور لاجواب تصنیف آفتاب ہدایت بہترین یادگار چھوڑ گئے۔

یہ کتاب آپنے سلیس اردو زبان میں لکھی ہے۔ صحابہ کرام رض پر علمائے شیعہ کی طرف سے جو الزامات لگائے جاتے ہیں۔ ان کا مفصل اور مدلل رد فرمایا ہے۔ قرآن کریم کی بیسیوں آیات سے صحابہ کرام رض کے فضائل ثابت کئے ہیں۔ بلکہ کتب شیعہ سے بھی صحابہ ثلاثہ کے کامل الایمان اور خلیفہ برحق ہونے کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ اور ساتھ ہی منکرین صحابہ رض کے سامنے ان کے خود ساختہ مذہب کا آئینہ بھی رکھ دیا ہے تاکہ وہ اس میں اپنا چہرہ دیکھ لیں۔ ؎

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

مولٰنا کرم الدین صاحب مرحوم کی یہ تصنیف اہل اسلام کے ہاں بہت مقبول ہوئی ہے چنانچہ مصنف کی حیات میں دو

[1] قطب الاقطاب غوث اعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ نے بھی غنیۃ الطالبین میں روافض کا خوب رد فرمایا ہے۔ اور مسلمانوں کو انکے اثر سے محفوظ رہنے کی سخت ہدایت فرمائی ہے۔ ۱۲۔

من یمنیت کہ مراد کلیدہ معاملہ شخص لئیم وبہتان بزرگ او خبر داد کہ اس میں یہ بھی لکھا ہے۔ فاذا ظہر قدر اللہ علی عدو مبین اسمہ
کرم الدین۔ ترجمہ: پس نگاہ کہ بنا بر تقدیر خدائے تعالیٰ ——— بر دست دشمن صریح کہ نام او کرم الدین است یعنی چونکہ
مرزائیوں کی طرف سے پہلے مقدمات کی ابتداء ہو چکی تھی اسلئے مولانا مرحوم نے بھی انتقاماً مرزا غلام احمد قادیانی اور حکیم فضل دین بھیروی
کے خلاف استغاثہ دائر کر دیا جو بعد میں حق و باطل کے مابین ایک عظیم الشان معرکہ کی صورت اختیار کر گیا۔ اور مرزا قادیانی کیلئے طول
درد بن گیا۔ اہل حق کی طرف سے شہادتیں بڑے بڑے فضلاء پیش ہوتے تھے۔ اور فریق مخالف کی طرف سے مولوی نور الدین بھیروی اور خواجہ کمال الدین
لاہوری بھی اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ مولانا ابو الفضل مرحوم نے نہایت استقلال و ثابت قدمی سے مرزا قادیانی کا مقابلہ
کیا۔ آپ عدالت میں کتنے کتنے گھنٹے خود انہی زبردست جرح کرتے تھے کہ مخالفین تلملا اٹھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر مرحلہ پر آپکی امداد فرمائی تو تقریباً
دو سال تک مقدمہ چلتا رہا۔ آخر ۸ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو گورداسپور کی عدالت سے مرزا غلام احمد قادیانی کو پانچ سو روپیہ جرمانہ یا چھ ماہ قید محض اور
حکیم فضل دین بھیروی کو دو سو روپیہ جرمانہ یا پانچ ماہ قید کی سزا کا حکم سنایا گیا۔ پھر اپیل میں ایک انگریز وکیل کی سعی سے بمشکل رہائی حاصل کی۔ گورداسپور کے
ان مقدمات کے متعلق مرزا جی نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی ص ۲۱۲ میں متعدد نشانات بیان کئے ہیں مثلاً نشان ۳۰ میں لکھا ہے "کرم الدین
جہلمی کے مقدمہ فوجداری کیلئے گورداسپور گیا تو مجھے الہام ہوا۔ یسئلونک عن شانک قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون۔ نشان ۳۱ میں
لکھا ہے "۲۹ جون ۱۹۰۴ء محررات کی وقت یہ فکر ہوئی کہ مقدمات کرم الدین کا کیا انجام ہوگا۔ الہام ہوا۔ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ہم محسنون۔
نتیجہ یہ ہوا کہ مقدمات کا فیصلہ بالکل حق میں ہوا" مرزا جی نے یہاں سفید جھوٹ بولا ہے۔ کیونکہ آپکو اس مقدمہ میں پہلے سزا کا فیصلہ سنایا گیا تھا نیز
مندرجہ نشانات کے الفاظ خود ہی مرزا جی کی سخت پریشانی کی پردہ کشائی کر رہے ہیں۔ اور حقیقت ہے کہ اس مقدمہ میں مرزا غلام احمد قادیانی
اور انکے حواریوں کو سخت ذلت کا سامنا کرنا پڑا پیشگوئیاں بھی سب غلط ثابت ہوئیں۔ اور مولانا ابو الفضل مرحوم ایسے تیز مخالف [illegible]

مولانا مرحوم کے کامیاب مناظرے

مخالف کے سامنے دلائل سے حق واضح کرنیکا نام مناظرہ ہے۔ علمائے حق نے مناظرہ کو بھی اشاعت
حق کا ذریعہ بنایا ہے۔ اس زمانہ میں مناظرہ اگرچہ اکثر مجادلہ کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ تاہم حسب ضرورت علماء مناظرہ کے ذریعہ مخالفین کو
ساکت کرتے رہتے ہیں۔ مولانا ابو الفضل مرحوم نے بھی اس میدان میں نہایت مضبوطی سے قدم رکھا۔ اور اس فن میں خاص شہرت حاصل کی آپ بہت
ذکی الطبع تھے اور حاضر جوابی کا اللہ تعالیٰ نے خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ جرأت بہت تھی۔ آپ بلند قامت اور وجیہ تھے۔ آواز بھی بلند اور پر
صولت تھی جو ہر مد مقابل پر چھا جاتی۔ کسی سے مرعوب نہیں ہوتے تھے آپ نے اپنی زندگی میں مختلف فرقوں کے ساتھ متعدد مناظرے کئے اور غالباً سب سے زیادہ مرزائیت اور
شیعیت کے استیصال میں آپ نے زندگی کا بیشتر حصہ خرچ کیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے بعد مولوی اللہ دتہ وغیرہ مرزائی مناظرین کے ساتھ
مولانا مرحوم کے مناظرے ہوئے۔ اور انکو ہر مرتبہ شکست فاش ہوئی جبکہ قادیانی مشن کے بانی ہی کو آپ نے پچھاڑ دیا تھا۔ تو اسکے پیروؤں کی کیا بساط تھی
کہ آپ سے بازی لیجاتے ہمیشہ ذلت کا سامنا نصیب ہوا۔

شیعہ مذہب کے علماء سے بھی آپ نے کامیاب مناظرے کئے۔ اور جو ایک مرتبہ مقابلہ میں آیا۔ دوبارہ اسکو میدان میں آنے کی ہمت نہ ہوئی۔ کندیاں ضلع میانوالی میں
ایک دفعہ آپکا مناظرہ مرزا احمد علی مشہور شیعی مناظر سے ہوا۔ مولانا مرحوم کے دلائل سے اسقدر مرعوب ہوا۔ کہ گھبرا کر اثنائے مناظرہ میں کہنے لگا۔ کہ آپ بلند

۱؎ گورداسپور و جہلم میں تمام مقدمات کی تفصیل مولانا محمد کرم الدین صاحب مرحوم نے اپنی کتاب "تازیانہ عبرت" المعروف بہ "مفتی قادیان قانونی شکنجہ میں" بیان کر دی ہے کتاب بہت دلچسپ قابل دید ہے۔ کتاب کی ابتداء میں مرزا کے دوسرے عقائد باطلہ کا بھی مختصر رد ہے۔ قیمت [illegible] روپیہ۔

اسٹیج پر کھڑے ہیں۔ اسلئے مجمع پر آپکی تقریر کا اثر ہو رہا ہے" مولانا مرحوم نے جواب دیا۔ کہ یہ اسٹیج کی بلندی کا اثر نہیں بلکہ حق کی بلندی کا اثر ہے اگر میں
آپکی جگہ پر کھڑا ہو جاؤں۔ تو پھر بھی میری تقریر کا اثر وہی ہوگا۔ کیونکہ الحق یعلو ولا یعلیٰ (حق غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا) اس مناظرے کے بعد
مرزا احمد علی صاحب نے پھر کبھی آپ سے مناظرہ کرنے کا نام نہیں لیا۔ جہاں مولانا مرحوم کی آمد کی خبر ہوتی کترا گئے۔ مولانا مرحوم کی مناظرات میں عظیم الشان
کامیابیوں کا غلغلہ اتنا بلند ہو گیا تھا۔ کہ پھر شیعہ مرزائی وغیرہ مناظرین کو مقابلہ میں آنیکا حوصلہ ہی نہ پڑتا تھا اور آپکا نام لینا ہی کافی ہوتا تھا
ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ مولانا مرحوم حنفی المذہب تھے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے مقلد تھے علماء اہل حدیث کیساتھ بھی
مختلف فیہ مسائل میں آپکے کامیاب مناظرے ہوئے چنانچہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری مشہور مناظر اہلحدیث سے تقلید شخصی وغیرہ موضوع پر دو
مرتبہ زبردست مناظرہ ہوا۔ پہلا مناظرہ بتاریخ ۳ مئی ۱۹۲۰ء کو بیرپور میں ہوا۔ اور دوسرا ۴ اپریل ۱۹۲۳ء کو چک رعایا ضلع گجرات میں ہوا
باوجودیکہ مولوی ثناء اللہ صاحب مرحوم بھی فن مناظرہ میں خاص شہرت کے مالک تھے لیکن مولانا مرحوم کے سامنے آپ نے بھی ہتھیار ڈال دیئے اور
چک رعایا کے مناظرہ کے اختتام پر تو مولوی ثناء اللہ صاحب نے یہاں تک کہدیا۔ کہ آئندہ میں مولوی کرم الدین صاحب سے تقریری مناظرہ نہیں
کرونگا۔ ان مناظرات کی مختصر روداد "مناظرات ثلاثہ" میں چھپی ہوئی ہے۔ اہل قرآن آریہ۔ اور عیسائیوں کے ساتھ بھی آپکو مناظرہ
کرنیکی نوبت آئی۔ آپ نے ایکدفعہ چکوال میں پادری عبد الحق عیسائی مناظر کو چیلنج دیا تھا لیکن اسکو مقابلہ کرنیکی ہمت نہ ہو سکی بعض علمائے
احناف سے بھی بعض فقہی مسائل میں اختلاف کی بنا پر آپکے مناظرے ہوئے ہیں۔

مرکز رشد و ہدایت دار العلوم دیوبند کیطرف رجوع

اللہ تعالیٰ نے اس دور میں دیوبند کو علمی و روحانی فیوض کا سرچشمہ بنایا ہے
اکابر دیوبند جامع الظاہر والباطن تھے۔ تجدید و احیاء دین میں ان بزرگوں نے وہی فرائض انجام دیئے جو ہر زمانہ کے مجددین کا نصب العین
رہا ہے۔ مسلمانوں میں عموماً بدعات و رسوم کا رواج تھا۔ عقائد و اعمال میں افراط و تفریط پیدا ہو گئی تھی۔ علمائے دیوبند نے کتاب و سنت کی
روشنی میں اہل اسلام کو انکے صحیح موقف سے آگاہ کیا۔ اور اظہار حق کے نتیجہ میں انکو انہی مراحل سے گذرنا پڑا جو حسب تبعیت انبیاء ہمیشہ
ہمیشہ علمائے ربانیین طے کرتے رہے ہیں۔ قوم کے ناحق شناس طبقہ نے شدید مخالفت کی۔ علمائے دنیا نے ان بزرگوں پر کفر و الحاد
کے فتوے لگائے۔ اور اتنا مکروہ پروپیگنڈا کیا گیا۔ کہ بہت سے نیک نیت لوگوں میں بھی غلط فہمیاں پھیل گئیں۔ علماء دیوبند کی عبارتوں
میں کتر بیونت کرکے قوم کے سامنے پیش کیا گیا۔ مصنفین کی مراد سمجھنے کی کوشش نہ کی گئی۔ مولانا کرم الدین مرحوم بھی اس پروپیگنڈے سے
متاثر ہوئے۔ اور آپکو اگرچہ حضرات دیوبند کیخلاف غلو نہ تھا لیکن انکے احوال و کمالات سے ناواقفیت کی بنا پر انکی صحیح عقیدت
و عظمت حاصل نہ کر سکے۔ چونکہ زیادہ تر شیعیت و مرزائیت کیطرف توجہ رہتی تھی۔ اسلئے اکابر دیوبند کی تصانیف مبارکہ کو براہ راست مطالعہ کرنے
اور انکے پیش کردہ حقائق کو سمجھنے کا بہت کم موقع ملا۔ ان حضرات کے متعلق آپکے دل میں کچھ شبہات تھے جنکا منشا زیادہ تر مخالفین کی
کی تصانیف تھیں۔ غالباً ۱۹۳۶ء کا واقعہ ہے۔ کہ سلانوالی ضلع سرگودھا میں علماء دیوبند اور علماء بریلی کے مابین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کیلئے "علم غیب کلی ما کان وما یکون" کے موضوع پر ایک معرکۃ الآراء مناظرہ ہوا جس میں مولانا مرحوم علماء بریلی کیطرف سے صدر مقرر ہوئے

۱؎ اسلئے کہ علماء دیوبند کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ علم ما کان وما یکون یعنی کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم ہر آن میں ہمیشہ کے لئے صرف اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے کسی
نبی کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایسا علم محیط کائنات کی تفصیلی عطا نہیں فرمایا۔ ہر جگہ حاضر ناظر صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ باقی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام
اولین و آخرین سے زیادہ علم عطا ہوا ہے۔ تکوینیات کے متعلق بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنے علوم غیبیہ سے مطلع فرمایا ہے جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ تحقیق
کتاب مستند و مشہور ہے۔ مولانا کرم الدین مرحوم نے بھی آفتاب ہدایت میں علم ما کان وما یکون کلیات باری تعالیٰ کا خاصہ تسلیم کیا ہے۔ ۱۲

اس مناظرہ سے واپس آکر آپ نے راقم الحروف سے دیوبندی مناظر مولانا منظور صاحب نعمانی مدیر الفرقان کی تہذیب و متانت کی بہت
تعریف فرمائی۔ اس کے علاوہ خدا جانے آپ نے اس مناظرہ سے کیا کیا اثرات لئے۔ اگلے سال رمضان ۱۳۵۶ھ میں احقر نے دار العلوم
دیوبند میں داخل ہونے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ نے بخوشی اجازت دیدی۔ بعد ازاں خود آپ نے حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی شیخ الحدیث دیوبند
مدظلہ کی خدمت میں اس مضمون کا عریضہ لکھا کہ "میں اپنے فرزند کو دار العلوم میں حضرت کے زیر سایہ تعلیم دلانا چاہتا ہوں" حضرت
مدظلہ نے سلہٹ آسام سے جواب تحریر فرمایا جس کا مضمون یہ تھا کہ "آپ اپنے لڑکے کو ابتداء شوال میں دیوبند بھیجدیں۔
میں نے حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب کو اس کے متعلق لکھدیا ہے۔ وہ مہربانی فرمائیں گے" حضرت کے گرامی نامہ کو مولانا مرحوم نے
اپنے لئے باعثِ افتخار جانا اور فرمایا کہ "آج ہندوستان کی ایک بڑی شخصیت کا خط آیا ہے" یہ الفاظ آپ نے بڑی عقیدت سے کہے تھے۔ شوال
میں بندہ دار العلوم میں داخل ہو گیا۔ شعبان ۱۳۵۸ھ میں جب دورہ سے فارغ ہو کر گھر آیا تو جناب والد مرحوم سے اکابر دیوبند کے حالات بیان کئے۔
حضرت مدنی مدظلہ کے بعض ارشادات سنائے۔ جو میں نے قلمبند کر رکھے تھے تو آپ نے حضرت کے متعلق فرمایا کہ "آپ اولیاء اللہ میں" قطب العارفین
حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ اور امام العالم حضرت مولانا محمود الحسن صاحب شیخ الہند کے حالات سنکر فرطِ عقیدت سے والد صاحب کی
آنکھیں بعض وقت آنسوؤں سے پر ہو جاتی تھیں۔ تمام اکابر دیوبند سے مولانا مرحوم کو عقیدت کا گہرا تعلق پیدا ہو گیا تھا۔ ایک دفعہ راولپنڈی
کے کتبخانہ میں آپکو امام الطریقت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کی تفسیر بیان القرآن کے بعض مقامات سننے کا
موقعہ ملا۔ راولپنڈی جیل میں عند الملاقات بندہ کے سامنے اس تفسیر کی بہت تعریف کی۔ اور اسکی بعض خصوصیات بھی بیان کیں۔ ایک دفعہ آپنے
حضرت تھانوی کے چند مواعظ منگوائے اور مجھکو جیل میں مطالعہ کیلئے بھیجے۔ غرضیکہ اکابر دیوبند کے متعلق جو پہلے شبہات تھے وہ زائل ہو گئے اور

پیرانہ سالی میں مصائب کا ہجوم

حق تعالیٰ اپنے بندوں کو آزمائش و اصلاح کیلئے مصائب میں بھی ڈالتے ہیں ظاہراً تکلیف و
مصیبت ہوتی ہے اور باطناً مومن کیلئے وہ رحمت ثابت ہوتی ہے۔ مولانا مرحوم کی عمر غالباً ۹۰ برس سے متجاوز ہو چکی تھی۔ چند سال سے
آنکھوں میں موتیا بند ہونے کی وجہ سے لکھنے پڑھنے سے معذور تھے۔ ایک آنکھ میں کچھ بینائی تھی جس سے کچھ چل پھر سکتے تھے۔ بتقاضائے عمر
بدنی ضعف بھی بہت ہو گیا تھا۔ اور قلب کا بھی عارضہ تھا۔ کہ یکایک جون ۱۹۴۱ء میں آپ پر حوادث کا نزول ہوا۔ ایک قتل کے سلسلہ
میں راقم الحروف مع تین رشتہ داروں کے گرفتار ہوا۔ اور برادرم مولوی منظور حسین صاحب[1] شہید مرحوم نے تھانہ ڈومن کے ڈاک بنگلہ میں ایک متعصب
ہندو چوہدری کھیم چند ایس۔ ڈی۔ او چکوال کو رات کے وقت ہلاک کر دیا۔ ماسٹر عبد العزیز صاحب مرحوم بھی آپکے ساتھ تھے۔ وہ دونوں رفیق
وہاں سے بسلامت نکل گئے اور سرحد پشاور عبور کر کے آزاد علاقہ (داغستان) میں چلے گئے جہاں آپ حضرت بادشاہ گل صاحب خلف مجاہد اعظم حضرت

[1] برادرم مولوی منظور حسین صاحب مرحوم نے انگریزی تعلیم بی۔ اے تک باقاعدہ کالج میں حاصل کی تھی۔ کالج کی زندگی میں آپکو جسمانی قوت بڑھانے کا زیادہ شوق
تھا جس میں آپ نے کمال حاصل کیا ہوا تھا۔ موٹر کار آپ سامنے سے سینہ سے لگا کر مضبوطی سے پکڑ لیتے تھے اور پھر خواہ کتنی سپیڈ سے چلائی جائے۔ روکے رکھتے تھے۔
لوہے کی دو مضبوط اور موٹی سلاخوں کو جوڑ کر اپنے بازو پر لپیٹ لیتے تھے اور ایک لوہے کی موٹی سلاخ گردن میں لپیٹتے تھے۔ لیٹے ہو کر ننگی چھاتی پر وزنی
ہتھوڑوں کی ضربیں لگواتے تھے۔ ہاتھوں کی دو انگلیوں میں انڈے کو نوک کے بل رکھ کر توڑ ڈالتے تھے۔ اس قسم کے غیر معمولی قوت کے کرشموں کا آپنے
بہت دفعہ مظاہرہ کیا ہے۔ گارڈن کالج راولپنڈی سے فارغ ہونیکے بعد بھی آپنے پہلوانی کا سلسلہ جاری رکھا لیکن بعد میں قرآن حکیم کی تلاوت اور اسلامی
تاریخ کے مطالعہ نے آپکے قالب میں زبردست انقلاب پیدا کر دیا۔ انگریز کی تہذیب سے سخت نفرت ہو گئی۔ فرنگی اقتدار کے کسی اثر کو آپ برداشت نہ کرتے تھے یہاں تک کہ آپ
کا میں رہنا آپکیلئے سخت مشکل ہو گیا۔ آپنے پہلے اپنی اصلاح کی اور شریعت کے سانچے میں ڈھل گئے۔ کالج میں چونکہ عربی پڑھی تھی۔ اس لئے قرآن و حدیث سے دلی شغف

آفتاب ہدایت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الملک الحق المبین ربنا و رب الارض والسماء والصلوٰۃ والسلام علی
سیدنا محمد سید المرسلین وخاتم الانبیاء وعلیٰ آلہ الطیبین الطاہرین
ذوی المجد والعلاء واصحابہ المہدیین نجوم الحق والاہتداء

اما بعد

پس واضح رائے اولی الابصار ہو کہ ہر چند اقتضاء وقت یہی ہے۔ کہ اسلام کے تمام فرقے
متحد ہو کر مخالفین اسلام آریہ عیسائی وغیرہ کا مقابلہ کریں جو اس وقت دین حق اسلام پاک کے مٹانے
کے درپے ہو کر ہر طرح سے پُر زور حملے کر رہے ہیں کہیں شدھی کی تحریک کی گرما گرمی ہے۔ اور کہیں
عیسائیت کے منادِ لطائف الحیل سے مسلمانوں کو مرتد بنانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن بدقسمتی سے
اسلام کے بیرونی دشمنوں کے علاوہ اندرونی دشمن روافض، مرزائی وغیرہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے ان
سے بڑھ کر جد و جہد کر رہے ہیں اور فرقہ اہل السنۃ والجماعۃ کی خاموشی سے فائدہ اٹھا کر تحریر کے ذریعہ مرزائیت
رفض وغیرہ کی وبا پھیلائی جا رہی ہے۔ اور ڈر ہے کہ یہی رفتار رہی تو کسی وقت اسلام کا اصلی خوبصورت چہرہ
بالکل مسخ ہو کر رفض و بدعت، مرزائیت، نیچریت، چکڑالویت وغیرہ کی منحوس شکل اختیار کر لے گا (خدا ایسا نہ کرے)
اس لئے علماء اہل السنت والجماعت کا اولین فرض ہے۔ کہ ان اندرونی دشمنانِ دین کی شر کا انسداد کریں۔ جو
اسلام کے دعویدار ہو کر مسلمانوں کو جادۂ حق صراطِ مستقیم سے پھسلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔
چونکہ میرے خیال میں سب سے زیادہ خطرناک فتنہ اس وقت رفض کا ہے۔ جو فتنہ ارتداد سے بھی زیادہ
خوفناک ہے۔ اس لئے ہمیں اس کے انسداد کیطرف پہلے متوجہ ہونا چاہئے۔ بناءً علیہ خاکسار متوکلاً علی اللہ
اس کام کو شروع کرتا ہے۔ والسعی منی والاتمام من اللہ تعالیٰ۔
خاکسار نے پہلے بھی متعدد مختصر رسالے اس بارے میں تصنیف کر کے شائع کئے ہیں۔ اور خدا کے
فضل سے وہ مقبول ہوئے ہیں لیکن بعض خاص احباب کی جن میں سے ایک میرے مکرم دوست حاجی خواجہ

غلام لسیبین صاحب تلنگی ہیں۔ دوم برخوردار مولوی محمد فضل الحسن صاحب مرحوم د مولوی فاضل ابن اخی المرحوم مولانا مولوی محمد حسن صاحب حنفی ہیں۔ مدت سے یہ فرمائش تھی کہ ایسی جامع کتاب اس موضوع میں تصنیف کیجائے جس کے ہوتے ہوئے دوسری کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت باقی نہ رہے جو تردید عقائد شیعہ میں تصنیف ہوئی ہیں۔ اور ایسا طریق اختیار کیا جائے کہ قرآن پاک سے استدلال کے علاوہ کتب معتبر مسلمہ خصم کی عبارات بقید صفحہ درج کر کے مسائل کی توضیح کر دی جائے تاکہ کسی موافق مخالف کو شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے۔ سو اسی التزام سے میں نے یہ کتاب لکھنی شروع کی ہے۔ میری کوشش یہ ہوگی کہ اپنے مدعا کو نص صریح آیات قرآن سے ثابت کرونگا۔ پھر خصم کی معتبر اور مسلمہ کتابوں کی عبارات بقید صفحہ درج کر کے استدلال کیا جائیگا۔ اور کوئی عبارت جو اس کتاب سے بچشم خود نہ دیکھ لوں ہرگز درج نہ کیجائیگی۔ اور میری یہ کتاب اہل رفض کے عقائد و مسائل کی تردید کرے گی۔ اور ہر طرح سے تہذیب و متانت کو ملحوظ رکھا جائیگا۔

رافضی کا لقب

میرے شیعہ بھائی برانہ منائیں۔ اگر ان کو رافضی کے لقب سے خطاب کیا جائے۔ کیوں کہ یہ مبارک لقب انکو بقول امام جعفر صادق بارگاہ ایزدی سے عطا ہوا ہے۔ جیسا فروع کافی کتاب الروضہ جلد ۳ صفحہ ۱۲ میں قول امام ہمام درج ہے۔ (اِیْ وَاللہِ مَا ھُمْ سَمُّوْکُمْ بَلِ اللہُ سَمَّاکُمْ۔ خدا کی قسم تمہارا یہ نام لوگوں نے نہیں رکھا بلکہ خدا نے تمہارا نام رافضی رکھا ہے۔) پھر ایسے مبارک لقب پر جو بارگاہ رب العزت سے عطا ہوا ہے۔ اور حضرت امام والا مقام نے اس کی تصدیق فرمائی ہے۔ ہمارے شیعہ حضرات کو فخر کرنا چاہئے۔ مبارک مبارک

فتنۂ رفض

میرا یہ کہنا کہ فتنۂ رفض فتنۂ ارتداد سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ سو ظاہر ہے۔ کہ کافر یا مرتد کی صحبت کا اثر ایک مسلمان کے دل پر اس لئے نہیں پڑ سکتا کہ وہ ایک کھلا ہوا دشمن اسلام کا ہے جو کچھ بھی بکتا رہے مسلمان اس کو اس کی عداوت و عناد پر محمول کریگا۔ لیکن خارجی یا رافضی دعویدار اسلام ہو کر جو باتیں کہے گا۔ ایک سادہ لوح اور بھولے بھالے مسلمان کا دل اس سے ضرور متاثر ہوگا جو کسی وقت اس کی گمراہی کا باعث ہوگا۔ بلکہ میں تو کہونگا۔ آریہ عیسائی وغیرہ مخالفین اسلام کو قرآن پاک اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ناپاک حملے کرنے کا مصالحہ ہی روافض کی تصانیف سے ملتا ہے۔ ورنہ آیات قرآن

وحدیث رسول اللہ جو عربی میں ہیں ان کے مضامین سے ایک اردو دان آریہ یا عیسائی کب واقف ہو سکتا ہے علوم عربیہ سے نابلد ہونے کے باعث لوگوں کو آیات قرآن یا احادیث رسول پر نکتہ چینی کرنے کا حوصلہ ہی کسطرح ہو سکتا ہے۔

اسلام کی تصویر اہل سنت کے نقطۂ خیال سے

سچ پوچھو۔ تو اسلام کی اصلی پاک تصویر جو مذہب اہل السنت والجماعت پیش کرتا ہے کسی دشمن دین کی کیا مجال کہ اس کے خد وخال اور حسن وجمال پر کوئی بدنما دھبہ لگا سکے۔ کیونکہ اہل السنت کا مذہب یہ ہے کہ ہادئ اسلام رسول عربی فداہ ابی امی نے پہلے اپنی واحد طاقت سے حسب فرمان ایزدی دنیا کے بڑے بڑے اصحاب جاہ وجلال اور باجبروت امراء وسلاطین کو چیلنج دیکر توحید الٰہی کیطرف بلایا۔ ان کے خانہ ساز خداؤں۔ ٹھاکروں اور بتوں کی الوہیت کی دلائل قاہرہ سے تردید اور تذلیل کی اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی تیغ عریاں ہاتھ میں لیکر ھَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ کی صدا بلند کی چونکہ خدائے جبار وقہار آپ کا حامی و مددگار تھا۔ ان بڑے بڑے جبابرہ کو آپ سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ نہ ہو سکا۔ اور آپکی وہ جادو بھری آواز دکلمہ توحید ان اہل دلوں کو فتح کرتی گئی تاآنکہ حضرت ابوبکر صدیق رض۔ عمر فاروق رض عثمان رض۔ حیدر کرار رض جیسے مبارک نفوس آپ کے حلقہ بگوش ہوگئے۔ اور ان پاک نفوس نے داخل اسلام ہوتے ہی اپنی خداداد قوت شجاعت اور جان و مال سے خدمات اسلام میں وہ حصہ لیا۔ کہ تھوڑے زمانہ میں اسلام کو مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک پھیلا دیا۔ اور مرتے دم تک اپنے آقا کا ایسا ساتھ نبایا۔ کہ مخالف قومیں رشک کرتی ہیں۔ ان ہی پاک ہستیوں کے طفیل اقطاع الارض عرب وعجم میں اسلام کا نور ضیا افگن ہوا۔ انہوں نے ہی ایرانیوں کے تیکدے توڑے اور فارس کے آتشکدے سرد کئے۔ انہوں نے ہی قیصر وکسریٰ جیسے عظیم الشان سلاطین کا قلع قمع کر کے وہاں اسلام کی حکومت قائم کی۔ انہیں کے طفیل خدائے قدوس کی وہ پاک کتاب (قرآن کریم) جو نبی آخر الزمان پر نازل ہوئی۔ ہم تک بحالت مجموعی پہنچی۔ یہ خدا کے جری دپہلوان اگرچہ بحکم اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ... مخالفین اسلام پر نہایت جیرہ دست تھے۔ مگر وہ بحکم رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ آپس میں ایک دوسرے پر بڑے مہربان اور باہم شیر وشکر تھے۔ رسول اکرم کے زمانہ میں ان پاک ہستیوں نے اعلاء کلمۃ الحق میں اپنی جان و مال سے دریغ نہ کیا۔ کفار مکہ کے ہاتھ سے سخت سے سخت اذیتیں اٹھائیں۔ گھر بار چھوڑے وطن سے بے وطن ہوئے لیکن اپنے پیارے رسول کا دامن نہ چھوڑا۔ ہادئ اسلام رسول پاک نے جس وقت دنیا سے رحلت فرمائی۔ تو ان

اسلام لکھوکھا کی تعداد تک پہنچ چکے تھے جن کے دلوں میں اسلام ایسا راسخ ہو چکا تھا۔ کہ جان جاتی پر ایمان نہ جاتا۔ آپ کی وفات کے بعد مجلس شوریٰ نے جس صاحب کو حضور علیہ السلام کی جانشینی (خلافت) کیلئے انتخاب کیا سب نے بلا چون و چرا اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسکے آگے سر جھکا یا۔ حتیٰ کہ نوبت بہ نوبت حسب وعدہ الٰہی ان چاروں بزرگوں کو خلافت کا حصہ ملا۔ ان کے زمانہ میں اسلام نے وہ ترقی اور عروج حاصل کیا۔ کہ دیگر مذاہب ان کے مقابلہ میں ہیچ ہو گئے۔

اسلام کی تصویر جو رافضی پیش کرتا ہے

اب تصویر کا دوسرا رخ دیکھیں۔ جو روافض پیش کرتے ہیں۔ ان کے مذہب میں ہادیٔ رسول عربی نے اپنی عمر بھر کی وعظ و تبلیغ سے سچے مسلمان فاطمہؓ۔ علیؓ۔ حسنینؓ اپنے کنبہ کے لوگوں کے علاوہ صرف چند کس۔ ابوذرؓ۔ سلیمانؓ پیدا کئے تھے۔ جو آخر تک اسلام پر قائم رہے۔ باقی مسلمان سارے کے سارے برائے نام مسلمان ہوئے تھے۔ جو رسول عربی کی وفات کے بعد سب کے سب بغیر ان چند کس کے مرتد ہو گئے[1] اور طرفہ یہ کہ رسولؐ کو اپنی زندگی میں یہ خوب معلوم تھا۔ کہ یہ لوگ منافق ہیں۔ اور میری وفات کے بعد علانیہ طور پر میرے بھائی علی اور اس کی اولاد کے دشمن بن جائینگے۔ انکے حقوق چھین لیں[2] گے۔ اور انکو سخت تکالیف پہنچائیں گے۔ ان میں سے اصحاب ثلاثہ کا رسول پر کچھ ایسا رعب پڑ گیا تھا۔ کہ ڈر کے مارے انکو جرأت نہ پڑتی تھی کہ انکو اپنے دربار سے نکال دیں۔ بلکہ بقول روافض خدا نے جبریلؑ کے ذریعہ کئی دفعہ[3] پیغام بھیجا۔ کہ علی کی ولایت و خلافت کا اعلان کر دیں۔ مگر رسول کو ایسا کرنیکی جرأت نہ ہوتی تھی حتیٰ کہ خدا نے ڈانٹ بتا کر کہا۔ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ (اے نبی ہم نے جو ولایت علیؓ کی

[1] فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ صفحہ ۱۱۵ میں ہے۔ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كَانَ النَّاسُ أَهْلَ رِدَّةٍ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ إِلَّا ثَلَاثَةً قَالَ مِقْدَادُ بْنُ الْأَسْوَدِ وَأَبُوذَرٍّ الْغِفَارِيُّ وَسَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِمْ وَبَرَكَاتُهُمْ۔ ترجمہ:۔ امام باقر فرماتے ہیں۔ کہ نبی علیہ السلام کے بعد سب مرتد ہو گئے۔ صرف تین حسب ذیل مسلمان رہ گئے۔ مقداد۔ ابوذر۔ سلمان فارسی۔ [2] جلاء العیون اردو جلد ۱ صفحہ ۱۵۵ میں ہے۔ پس فرمایا یا علی تم کیا کرو گے۔ اگر یہ گروہ میرے بعد تم پر ظلم کرے۔ اور تم پر سبقت کریں۔ اور ابوبکر تم کو بیعت کے لیے طلب کریں۔ اور جب تم انکار کرو تو تمہارا گریبان پکڑ لیں اور اندوہناک و مہموم بے یار و یاور تم کو ابوبکر کے پاس لیجائیں۔ اور بعد ازاں میری جگر گوشہ فاطمہؓ کو رنجیدہ کریں۔ پس جناب امیر نے فرمایا۔ یا حضرت اگر یار و مددگار نہ ملیں گے۔ تو صبر کرونگا۔ لیکن ان سے (باقی صفحہ ۵ پر)

نسبت آپ کے پاس وحی بھیجی ہے۔ وہ ظاہر کر دیجئے۔ اگر ایسا نہ کیا۔ تو تم نے حق رسالت ادا نہیں کیا۔ اس پر بھی آنحضرت کو علانیہ طور پر ولائت علی اور اپنے بعد انکی جانشینی کے متعلق صاف اعلان دینے کا حوصلہ نہ ہو سکا۔ کچھ ایسے گول مول الفاظ کہے جن سے مدعا حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ وہ یہ تھے مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ ترجمہ:۔ جس کا میں دوست علی بھی اس کا دوست ہوگا۔ اے خدا علی کے دوست کو دوست رکھ اور اس کے دشمن کو دشمن) اس سے تو یہی ظاہر ہوا کہ علیؓ سے دوستی رکھنا چاہئے۔ دشمنی نہیں کرنا چاہیئے۔ یہاں ولائت یا خلافت کیطرف تو مطلقاً اشارہ بھی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بقول روافض بوقت وفات حضور علیہ السلام نے قلم دوات طلب فرمائی تاکہ علیؓ کی خلافت کے متعلق کچھ وصیت کریں۔ مگر وہ وقت بھی عمرؓ نے حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ کہکر ٹال دیا۔ عمرؓ تو دشمن ہی تھے اہلبیت جن میں علی المرتضیٰ بھی تھے۔ یہ حوصلہ نہ کر سکے کہ کہیں سے قلم دوات لا کر اپنے حق میں وصیت لکھوا لیتے۔ اور یوں پیغمبر خدا نے آیت بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ایک ضروری حکم وصیّت خلافت علیؓ عمرؓ کے خوف سے چھپا دیا۔

حضور علیہ السلام تو فوت ہو گئے۔ علیؓ کے ساتھ سوائے معدودے چند مقدادؓ۔ ابوذرؓ۔ سلمانؓ وغیرہ کے کوئی ہمراہی نہیں۔ تمام مسلمانوں نے اتفاق کر کے ابوبکر کو تخت خلافت پر بٹھا ہی دیا۔ علی المرتضیٰ گوشہ نشین ہو کر قرآن جمع کرنے میں مصروف ہو گئے۔ خالدؓ بن ولید اور عمرؓ نے دروازہ آکھٹکھٹایا۔ شیر خدا خود تو دروازہ تک نہ آئے۔ خاتون جنت کو بھیجا۔ انہوں نے عمرؓ کو ڈانٹ بتائی۔ کہ ہمیں کیوں چھیڑتے ہو

بیعت نہ کرونگا۔ مگر جب یاور ملیں گے۔ ان سے قتال کرونگا۔ [3] حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۵۱۶ میں ہے۔ پس برپا دارد محمد علی اعلیٰ در میان مخلوق و بگیر برائے ایشاں بیعت را و تازہ گرداں عہد و پیمانے را کہ پیشتر از ایشاں گرفتہ بودم۔ بدرستی کہ من تراقبض میکنم سوئے خود و ترا بجوار رحمت خود می طلبم۔ پس حضرت رسول ترسید از قوم کہ مبادا اہل شقاق و نفاق پراگندہ شوند۔ و بجاہلیت و کفر خود برگردند زیرا کہ حضرت می دانست کہ عداوت ایشاں با علیؓ بن ابی طالب در چہ مرتبہ است وکینہ اند سینہ ایشاں جاگرفتہ است پس سوال کرد از جبرئیل کہ از خداوند عالمیاں سوال نماید کہ او را از کید منافقاں حفظ کند و انتظار میبرد کہ جبرئیل از جانب خداوند عالمیاں خبر محافظت او را از شر منافقاں بیاورد۔ پس تبلیغ رسالت را تاخیر نمود تا مسجد خیف پس در مسجد خیف جبرئیل بر آنحضرت نازل شد و امر کرد آنحضرت را کہ عہد ولایت را با ایشاں برساند و او را قائم مقام خود گرداند و وعدہ محافظت از شر اعادی نہ برسید آں چہ حضرت طلب نمودہ بود نیاورد پس باز جبرئیل نازل شد در امر ولایت تاکید نمود و آیت عصمت را نیاورد پس حضرت فرمود کہ اے جبرئیل من از قوم خود می ترسم کہ مرا تکذیب نمایند و قول مرا در حق علی قبول نکنند پس از آنجا بار گردید پس چوں بکراع الغمیم (بقیہ صفحہ ۶)

عمرؓ نے غضبناک ہو کر ان پر دروازہ گرا دیا۔ یا بقول روافض (نعوذ باللہ) خاتون جنت کے بطن مبارک پر لات مار کر حمل گرا دیا۔ (محسن کو شہید کر دیا۔) علی المرتضیٰ بڑے درجہ کے بہادر اور جری تھے۔ آپ کی شجاعت کا کیا کہنا۔ ساتوں آسمان ایک انگلی پر رکھ کر اٹھا لینا۔ ان کی بہادری کا ادنیٰ کرشمہ تھا۔ آپ کی ذوالفقار بھی غضب ڈھاتی تھی۔ عمرو مرحب جیسے کوہ پیکر پہلوان کا فر کو ایک اشارہ سے دو ٹکڑے کر دیا۔ شیر خدا نے خیبر کا دروازہ ایک ہاتھ سے توڑ کر کہیں کا کہیں پھینک دیا۔ مگر بایں ہمہ اپنی زوجہ محترمہ کی توہین ہوتے دیکھ کر نہ ذوالفقار نیام سے نکالی نہ اپنی خداداد شجاعت کے کچھ جوہر دکھلائے۔ الٹا عمرؓ اور خالدؓ نے شیر خدا کی گردن میں (معاذ اللہ) رسی ڈال لی اور گھسیٹتے ہوئے ابو بکر کے پاس لے گئے اور بزور بیعت کرائی۔ پھر ایام خلافت ابو بکرؓ میں شیر خدا تقیہ سے کام لیتے رہے ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ اور ہر ایک کام میں ان کے مشیر کام بنے رہے۔ ایسا ہی ایام خلافت عمرؓ و عثمانؓ میں ظاہرے دشمن لیکن مصلحتاً بظاہر دوست بنے رہے اور اس طرح خلق خدا گمراہ ہوتی رہی۔ آخر شہادت عثمان کے بعد آپ کو منصب خلافت نصیب ہوا۔ لیکن ثلاثہؓ کا خوف دل پر کچھ ایسا غالب تھا کہ ان کے انتقال کے بعد بھی انکی مخالفت کا حوصلہ نہ ہو سکا۔ نہ فدک ورثاء فاطمہ کو واپس دے سکے۔ نہ متعہ جیسے کار ثواب کی ترویج کر سکے نہ بدعت عمر تراویح کو موقوف فرما سکے۔ غرض منحوس تقیہ آپ کے لئے ایسی بلا ئے بے درماں تھی کہ جس نے مرتے دم تک پیچھا نہ چھوڑا۔ اور طرفہ یہ کہ خدا کے کلام پاک قرآن کریم کو بھی ثلاثہؓ نے بگاڑ کر کچھ کا کچھ کر دیا۔ سورتوں کی سورتیں اور آیتوں کی آیتیں نکال ڈالیں۔ سترہ ہزار آیتہ کا قرآن جبرائیل رسول

رسید کہ بقدر سہ میل پیش از جحفہ است جبریل نزد آنحضرت صلعم آورد و قتیکہ پنج ساعت از روز گذشتہ بود تا بہلت زجر و تہدید و مبالغہ نمود۔ با ضامن شدن عصمت از شر اعادی پس گفت یا محمدؐ خداوند عزیز و جلیل ترا سلام میرساند و میگوید کہ اے پیغمبر بزرگوار تبلیغ کن آنچہ سوئے تو فرستادہ شدہ است در باب علیؓ و اگر نکنی نہ رسانیدہ خواہی بود ہیچ یک از رسالت الٰہی را خدا ترا نگہدارد از شر مردم و اول قافلہ نزدیک جحفہ رسیدہ بود پس جبرئیل آنحضرت را امر کرد الخ

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ رسولؐ کو علیؓ کی ولایت کے اعلان کرنے کا صریح حکم پہنچا پس آپ اس کے اظہار کیلئے مارے ڈر کے لیت و لعل کرتے رہے۔ اور جبریل کا رسول اور خدا کے درمیان آمد و رفت کا ایک مدت تک تانتا بندھا رہا۔ حتیٰ کہ دربار الٰہی سے زجر و توبیخ ہوئی۔ اور خدا نے شر دشمناں سے محافظت کا ذمہ بھی اٹھایا تب بمشکل تمام غدیر خم میں لوگوں کو جمع کر کے حضرت نے مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ الخ کے گول مول الفاظ فرمائے ناظرین خود بھی خیال فرمائیں کہ ایسے عقیدہ سے حضرت رسول پاک کی شان تبلیغ رسالت کی کس طرح توہین ہوتی ہے (استغفر اللہ)

لہ جلاء العیون جلد ۱ صفحہ ۱۲۳ میں ہے پس رو انہ شد بہ اتقیائے امت گلوئے مبارک جناب امیرؑ را بریسمان و ناکر بمسجد میبردند

باقی صفحہ ۷ پر

پاک کے پاس لایا تھا۔ ثلاثہ نے صرف ۶۶۶۶ آیات رہنے دیں۔ باقی سب نکال دیں۔ اصلی قرآن حضرت علی نے جمع کیا تھا جو ثلاثہ کے پیش کیا انہوں نے قبول نہ کیا۔ تو قسم اٹھائی کہ اب اس قرآن کو ظہور مہدی سے پہلے کوئی دیکھ نہ سکیگا۔ یہ مسئلہ بالتفصیل آگے درج ہوگا۔

اب جائے غور ہے کہ وہ اسلام جو اہل السنت پیش کرتے ہیں اس کے متعلق کسی مخالف کو کسی قسم کا طعن کرنے کا کوئی موقعہ مل سکتا ہے ہرگز نہیں۔ لیکن اسلام کا جو نقشہ روافض کھینچ کر دکھلاتے ہیں یہ مخالفین کے اعتراضات سے ہرگز بچ نہیں سکتا۔ ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ ہمارے رسول پاک نبی آخر الزمانؐ نے اپنی پاک تعلیم سے جو شاگرد (اصحاب) پیدا کئے وہ ایسے کامل مکمل تھے۔ کہ کسی قسم کی ترغیب و ترہیب انکے راسخ عقیدہ اسلام سے انکو متزلزل نہ کر سکتی تھی۔ اپنی جانیں اپنے مال وہ اپنے آقا رسول پاک پر قربان کر چکے تھے ہر مشکل وقت میں اپنے پیارے رسول کا ساتھ دیا۔ وطن مالوف کو خیرباد کہا خویش و اقارب کو چھوڑ کر نبی کریمؐ (فداہ ابی و امی) کے ہمراہ ہجرت اختیار کی۔ جان جوکھوں کے وقت صدیق اکبر نے خدا کے حبیب حضرت رسولؐ پاک کو اپنے کندھے پر اٹھا کر میلوں کا سفر قطع کر کے غار ثور میں پہنچایا۔ اپنی جان معرض خطر میں ڈالی غار کے اندر جا کر پہلے سارے سوراخ بند کئے۔ پھر رسول پاک صلعم کو اندر داخل ہونے دیا۔ تاکہ حضور گزند موذی سے محفوظ رہیں حضور علیہ السلام کا سر اپنی گود میں رکھکر سلا دیا۔ اور خود پاسبانی کرتا رہا۔ عاشق نبی (صدیق اکبرؓ) کو چونکہ اس نے ایک سوراخ میں اپنے پاؤں کی ایڑی رکھی ہوئی تھی۔ سانپ نے ڈسا۔ آنکھوں سے شدت درد سے آنسو تو گرے لیکن منہ سے فریاد نہ نکلی۔ تاکہ پیارے رسول کی نیند میں خلل نہ پڑے۔ (یہ واقعات حملہ حیدری وغیرہ کتب معتبرہ شیعہ میں مذکور ہیں جن کو ہم اپنے کسی موقع پر نقل کریں گے۔) حضورؐ کی زندگی ہی میں نہیں بلکہ آپکے یاران غار نے بعد وفات رسولؐ بھی خدمت اسلام میں اپنی جانیں وقف کر دیں۔ اور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶ اور بروایت دیگر جب دروازہ پر پہنچے۔ اور جناب فاطمہ مانع ہوئیں۔ اس وقت قنفذ نے اور بروایت دیگر عمرؓ نے تازیانہ بازوئے جناب فاطمہ پر مارا کہ بازو جناب فاطمہ کا شکستہ ہو گیا۔ اور سوج گیا۔ مگر پھر بھی جناب فاطمہ نے جناب امیر سے ہاتھ نہ اٹھایا۔ اور ان اشقیا و کو گھر میں آنے سے منع کیا۔ یہاں تک کہ دروازہ شکم جناب فاطمہ پر گرا دیا۔ اور پسلیوں کو شکستہ کیا۔ اور اس فرزند کو جو شکم میں جناب فاطمہ کے تھا۔ اور حضرت نے اس کا نام محسن رکھا تھا شہید کیا (نعوذ باللہ) اصحاب رسول کو بدنام کرنے کے لئے روافض نے بے اصل روایات گھڑ کر اسد اللہ الغالب اور جناب سیدہ کی توہین کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ کیا عقل مان سکتی ہے کہ جناب سیدہؓ کی ایسی بے حرمتی ہو رہی ہو اور شیر خدا خاموش بیٹھے رہیں۔ پھر آپ کے گلے میں رسی ڈالکر اور گھسیٹ کر مسجد تک لیجائیں۔ اور شیر خدا جنبش نہ کریں۔

ع۔۔۔ ایں خیال است و محال است و جنوں

انہی کی برکت سے اسلام دنیا میں پھیلا اور خدا کا پاک صحیفہ (قرآن کریم) جیسا کہ نازل ہوا تھا۔ ان ہی کی طفیل آج تک ہم میں موجود و محفوظ ہے۔ اس کے مقابلہ میں حضرت عیسٰی کے شاگردوں (حواریوں) کیطرف دیکھا جائے تو پتہ ملتا ہے۔ کہ اس مشکل وقت میں جو یہودیوں کی شرارت سے مسیح کی جان پر آبنی تھی۔ کسی شاگرد نے ساتھ نہ دیا بلکہ یہودا نے تیس روپے لے کر ان کو گرفتار کرا دیا (متی باب ۲۶ درس ۱۵) شمعون پطرس نے تین مرتبہ تعلق سے انکار کیا۔ اور قسمیں کھائی ہیں اور لعنت بھی بھیجی (متی باب ۲۶ درس ۶۹ لغایت ۷۴) ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قوم نے جب ان کو جہاد کے لئے بلایا گیا۔ تو صاف کہدیا کہ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ (یعنی تم اور تمہارا رب مکہ دشمن کا مقابلہ کرو ہم تو الگ بیٹھ کر تماشہ دیکھیں گے۔) لیکن روافض کا اسلام ہے۔ کہ جو لوگ ہادیٔ اسلام سے خاص الخاص تعلق رکھتے تھے جن کی تعلیم پر آپؐ نے سارا زور خرچ کیا اور ان کو عمر بھر اپنی صحبت سے مستفید فرمایا۔ اور سفر و حضر میں وہ آپکے رفیق شام و صباح اور ہمدم رہے۔ اپنی بیٹیاں ان کو نکاح کر دیں۔ ان کی اپنی زوجیت میں لیں۔ ان کا اسلام ہی منافقانہ تھا۔ وہ زبانی مسلمان تھے۔ اور دل میں رسول اور اسکی اولاد کے دشمن تھے ہادیٔ اسلام کے رخصت ہونے (فوت ہونے) کی دیر تھی۔ کہ سارا نقشہ ہی بدل گیا۔ نہ مسلمان رہے نہ مسلمانی صرف تین یا چار اشخاص اسلام پر ثابت قدم رہے۔ باقی سب مرتد ہو گئے۔ (العیاذ باللہ) اب بتلائیے کہ ایک مخالف اسلام کے دل میں اسلام اور ہادیٔ اسلام کی کیا وقعت رہجائے گی اور مسلمان صداقت اسلام کیلئے کونسی دلیل پیش کر سکیگا۔ علاوہ ازیں شیعہ قرآن کے بھی قائل نہیں ہیں۔

شیعہ قرآن کو نہیں مانتے

اسلام کا مایۂ ناز۔ اسلام کا زندہ معجزہ۔ خدائے پاک کا مقدس صحیفہ قرآن کریم ہے جس کے متعلق غیر اقوام کو بھی اس امر کا قائل ہونا پڑا ہے۔ کہ یہ ایک کامل مکمل کتاب ہے جس کا ایک کلمہ یا ایک حرف یا ایک نقطہ تک بھی تبدیل نہیں ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ایک عیسائی مصنف سر ولیم میور سابق لفٹنٹ گورنر صوبہ متحدہ لائف آف محمد میں رقمطراز ہے "یہ بالکل صحیح اور کامل قرآن ہے۔ اور اس میں ایک حرف بھی تحریف نہیں ہوا ہم [illegible] بنا پر دعویٰ کر سکتے ہیں۔ کہ قرآن کی ایک ایک آیۃ خالص اور غیر متغیر صورت میں ہے۔ اور آخر کار ہم اپنی بحث کو ولیم صاحب کے فیصلہ پر ختم کرتے ہیں۔ وہ فیصلہ یہ ہے۔ کہ ہمارے پاس جو قرآن ہے ہم کامل طور پر اس میں ہر لفظ محمد صلعم کا سمجھتے ہیں جیسا کہ مسلمان اس کے ہر لفظ کو خدا کا لفظ خیال کرتے ہیں"

لیکن افسوس ہے کہ شیعہ باوجود مدعی ہونے کے صرف اس خیال سے کہ قرآن پاک کی تدوین و ترتیب خلیفۂ ثالث

حضرت عثمانؓ نے کی ہے۔ اس کو قرآن نہیں مانتے۔ بلکہ شیعہ کا اعتقاد ہے۔ کہ اصلی قرآن وہ تھا جو حضرت علیؓ نے جمع کیا تھا۔ اور صحابہ ثلثہ کے پیش کیا تھا۔ انہوں نے اس کو قبول نہ کیا۔ تو حضرت علیؓ نے اس کو ایسا غائب کیا۔ کہ قیامت سے پہلے اس کا نکلنا محال ہے۔ چنانچہ شیعہ کی بڑی مستند کتاب اصول کافی مطبوعہ نولکشور ۱۳۰۲ھ ص ۱۳۹ میں یوں لکھا ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ يَقُوْلُ مَا ادَّعٰى اَحَدٌ مِنَ النَّاسِ اَنَّهٗ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ كُلَّهٗ كَمَا اُنْزِلَ اِلَّا كَذَّابٌ وَمَا جَمَعَهٗ وَمَا حَفِظَهٗ كَمَا نَزَّلَهُ اللّٰهُ اِلَّا عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَالْاَئِمَّةُ مِنْ بَعْدِهٖ۔ ترجمہ: جابر کہتا ہے میں نے امام محمد باقر سے سنا وہ کہتے تھے۔ کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے۔ کہ اس نے سارے قرآن کو جیسا کہ نازل ہوا ہے جمع کر لیا ہے وہ بڑا جھوٹا ہے۔ قرآن کو جیسا کہ خدا نے نازل کیا بجز علیؓ اور ائمہ مابعد کے کسی نے جمع نہیں کیا ہے"

نتیجہ صاف ہے۔ کہ چونکہ قرآن موجودہ باتفاق فریقین جمع کردہ علیؓ نہیں ہے۔ بلکہ جمع کردہ عثمانؓ ہے۔ اس لئے اس کو مکمل قرآن کہنے والے جھوٹے ہیں۔ (معاذ اللہ)

اور سنیئے۔ شیعہ کی دوسری مستند کتاب جلاء العیون اردو مطبوعہ مطبع جعفری لکھنؤ کے صفحہ ۱۴۲ میں یوں درج ہے۔ کہ ابوبکرؓ نے جناب امیر کو اپنی بیعت کے لئے بلایا جناب امیر نے فرمایا۔ کہ میں نے قسم کھائی ہے۔ کہ جب تک قرآن جمع نہ کر لوں گھر سے باہر نہ آؤں۔ اور چادر دوش پر نہ ڈالوں۔ بعد چند روز کلام اللہ ناطق یعنی جناب امیر نے قرآن کو جمع فرمایا۔ اور جزدان میں رکھکر سر بمہر کر دیا۔ اور مسجد میں تشریف لا کر مجمع مہاجرین و انصار میں ندا فرمائی۔ کہ اے گروہ مردماں جب میں دفن پیغمبر آخر الزمان سے فارغ ہوا بحکم آنحضرت قرآن جمع کرنے میں مشغول ہوا۔ اور جمیع آیات و سورہائے قرآنی کو میں نے جمع کیا ہے۔ اور کوئی آیت آسمان سے نازل نہیں ہوئی جو حضرت مجھے نہ سنائی ہو۔ اور اس کی تاویل مجھے نہ تعلیم کی ہو چونکہ اس قرآن مجید میں چند آیات کفر و نفاق منافقان قوم و نص خلافت جناب امیر پر صریح تھے۔ اسوجہ سے عمرؓ نے اس قرآن کو قبول نہ کیا۔ پس جناب امیر خشمناک اپنے حجرہ طاہرہ کیطرف تشریف لے گئے۔ اور فرمایا کہ اس قرآن کو تم لوگ تا ظہور قائم آل محمد (امام مہدی) نہ دیکھو گے"

اس عبارت سے بوضاحت ثابت ہو گیا کہ حسب اعتقاد شیعہ اصلی قرآن وہ تھا جو حضرت علیؓ نے جمع کر کے صحابہ کے پیش کیا۔ انہوں نے منظور نہ کیا۔ تو آپ خفا ہو کر اپنے حجرہ میں چلے گئے۔ اور کہا کہ اب اس قرآن کو تم لوگ امام مہدی کے ظہور سے پہلے ہرگز نہ دیکھو گے۔

اسیطرح اصول کافی ص ۱۷۱ حدیث بروایت امام صادق اسی مضمون کی درج ہے۔ جس میں لکھا ہے

فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا تَرَوْنَهٗ بَعْدَ يَوْمِكُمْ هٰذَا اَبَدًا (حضرت علی نے کہا۔ خدا کی قسم اس قرآن کو آج کے بعد تم کبھی نہ دیکھو گے) اور لیجئے اصول کافی ص۶۷۱ میں ہے۔

عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اِنَّ الْقُرْاٰنَ الَّذِيْ جَاءَ بِهٖ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ سَبْعَةَ عَشَرَ اَلْفَ اٰيَةٍ۔

(ہشام ابن سالم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جو قرآن جبرائیل رسول پاک کے پاس لے کر آئے وہ ۱۷ ہزار آیۃ کا ہے۔

اس حدیث نے تو شیعہ کے مزعومہ قرآن کی آیتیں بھی گن دیں۔ اور صاف بتا دیا کہ جو اصلی قرآن جبرائیل نے نبی کریم کو پہنچایا تھا۔ وہ ۱۷ ہزار آیۃ کا قرآن ہے۔ چونکہ موجودہ قرآن ۱۷ ہزار آیۃ کا نہیں بلکہ ۶۶۶۶ آیۃ کا ہے۔ اس لئے یہ مکمل قرآن نہیں ہو سکتا۔ اب کہا جائیگا۔ کہ یہ اعتقاد متقدمین شیعہ کا ہوگا آجکل کے شیعہ اسی قرآن کو مکمل اور صحیح سمجھتے ہیں۔ سو یہ خیال بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ ناممکن ہے۔ کہ کوئی شخص شیعہ ہو کر امام جعفرؑ کی حدیث کو جھٹلا سکے۔ نیز قول امیر مندرجہ جلاء العیون کی تکذیب کر سکے۔ اس میں کلام نہیں کہ آجکل کے شیعہ بھی اس قرآن کو صحیح نہیں مانتے۔ اور ان کا اعتقاد بھی اسی فرضی قرآن پر ہے۔ جو بخیال ان کے حضرت علیؓ نے جمع کیا تھا۔ اور اب اس کو امام منتظر مہدی علیہ السّلام بغل میں دبائے کہیں غار میں چھپے ہوئے ہیں لیکن اس امر کے ثبوت کے لئے کہ زمانہ حال کے شیعہ بھی اس قرآن کو نہیں مانتے تحریری ثبوت پیش کیا جاتا ہے۔ تاکہ مخالف کو چون و چرا کی گنجائش باقی نہ رہے۔

لو سنو! آجکل شیعہ حضرات کے بڑے مجتہد و مسلم پیشوا جناب مولوی سید علی الحائری لاہوری ہیں۔ ان کے نفس ناطقہ میرزا احمد علی امرتسری نے ایک رسالہ اردو موسومہ "الانصاف فی الاستخلاف" تصنیف کر کے شائع کیا ہے اس کے ٹائیٹل کے دوسرے صفحہ پر مولوی حائری نے تقریظ لکھی ہے۔ جس میں مصنف رسالہ کی تعریف اور رسالہ کی تصدیق و توثیق کر کے آخر میں اپنی مہر ثبت کر دی ہے۔ اس رسالہ کے صفحہ ۱۴۵ میں مرزا موصوف نے قرآن موجودہ کے متعلق اپنا عقیدہ صاف الفاظ میں لکھدیا ہے۔ کہ قرآن موجود غلط اور ناقص غیر صحیح الترتیب ہے اور کہ اسطرح کا قرآن (معاذ اللہ) مرزا احمد علی بھی بنا سکتا ہے۔ عبارت یوں ہے۔

حضرت عثمان کا قرآن کی نقلوں کو پھیلانا مسلّم۔ لیکن یہی ترتیب قرآن ان کی غفلت از اسلام کو طشت از بام کرتی ہے۔ اگر وہ حضرت علی کے جمع شدہ قرآن کو رائج کرتے تو ان پر کوئی الزام عائد نہ ہوتا۔ ہم نمونہ کے طور پر اس ترتیب کی چند غلطیوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ بالاتفاق اہل اسلام سورہ اقراء سب سے اول نازل ہوئی لیکن قرآن مترتب میں اس کو اخیر پارہ میں جگہ دی گئی ہے۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ

لَكُمْ دِيْنَكُمْ آخر میں نازل ہوئی ہے۔ لیکن اس کو بیچ میں جگہ ملی ہے۔ دیکھئے اس آیۃ کو چھٹے پارہ سورۃ مائدہ میں یوں درج کیا ہے۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَا اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ پارہ ۶ سورہ مائدہ رکوع ۶۔ ترجمہ "حرام کئے گئے تم پر مردار، خون، گوشت سور، اور جو پکارا جائے واسطے غیر خدا کے ساتھ اس کے اور جو گلا گھونٹ کر مرا ہو۔ یا مار سے مرا ہو۔ اور جو بلندی سے گر کر مرا ہو۔ اور ضرب شاخ سے مرا ہو۔ اور جس کو کھایا ہو درندوں نے۔ مگر جس کو تم نے ذبح کیا۔ اور جو ذبح کیا جائے اوپر بتوں کے۔ اور یہ کہ طلب قسمت کرو ساتھ تیروں کے یہ فسق ہے۔ آج کافر تمہارے دین سے ناامید ہو گئے۔ پس ان سے نہ ڈرو۔ اور مجھ سے ہی ڈرو۔ آج کے دن میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا۔ اور تمام کر دی تم پر نعمت اپنی اور راضی ہوا تمہارے لئے اسلام دین سے۔ پس جو مضطر ہو جائے بھوک میں۔ لیکن اس گناہ کے ارادہ کیطرف مائل نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

ہر ایک عاقل بصیرت یا ادنی تدبر سے واضح ہوگا کہ ان دونوں اَلْيَوْمَ کو اول آیت سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ محرمات کے حرام ہو جانے سے کافر ناامید نہیں ہو جاتے۔ اور نہ اس سے کمال دین ہوتا ہے۔ اور اگر اسی سے تمام دین ہوا تو چاہئے تھا کہ اس کے بعد کوئی اور حکم نازل نہ ہوتا حالانکہ بالاتفاق ثابت ہے۔ کہ اس کے بعد بہت سے حکم نازل ہوئے۔ پھر یہ حکم مکمل دین کیسے ہو سکتا ہے۔ اور دیکھئے پارہ ۴ سورہ نساء میں ہے۔ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً۔ یعنی اگر تم ڈرو کہ یتامیٰ میں انصاف نہ کرو گے۔ تو نکاح کرو جو پاک ہیں تمہارے لئے عورتوں سے دو تین اور چار۔ پس اگر ڈرو کہ عدل نہ کرو گے تو ایک ہی۔

فرمائیے:۔ کہ خوف عدم انصاف یتامیٰ کو تعدد ازدواج سے کیا تعلق اگر قسط یتامیٰ تین چار عورات کو نکاح میں لانے سے ہی قائم ہوتا ہے۔ تو اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً کی قید بے فائدہ۔ یہ تو مشتے نمونہ از خروارے ترتیب کی فروگذاشتیں ہیں۔ اب اعراب کی سن لیجئے۔ اِنَّ هٰذَا صِرَاطًا عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ

یعنی یہ تحقیق یہ راستہ ہے اور پر میرے سیدھا مہربانی کر کے اس عمارہ کو ذرا سمجھا دیجئے۔ خدا کے اوپر کونسی راہ سیدھی ہے۔ یہ علیٰ یا فوق کے معنی رکھتا ہے۔ لیکن خدا کے لئے کوئی فائق نہیں ہے۔ اور یا نقصان کے معنی جیسے عَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ لیکن خدا کے لئے کوئی نقصان نہیں۔ پھر یہ علیٰ ہے کیا چیز اور جیسے اِنْ هٰذَانِ لَسٰحِرٰنِ موجودہ صرف و نحو کے لحاظ سے غلط ہے۔ آپ کے مسیح نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۷ میں لکھا ہے۔ کہ خدا کسی محاورہ کا پابند نہیں۔ یہ پرانا متروک محاورہ ہے۔ لیکن اس پر یہ سوال ہے۔ کہ قرآن من حیث فصاحت معجزہ ہے۔ اگر متروک محاوروں کو بھی معجزہ کہا جائے تو میں خیبر بھی ایک ایسی کتاب لکھ سکتا ہوں جو پرانے محاورات کو شامل ہے۔ اور وہ معجزہ ہوگا پس حذف بھی آپ کے حضرت عثمان کی کارروائی ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ میں ذکر سے رسول اللہ مراد ہیں۔ دیکھو صفحہ ۷۶ تفسیر نورالدین صاحب "۔

اس عبارت سے سب ذیل باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ حضرت علیؓ کا جمع کردہ قرآن اصلی تھا جس کو رائج نہیں کیا گیا۔ اور موجودہ قرآن کی ترتیب مسلمانوں کی ہدایت کا باعث نہیں۔ بلکہ اس سے غفلت از اسلام کا راز فاش ہوتا ہے۔ دوم مرزا احمد علی اس قرآن کو سراسر غلط سمجھتا ہے۔ چنانچہ نمونہ کے طور پر پہلے اس کی ترتیب کی غلطیاں ظاہر کرتا ہے۔ ایک غلطی یہ کہ سورہ اقراء پہلے نازل ہوئی تھی۔ قرآن موجودہ میں آخری پارہ میں درج ہے۔ دوسری کہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ والی آیہ اخیر میں نازل ہوئی۔ اس کو چھٹے پارہ میں لکھا گیا ہے۔ تیسری آیۃ۔ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى کیا تعلق فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ الخ بے معنی ہے۔

اس کے بعد مرزا موجودہ قرآن کی صرف و نحو کی غلطیاں بیان کرتا ہے پہلی یہ کہ آیۃ اِنَّ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ دوسری آیۃ اِنْ هٰذَانِ لَسٰحِرٰنِ بھی قاعدہ نحو کی رو سے غلط ہے۔ اِنَّ هٰذَيْنِ چاہیئے تھا۔ سوم: یہ قرآن جس کی نسبت مشہور ہے۔ کہ من حیث فصاحت معجزہ ہے۔ یہ درست نہیں ہے۔ بلکہ اس میں متروک محاورے پائے جاتے ہیں۔ اور اس قسم کا قرآن مرزا احمد علی جیسا کلرک بھی بنا سکتا ہے۔ (لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ) اب مسلمان غور کریں کہ آج تک کبھی مسلمان نے یہ جرأت کی کہ قرآن کو غلط کہے۔ اور یہ اعلان کرے کہ ایسا قرآن وہ بھی بنا سکتا ہے۔ کاش! اسلامی سلطنت ہوتی۔ تو احمد علی جیسے مسلمان کا وہی حشر ہوتا۔ جو نعمت اللہ کا افغانستان میں ہوا۔ لیکن یہاں آزادی کا دور ہے جو جی چاہے کہہ لو۔ ؎

کس کی پرسد کہ بھیا کون ہو سیر ہو یا پاؤ ہو یا نوات ہو

ہاں! ایک دن مرنا ہوگا پھر معلوم ہو جائیگا۔ کہ تم نے خدا کی پاک کتاب سے کیا سلوک کیا۔ یہ خیال کیا جائے کہ مرزا اپنے ذاتی خیالات کا اظہار کر رہا ہے۔ بلکہ وہ تمام شیعان ہند و پنجاب کے خیالات کی ترجمانی کر رہا ہے۔

جس کی تصدیق و توثیق شیعوں کے قبلہ و کعبہ مرکار ما مری نے بھی کر دی ہے۔ بلا شبہ شیعہ کا ایمان اس قرآن پر نہیں ہے۔ نہ ہو سکتا ہے۔ اگر کہہ دیتے ہیں کہ ہم اس قرآن کو مانتے ہیں۔ تو یہ ان کا تقیہ ہے۔ اب ہم احمد علی کے اعتراضات کا جو اس نے قرآن پر کئے ہیں مختصر جواب تحریر کرتے ہیں۔

اعتراضات مرزا کا جواب

قرآن کریم پر معترض ہونا احمد علی جیسے بیچارہ کی کیا ہمت ہے۔ قرآن اس وقت نازل ہوا جب عرب میں دریائے فصاحت بہہ رہا تھا۔ سیکڑوں فصحاء بلغا اپنے بے مثل قصائد پر ناز کر رہے تھے۔ لیکن قرآن کریم کی فصاحت کے سامنے سب نے سر تسلیم خم کر دیا۔ قرآن نے فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ کا چیلنج دیا۔ کسی کو سورت تو کیا ایک آیۃ بنانے کی بھی جرأت نہ ہوئی تعجب ہے۔ کہ عجمی جاہل جس کی علمیت و قابلیت کی یہ حالت ہے کہ مباحثہ کنڈیاں میں بجائے اِلَّا تَنْصُرُوْهُ کے اَلَا تَنْصُرُوْهُ پڑھا تھا۔ قرآن پر اعتراض کرنے لگے اور کہے میں ایسا قرآن میں بھی بنا سکتا ہوں۔ سو واضح ہو کہ خود احمد علی ان اعتراضات کا موجد نہیں ہے۔ بلکہ ایک زندیق کا فضلہ خور ہے۔ جس کا ذکر شیعوں کی مستند کتاب طبرسی مطبوعہ ایران صفحہ ۱۱۹ تا صفحہ ۱۲۲ میں ہے۔ کہ اس نے یہ اعتراضات حضرت علیؓ کے سامنے پیش کئے اور آپ سے کوئی جواب نہ بن آیا۔ کہ قرآن میں تحریف ہو جانے کی وجہ سے ایسا ہے۔

(۱) یہ اعتراض کہ سورہ اِقْرَاْ پہلے نازل ہوئی اور اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ اخیر میں۔ اِقْرَاْ کو آخری پارہ اور اَلْيَوْمَ الخ کو پارہ ۶ میں جگہ ملی سو واضح ہو کہ شیعہ معترض کو اب تک یہ بھی علم نہیں ہے کہ ترتیب قرآن مطابق نزول نہیں ہے۔ بلکہ موافق تلاوت رسولؐ خدا اور تعلیم جبرائیلؑ ہے۔ جیسا کہ اتقان میں ہے۔ علامہ کرمانی برہان میں لکھتے ہیں۔ تَرْتِيْبُ السُّوَرِ هٰكَذَا هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ عَلٰى هٰذَا التَّرْتِيْبِ وَعَلَيْهِ يَعْرِضُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرَائِيْلَ كُلَّ سَنَةٍ مَا كَانَ يَجْتَمِعُ عِنْدَهٗ مِنْهُ وَعَرَضَ عَلَيْهِ فِي السَّنَةِ الَّتِيْ تُوُفِّيَ فِيْهَا مَرَّتَيْنِ۔ سورتوں کی ترتیب وہی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوح محفوظ میں ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی ترتیب کے ساتھ جبرائیل کو سنایا کرتے تھے۔ اور جس سال کہ آپ کا انتقال ہوا دو بار سنایا۔

دوسری جگہ میں لکھا ہے امام ابو بکر ابن انباری فرماتے ہیں۔ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى الْقُرْاٰنَ كُلَّهٗ اِلٰى السَّمَاءِ الدُّنْيَا ثُمَّ فَرَّقَهٗ فِيْ بِضْعٍ وَّعِشْرِيْنَ سَنَةً وَكَانَتِ السُّوْرَةُ تَنْزِلُ لِاَمْرٍ يَحْدُثُ وَالْاٰيَةُ جَوَابًا لِمُسْتَخْبِرٍ وَيُوْقِفُ جِبْرَائِيْلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَوْضِعِ الْاٰيَةِ وَالسُّوْرَةِ فَاتِّسَاقُ السُّوَرِ

ترتیب نزولی نہیں ہے

كَاتِّسَاقِ الْآيَاتِ وَالْحُرُوفِ كُلُّهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ قَدَّمَ سُوْرَةً اَوْ اَخَّرَهَا فَقَدْ اَفْسَدَ نَظْمَ الْقُرْاٰنِ ۔ اللہ تعالیٰ نے تمام قرآن آسمان دنیا کی طرف ایک بار نازل کر دیا تھا۔ پھر اس کو دنیا میں حضرت ۲۳ تئیس برس میں تھوڑا تھوڑا نازل فرمایا جب کوئی بات پیدا ہوتی اسکے لئے اس میں سے ایک کوئی سورۃ یا آیت نازل ہو جاتی تھی۔ اور جبرائیل آپکو اس کا موقع بتلا دیا کرتے تھے پس سورتوں کا باہمی ایسا ہی اتصال ہے۔ جیسا کہ آیات و حروف کا اور سب آنحضرت صلعم کی طرف سے ہے پھر جو کوئی سورۃ مقدم یا موخر کرتا ہے وہ نظم قرآن میں خلل ڈالتا ہے۔

مفسر حقانی کے اس بیان کی تصدیق قرآن کریم سے بھی ہوتی ہے۔ جیسا کہ آیت لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ ... لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ (جب جبرائیل کوئی آیت نازل کرتے تو حضور علیہ السلام اس کو جلدی جلدی پڑھتے تاکہ ٹھیک یاد ہو جائے۔ اور کہیں بھول چوک نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ جلدی مت کریں قرآن کی جمع و ترتیب ہمارے ذمہ ہے) سو جب ایزد متعال نے جمع و ترتیب اپنے ذمہ لے لی۔ پھر کوئی شخص اس جمع و ترتیب کے خلاف تغیر و تبدل کس طرح کر سکتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ تئیس ۲۳ سال متواتر تنزیل قرآن ہوتی رہی ہو۔ اور آنحضرت صلعم نے اس کی جمع و ترتیب کا کوئی اہتمام نہ کیا ہو بیشک سورۃ آیات قرآن کی ترتیب عہد نبوی میں ہو چکی تھی۔ اور بہت سے لوگوں نے قرآن کو حفظ بھی کر لیا تھا۔ اور اسی ترتیب کے مطابق حضرت عثمان نے قرآن کریم کی کتابت کرا کے قرآن پاک کی اشاعت کر دی۔ پھر احمد علی کا اعتراض اول خدا تعالیٰ پر ہے۔ پھر رسول پاک پھر جبرائیل پر ہے۔ نہ حضرت عثمان پر کاش ؎

گر مسلمانی ہمین است کہ مرزا دارد حیف گر پس امروز بود فردائے

دوسرا اعتراض آیت قرآن وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً کے متعلق ہے یہ اعتراض بھی معترض کی بے علمی کی وجہ سے ہے۔ اس کا شان نزول جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے یوں ہے:۔

کہ بعض لوگ چھوٹی یتیم لڑکیوں سے جو ان کی ولایت میں ہوتی تھیں ان کے مال کے لالچ سے نکاح کر لیتے تھے۔ اور چونکہ یتیم لڑکی کا اور کوئی سرپرست نہ ہوتا تھا۔ یہ لوگ بے انصافی سے ان کا مہر کم مقرر کرتے اور ان کے مال کو دبا لیتے اور حسن سلوک نہ کرتے تھے۔ اس لئے حق تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ اگر تم لوگ یتامیٰ (صغیرہ لڑکیوں) سے منصفانہ برتاؤ نہیں کر سکتے تو ان سے نکاح مت کرو بلکہ ان کے علاوہ دوسری اجنبی عورتوں میں سے دو تین چار سے نکاح کر سکتے ہو۔ اور ان میں بھی بے انصافی کا ڈر ہو تو صرف ایک سے نکاح کر لینا کافی ہے۔ بتلائیے اب کونسا اشکال باقی رہ جاتا ہے۔ آیۃ کا مضمون بالکل صاف ہے۔ البتہ ؎

سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

(۳) اِنَّ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ کے متعلق کہتا ہے۔ کہ عَلٰی یا فوق کے لئے آتا ہے یا نقصان کے معنے دیتا ہے۔ یہ دونوں یہاں درست نہیں۔ اس لئے آیۃ میں عَلَیَّ صحیح نہیں ہے۔ سو اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ بیچارے علوم صرف و نحو سے بالکل ہی نابلد ہوتے ہیں۔ ورنہ ایسے اعتراضات نہ کریں۔ جناب من! کتب نحو میں مذکور ہے کہ بعض جگہ عَلٰی بمعنی اِلٰی بھی ہوتا ہے۔ اکثر مفسرین نے بھی ایسا ہی لکھا ہے تفسیر خازن میں ہے۔ قَالَ الْحَسَنُ مَعْنَاهُ هٰذَا صِرَاطٌ اِلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ اور تفسیر حسینی میں ہے۔ گویند علیٰ بمعنی الیٰ است یعنی اخلاص رہ راست بسوئے من۔ سو اس کا معنی یہ ہے کہ یہ راستہ سیدھا میری طرف ہے۔ اس میں کون سی غلطی ہے؟ یہ عَلَیَّ کی جگہ علیٌّ صحیح سمجھ کر اس کو بھی علیؓ کی فضیلت کا ثبوت قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ صراطِ علیؓ کو علیؓ کا راستہ قرار دینا کمال حماقت ہے قرآن میں صراط کی اضافت یا تو حق تعالیٰ کی طرف ہے۔ جیسا اِنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا ہے یا تمام منعمین حق کی طرف جیسا صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سارا قرآن مطالعہ کرو۔ اس کے خلاف کسی ایک شخص نبی یا ولی کی طرف ہرگز اضافت نہیں ہے۔ صراط علیٌّ علی کا راستہ کیا مسلمانوں کے راستہ سے الگ تھا کہ ان کی طرف خصوصیت سے اضافت کی جاتی۔ سوچو اور غور کرو نیز قرآن کی ایک اور آیت ہے وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ یعنی سیدھا راستہ خدا کی طرف ہے (پ ۱۴۔ سورۃ النحل ع ۱) یہاں تو عَلٰی کا معنی اِلٰی کے سوا اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ کیا شیعہ صاحبان یہاں بھی کہیں گے کہ عَلِيٌّ اللّٰہ ہے یعنی علی خدا ہے۔ ع:۔ برین فہم و ادراک باید گریست۔

(۴) چوتھا اعتراض اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ پر ہے معترض کا اعتراض یہ ہے۔ کہ اِنَّ کا اسم منصوب ہوتا ہے۔ اِنَّ هٰذَيْنِ چاہیئے۔ سو اس اعتراض نے تو شیعہ حضرات کی علمیت کا سارا پردہ فاش کر دیا ہے شیعہ اس اعتراض اور ہیچ و قسم کے دیگر اعتراض کو ایسا لاینحل سمجھتے ہیں۔ کہ اسکا جواب باب العلم حضرت علی سے بھی معاذ اللہ نہ بن سکا۔ ہر ایک شخص جس نے نحو کی ادنیٰ کتاب عبد الرسول وغیرہ بھی پڑھی ہو جانتا ہے کہ اِنْ مُخَفَّفَةٌ اکثر اوقات ملغی (بےعمل) ہو جاتا ہے اور اس صورت میں خبر پر لام آیا کرتا ہے۔ نحو کی مستند کتاب شرح ملا جامی بحث حروف مشبہ بالفعل ۲۲۹ میں ہے۔ وَتُخَفَّفُ اِنَّ الْمَكْسُوْرَةُ لِثِقَلِ التَّشْدِيْدِ وَكَثْرَةِ الْاِسْتِعْمَالِ فَيَلْزَمُهَا بَعْدَ التَّخْفِيْفِ اللَّامُ وَحِيْنَئِذٍ يَجُوْزُ اِلْغَاؤُهَا اَىْ اِبْطَالُ عَمَلِهَا وَهُوَ الْغَالِبُ لِفَوَاتِ بَعْضِ وُجُوْهِ مُشَابَهَتِهَا مَعَ الْفِعْلِ كَفَوَاتِ الْاَخِرِ وَكَوْنِهَا عَلٰى ثَلٰثَةِ اَحْرُفٍ ۔ اِنَّ مکسورہ مخفف (اِنْ) بھی ہو جاتا ہے کیونکہ تشدید میں ثقالت ہے اور یہ کثیر الاستعمال ہے۔ اس وقت لام ضروری ہوتا ہے جسکی وجہ یہ ہے۔ کہ مشابہت فعل کی بعض وجوہ مثلاً مفتوح الآخر ہونا یا تین حروف کا ہونا معدوم ہو جاتی ہیں۔

چونکہ آیت میں اِنْ مخفف ہے اس لئے قاعدہ نحو کی رو سے اس کا ابطال عمل جائز بلکہ اغلب ہونے کی وجہ سے (ھٰذان) کو اس نے قبل نہیں دیا افسوس اس مسئلہ سے ایک ادنیٰ طالب علم بھی واقف ہو سکتا ہے لیکن شیعہ کے علامہ حائری اور ان کے بلعمی اور عشعی کو یہ مسئلہ معلوم نہیں ہے شرح جامی تو ان کی بلا جانے۔ مگر یہ مسئلہ تو مائۃ عامل عبدالرسول میں بھی درج ہے۔ اس علمی بضاعت پر جرأت یہ کہ قرآن پاک کتاب اللہ پر یہ اعتراض کرنے لگے ہیں۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا ط

ایک اور ثبوت

اس امر کا مزید ثبوت کہ شیعہ کے نزدیک اصلی قرآن وہ ہے جو حضرت علیؓ نے جمع کیا۔ اصول کافی ص ۶۷۱ میں ہے۔ عَنْ سَالِمِ ابْنِ سَلَمَةَ قَالَ قَرَأَ رَجُلٌ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَنَا أَسْتَمِعُ حُرُوفًا مِنَ الْقُرْآنِ لَيْسَ عَلَى مَا يَقْرَؤُهَا النَّاسُ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُفَّ عَنْ هٰذِهِ الْقِرَاءَةِ اقْرَأْ كَمَا يَقْرَأُ النَّاسُ حَتّٰى يَقُومَ الْقَائِمُ فَإِذَا قَامَ الْقَائِمُ قَرَأَ كِتَابَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى حَدِّهِ وَأَخْرَجَ الْمُصْحَفَ الَّذِي كَتَبَهُ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ أَخْرَجَهُ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى النَّاسِ حِينَ فَرَغَ مِنْهُ وَكَتَبَهُ فَقَالَ لَهُمْ هٰذَا كِتَابُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ كَمَا أَنْزَلَهُ اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَمَعْتُهُ مِنَ اللَّوْحَيْنِ فَقَالُوا هُوَ ذَا عِنْدَنَا مُصْحَفٌ جَامِعٌ فِيهِ الْقُرْآنُ لَا حَاجَةَ لَنَا فِيهِ فَقَالَ أَمَا وَاللّٰهِ مَا تَرَوْنَهُ بَعْدَ يَوْمِكُمْ هٰذَا أَبَدًا إِنَّمَا كَانَ عَلَيَّ أَنْ أُخْبِرَكُمْ حِينَ جَمَعْتُهُ لِتَقْرَؤُوهُ ط

سالم بن سلمہ راوی ہے۔ کہ ایک شخص نے امام جعفر صادقؒ کے پاس قرآن پڑھا۔ اس قرآن کے ایسے حروف میں نسخے کہ جو اس قرآن میں نہیں ہیں۔ جو لوگ پڑھا کرتے ہیں۔ امام صاحب نے اسے کہا۔ ابھی اس قرآن پڑھنا بند رکھو۔ بلکہ یہی پڑھا کرو جو لوگ پڑھتے ہیں جب تک امام مہدی علیہ السلام کا ظہور نہ ہو جب وہ تشریف لائیں گے۔ وہ دوسرا قرآن پڑھیں گے۔

حضرت علیؓ نے جو قرآن لکھا تھا۔ وہ لوگوں کے پاس لکھنے سے فارغ ہو کر لے آئے اور کہا یہ ہے وہ قرآن جو خدا نے رسول اللہ پر نازل کیا۔ میں نے اس کو ہر دو لوح سے جمع کر لیا ہے۔ لوگوں نے کہا۔ ہمارے پاس قرآن جامع موجود ہے۔ تمہارے قرآن کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا بخدا تم اس قرآن کو آج کے بعد کبھی بھی نہ دیکھ سکو گے مجھے لازم تھا۔ کہ تمہیں اپنے جمع کردہ قرآن سے آگاہ کر دوں۔ تا کہ تم اسے پڑھو۔" اب اس حدیث سے بوضاحت ثابت ہو گیا۔ کہ شیعوں کا قرآن (جمع کردہ علیؓ) کہیں موجود ہے۔ جو کسی نے امام جعفر صادق کے پاس

پڑھ بھی دیا تھا۔ سننے والے نے معلوم کیا۔ کہ اس قرآن کے حروف اس قرآن سے نہیں ملتے۔ پھر امام علیہ السلام نے اسے مصلحتاً روک دیا۔ کہ ابھی اس کو ظاہر نہ کرو۔ یہ حضرت مہدی علیہ السلام کے ہاں بطور خزانہ مخفیہ رہیگا جب وہ تشریف لائیں گے۔ ساتھ لائیں گے۔ امام جعفر صادق نے یہ بھی فرما دیا۔ کہ حضرت علیؓ نے قرآن جمع کر کے لوگوں کے پیش کیا تھا انہوں نے کہا ہمارے پاس کامل مکمل قرآن موجود ہے۔ ہمیں تمہارے قرآن کی ضرورت نہیں ہے پس امیر علیہ السلام اتنی بات سے خفا ہو گئے۔ اور فرمانے لگے۔ آج سے بعد اس قرآن کو تم لوگ کبھی بھی نہ دیکھ سکو گے۔

آج کل شیعہ مولوی بھی اس قرآن کے قائل ہیں۔ چنانچہ رسالہ نافع ع۲۱ مصنفہ مولوی محسن علی شاہ صاحب سبزواری جس کو جعفریہ ایسوسی ایشن پنجاب لاہور نے شائع کیا۔ اس کے ص۲۲ پر لکھا ہے۔ کہ امیر المؤمنین نے جو جمع کیا تھا۔ وہ اس وقت شیعہ سنی دونوں کے پاس نہیں ہے۔ مگر ہے ضرور کہیں ہو۔ آخر کچھ لوگوں نے اس کو دیکھا ہے"

ہم حضرات شیعہ سے پوچھتے ہیں۔ کہ جس قرآن کے آپ لوگ قائل ہیں۔ وہ تو امام غائب کے ساتھ کہیں غائب ہے۔ موجودہ قرآن بقول آپ کے ناقص اور غلط ہے۔ تو فرمایئے آپ کے ہاتھ میں خدا کی کتاب ہدایت کونسی موجود ہے؟ جس کی وجہ سے آپ مومن ہو سکتے ہیں سنیوں کے ہاتھ میں ایک قرآن موجود تو ہے۔ (نامکمل سہی) مگر جب ساڑھے تیرہ سو سال ہو چکے ہیں۔ ابھی تم لوگوں نے اپنا مکمل قرآن کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا۔ تو اس قرآن کا وجود و عدم تو تمہارے لئے یکساں ہے۔ تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود۔ کب امام غائب آئیں قرآن لا کر تمہیں دکھائیں۔ اس تمام عرصہ میں تو تم گمراہ ہی رہے جو مر گئے۔ ان کے لئے ان کی آمد کا کیا فائدہ

؎ جب مر چکے تو آئے ہماری مزار پر — پتھر پڑیں صنم ترے ایسے پیار پر

امام مہدی علیہ السلام کب آئیں گے؟

اس میں شک نہیں۔ کہ ہم لوگ بھی حضرت امام مہدی علیہ السلام کی آمد کے منتظر اور ان کی زیارت کے مشتاق ہیں۔ مگر نہ اس خیال سے کہ وہ آکر ہمیں اصلی قرآن دکھائیں گے۔ قرآن تو ہمارے پاس موجود ہے جس کو پڑھ کر ہم اپنا ایمان تازہ کرتے ہیں۔ البتہ شیعہ کو آپ کی آمد کی اس لئے سخت ضرورت ہے۔ کہ ان کا قرآن انہوں نے چھپا رکھا ہے۔ آئیں تو شیعہ بیچارے کبھی قرآن کی شکل دیکھیں گے۔ لیکن امام مہدی علیہ السلام بقول شخصے ؎

کچھ ایسے سوئے ہیں سونے والے کہ جاگنے کی انہیں قسم ہے

کہیں ایسے غائب ہوئے ہیں۔ کہ ظاہر ہونے کی صورت نظر نہیں آتی۔

امام غائب کی آمد کے متعلق شیعہ کے عجیب و غریب خیال ہیں۔ جن کے سمجھنے سے ہماری عقل قاصر ہے اصول کافی صـ۲۳۲ میں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَدْ كَانَ وَقَّتَ هٰذَا الْاَمْرَ فِي السَّبْعِيْنَ فَلَمَّا قُتِلَ الْحُسَيْنُ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ فَاَخَّرَهٗ اِلٰى اَرْبَعِيْنَ وَمِائَةٍ فَحَدَّثْنَاكُمْ فَاَذَعْتُمُ الْحَدِيْثَ فَكَشَفْتُمْ قِنَاعَ السِّتْرِ وَلَمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ وَقْتًا عِنْدَنَا وَيَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتَابِ ؕ

(خدا نے اس کام (ظہور مہدیؑ) کا وقت ۷۰ھ ہجری مقرر کیا تھا۔ مگر جب امام حسینؓ شہید کئے گئے۔ تو اللہ تعالیٰ اہل زمین پر غضبناک ہو گیا۔ اور اس لئے اس کام کو ۱۴۰ھ تک پیچھے ہٹا دیا۔ ہم نے تم سے بیان کر دیا۔ اور تم نے بات مشہور کر دی۔ اور پردہ فاش کر دیا۔ خدا نے اس کے بعد اس کا کوئی وقت ہم کو نہیں بتایا۔ راوی کہتا ہے میں نے یہ حدیث امام جعفر صادق سے بیان کی۔ انہوں نے کہا ہاں ایسا ہی ہوا۔)

اس حدیث سے پتہ ملتا ہے۔ کہ قاتل امام حسین علیہ السلام شیعہ تھے۔ تب ہی تو امام مہدی علیہ السلام کی آمد رک گئی۔ پہلے ۷۰ھ آمد کا وقت مقرر تھا۔ شیعہ کے اس ظلم کی سزا ان کو یہ ملی۔ کہ امام علیہ السلام جن کے پاس شیعہ کا قرآن تھا۔ ایک سال اور رک گئے۔ پھر کہیں ائمہ اہلبیت نے یہ خبر اپنے حاشیہ نشینوں کو بتا دی خدا کا غصہ اور تیز ہو گیا۔ امام علیہ السلام کی آمد کی میعاد ایسی لمبی ہو گئی۔ کہ پھر ائمہ اہل بیت علیہم السلام کو بھی اس کی اطلاع نہ دی گئی۔

غصہ کا نتیجہ

شیعہ کی شامت سے پہلے حضرت امیر علیہ السلام کو صرف اس تھوڑی سی بات پر غصہ آ گیا کہ لوگوں نے کہہ دیا ہمیں آپ کے قرآن کی حاجت نہیں ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ غصہ میں آ کر اس قرآن کی ایسی اشاعت کی جاتی۔ کہ دوسرے قرآن (سنیوں کا قرآن) کی وقعت ہی نہ رہتی۔ لیکن غصہ کا نتیجہ الٹا یہ ہوا۔ کہ بیگانے تو بیگانے اپنے شیعہ سے بھی قرآن چھپا دیا گیا جس کا کہیں پتہ ہی نہیں چلتا۔ کہ اس کو کہیں غار میں پڑے ہوئے دیمک نہ کھا گئی ہو؟ پھر خدا کو غصہ آیا تو امام غائب علیہ السلام کے ظہور میں اس قدر توقف ڈال دیا۔ کہ ۱۴۰ھ تو کجا اب ۱۳۳۱ھ ہو گیا ہے۔ ابھی تک امام ذوالمقام کی آمد کا پتہ تک نہیں ہے۔ امام تو آنے سے رہے کہیں قرآن ہی بھیج دیتے تب بھی شیعہ کی سرخروئی ہو جاتی۔ مگر ایسا بھی نہ ہوا۔ بہر حال بقول شخصے۔ ؎

ہر بلائے کز آسماں خیزد   خانۂ انوری تلاش کند

غصہ کا جب کبھی نتیجہ ہوتا ہے۔ شیعہ ہی کے خلاف نکلتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ ساری باتیں من گھڑت اور یار لوگوں کی بنائی ہوئی ہیں۔ اگر حضرت علیؓ نے کوئی علیحدہ قرآن جمع کیا ہوتا تو نا ممکن تھا۔ کہ اس کو چھپا رکھتے۔ خدا کے پاک بندے ایسے کوہ وقار ہوتے ہیں۔ کہ انکو کسی ایسی ویسی بات پر غصہ نہیں آ جایا کرتا۔ اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ غصہ میں آ کر خدا کی کتاب (قرآن) کو جو محض ہدایت خلق کے لئے ہو۔ اتنی تکلیف برداشت کر کے کئی روز کا چلہ کاٹ کر تیار کریں۔ اور پھر اس کو کسی ایک شخص کے کہہ دینے سے کہ اس کی ہمیں حاجت نہیں ہے ہمیشہ کیلئے چھپا دیں۔ ع این خیال است و محال است و جنوں۔

خدا کا غصہ

حضرت علی تو آخر بشر تھے۔ مان بھی لیا جائے کہ غصہ میں آ کر انہوں نے قرآن کو کہیں گم کر دیا ہو۔ لیکن یہ کسطرح مانا جا سکتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کو غصہ قاتلان حسینؓ پر ہو۔ اور اس کا نزلہ حضرت امام منتظر پر گرے کہ وہ اس کی سزا میں وانم الحبس کر دیئے جائیں۔ اور اس کے ساتھ ہی قرآن دنیا سے نابود کر دیا جائے۔ یہ سب کچھ خرافات ہیں۔ جو یار لوگوں نے افتراء کئے ہوئے ہیں۔ قرآن یہی ہے۔ جو ہمارے ہاتھوں میں ہے یہی قرآن حضرت علیؓ پڑھتے تھے۔ اور یہی قرآن ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے وردِ زبان تھا۔ اور یہی ہمیشہ رہیگا۔ امام مہدی علیہ السلام آئیں گے۔ تو اسی قرآن کی اشاعت فرمائیں گے۔

حائری کا خیال

یہ تو متقدمین شیعہ کا وقت ظہور امام علیہ السلام کی نسبت خیال ہے۔ حال کے شیعہ کے مقتدا و پیشوا علامہ حائری کا اس بیان میں خیال نہایت ہی حیرت انگیز ہے۔ چنانچہ غایۃ المقصود مصنفہ علامہ حائری مطبوعہ اسلامیہ گیس پرنٹنگ لاہور سنہ ۱۳۴۷ھ صـ۲۱۲ میں ہے:-

اما وجہ عدم ظہور امام مہدی علیہ السلام بریں زبان آنست کہ آنحضرت ہم مثل آباء طاہرین علیہم السلام مید انند۔ ازاں معلوم است آنحضرت علیہ السلام را ہنوز لکھہا کفار چنیں موجود اند کہ در پشت آنہا نطفہائے مومنین امانت و ودیعت موجود اند اگر ظاہر شدہ اینہا کفار را قتل نکند بلکہ

سکوت اختیار نماید۔ دریں صورت تخلف وعدہ مذکور خدا ثابت می شود۔

ترجمہ :۔ امام مہدی علیہ السلام کے نہ ظاہر ہونے کی اس وقت یہ وجہ ہے۔ کہ آپ اپنے آباء کرام کی طرح علم انساب سے واقف ہیں۔ اور ان کو خوب معلوم ہے۔ کہ ابھی لکھو کھہا کفار ایسے موجود ہیں جن کی پشت میں مومنین کے نطفے امانت ہیں۔ اگر ظاہر ہو کر آپ ان کفار کو قتل نہ کریں۔ بلکہ خاموشی اختیار کریں۔ تو خدائی وعدہ میں تخلف ہوتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام مہدی علیہ السلام اس وقت تک تشریف نہیں لا سکتے جب تک کہ دنیا میں مخلوق خدا باقی ہے۔ کیونکہ مخلوق میں مومن و کافر دونوں موجود رہتے ہیں۔ اور شیعہ کے نزدیک تو مومن صرف شیعہ باقی سنی مسلمان بھی گردن زدنی ہیں۔ اس لئے امام علیہ السلام کا ظہور ناممکن ہے۔

اس سے آگے پھر علامہ حائری صاحب اسی صفحہ پر یوں رقمطراز ہیں:۔

"دیگر آنکہ سلاطین جبار و قہار کہ آباء طاہرین وے از علی گرفتہ تا امام حسن عسکری علیہم السلام کسے را بزہر و کسے را بہ تیغ کشتند و حال آنکہ امامت آنہا خارج سلطنت آنہا نبود۔ لیکن ہر گاہ یکے را می کشتند امام و حجت دیگر موجود بود کہ بجائے وے می نشست بخلاف زمانہ مہدی علیہ السلام از آنجناب کہ بسیار پرحذر خواہند بود۔ زیرا کہ ہمہ آنہا را یقین خواہد شد۔ کہ زوال سلطنت جمیع سلاطین دنیا از دست و ستو اہد شد کہ ممکن است کہ در وقت سکوت اختیار کردن آنجناب را زندہ بگذارند ولطف آنکہ بعد از آنحضرت امام و حجت دیگرے نیست کہ بجائے وے قرار گیرد۔ و آں مخالف حدیث

لَا یَخْلُو الْاَرْضُ مِنْ حُجَّةِ اللّٰهِ اِمَّا ظَاهِرٌ مَکْشُوفٌ اَوْ خَائِفٌ وَمَسْتُوْرٌ می باشد

ایں برہان واجب شد کہ آنجناب از انظار مخفی باشد۔ یا چونہ آنحضرت ہر وقت منتظر ایں ہست کہ ظہور فرماید"

ترجمہ :۔ دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ گذشتہ سلاطین نے جو ان کے آباؤ اجداد کو حضرت علی سے لے کر امام عسکری تک کسی کو زہر سے اور کسی کو تلوار سے قتل کیا۔ حالانکہ ان کی امامت ان سلاطین کی حکومت کی مانع نہ تھی۔ لیکن جب ایک کو قتل کرتے دوسرا امام موجود ہوتا۔ جو اس کا جانشین ہو جاتا ہے۔ برخلاف اس کے امام مہدی علیہ السلام کا زمانہ زیادہ خطرناک ہوگا۔ کہ دنیا بھر کی حکومتوں کا ان کی آمد سے خاتمہ ہو جائیگا۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ امام علیہ السلام کی خاموشی پر ان کو زندہ رہنے دیں۔ لطف یہ کہ آپ کے بعد کوئی دوسرا امام ایسا نہیں ہے جو ان کی جگہ سنبھالے۔ حالانکہ بروئے حدیث زمین پر ایک امام کو ضرور رہنا چاہیئے۔ خواہ وہ ظاہر ہو یا چھپا ہوا ہو۔ اس لئے آنجناب کو نظروں سے غائب ہی رہنا چاہیئے۔ گو آپ ہر وقت اس انتظار میں ہیں کہ ظہور فرمائیں۔

اس دوسری وجہ نے بالکل مطلع صاف کر دیا کہ چونکہ آپ کے بعد کسی امام نے ہونا نہیں۔ اور آپ کے ظہور سے باقی سلطنتوں کا زوال متصور ہے۔ اس لئے سلاطین دنیا ان کی جان لینے کے درپے ہو جائینگے اور خاموش رہنے پر ان کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ اس لئے آپ کا نہ ظاہر ہونا اور محجوب رہنا ہی مناسب ہے تاکہ زمین امام سے خالی نہ رہے۔

اہل بصیرت غور کر سکتے ہیں کہ روئے زمین پر اگر امام کا وجود اسلئے ہے کہ بذریعہ وہ ہدایت خلق ہو۔ تو یہ بات تب ہی ہو سکتی ہے۔ کہ امام ظاہر ہو کر اشاعت دین کرے۔ ورنہ ایسے چھپے رستم سے اسلام اور مسلمانوں کو کیا فائدہ؟ اگر امام علیہ السلام ایسی دل و گردہ کے انسان ہیں۔ کہ ان کو اس بات کا ڈر ہے۔ کہ کہیں منہ سے نقاب اٹھائیں تو قتل نہ ہو جائیں۔ تو ایسے حضرت دنیا میں ظاہر ہو کر کیا کیا کریں گے۔ اس سے تو ان کا عدم ظہور ہی اچھا ہے۔ کہ پردہ ڈھکا رہے۔

افسوس! کہ حائری صاحب اپنے آپ کو علامہ کہا کر ایسے بودے خیال کرنے لگے ہیں۔ بندۂ خدا امام کے ساتھ ایک طاقت ہوتی ہے جو دنیا بھر کی طاقتوں سے بالاتر ہے۔ اور اس قوت نصرت الٰہی کے شامل حال ہونے سے دنیا کی کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی جب ہادی اسلام روحی فداہ۔ ابی امی مبعوث ہوئے ان کے ساتھ کونسی فوج تھی۔ انہوں نے تن تنہا دنیا کے سامنے کلمۂ توحید کا اعلان کیا۔ سب لوگ آپ کے خون کے پیاسے تھے۔ اور آپ کی جان کے دشمن تھے لیکن اس خدائے قدوس نے آپ کی نصرت کی اور آپکا بال بیکا نہ ہو سکا۔ بلکہ تمام دشمنان حق نیست و نابود ہو گئے۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام جو حضور علیہ السلام کے مظہر اتم ہوں گے۔ وہی طاقت لیکر دنیا میں ظہور فرمائیں گے۔ ان کے نور سے دنیا چمک اٹھے گی۔ خلق خدا سب کی سب ان کے قدموں پر گر جائے گی۔ اور اسلام کے حلقہ بگوش ہو جائیں گے۔ کیا علم انساب حضرت علی المرتضیٰ کو معلوم نہ تھا۔ کہ جنگ چھیڑ دی۔ اور جانبین سے ہزاروں مسلمان گھائل ہو گئے۔ کیا حضرت امام حسین علیہ السلام ہی علم انساب سے نابلد تھے۔ کہ تلوار اٹھائی اور طرفین سے سینکڑوں مسلمان موت کے گھاٹ اتر گئے۔

موت امام کے اختیار میں

یہ بات علامہ حائری صاحب کے قلم سے نکلنا نہ چاہیے تھی۔ کیونکہ آپ کے اعتقاد میں تو موت و حیات امام کے اختیار میں ہوتی ہے۔ چنانچہ اصول کافی صفحہ ۱۵۸ پر ایک باب اسی مضمون کا باندھا گیا ہے۔

کہ اِنَّ الْاَئِمَّةَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ يَعْلَمُوْنَ مَتٰى يَمُوْتُوْنَ وَاَنَّهُمْ لَا يَمُوْتُوْنَ اِلَّا بِاخْتِيَارٍ مِّنْهُمْ (یعنی ائمہ اپنی موت کا وقت جانتے ہیں ۔ اور اپنی موت پر ان کو قابو ہوتا ہے ۔ چاہے مریں یا نہ مریں) ۔ پھر علامہ حائری لے یہ کیوں لکھا ہے ۔ کہ وہ اس لئے ظاہر نہیں ہوتے کہ ان کو جان تلف ہو جانے کا اندیشہ ہے ۔ جب مرنا جینا کسی شخص کے اختیار میں ہو ۔ پھر اس کو کسی سے کیا ڈر ۔ افسوس شیعہ حضرات ایسی بے ٹھکانہ باتیں کہکر مفت جگ ہنسائی کرتے ہیں ۔

شیعہ کے متعدد قرآن

شیعہ مصنفین نے یہ دیکھکر کہ ان کے ہاتھ میں کوئی قرآن نہیں ہے ۔ اپنے معتقدین کے دل بہلانے کے لئے ایسی روایات گھڑی ہیں کہ ایک نہیں بہت سے بڑے سے بڑے لمبے چوڑے قرآن شیعہ کے ہیں ۔ اگر سنیوں کے پاس چھوٹا سا قرآن ہے ۔ تو بات ہی کیا ہے ۔ شیعہ کے قرآن کہیں دیکھ پائیں تو ہوش بھول جائیں ۔ چنانچہ ایک روایت میں ستر گز لمبا قرآن شیعہ کا ہے ۔

ستر گز کا قرآن

اصول کافی ص۱۴۳ میں ہے ۔ قَالَ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ وَاِنَّ عِنْدَنَا الْجَامِعَةَ وَمَا يُدْرِيْهِمْ مَا الْجَامِعَةُ قَالَ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ وَمَا الْجَامِعَةُ قَالَ صَحِيْفَةٌ طُوْلُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا (امام جعفر نے فرمایا اے ابو محمد ہمارے پاس ایک جامعہ ہے ان کو کیا معلوم ہے کہ وہ جامعہ کیا ہے ؟ میں نے کہا ۔ میں آپ قربان ہو جاؤں وہ جامعہ کیا ہے ۔ آپ نے فرمایا قرآن ہے ۔ جو ستر گز لمبا ہے ۔

خوب ستر گز لمبا قرآن ! وہ کاہے کو ۔ بھلا اتنے لمبے قرآن کی سطروں کو کوئی پڑھے تو کیونکر ایک سرے سے چلکر دوسرے تک جائے اور پھر واپس لوٹ آنے کا تانا بانا دن بھر لگا رہے گا ۔ پڑھنے والے کی جان عذاب میں پھنس گئی ۔ گھنٹہ بھر کی رفتار بمشکل دو سطریں ختم ہو سکیں گی ۔ علاوہ ازیں اتنا لمبا قرآن اٹھائے تو کیوں کر اونٹ ہاتھی بھی ستر گز لمبے نہیں ہوتے جو قرآن کو اٹھا سکیں ۔ پھر یہ قرآن کہاں رکھا جائے ۔ اتنا اونچا مکان کہاں سے

لائیں ؟

خدا تعالیٰ فرماتا ہے ۔ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (خدا دین کے بارے میں تمہیں سہولت دینا چاہتا ہے تکلیف میں تمہیں ڈالنا منظور نہیں ۔

مصحف فاطمہؓ

ایک دوسری روایت یہ ہے ۔ کہ شیعہ کا ایک اور قرآن مصحف فاطمہ بھی ہے ۔ چنانچہ اصول کافی ص۱۴۴ میں ہے ۔ وَاِنَّ عِنْدَنَا لَمُصْحَفَ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَمَا يُدْرِيْهِمْ مَا مُصْحَفُ فَاطِمَةَ قَالَ مُصْحَفٌ فِيْهِ مِثْلُ قُرْاٰنِكُمْ هٰذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَاللّٰهِ مَا فِيْهِ مِنْ قُرْاٰنِكُمْ هٰذَا حَرْفٌ وَاحِدٌ

ترجمہ : امام علیہ السلام نے فرمایا ۔ کہ ہمارے ایک مصحف فاطمہ بھی ہے ۔ اور تم جانتے ہو مصحف فاطمہؓ کیا ہے ؟ فرمایا وہ ایک قرآن ہے ۔ جس میں تمہارے قرآن سے سہ گنا زیادتی ہے ۔ اور خدا کی قسم اس میں تمہارے اس قرآن کا حرف بھی نہیں ہے)

پھر تعجب ہے ۔ کہ اس اتنے بڑے قرآن میں جب ہمارے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں ہے ۔ تو وہ کس زبان میں ہے ۔ عربی ، فارسی ہوتب تو یہی حروف تہجی اس میں پائے جائیں جو اس قرآن میں ہیں غالباً سنسکرت میں ہو ۔ یا جنوں کی زبان میں یا جاپانی ، انگریزی وغیرہ میں ۔ بہرحال یہ ایسی روایات ہیں جن کی سمجھ نہیں آسکتی ۔

جفرؔ

اسی طرح شیعہ کا ایک اور قرآن جفر ہے ۔ جیسا کہ اصول کافی ص۱۴۶ میں ہے ۔ قَالَ وَاِنَّ عِنْدَنَا الْجَفْرَ وَمَا يُدْرِيْهِمْ مَا الْجَفْرُ قَالَ قُلْتُ وَمَا الْجَفْرُ قَالَ وِعَاءٌ مِّنْ اَدَمٍ فِيْهِ عِلْمُ النَّبِيِّيْنَ وَالْوَصِيِّيْنَ وَعِلْمُ الْعُلَمَاءِ الَّذِيْنَ مَضَوْا مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ (ترجمہ) امام علیہ السلام نے فرمایا ہمارے پاس جفر بھی ہے ۔ اور تمہیں معلوم ہو کہ وہ جفر کیا ہے ۔ کہا وہ ایک چمڑے کا تھیلا ہے جس میں انبیاء و اوصیاء کے علوم بھرے ہیں ۔ اور علماء بنی اسرائیل کے بھی اس میں علوم ہیں)

لہ یہ بھی معلوم ہو کہ یہ ستر گز لمبا قرآن ضخامت میں بھی کم نہیں ۔ بلکہ اونٹ کے ران کے برابر موٹا بھی ہے ۔ جیسا کہ اصول کافی ص۱۴۵ میں اس کی تشریح کی گئی ہے ۔ پھر کوئی انسان اتنے لمبے موٹے قرآن کو اٹھانے کی طاقت ہی نہیں رکھتا ؟

یہ بڑے بڑے قرآن کہاں ہیں

اب سوال یہ ہے کہ شیعہ کے اتنے بڑے اور لمبے لمبے قرآن ہیں کہاں؟ شیعہ اس کا جواب دینے سے قاصر ہیں۔ کیونکہ ان روایات کی وقعت بوستان خیال یا چڑیا چڑے کی کہانی سے زیادہ نہیں یہ ساری باتیں شیعہ کا اعتقاد درست رکھنے کے لئے بنائی گئی ہیں۔ تاکہ یہ معلوم کرکے کہ یہ قرآن تو سنیوں کا ہے ان کا قرآن نہ ہو اور گھبرا نہ جائیں۔ اس لئے یہ روایات وضع کی گئی ہیں۔ کہ شیعہ جی میں خوش ہوتے رہیں کہ سنیوں کا مختصر سا قرآن ہے تو کیا ہوا؟ ہمارے اتنے بڑے بڑے لمبے لمبے قرآن موجود ہیں۔ آخر کبھی نکلیں گے۔ تعجب ہے کہ آج کل اس روشنی کے زمانہ میں ان طفل تسلیوں سے کسطرح کام نکل سکتا ہے بہتر ہوگا۔ کہ شیعہ حضرات اپنے مولویوں سے مطالبہ کریں۔ کہ ہمیں کب تک انتظار میں رکھا جائیگا۔ اگر ستر گز کا نہیں تو بالشت بھر کا ہی قرآن ہمیں دکھا دیا جائے تاکہ ہم سنیوں کے قرآن سے معارضہ کر سکیں۔ لیکن یہ ہرگز نہیں ہو سکیگا۔ شیعہ صاحبان اسی انتظار میں مر جائیں گے۔ اور قرآن کی شکل دیکھنا نصیب نہ ہوگی۔

تحریف آیات قرآن

اگرچہ پچھلی روایات سے بوضاحت ثابت ہو گیا ہے۔ کہ روافض کا اس قرآن پر ایمان نہیں ہے۔ اور وہ اس کو محرف سمجھتے ہیں لیکن عوام کی تسلی کیلئے ہم ذیل میں چند آیات اصول کافی سے لکھتے ہیں جن میں بتایا گیا ہے۔ کہ اصل آیتہ یوں تھی اور قرآن میں اس کے خلاف یوں درج ہے۔

(۱) اصول کافی صفحہ ۲۶۲ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَهٗ لِمَ سُمِّیَ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَ اَللّٰهُ سَمَّاهُ وَهٰکَذَا اُنْزِلَ فِیْ کِتَابِهٖ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلِیْ وَاَنَّ عَلِیًّا اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

ترجمہ۔ جابر نے امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حضرت علی کو امیر المومنین کیوں کہتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ نام ان کا خدا نے رکھا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھ دی جس ان محمداً الخ کا اضافہ کیا گیا۔ اور کہا کہ یہ آیت یوں ہی نازل ہوئی ہے۔

(۲) عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ

رَسُوْلَهٗ فِیْ وِلَایَةِ عَلِیٍّ وَالْاَئِمَّةِ مِنْ بَعْدِهٖ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا۔ هٰکَذَا اُنْزِلَتْ (اصول کافی صفحہ ۲۶۲)

ترجمہ۔ ابی بصیر امام جعفر صادق سے راوی ہے۔ کہ آپ نے آیت وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ الخ میں عبارت فی ولایۃ علی کا اضافہ کرکے کہا۔ کہ آیت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔

(۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْ قَوْلِهٖ وَلَقَدْ عَهِدْنَا اِلٰی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ کَلِمَاتٍ فِیْ مُحَمَّدٍ وَعَلِیٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ وَالْاَئِمَّةِ مِنْ ذُرِّیَّتِهِمْ فَنَسِیَ هٰکَذَا وَاللّٰهِ اُنْزِلَتْ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ (اصول کافی صفحہ ۲۶۳) عبد اللہ بن سنان امام جعفر سے روایت کرتا ہے۔ کہ آپ نے آیت وَلَقَدْ عَهِدْنَا میں فی محمد الخ ایزاد کرکے کہا۔ کہ یہ آیت رسول اللہ پر اسی طرح نازل ہوئی۔

(۴) عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ نَزَلَ جِبْرَائِیْلُ بِهٰذِهِ الْاٰیَةِ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ اَنْ یَّکْفُرُوْا بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فِیْ عَلِیٍّ بَغْیًا (اصول کافی صفحہ ۲۶۳) جعفر نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے۔ کہ آپ نے آیت بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖ الخ میں فی علی الخ کی ایزادی کرکے کہا۔ کہ جبرائیل علیہ السلام نے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا۔

(۵) اصول کافی صفحہ ۲۶۳ میں ہے۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَزَلَ جِبْرَئِیْلُ بِهٰذِهِ الْاٰیَةِ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰکَذَا اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فِیْ عَلِیٍّ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۔ جابر راوی ہے۔ کہ آیت اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ الخ میں بھی علی کی ایزادی ہے۔ اور جبرائیل نے اسی طرح رسول پر نازل کی۔

(۶) عَنْ مُنَخَّلٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ نَزَلَ جِبْرَائِیْلُ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِهٰذِهِ الْاٰیَةِ هٰکَذَا۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا فِیْ عَلِیٍّ نُوْرًا مُّبِیْنًا (اصول کافی صفحہ ۲۶۳) منخل امام جعفر سے راوی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کہ آیت یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ الخ میں بھی نُوْرًا مُّبِیْنًا سے پہلے فی علی ہے۔ اور ایسا ہی جبرائیل نے آیت نبی علیہ السلام پر نازل کی۔

(۷) عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا یُوْعَظُوْنَ بِهٖ فِیْ عَلِیٍّ لَکَانَ خَیْرًا لَّهُمْ (اصول کافی صفحہ ۲۶۳) جابر کہتا ہے۔ امام محمد باقر نے آیت وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا الخ میں لَکَانَ خَیْرًا لَّهُمْ سے پہلے فی علی ایزاد فرمایا۔

(۸) عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ ھُوَ فِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ یَا مَعْشَرَ الْمُکَذِّبِیْنَ حَیْثُ اَنْبَاتُکُمْ رِسَالَۃَ رَبِّیْ فِیْ وَلَایَۃِ عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَالْاَئِمَّۃِ مِنْ بَعْدِہٖ مَنْ ھُوَ فِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ۔ کَذَا اُنْزِلَتْ (اصول کافی ص۲۶۲) ابوبصیر راوی ہے۔ کہ امام جعفر نے آیت فستعلمون من ولایۃ علی الخ کا اضافہ کرکے کہا۔ کہ آیت یوں ہی نازل ہوئی ہے۔

(۹) عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْکَافِرِیْنَ فِیْ وَلَایَۃِ عَلِیٍّ لَیْسَ لَہٗ دَافِعٌ ثُمَّ قَالَ ھٰکَذَا وَاللّٰہِ نَزَلَ بِھَا جِبْرَئِیْلُ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ (اصول کافی ص۲۶۲) ابوبصیر امام جعفر سے روایت کرتا ہے۔ کہ آپ نے آیت سَأَلَ سَائِلٌ الخ میں بھی فی ولایۃ علیٍّ کی ایزادی کی اور کہا کہ خدا کی قسم جبرائیل یہ آیت اسی طرح رسول پر لایا ہے۔

(۱۰) عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ نَزَلَ جِبْرَئِیْلُ بِھٰذِہِ الْاٰیَۃِ ھٰکَذَا فَاَبٰی اَکْثَرُ النَّاسِ بِوَلَایَۃِ عَلِیٍّ اِلَّا کُفُوْرًا (اصول کافی ص۲۶۶) امام جعفر علیہ السلام آیت فَاَبٰی اَکْثَرُ النَّاسِ الخ کے بعد بولایۃ علیٍّ کا لفظ جبرائیل لے کر آیا۔

(۱۱) عَنْ اَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ نَصْرٍ قَالَ دَفَعَ اِلَیَّ اَبُوالْحَسَنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ مُصْحَفًا وَقَالَ لَا تَنْظُرْ فِیْہِ فَفَتَحْتُہٗ وَقَرَأْتُ فِیْہِ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَوَجَدْتُ فِیْھَا اسْمَ سَبْعِیْنَ رَجُلًا مِّنْ قُرَیْشٍ بِاَسْمَائِھِمْ وَاَسْمَاءِ اٰبَائِھِمْ قَالَ فَبَعَثَ اِلَیَّ اِبْعَثْ اِلَیَّ بِالْمُصْحَفِ (اصول کافی باب فضل القرآن ص۶۷۱) احمد بن محمد بن نصیر سے روایت ہے۔ کہ امام رضا علیہ السلام نے مجھے ایک قرآن دیا۔ اور فرمایا کہ اس میں نظر نہ کرنا۔ پس میں نے جو اُس میں سورۃ لم یکن الذین کفروا الخ پڑھی تو اس میں قریش میں سے ستر شخصوں کے نام بقید ولدیت پائے۔ راوی نے کہا۔ کہ امام نے مجھے کہلا بھیجا ہے۔ کہ وہ قرآن میرے پاس بھیج دو۔

(۱۲) عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ نَزَلَ الْقُرْاٰنُ اَرْبَعَۃَ اَرْبَاعٍ رُبُعٌ فِیْنَا وَرُبُعٌ فِیْ عَدُوِّنَا وَرُبُعٌ سُنَنٌ وَّ اَمْثَالٌ وَرُبُعٌ فَرَائِضُ وَاَحْکَامٌ (اصول کافی ص۶۷۱) امام محمد باقر نے فرمایا قرآن چار حصوں میں نازل ہوا۔ ایک چوتھائی ہمارے فضائل میں نازل ہوا۔ اور ایک چوتھائی ہمارے دشمنوں کے بارے میں۔ اور ایک چوتھائی سنن اور امثال ہیں۔ اور ایک چوتھائی فرائض احکام ہیں۔

؎ ایسا ہی ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب مطبوعہ نولکشور جلد سوم ص۲۲ میں لکھا ہے۔ کہ وہ احادیث وارد شدہ (بقیہ ص۲۷ پر)

اگرچہ اور بھی بہت سی آیات اصول کافی میں لکھی ہیں۔ جن میں تحریف صریح ہے۔ لیکن ہم نے بطور مشتے نمونہ از خروارے بارہ آیات پر اکتفا کیا ہے۔ اب ادھر تو ائمہ اہلبیت امام محمد باقر و امام جعفر صادق حلفاً بیان کرتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام آیت نبی علیہ السلام پر یوں لایا۔

اور کہ سورہ لم یکن میں قرآن جمع کردہ علیؓ میں ستر قریش کے نام تھے۔ اور یہ کہ اس قرآن کے چار حصے تھے۔ ایک چوتھائی میں اہلبیت کے فضائل۔ اور دوسری چوتھائی میں ان کے دشمنوں کے مصائب بیان کئے گئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

ادھر ناظرین قرآن کریم کو کھول کر دیکھیں۔ کہ الفاظ خط کشیدہ آیت میں پائے جاتے ہیں یا یہ ایزادہ بعدہ ہے۔ اور کہ قرآن موجود میں ستر قریش کے نام ہیں یا نہ اور اہلبیت کے فضائل اور ان کے دشمنوں کے معائب پائے جاتے ہیں یا نہ۔ جب ایسا نہیں ہے۔ تو اس میں کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے۔ کہ شیعہ صریح تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ اور قرآن موجود پر ان کا ایمان نہیں ہے۔

جواب شیعہ

ان تمام احادیث اور روایات کو سن کر علمائے شیعہ مبہوت ہو جاتے ہیں۔ اور ان سے کچھ جواب بن نہیں پڑتا۔ کیونکہ روایات اصول کافی جیسی مستند کتاب کی ہیں۔ جو شیعہ کے صحاح اربعہ میں سے حدیث کی کتاب سمجھی جاتی ہے۔ جس کے ماخذ پہلی حروف سے لکھا ہوا ہے۔ قال امام العصر حجۃ اللّٰہ المنتظر

بقیہ حاشیہ ص۲۶ کہ ثلث قرآن در فضائل ایشاں (اہلبیت) است ثلثے در مثالب دشمنان ایشاں در ربعے از دیار وارد شدہ۔ حاشیہ صفحہ ہذا۔ ۱؎ مولوی سید الفتح حسین شیعی سکاپوری نے اس قرآن جمع کردہ علیؓ کی طباعت کا بھی ذکر کر دیا۔ چنانچہ اپنا رسالہ صبح تبرا (مطبوعہ مطبع اثنا عشری واقعہ کوچہ فولاد خان دہلی) کے صفحہ ۶ پر یوں لکھا ہے۔ کیا سورۃ علی و ولایت سورۃ فاطمی بعض مطبوع و بعض قلمی قالی شیعوں کے گھر میں تھیں۔ کیا لکھنؤ میں حاجی حسن علی نے یہ سورتیں نہیں چھاپیں مگر ایک دو ہی سورتیں چھپنی پائی تھیں۔ کہ تنبیہ کی گئی۔ باقی غیر مطبوع رہیں۔"

علاوہ ازیں تفسیر صافی میں تو بالکل تصریح کر دی گئی ہے۔ کہ یہ قرآن جو ہمارے پاس موجود ہے۔ نامکمل اور ناقص ہے۔ عبارت یوں ہے۔ اَلْمُسْتَفَادُ مِنْ مَّجْمُوْعِ ھٰذِہِ الْاَخْبَارِ وَغَیْرِھَا مِنَ الرِّوَایَاتِ مِنْ طَرِیْقِ اَھْلِ الْبَیْتِ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ اَنَّ الْقُرْاٰنَ الَّذِیْ بَیْنَ اَظْھُرِنَا لَیْسَ بِتَمَامِہٖ کَمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ بَلْ مِنْہُ مَا ھُوَ خِلَافُ مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ وَمِنْہُ مَا ھُوَ مُغَیَّرٌ مُحَرَّفٌ وَاَنَّہٗ قَدْ حُذِفَ عَنْہُ اَشْیَاءُ کَثِیْرَۃٌ مِّنْھَا اسْمُ عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ (باقی ص۲۸ پر)

عَلَيْهِ السَّلَامُ اللهِ الْمَلِكِ الْأَكْبَرِ فِي حَقِّهٖ هٰذَا كَافٍ لِشِيْعَتِنَا۔ ترجمہ:۔ امام الزمان حجۃ اللہ امام منتظر مہدی علیہ السلام نے اس کتاب کے حق میں فرمایا۔ کہ یہ کتاب ہمارے شیعہ کے لئے کافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسکا نام بھی کافی پڑ گیا ہے۔ پھر احادیث جو اس کتاب میں ہیں کچھ ایسی ویسی نہیں۔ بلکہ امام محمد باقر یا امام جعفر صادق سے مروی ہیں۔ اس لئے شیعہ کو اس کے ماننے سے چارہ نہیں۔ لیکن بحث کی خاطر تقیۃً کہدیا کرتے ہیں۔ کہ ہمارا ایمان اسی قرآن پر ہے۔ ہم اس کو صدق دل سے مانتے ہیں۔ اور اس پر حلفیں اٹھانے پر بھی آمادہ ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ شیعہ مذہب میں جیسا کہ آگے مفصل ذکر ہوگا۔ تقیہ کرنا (جھوٹ بولنا) ثواب عظیم ہے۔ چنانچہ استدلال میں وہ شیخ صدوق کی کتاب العقائد پیش کر دیا کرتے ہیں۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ ہم اسی قرآن کو مکمل سمجھتے ہیں۔ اس حالت میں ناواقف اہل السنۃ مسلمان دھوکہ میں آجاتے ہیں۔ سو واضح ہو کہ اس بارہ میں متقدمین علماء شیعہ کا اختلاف ہے ان کے بڑے ثقہ ائمہ حدیث و تفسیر تو اس قرآن کے ناقص، غلط، غیر صحیح الترتیب ہونے کے قائل ہیں۔ جن میں سے ذیل میں چند اکابر علماء شیعہ کے نام لکھے جاتے ہیں۔ (۱) ثقۃ الاسلام ابو یعقوب محمد بن اسحاق الکلینی مصنف اصول و فروع کافی (۲) شیخ جلیل علی بن ابراہیم قمی الکلینی (۳) شیخ احمد بن ابی طالب الطبرسی (۴) علامہ نوری مصنف فصل الخطاب (۵) شیخ مفید (۶) محقق داماد (۷) علامہ مجلسی لیکن بعض اس خیال سے کہ یہ عقیدہ لیکر مسلمانوں کی صف میں شامل ہونا مشکل ہے۔ تحریف کے منکر ہوئے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ قرآن کامل اور صحیح یہی ہے۔ جو بین الدفتین موجود ہے۔ ان کے اسماء حسب ذیل ہیں۔

(۱) شیخ صدوق مصنف کتاب العقائد متوفی ۳۸۱ھ (۲) سید مرتضیٰ علم الہدیٰ متوفی ۴۳۶ھ (۳) ابو جعفر طوسی مصنف تبیان متوفی ۴۶۰ھ (۴) شیخ ابو علی طبرسی مصنف تفسیر مجمع البیان متوفی ۵۴۸ھ)

ہمارے معاصر شیعہ پہلے زمرہ سے متفق ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ دوسرے گروہ نے محض تقیۃً ایسا کہدیا ہے۔ کہ قرآن میں تحریف نہیں۔ ورنہ دل سے وہ بھی تحریف کے قائل ہیں۔ شیعہ کا یہ قول قرین قیاس بھی ہے کیونکہ منکران تحریف میں سے شیخ صدوق کے متعلق علامہ نوری اپنی کتاب فصل الخطاب مطبوعہ طہران ص۲۴ میں لکھتا ہے۔ اَلصَّدُوْقُ فِيْ عَقَائِدِهٖ مُرْسَلًا اَنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا جَآءَ بِهٖ فَقَالَ هٰذَا كِتَابُ رَبِّكُمْ كَمَا اُنْزِلَ عَلٰى نَبِيِّكُمْ لَمْ يَزِدْ فِيْهِ حَرْفٌ وَلَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ حَرْفٌ فَقَالُوْا لَا حَاجَةَ لَنَا فِيْهِ عِنْدَنَا مِثْلُ الَّذِيْ عِنْدَكَ فَانْصَرَفَ وَهُوَ يَقُوْلُ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ۔

ترجمہ:۔ شیخ صدوق نے اپنی کتاب عقائد میں مرسلاً روایت کی ہے کہ جناب امیر علیہ السلام قرآن جمع کر کے لائے اور کہا یہ قرآن ہے جیسا کہ تمہارے نبی پر نازل ہوا۔ اس سے ایک حرف زیادہ یا ایک حرف کم نہیں ہے۔ ان

(بقیہ ص۲۷) فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْمَوَاضِعِ وَمِنْهَا غَيْرُ ذٰلِكَ وَاَنَّهٗ لَيْسَ اَيْضًا عَلَى التَّرْتِيْبِ الْمَرْضِيِّ عِنْدَ اللهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖ وَبِهٖ قَالَ عَلِيُّ ابْنُ اِبْرَاهِيْمَ

ص تفسیر صافی ص۱۴)

لوگوں نے کہا۔ کہ ہمیں اس کی حاجت نہیں ہے۔ ایسا ہی قرآن ہمارے پاس موجود ہے۔ پھر جناب امیر واپس چلے گئے۔ یہ پڑھتے ہوئے فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ۔ تو جب شیخ صدوق کو بھی اس سے اتفاق ہے۔ کہ اصلی قرآن وہ تھا۔ جو حضرت علیؓ نے جمع کر کے لوگوں کے پیش کیا تھا۔ اور انہوں نے نہ مانا۔ تو جناب خفا ہو کر چل دیئے۔ تو پھر شیخ صدوق دل سے اس قرآن کو حضرت علی کا جمع کیا ہوا نہیں ہے کس طرح کامل و مکمل مان سکتے ہیں؟ تاہم ظاہرداری کے لحاظ سے جو انہوں نے ایسا لکھدیا ہے۔ اس کا جواب دیا جانا بھی ضروری ہے۔

سو واضح ہو کہ ان دونوں فریق (قائلین تحریف و منکرین تحریف) سے اس کا قول قابل قبول ہوگا جس کی تائید میں احادیث مرویہ ائمہ اہلبیت پائی جائیں۔ سو پہلے فریق قائلان تحریف نے اپنے دلائل میں بہت سی احادیث مرویہ ائمہ اہلبیت پیش کی ہیں۔ جیسا کہ اوپر بحث ہو چکی ہے۔ مگر دوسرے فریق کا صرف اپنا ہی قول ہے۔ کوئی حدیث دلیل میں وہ پیش نہیں کرتے پھر ان کا قول بلا دلیل کس طرح مانا جا سکتا ہے۔ البتہ پہلا فریق اپنے دعویٰ کے متعلق ایک دو نہیں۔ بلکہ بے تعداد حدیث پیش کرنے کا مدعی ہے۔ بلکہ علامہ نوری نے اپنی کتاب فصل الخطاب ص۲۲۷ میں یوں لکھا ہے۔ وَهِيَ كَثِيْرَةٌ جِدًّا حَتّٰى قَالَ السَّيِّدُ نِعْمَتُ اللهِ الْجَزَائِرِيُّ فِيْ بَعْضِ مُؤَلَّفَاتِهٖ كَمَا حُكِيَ عَنْهُ اَنَّ الْاَخْبَارَ الدَّالَّةَ عَلٰى ذٰلِكَ تَزِيْدُ عَلٰى اَلْفِ حَدِيْثٍ وَادَّعٰى اِسْتِفَاضَتَهَا جَمَاعَةٌ كَالْمُفِيْدِ وَالْمُحَقِّقِ الدَّامَادِ وَالْعَلَّامَةِ الْمَجْلِسِيِّ وَغَيْرِهِمْ بَلِ الشَّيْخُ اَيْضًا صَرَّحَ فِيْ دَبِسْتَانِ بِكَثْرَتِهَا بَلْ اِدَّعٰى تَوَاتُرَهَا جَمَاعَةٌ يَاْتِيْ ذِكْرُهُمْ

ترجمہ:۔ احادیث جو قرآن موجود کو محرف ٹھہراتی ہیں بہت زیادہ ہیں حتیٰ کہ سید نعمت اللہ جزائری نے اپنی بعض تصانیف میں ذکر کیا ہے۔ کہ احادیث دو ہزار سے بھی زیادہ ہیں۔ اور ان کے مستفیض ہونے کا ایک بڑی جماعت نے دعوے کیا ہے۔ جن میں سے شیخ مفید اور محقق داماد اور علامہ مجلسی وغیرہ ہیں بلکہ شیخ نے دبستان میں ان کی کثرت کی تصریح کی ہے۔ بلکہ ایک جماعت نے جن کا ذکر آگے آئیگا۔ ایسی احادیث کے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔)

تو اب ایک طرف تو ایک ایسی جماعت ہو جو اس بارہ میں دو ہزار سے بھی زائد احادیث پھر متواتر ہونیکا ثبوت پیش کریں۔ اور دوسری طرف معدودے چند اشخاص ہوں جن کے دعویٰ کی تائید میں ایک حدیث بھی نہ ہو ناظرین خیال کر سکتے ہیں۔ کہ شیعہ مذہب کے صحیح ترجمان ان میں سے کون ہیں؟ لامحالہ کہنا پڑے گا۔ کہ شیعہ مذہب کے صحیح ترجمان پہلی جماعت کے آدمی ہیں۔ اور دوسرے گروہ کے لوگ صرف تقیہ کی آڑ میں لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ پس سنی مناظر کو چاہیئے کہ اگر کوئی شیعہ اصول کافی وغیرہ کتب احادیث کی مستند احادیث (جن سے ثابت ہوتا ہے کہ شیعہ اس قرآن کو نہیں مانتے) کے مقابلہ میں شیخ صدوق وغیرہ کی کتاب

پیش کرتے تو اس کو چیلنج دینا چاہیئے۔ کہ اگر یہ احادیث نہیں مانتے۔ تو اس کے جواب میں اسی پایہ کی احادیث مرویہ ائمہ اہل بیت پیش کرو۔ ورنہ تسلیم کرلو کہ تمہارا ایمان اس قرآن پر نہیں ہے۔ نہ ہو سکتا ہے۔

عقلی دلیل

نقلی دلائل مذکورہ بالا کے علاوہ عقلی دلیل اس امر کی کہ شیعہ مذہب اور ان کے عقائد کے رو سے اس قرآن پر ان کا ایمان ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔ یہ ہے کہ شیعہ مانتے ہیں کہ یہ قرآن جمع کردہ علی نہیں ہے یہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ یہ قرآن حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے اہتمام سے جمع اور مرتب ہوا ہے۔ شیعہ ان ہر دو اصحاب کو مسلمان نہیں بلکہ (معاذ اللہ) کافر و منافق سمجھتے ہیں۔ پھر کس طرح ممکن ہے۔ کہ ایک غیر مسلم شخص جس کو خدا اور رسول پر ایمان نہیں ہے۔ اور بقول شیعہ ان کو رسولؐ سے اس قدر دشمنی تھی۔ کہ ان کا جنازہ تک پڑھا، انکے چچازاد بھائی۔ داماد اور وصی سے خلافت غصب کرلی۔ رسول کی بیٹی خاتون جنت کا ورثہ (فدک) دبالیا۔ انکی سخت بے حرمتی کی گئی۔ بلکہ (معاذ اللہ) ان کے پیٹ پر لات مار کر حمل گرا دیا۔ وصی رسول علی کے گلے میں رسی ڈال کر گھسیٹ کر لے گئے۔ اور بیعت ابوبکر پر مجبور کیا۔ (یہ سب کچھ شیعہ کی مستند کتب میں درج ہے) پھر یہ لوگ جمع و ترتیب قرآن کے وقت ایسے متدین بن جائیں۔ کہ اس میں ایک حرف بھی کمی بیشی نہ کریں۔ جب ان کو معلوم ہو کہ حضرت علیؓ ان کے دباؤ میں ایسے سہم گئے ہیں۔ کہ ان کی زوجہ محترمہ کی اسقدر بے ادبی ہوتی ہے۔ انکو گھسیٹ کر لے جایا جاتا ہے۔ مگر مارے خوف کے وہ لب کشائی نہیں کرتے اور دوسرے لوگ سب انکے زیر نگیں ہو گئے ہیں۔ کوئی ان کے مزاحم نہیں ہو سکتا۔ تو وہ قرآن کی آیات حسب منشا خود جنہیں انکی توصیف اور مخالفین کی ہتک ہو، گھڑ کر داخل کردیں۔ یا بہت سا حصہ قرآن کا جو ان کی منشا کے مخالف ہو بیچ میں سے نکال ڈالیں اور یہ ظاہر ہے کہ جس دستاویز میں ایک لفظ میں بھی جعلسازی کر کے تغیر و تبدل کر دیا جائے وہ دستاویز ساری کی ساری مشکوک اور ردی ہو جاتی ہے۔ نیز جس دستاویز کا کاتب ثقہ قابل اعتبار نہ ہو وہ یقیناً پایہ اعتبار سے گر جاتی ہے۔ پھر جب تک یہ نہ تسلیم نہ کرلیا جائے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ اکمل الایمان خائف من اللہ اپنے نبی کے سچے عاشق آپکے اہلبیت کے محب صادق اور قرآن پاک پر جان نثار تھے۔ اور ناممکن تھا کہ وہ قرآن پاک میں حرف تو حرف زیر و زبر یا شد و مد کا بھی تغیر و تبدل ہونے دیں۔ تب تک قرآن کے کامل مکمل

ؔ حملہ حیدری میں ہے۔ بدست عمرؓ بود یک ریسماں ✧ دوم در کف خالد پہلواں
فگندند در گردن شیر نر ✧ کشیدند اورا بہ بو بکرؓ

ہونے پر یقین نہیں کیا جاسکتا چونکہ شیعہ بعض اصحاب ثلثہؓ میں اسقدر غلو کر گئے۔ کہ انکو بدنام کرنے کیلئے اسد اللہ الغالب (حضرت علی) اور جگر گوشہ رسول (فاطمۃ الزہرا) کی سخت توہین و ہتک کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے اسی عداوت کیوجہ سے وہ قرآن کے بھی منکر ہیں کہ سترہ گز طویل صحیفہ قرآن سے سہ چند بڑا مصحف فاطمہؑ ۱۷ ہزار آیت کی دور از عقل و قیاس روایات گھڑ کر سادہ لوح شیعوں کو بہکانے پر مجبور ہو گئے ہیں شیعہ حضرات خود تو قرآن سے منکر ہوئے ہی ہیں جب اس بحث میں پڑ کر وہ شرمندہ ہوتے ہیں تو کج بحثی کی راہ اختیار کر کے الٹے اہل سنت کو الزام دینے لگ جاتے ہیں کہ سنی بھی تحریف قرآن کے قائل ہیں۔

الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے

یہ عجیب الزام ہے۔ جو شیعہ جواب سے عاجز ہو کر کمال ڈھٹائی سے کہنے لگ جاتے ہیں۔ کہ تم لوگ بھی تحریف قرآن کے قائل ہو۔ بھلا یہ کیوں کر ہو سکتا ہے۔ کہ سنی لوگ جو صدیقؓ و فاروقؓ ذوالنورینؓ کو اپنے پیشوا بخوم الاہتداء مانتے ہیں۔ یہ کہنے کی جرأت کریں کہ انہوں نے قرآن میں تحریف کردی ہے کلا و حاشا کسی سنی کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں ہے کہ ہمارا اس قرآن پر ایمان نہیں ہے۔ ہم کسی دوسرے قرآن کے منتظر ہیں۔ نہ ہمارا عقیدہ ہے۔ کہ قرآن کو امام مہدی علیہ السلام غار سر من رأی میں چھپائے ہوئے ہیں۔ یہ عقیدہ شیعہ کو مبارک ہو ہم ڈنکے کی چوٹ سے کہتے ہیں۔ کہ کوئی اس بات کا قائل نہیں ہے۔ کہ قرآن موجودہ میں کوئی کسی قسم کی تحریف ہوئی ہو۔

شیعہ کہتے ہیں۔ در منثور یا اتقان میں ایسی روایات ہیں کہ فلاں سورۃ اتنی آیت کی تھی۔ اب اتنی ہے یا فلاں آیت یوں تھی۔ اب یوں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارا ایمان در منثور پر نہیں ہے۔ نہ ہم امام سیوطی کے مقلد ہیں محققین نے جیسا کہ مقدمہ تفسیر حقانی میں مندرج ہے۔ ان تفاسیر کو نویں طبقہ میں شمار کیا ہے جو نویں صدی کے بعد تصنیف ہوئیں۔ ان میں رطب یابس صحیح و سقیم ہر قسم کی روایات پائی جاتی ہیں۔

علاوہ ازیں اتقان یا در منثور میں ہرگز کہیں نہیں لکھا ہوا کہ قرآن میں کوئی تحریف کی گئی ہے۔ بلکہ انہوں نے نسخ کا بیان کرتے ہوئے آیات منسوخہ کے اقسام لکھے ہیں جن میں سے ایک قسم آیات منسوخ التلاوت کی ہے جو پہلے نازل تو ہوئیں لیکن بعد میں منسوخ التلاوۃ ہو گئیں اور یہ واقعہ عہد نبوی کا ہے۔ نہ بعد کا۔ غرض اس مسئلہ کی مفصل بحث مولانا مولوی عبد الشکور صاحب نے اپنے رسالہ النجم میں اور مولوی نور بخش صاحب ایم اے توکلی نے تحفۃ الشیعہ میں کردی ہے۔ اس لئے اس موقعہ پر اس بحث کو ہم دوبارہ نہیں چھیڑنا چاہتے۔ ہاں شیعہ کو تحدی سے کہتے ہیں۔ کہ آپ یہ ثابت کردیں۔ کہ کوئی سنی ثقہ عالم محدث یا مفسر تحریف قرآن کا قائل ہے

تو ہم آپ کو ایک ہزار روپیہ انعام دینے کو تیار ہیں۔ مگر خوب سمجھ رکھیں۔ کہ نسخ اور چیز ہے۔ اور تحریف اور ہے۔ شیعہ اگر اس دعویٰ میں سچے ہیں۔ تو سامنے آئیں۔ ایک ہزار روپیہ کی بازی جیتیں۔ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ؎

جناب من! جلال الدین سیوطی مصنف درمنثور و اتقان نے اپنا عقیدہ دربارہ ترتیب آیات عبارت ذیل میں واضح کر دیا ہے۔ اَلْاِجْمَاعُ وَالنُّصُوْصُ الْمُتَرَادِفَةُ عَلٰى اَنَّ تَرْتِيْبَ الْاٰيَاتِ فِيْ سُوَرِهَا بِتَوْقِيْفِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمْرِهٖ مِنْ غَيْرِ خِلَافٍ فِيْ هٰذَا بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ (اتقان) (ترجمہ)۔ نصوص متواترہ اور اجماع سے یہ بات ثابت ہے۔ کہ آیات کی ترتیب سورتوں میں جو ہے آنحضرت صلعم کے حکم سے ہوئی۔ اس میں کسی مسلمان کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ مصنف اتقان نے اس دعوے کے اثبات میں بخاری، مسلم، سنن اربعہ کی احادیث صحیحہ نقل کر کے ثابت کیا ہے۔ کہ بلاشبہ ترتیب خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوئی۔

اسی طرح امام بغوی شرح السنہ میں لکھتے ہیں۔ اَلصَّحَابَةُ جَمَعُوْا بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ الْقُرْاٰنَ الَّذِيْ اَنْزَلَهُ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ زَادُوْا اَوْ نَقَصُوْا مِنْهُ شَيْئًا فَكَتَبُوْهُ كَمَا سَمِعُوْهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ اَنْ قَدَّمُوْا شَيْئًا اَوْ اَخَّرُوْا وَلَمْ يَضَعُوْا لَهٗ تَرْتِيْبًا وَلَمْ يَاْخُذُوْهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ یعنی صحابہؓ نے قرآن کو اسی طرح رکھا۔ جیسا کہ رسول خدا پر نازل ہوا تھا۔ بغیر اسکے کہ اس میں کمی بیشی کی گئی ہو۔ پس جس طرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ اسی طرح رکھا۔ بغیر اس کے کہ اس میں کچھ تقدیم و تاخیر کی ہو۔ یا اس کو کسی دوسری ترتیب سے مرتب کیا ہو جس کو حضور علیہ السلام سے انہوں نے حاصل نہ کیا تھا۔

اب مولٰنا جلال الدین سیوطی اور دیگر مفسرین کی تصریح ہوتے ہوئے جو شخص کہے کہ یہ لوگ تحریف کے قائل تھے۔ وہ "چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد" کا مصداق بنتا ہے۔

ہاں صاحب! تحریف قرآن کے قائل وہ لوگ ہیں جو حسب ذیل عقائد رکھتے ہیں۔ یہاں ان کی مستند کتابوں میں احادیث مرویہ ائمہ اہلبیت اس مضمون کی پائی جاتی ہیں۔

(۱) اصلی قرآن جو جبرئیل نے رسول خدا پر نازل کیا۔ ۱۷ ہزار آیت کا تھا۔ (۲) اصلی قرآن وہ تھا۔ جو حضرت علیؓ نے

؎ یہاں پر علمائے شیعہ مبہوت ہو کر یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس حدیث میں آیت سے مراد جملہ ہے۔ حالانکہ یہ بات کی نہیں ہے۔ کیونکہ اصول کافی کے شارح ملا خلیل قزوینی اس حدیث کی شرح میں آیت سے مراد آیت متعارف ہی رہے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں مراد این است کہ بسیارے از آں قرآن ساقط

(باقی صفحہ ۲۳ پر)

جمع کر کے صحابہ کو دکھایا۔ انہوں نے قبول نہ کیا۔ (۳) اصلی قرآن وہ ہے جس میں آیات اسی طرح درج ہیں۔ جو گذشتہ صفحات میں درج کی گئی ہیں۔ (۴) اصلی قرآن حضرت امام مہدی علیہ السلام کے پاس ہے۔ جب آئیں گے تو شیعہ کو دکھائیں گے۔ شیعہ کا ایک حاشیہ شکر گزر لیا ہے۔ (۵) ایک اور قرآن مصحف فاطمہ اس قرآن سے سہ چند بڑا ہے۔ اور اس میں اس قرآن کا ایک حرف پایا نہیں جاتا۔ (۶) ایک اور قرآن چمڑے کا بڑا تھیلا ہے جس میں اولین اور آخرین کے علوم بھرے ہیں۔ ان سب کے حوالجات پہلے مذکور ہو چکے ہیں۔

اب انصاف تو یہ ہے کہ اسی ترتیب سے ہماری کتب صحاح ستہ سے ہمارے اس طرح کے عقائد یا کوئی ایک عقیدہ بھی احادیث صحیحہ سے ثابت کیا جائے۔ اور ایک ہزار انعام لیا جائے۔ کیا کوئی ہے جو خم ٹھونک کر میدان میں نکلے۔ میں تو کہونگا کہ ؎

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

دوسری دلیل شیعہ کا حافظ قرآن نہ ہونا

علاوہ ازیں عقیدہ کی پڑتال کے لئے ہر شخص کا قول و فعل دیکھا جاتا ہے۔ اگر عمل قول کے مطابق نہ پایا جائے۔ تو یہی سمجھا جاتا ہے کہ یہ شخص دل سے اس امر کا معتقد نہیں ہے۔ سو اسی بارہ میں فریقین کا حال دیکھنا چاہئے۔ کہ دونوں میں سے کس فریق کو عملی طریق سے قرآن سے انس و محبت ہے۔ سو ظاہر ہے کہ سنی قرآن کو جزو جان سمجھتے ہیں۔ حفظ قرآن کو ورثہ میں ملا ہوا ہے۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں حفاظ قرآن سنیوں میں ملیں گے۔ لیکن بمقابلہ اس کے چراغ لیکر ڈھونڈو اور ہند و پنجاب کی خاک چھان مارو تو ایک حافظ بھی شیعہ سے ملنا دشوار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت کی طرف سے انعامی اشتہارات چھپتے رہتے ہیں۔ لیکن شیعہ کوئی ایک حافظ قرآن بھی پیش کرنے سے عاری ہیں۔

مدت سے ہمارے دوست حاجی غلام حسین صاحب تلگنگی نے ایک انعامی اشتہار شائع کر کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲) شدہ در مصاحف مشہورہ نیست زیرا کہ مجموع قرآنی کہ در مصاحف مشہور است عدد آیاتش نزد قراء اہل کوفہ چنانچہ موافق نقل صاحب مجمع البیان است۔ عدد آیات ہر سورۃ را او ماطل آں سورۃ شش ہزار و دویست و سی و شش آیت است و بالجملہ اگر مذہب دیگراں را اعتبار کنیم اندکے بیشتر یا کمتر میشود و بر ہر تقدیر بہ ہفدہ ہزار نمی رسد۔ و اگر مراد اعلم این بود کہ عدد آیات تمام قرآن کہ در مصاحف مشہورہ است در قرأت جبرئیل علیہ السلام ہفدہ ہزار است میگفت اِنَّ عَدَدَ الْاٰيَاتِ الَّتِيْ جَاءَ بِهَا جِبْرِئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ و آنحضرت احادیث صحاح در طریق خاصہ و در طریق عامہ (باقی صفحہ ۲۲ پر)

شیعان پنجاب کو چیلنج دے رکھا ہے۔ لیکن اس کا جواب اب تک شیعہ حضرات کی طرف سے بجز گالی گلوچ کے کچھ نہیں ملا۔ ثبوت کیلئے ہفت روزہ نجف سیالکوٹ کے پرچے دیکھو۔ کوئی پرچہ ایسا نہیں ملے گا جس میں حاجی صاحب کو مغلظ گالیاں دے کر اپنے عجز کا ثبوت نہ دیا ہو۔ سچ ہے۔ اِذَا يَئِسَ الْإِنْسَانُ طَالَ لِسَانُهٗ كَسِنَّوْرٍ مَغْلُوْبٍ يَصُوْلُ عَلَى الْكَلْبِ ۔ ترجمہ: جب آدمی مقابلہ سے عاجز آجاتا ہے۔ تو گالی گلوچ پر اتر آتا ہے جیسا کہ مغلوب بلی کھسیانی ہو کر کتے کے منہ پر آنے لگ جاتی ہے۔

لطیفہ

تھوڑا عرصہ ہوا ہے۔ کہ چکوال میں شیعہ سنی کے بالمقابل جلسے ہوتے تھے۔ اس جلسہ میں ایک مولوی کفائت حسین پشاور سے تشریف لائے تھے جن کے نام کے ساتھ حافظ کی دم لگی ہوئی تھی۔ خاکسار نے اپنے وعظ کے دوران میں ہزاروں کے مجمع میں چیلنج دیا۔ کہ اگر مولوی کفائت حسین حافظ قرآن ہے۔ تو کل ہمارے حافظ کے مقابلہ میں سر اجلاس مجمع عام میں پانچ پارہ قرآن شریف صحت کے ساتھ سنا دے تو سو روپیہ انعام دیا جائیگا۔ یہ اعلان سنکر شیعہ پارٹی میں گھبراہٹ پیدا ہو گئی۔ خط و کتابت ہونے لگی۔ آخر شیعوں نے دو ماہ کی مہلت مانگی۔ ہم نے کہا یہ مہلت بھی منظور ہے لیکن اس صورت میں آپ کو پانچ حافظ پیش کرنے ہوں گے۔ اور ہم ان کے مقابلہ میں پچاس حافظ پیش کریں گے۔ شیعہ جھنجھلا کر بولے۔ ہم ایک بھی بمشکل پیدا کر سکتے ہیں۔ پانچ حافظ کہاں سے لائیں۔ ہم نے کہا آپ سچ تو کہہ رہے ہیں۔ اس لئے آپ پانچ حافظ ضرور پیش کریں۔ یہ سنکر متحیر ہو گئے۔ اور ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ ہمارے ایک ہم وطن شیعہ سید حیدر شاہ صاحب چوہان کہنے لگے۔ نہیں میں موجود ہوں۔ اس لئے ایک ہی حافظ کی شرط رہنی چاہیئے آخر ایک کی شرط بھی منظور کی گئی۔ لیکن میعاد گذر گئی۔ نہ کوئی حافظ آیا۔ نہ شیعہ بیچارے میدان میں نکلے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳) کہ دال است بر اسقاط بسیارے از قرآن و کثرت بحدے رسیدہ کہ تکذیب جمیع آنہا جرأت است وحکایت احراق عثمانؓ مصحف ابی بن کعب و مصحف عبد اللہ بن مسعود را مشہور است۔ و با وجود این ہا در وجوہ اختلاف قرأت کہ مذکور شد در حدیث دوازدہم و سیزدہم این باب دعوی اینکہ قرآن ہمین است کہ در مصاحف مشہورہ است خالی از اشکال نیست و استدلال برین باہتمام اصحاب و اہل اسلام بضبط قرآن بغایت رکیک است بعد اطلاع بر عمل ابی بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ الخ۔ (صافی شرح اصول کافی جزو ششم کتاب فضل القرآن صفحہ ۷۵) مندرجہ بالا عبارت میں شارح اصول کافی علامہ خلیل قزوینی شیعی نے عدم حفاظت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن موجود ناقص ہے۔ اور اصلی قرآن منزل میں سے بہت حصہ انسانی ہاتھوں سے ساقط کیا گیا ہے کیا ان تصریحات کے بعد بھی شیعوں کا مسلم عقیدہ تحریف فی القرآن تاویلات فاسدہ کے پردوں میں چھپایا جا سکتا ہے۔ ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ (راقم مظہر حسین غفرلہ)

تھوڑا عرصہ ہوا ہے۔ کہ فدا حسین شیعی ساکن جوہان گنج البحر تحصیل چکوال ضلع جہلم نے ایک سنی صوبیدار سے معاہدہ کر کے یہ قرارداد کی۔ کہ فلاں تاریخ کو ہر دو فریق اپنے اپنے حافظ جوہا گنج البحر میں لائیں۔ اہلسنت کی طرف سے لاتعداد حافظ قاری آگئے۔ لیکن شیعہ کی طرف سے صرف ایک دو بناوٹی حافظ لائے گئے۔ اہل سنت حفاظ دن بھر میدان میں للکارتے رہے لیکن بناوٹی شیعہ حفاظ کو میدان میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ فدا حسین چالاک آدمی تھا۔ "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" صوبیدار پر پانچسو روپیہ ہرجانہ کا دعوٰے کر دیا۔ مقدمہ بڑے معرکے کا ہوا۔ شیعوں نے اس پر کثیر خرچ کی۔ لکھنؤ تک سے گواہ لائے گئے۔ نتیجہ اہل سنت کے حق میں ہوا شیعہ مدعی کا دعوٰی خارج ہو گیا۔ اس مقدمہ میں ملا کفائت حسین کو بطور گواہ پیش کیا گیا۔ اس کو قرآن سے ایک رکوع پڑھنے کیلئے کہا گیا صرف آدھ رکوع میں بیس غلطیاں کیں۔ حافظیت کا پردہ چاک ہو گیا۔ کفائت حسین معہ جماعت شیعہ سخت شرمسار ہو کر کچہری سے نکلے یہ خبر اسلامی اخبارات میں شائع ہو چکی ہے۔

یہ ٹھیک (امر واقعہ) ہے کہ شیعہ حافظ قرآن نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب تک کسی چیز سے محبت نہ ہو وہ دل میں گھر نہیں کر سکتی چونکہ شیعہ کا قرآن موجودہ پر ایمان نہیں ہے۔ اور وہ اس سے دل سے متنفر ہیں۔ اس لئے ان کا حافظ ہونا محال ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ ؎

رکھے گا بغض صحابہ سے جو کوئی انساں ہمارا دعوٰی ہے ہو گا نہ حافظ قرآں

حجۃ الاسلام قطب العالم قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند قدس سرہٗ اپنی کتاب مستطاب ہدیۃ الشیعہ میں شیعہ کے حافظ قرآن نہ ہونے کے اسباب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں "وجہ اس یاد نہ ہونے کی حالانکہ مقتضا ذہن اہل سنت یہ تھا کہ کلام اللہ جمہور شیعی تفسیر کبیر یاد کر لیتے یہی بات ہے کہ جیسا تلاوت کا حق ہوتا ہے۔ انکو میسر نہیں آتا۔ اور باعث اس کا واللہ اعلم یا تو یہ ہے کہ طبائع انسانی اور حیوانی باعتبار غذا کے جیسے مختلف ہیں کہ کسی کو میٹھا بھاتا ہے کسی کو نمکین کسی کو ایک چیز کی طرف رغبت ہوتی ہے کسی کو نفرت انگریزوں کو حلوہ نفیس سے تنفر اور مچھلی کے اچار سے جسے سونگھ بھی لیجئے تو دماغ چھوڑ جان کی خیر نہیں رغبت یا پاخانہ کے کیڑے گندگی میں خرم و شاد و عیش و آرام سے رہیں۔ اور خوشبو سونگھیں تو مر جائیں۔ ایسے ہی باعتبار امور دینی کے جو غذا ارواح ہیں۔ ارواح بنی آدم مختلف ہیں۔ کسی کو رغبت ہے کسی کو نفرت کسی کو لذت آتی ہے کسی کی جان نکل جاتی ہے۔ سو حضرات شیعہ کو بھی کلام اللہ محبت کرتے موت نظر آتی ہے۔ اور یا یہ ہے کہ جو شاگرد استاد کی خدمت میں گستاخ ہوتا ہے۔ عادت الٰہی یوں جاری ہے۔ کہ علم سے بہرہ ور نہیں ہوتا۔ وجہ اس کی شاید یہ ہو کہ شکر پر وعدہ مزید نعمت ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ یعنی اگر شکر کرو گے تو البتہ ہم اور زیادہ دینگے۔ تو اس صورت میں بشہادت عقل کفران پر زوال نعمت متفرع ہوا چاہیئے۔ اور حدیث میں ہے مَنْ لَمْ يَشْكُرِ

لاریب حفظ قرآن کی نعمت فرقہ حقہ اہل السنت والجماعت کو ہی نصیب ہے چونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ اس لئے پاکیزہ عقائد کے مسلمان جو رسول اور رسول کے اصحاب و ازواج واہلبیت سے سچی عقیدت رکھتے ہیں۔ وہی اس پاک کلام الٰہی کے حافظ ہو سکتے ہیں۔ اور یہی فرقہ بشہادت مومن کامل ہے۔ اَلَّذِيْنَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ۝ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۝ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ ترجمہ:۔ جو لوگ قرآن کی تلاوت کا پورا حق ادا کرتے ہیں وہی مومن بالقرآن ہیں اور جو لوگ اس سے منکر ہیں وہ خائب وخاسر ہیں)

ہر چند شیعہ کوشش بھی کرتے ہیں۔ کہ کوئی حافظ قرآن ہم بھی پیدا کریں۔ لیکن ؎

این سعادت بزور بازو نیست — تانہ بخشد خدائے بخشندہ

وہ اس نعمت سے محروم ہیں۔ اور رہیں گے۔

اب شیعہ کے عدم ایمان بالقرآن کی بحث ختم ہو چکی۔ اور خدا کے فضل سے براہین قاہرہ نقلی وعقلی سے ہم نے اپنے دعویٰ کو ثابت کر دیا ہے جس کا جواب شیعہ قیامت تک نہیں دے سکتے۔ اب میں ایک معرکۃ الآراء مسئلہ فضائل اصحاب ثلاثہؓ کو شروع کرتا ہوں پہلے قرآنی دلائل پیش کی جائیں گی۔ اور من بعد شیعہ کی مستند کتب سے استدلال کیا جائے گا۔

فضائل اصحاب ثلاثہؓ کا ثبوت قرآن کریم سے

یوں تو قرآن کریم اول سے آخر تک فضائل مہاجرین وانصار (جن میں سے اصحاب ثلاثہؓ کا نمبر اول ہے۔) سے بھرا ہوا ہے۔ اور اصحاب کبار کے فضائل ومناقب کا ایسی صراحت ووضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ کسی موافق ومخالف کو انکار کی گنجائش نہیں۔ تاہم ہم مختصر طور پر ایسی آیات پیش کریں گے جن سے اصحاب ثلاثہؓ کے فضائل روز روشن کی طرح واضح ہیں۔

لفوائدیہ ص۲۵ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ (یعنی جو کوئی آدمیوں کا شکریہ نہ کریگا وہ اللہ کا بھی شکر نہ کرے گا) اور ظاہر ہے کہ ہر چند منعم حقیقی خداوند کریم ہے پر دولت علم بواسطۂ استاد ہی حاصل ہوتی ہے۔ اور نعمت عظمیٰ کلام اللہ کے استاد حضرات صحابہؓ ہیں جن میں سے اول اور ثالث کو توجہ تالیف مصحف مجازی کہئے تو بجا ہے۔ پھر ان گستاخوں کو یہ نعمت عظمیٰ عطا ہو تو کیونکر ہو الخ (اعفر مظہر حسین غفرلہ)

(۱) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (پارہ ۱۰، سورۃ انفال۔ رکوع ۵)

ترجمہ:۔ جو لوگ ایمان لائے اور خدا کی راہ میں ہجرت کی اور جہاد کیا اور جنہوں نے مسلمان مہاجرین کو پناہ دی اور ان کی مدد کی وہ لوگ بالتحقیق مومن ہیں۔ ان کے لئے مغفرت اور اعلیٰ نصیب بہشت ہے۔

اس آیت میں حق تعالیٰ نے بڑی صفائی سے کھلے الفاظ میں اصحاب ثلاثہؓ کے ایمان حقیقی اور داد کے بخشا جانے اور جنتی ہونے کی تصدیق فرمائی ہے۔ اصحاب ثلاثہؓ بے شک وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ کے پورے پورے مصداق ہیں۔ اور آنحضرت کے ساتھ ایمان لائے آپ کے ساتھ خدا کی راہ میں ہجرت کی کفار سے جہاد کئے پھر اولین مہاجرین ہونے کے باعث پچھلے مہاجرین کی امداد اور نصرت بھی کی۔ اللہ تعالیٰ نے صدق اور صاف کھلم کے باعث ان کے کمال ایمان مغفرت اور بہشتی ہونے کی شہادت دی ہے۔ پھر جو شیعہ ان کو معاذ اللہ منافق و کافر کہتے ہیں۔ وہ قرآن کو جھٹلاتے ہیں اور اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرتے ہیں۔ آیت میں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ کے بعد حقًا کی تاکید اور اس کے بعد لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ کا جملہ واقعی خلفاء ثلاثہؓ کے حقیقی کامل ومکمل ایمان کی بڑی زبردست شہادت الٰہی ہے۔ اگر کسی بدنصیب کے دل پر خَتَمَ اللّٰهُ کا قفل نہ لگ گیا ہو۔ تو پھر ایسی زبردست حقانی شہادت کے بعد ممکن نہیں کہ خلفاء ثلاثہ کے ایمان اور ان کے فضائل میں کچھ شک وشبہ کی گنجائش باقی رہ جائے۔

(۲) وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

(ترجمہ:۔ جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی ان کے مظلوم ہونے کے بعد ہم نے ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانا دیں گے اور قیامت کا اجر تو بہت بڑا ہے)

باری تعالیٰ نے اس آیت میں ان مہاجرین کاملین کی شناخت کا جنہوں نے محض خدا کی راہ میں سچی نیت سے ہجرت کی اور اتباع رسول میں اپنا وطن چھوڑا۔ ایک عجیب نشان بتا دیا ہے۔ وہ یہ ان کی قابل قدر سچی جانفشانی اور مخلصانہ خدمت کا معاوضہ ان کو دنیا میں بھی عطا ہو گا۔ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً یعنی دنیا میں انکو مستقل خلافت عطا ہو گی۔ اور قیامت میں تو ان کا رتبہ بہشت بہت ہی اعلیٰ ہو گا۔ اب ہم اس بین نشان سے سچے اور جھوٹے مقبول اور غیر مقبول گروہ کا پورا امتیاز کر سکتے ہیں۔ کہ جس گروہ کے حق میں یہ پیشگوئی اور وعدہ الٰہی پوری ہوئی۔ وہ خاص مقبول درگاہ ایزدی ہے۔ اب ہم شیعہ صاحبان سے پوچھتے ہیں؟ کہ یہ پیشگوئی اصحاب ثلاثہؓ کے حق میں پوری ہوئی یا نہ؟ ماننا پڑے گا۔ کہ پوری ہوئی۔ اور بڑی صفائی سے اس سے بہتر دنیا

میں اچھا ٹھکانہ کیا ہو سکتا ہے۔ کہ اصحاب ثلاثہ آنحضرت کی زندگی میں مقرب خاص اور مخصوص رہے۔ اور آپ
کے ارتحال کے بعد آپ کی مقدس اور مبارک مسند پر جاگزین ہوئے۔ خلافت رسول کی گدی کا اعزاز نصیب
ہوا۔ تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحاب نے ان کو بحیثیت خلیفہ مان کر اطاعت کی۔ اور بڑی عزت سے احکام
خداوندی کو نافذ فرماتے رہے۔ تمام اعدائے دین و مخالفین اسلام کو نیست و نابود کر کے کافۃ الانام کو اسلام
کا حلقہ بگوش بنایا۔ قیصر و کسریٰ کے تخت کے مالک ہو گئے۔ اور تمام جبابرہ زمانہ کی گردنیں ان کے سامنے جھک
گئیں۔ جس قدر فتوحات ملکی ان کو نصیب ہوئیں۔ ان کی شہادت اب تک تاریخ عالم میں موجود ہے۔ ....
لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً کا وعدہ الٰہی تو پورا ہو گیا۔ لَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ کا وعدہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ
آخرت میں پورا ہوگا۔ کیونکہ خدا کے پاک اور سچے وعدوں میں تخلف نہیں ہے۔ شیعہ بتائیں کہ کیا خدا کے اعزازی
وعدے منافقین اور مشکوک الایمان لوگوں کے حق میں پورے ہوا کرتے ہیں؟ یا اس کے سچے مخلصین عباد
صالحین ہی ان سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ انصاف! انصاف!۔

(۳) الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ط پ۔ سورہ حج ع ۳
ترجمہ: جو لوگ اپنے دیار سے ناحق نکال دیئے گئے صرف اس بات پر کہ کہتے تھے ہمارا رب ایک خدا ہے)
اس آیت میں بھی ان مہاجرین کی شناخت بتائی گئی ہے۔ کہ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ کے مصداق
وہی لوگ ہیں۔ جو صرف خدا کی توحید کا کلمہ پڑھنے پر اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ اصحاب
ثلاثہ کسی سرقہ یا ڈکیتی کے جرم پر اپنے وطن سے نکال دیئے گئے تھے۔ یا کسی اور بات پر اپنے دیار چھوڑ کر بھاگتے تھے۔
ہرگز نہیں صرف اسی دعویٰ رَبُّنَا اللَّهُ کے بدلے جو مخالفین اسلام کو ناگوار گذرتا تھا۔ گھروں سے بغیر کسی حق کے
نکالے گئے۔ ان لوگوں کے حق میں اس آیت کی ابتداء میں درج ہے۔ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ
یعنی خدائے قدیر ان کا معاون و مددگار رہے۔) دیکھو! یہ خدا کا وعدہ کیسا پورا ہوا؟ آخر کار یہی منصور جماعت
غالب رہی۔ اس آیت سے آگے انہیں لوگوں کا نشان رب العباد ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔ الَّذِينَ
إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ
ترجمہ: یہ ایسا مخلص گروہ ہے۔ کہ ان کو زمین پر تمکن (اقتدار) حاصل ہو جائے۔ تو پھر بھی نمازیں
پڑھتے زکوٰۃ دیتے۔ بھلائی کا حکم کرتے اور برائی سے منع کرتے ہیں) دیکھیں یہ نشان ان نفوس مقدسہ میں کیسا
چمکتا ہوا دکھائی دیتا ہے کہ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ کے مصداق ہو کر منصب جلیل (خلافت) پر ممتاز ہو کر
بھی مُقِيمُوا الصَّلَاةِ وَمُؤْتُوا الزَّكَاةِ کے مصداق بنے رہے۔ اور امر معروف اور نہی عن المنکر میں اپنی زندگیاں بسر کر گئے
افسوس! شیعہ ایسے پاک نفوس کے حق میں بدگمانی کرتے ہیں۔ جن کی نسبت اللہ تعالیٰ کھلے کھلے نشان بتلا کر ان کی فضیلت کا

ثبوت دے رہا ہے۔

(۴) لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَ
رِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ط پ ۲۸ سورہ حشر رکوع ۱
ترجمہ: واسطے ان مفلس مہاجرین کے جو اپنے دیار و اموال سے نکالے گئے اور اللہ کا فضل اور اس کی
رضامندی چاہتے ہیں۔ اور خدا اور اس کے رسول کی نصرت کرتے ہیں۔ وہی لوگ سچے ہیں) اس آیت میں
خداوند تعالیٰ نے ان فقراء مہاجرین کو صادق و مصدق ٹھہرایا ہے۔ جو اپنے دیار و اموال چھوڑ کر محض خدا کے
فضل اور اس کی رضا کی طلب میں جلاوطن ہو گئے۔ اور يَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ کے مصداق تھے۔
شیعہ بتائیں کہ اصحاب ثلاثہ اس آیت کے مصداق ہیں یا نہیں۔ کیا وہ اپنی بستیاں اور اپنے مال و
املاک چھوڑ تہی دست ہو کر صرف خدا و رسول کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مدینہ میں نہیں چلے گئے تھے۔ کیا
رسول پاک کی نصرت و امداد میں کوئی دقیقہ باقی چھوڑا تھا؟ اگر جواب اثبات میں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کو
صادقین کا مبارک لقب عطا فرماتا ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ صادقین کا تمغہ منافقین کو بھی مل سکتا ہے۔ الغرض
اللہ تعالیٰ کا یہ عطیہ (صادق و صدیق) کا مبارک لقب زبان زد خاص و عام سنکر رافضی بیچارے جل بھن جاتے
ہیں۔ اور جلے دل سے کہنے لگ جاتے ہیں کہ ابوبکر صدیق کو لقب خدا اور رسول کی طرف سے تو نہیں ملا ہے؟
ذرا آنکھیں کھولو اور غور کرو أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ کہنے والا کون ہے۔ اگر یہ خدا کا کلام
ہے۔ تو یقیناً سمجھو کہ اس فقرہ پاک کے اترنے سے ابوبکرؓ کی نسبت وصف صدق میں مبالغہ کا صیغہ یعنی صدیق
شہرت پذیر ہوا۔ خدائے کریم کے عطیہ لقب صادقین کے خطاب سے ہر ایک شخص نے اپنے
نصیب اور رتبہ کے مطابق حصہ لیا تھا۔ اور جیسا کہ ہجرت کرنے والوں میں سے ابوبکرؓ رسول پاک کی
نصرت میں سب سے اول نمبر تھے۔ آپ کی خدمت اور حفاظت کا حق غار ثور جیسے ہولناک مکان میں پورے
طور پر ادا کیا۔ جن روشن انوار و برکات کا جمال سے تمام دنیا کو منور و مستفیض کرنا تھا۔ تنہائی میں فیضان حاصل
کیا۔ پھر آپ کے ہمرکاب مدینہ میں بشدائد سفر پر مشقت کر کے پہنچے۔ ویسا ہی یہ لقب بھی جو کہ پیشگاہ حضور
رب العالمین سے اس خدمت کے صلہ میں بجملہ اقسام کریا بعموم عطا ہوا تھا۔ ابوبکرؓ کو بلحاظ ان کی خدمات
کے بالخصوص مبالغہ کے صیغہ میں تعریفیں عطا ہونا چاہیئے تھا۔ جو ہوا۔ اب لامحالہ صدیقی لقب خلیفہ
اول کے لئے عطیہ ایزدی ماننا پڑے گا۔

(۵) السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ
وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

(پارہ ۱۱ سورہ توبہ - رکوع ۱)

ترجمہ: اور مہاجرین میں سے سب سے پہلے سبقت کرنے والے اور انصار لوگ اور جو نیکی میں انکے تابع ہوئے۔ خدا ان سے راضی ہوا۔ اور وہ خدا سے راضی ہوئے۔ اور خدا نے ان کے لئے باغ تیار کئے ہوئے ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت میں صحابہؓ کے مراتب کا بیان ہے۔ خداوند کریم نے سب کا ذکر درجہ وار فرما دیا۔ مدارج میں پہلے مہاجرین - پھر انصار - بعدہٗ تابعین ہیں۔ اسی ترتیب سے آیت میں ان کا ذکر ہوا۔ اللہ تعالٰی نے ہر سہ گروہ صحابہ کا جنتی ہونا۔ اور ان کو پروانۂ خوشنودی بارگاہِ ایزدی سے عطا ہو جانا بیان فرمایا ہے۔ یہ آیت پکار کر کہتی ہے۔ کہ فضیلت میں مہاجرین دوسرے صحابہ کرام پر فائق ہیں۔ اور پھر مہاجرین میں سے سب سے بڑا رتبہ اس شخص کا ہے۔ جو سب سے اسبق فی الہجرۃ مع الرسول ہے۔ جانتے ہو وہ کون شخص ہے؟ ابو بکر صدیق ہے۔ جو بحکم اس آیۂ کریمہ کے افضل الصحابہ ہیں۔ کیونکہ مکہ سے نکلنے کے وقت پہلا شخص جو حضور علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ اس کو اسبق فی الہجرۃ مع الرسول کا فخر حاصل ہے۔ اور یہ مسلم الطرفین ہے۔ کہ وہ شخص ابو بکر صدیق ہی تھا۔ جو مکہ سے رسول پاک کا پہلا قدم اٹھانے اور مدینہ میں آخری قدم رکھنے تک آپ کے تابع اور ہمقدم رہا۔ جس نے یہ مبارک اور پسندیدۂ خدا سفر ہجرۃ اس سردار دو جہاں محبوب عالمیان کے ساتھ قدم بقدم طے کیا۔ زہے نصیب ابو بکرؓ زہے شان ابو بکرؓ جس کو سفر میں ایسا خیر رفیق جس کے لقا کے لئے سکان عالم ملکوت بھی ترستے ہیں۔ نصیب ہوا۔

چہ خوش باشد سفر آندم کہ یارے ہمسفر باشد | چناں یارے کہ زیبا طلعتش رشک قمر باشد
سوار ناقہ احمدؐ سرورِ جن و بشر باشد | غاشیہ در کف صدیق بیرنا مور باشد

(۶) لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ (پارہ ۲۷ - سورۃ حدید - رکوع ۱۴)

(ترجمہ: - ان اشخاص کی برابری کوئی نہیں کر سکتا جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے اپنا مال خرچ کیا۔ اور کفار سے لڑے یہ لوگ بہت اعلیٰ درجے والے ہیں۔ ان لوگوں سے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کئے اور دشمن سے لڑے۔ اور سب کے لئے وعدۂ بہشت اللہ تعالٰی نے دے دیا ہے۔)

اس آیت میں ایزد متعال نے اس بات کا فیصلہ فرمایا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے یاران رسولؐ جنہوں نے جانی و مالی خدمات کیں۔ بہت بڑا رتبہ رکھتے ہیں۔ اب کون شخص انکار کر سکتا ہے۔ کہ اصحاب ثلاثہؓ پہلے گروہ میں داخل ہیں۔ جو فتح مکہ سے پہلے اپنی جان و مال کو آقائے نامدار رسول پاک پر نثار کئے ہوئے تھے۔ اور کفار نابکار

سے جہاد و قتال کرتے رہے۔ اس آیت کی رو سے بھی ابو بکرؓ کی فضیلت کا نمایاں ثبوت ملتا ہے کیونکہ آپ ہی وہ شخص ہیں۔ جنہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں اپنا سارا مال جو گھر میں رکھتے تھے لا کر پیش کر دیا۔ اور خود ایک کمل اوڑھ لیا۔ پھر ابو بکر صدیقؓ ہی وہ شخص ہیں۔ جن کے گھر سے تمام لوگوں پر سید الانس و الجان (فداہ ابی و امی) کا نان و نفقہ پہنچتا رہا۔ کوئی شخص نہیں جو اس بارہ ان کی ہمسری کا دعویٰ کر سکے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ۔

(۷) هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ ۝ وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ۚ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (پارہ ۱۰ - سورۃ انفال - رکوع ۴)

ترجمہ: - اس خدا نے اے رسولؐ تجھے خاص اپنی نصرت سے تائید کی۔ اور مومنوں کی جماعت سے اور ان کے دلوں کو جوڑ دیا۔ اگر تو ساری زمین کی دولت خرچ کر دیتا۔ ان کے دلوں کو جوڑ نہ سکتا تھا۔ وہ زبردست حکمت والا ہے۔ اے نبی تجھے کافی ہے اللہ اور تیرے پیرو کار مومن۔)

اس جگہ خداوند کریم رسول پاک کو تسلی تشفی الفاظ میں فرماتا ہے۔ کہ چونکہ کفار تجھ سے مکر کرتے ہیں۔ تیرا بال بیکا نہیں کر سکتے۔ دشمن کے مقابلہ میں آپؐ بالکل مطمئن رہیں۔ آخر میدان آپ کے ہاتھ میں ہو گا دشمن تیرے مقابلہ کی کیا تاب رکھ سکتا ہے۔ جبکہ آپ کا حامی اور مددگار ایک تو ہماری نصرت ہے۔ دوسرا آپ کے ماتحت وہ الٰہی فوج ہے۔ جن کا سواء ثلاثہ الکری نسبت امراض قلبی (قساوت و جبن) وغیرہ کرنے والے ہم خود ہیں۔ ہم نے پہلے ہی منتخب کر کے آپ کی فوج میں وہ نمک حلال سپاہی بھرتی کئے ہیں۔ جن کے دل جملہ امراض سے پاک و صاف ہیں۔ ان کو ہمارے حضور سے ایمان (اخلاص و اطاعت فرمان) کا تمغہ مبارک خطاب مومنین عطا ہو چکا ہے۔

دوم: - اس بیڑہ کے جنگی ملازمین کے ہم نے دل باہم ایسے جوڑ دئے ہیں۔ کہ ممکن نہیں کہ کوئی ان میں پھوٹ ڈال سکے۔ اور یہ تالیف قلوب کسی انسانی حکمت کا کام نہیں تھا۔ اگر دنیا کے سارے خزانے بھی اس کام پر خرچ کر دئے جاتے تو ایسا ہونا ممکن نہ تھا۔ یہ صرف ہماری زبردست حکمت کا کام تھا۔ شیعہ صاحبان اس آیت پاک کے مضمون پر غور کریں۔ رب العباد نے کھلے لفظوں میں فرمایا ہے۔ کہ جماعت رسولؐ میں تو ایک خالص مخلص پاک دل گروہ ہمارے خاص حکم سے داخل کیا گیا ہے جن کی صفائی پر کسی انسانی شہادت کی ضرورت نہیں ہے۔ اور خالص مخلص جماعت کو بارگاہ الٰہی سے مومنین کا لقب مل چکا ہے۔ پھر شیعہ باوجود الٰہی شہادت کے ان کی بابت کیسے اشتباہ کر سکتے ہیں۔ اور اس لقب خداداد (مومنین)

کا تمغہ ان سے چھین سکتے ہیں۔ دیکھو! جس فوج کے ایک ملازم تک اس الٰہی تمغہ (ایمان) سے لیس ہو چکے ہیں۔ اس کے اعلیٰ افسران کا بورتبہ حضور الٰہی میں ہو سکتا ہے۔ تم خود ہی قیاس کر سکتے ہو۔ اس جماعت تو جماعت رسول حزب اللہ (الٰہی فوج) کے ہر ایک ملازم کی صفائی کی شہادت دیگئی ہے۔ اب اس اگلی آیت میں خاص اس فوج کے اعلیٰ افسران (سرداران) کے حالات اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے۔

(۸) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (پارہ ۲۶ سورہ فتح رکوع ۱۲) ترجمہ:- محمد خاص خدا کا رسول ہے۔ اور جو لوگ اس کے ساتھ (اس کے خواص) ہیں کافروں پر سخت زور آور ہیں۔ آپس میں محبت کرنے والے ہیں۔ تو ان کو دیکھتا ہے۔ رکوع و سجود کرنے والے خدا کا فضل اور رضا چاہتے ہیں۔ ان کے چہروں میں سجود کے نشان موجود ہیں)

اس آیت میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ ان خواصان بارگاہ احمدی کے اوصاف جمیلہ کا بیان فرماتا اور ان کی اعلیٰ ہمت اور جوان مردی اور باہمی اتفاق اور ان کے کیرکٹر (نیک چلن) اطاعت الٰہی کی تعریف کرتا ہے۔ یعنی میرے اس اسلامی شہنشاہ کی کمانڈ ان بہادروں کے ہاتھ میں ہے۔ جو دل سے اس شہنشاہ کا ہر وقت ساتھ دینے والے وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ کے مضمون اور معیّت کے معنی پر خوب غور فرمائیے۔ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ دشمن کی فوج پر غیظ و غضب سے ٹوٹ پڑنے والے دشمن پر ان کی شدت۔ قہر و صولت کا ایسا اثر پڑتا ہے کہ دیکھتے ہی ان کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں۔ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ آپس میں ایک دوسرے پر جان دینے والے صحابہ کرام کے باہمی اتفاق ظاہر کرنے کے لئے رُحَمَآءُ کا لفظ عجیب موزوں ہے۔ وصف رحیمیت ہزار ہزار اتفاق کو اپنے اندر لپیٹے ہوئے ہے۔ اور واقعی اسلامی پیشواؤں کا اتفاق کوئی معمولی اتفاق نہ تھا۔ بلکہ وہ سچے رُحَمَآءُ تھے۔ اسی پاک وصف نے دشمن کے ہر ایک مقابلہ پر انکو غالب اور فتحیاب کر دیا۔ معمولی اتفاق بھی مقابلہ دشمن کے لئے کامیابی کا باعث ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ اتفاق رحیمیت کی حد تک پہنچا ہوا جس پر ہزار اتفاق قربان ہیں۔ افسوس اس رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ کی مسلمہ وصف صحابہ کرام میں بھی شیعہ صاحبان دست اندازی کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یعنی باوجود اس اقتدار عظیم کے جو ان اسلامی سرداروں کو حاصل ہے۔ پھر بھی رُكَّعًا یعنی سر نیاز خم کئے ہوئے سُجَّدًا بلکہ سر عجز زمین پر رکھے ہوئے دیکھ لو۔ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا یہ خدائی پلٹن کے افسر کسی دنیوی اعزاز کے طالب اور دولت کے خواہاں نہیں ہیں۔ اور اپنی ان سچی خدمات کا کوئی صلہ نہیں چاہتے۔ ہاں صرف اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ان سرداروں کی

شناخت کے لئے وردی کے ساتھ بلے لٹکانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ ان شناخت کے لئے ان کے ماتھوں میں امتیازی خدائی نشان کثرت سجود کے باعث تاباں و درخشاں ہیں۔ جو قیامت تک قائم رہیں گے۔ اب شیعہ صاحبان خود ہی انصاف کریں کہ اس تعریف الٰہی کے مصداق اسلامی پیشواؤں کی نسبت کیسے واہی تباہی خیالات کئے جاتے ہیں۔ کہ یہ لوگ مشکوک الایمان تھے۔ نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات

انتباہ

دونوں آیات متذکرہ بالا اس امر کی شاہد عدل ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں صحابہؓ کرام میں ایسی سچی محبت و الفت اور ایک دوسرے پیار تھا۔ جو کبھی زائل ہونے والا نہ تھا۔ ان کی محبت دنیا داروں کی ظاہری محبت نہ تھی۔ بلکہ خدا کی عطا شدہ صادق قلبی مودت تھی۔ جس کا نقش لوح دل سے مٹنا مشکل تھا۔ اس الفت و محبت کو اگر کوئی قیمتاً خرید کرتا۔ تو زمین و ما فیہا کے مخفی خزانے بھی اس کے سامنے ہیچ تھے۔ یہ تو الٰہی شہادت ہے۔ لیکن شیعہ صاحبان اس کے خلاف یہ کہتے ہیں۔ کہ اور تو اور حضور علیہ السلام کے خاص الخاص اصحاب و احباب کے دل بھی صاف و شفاف نہ تھے۔ بلکہ وہ ایک دوسرے کے خلاف کینہ و حسد دل میں رکھتے تھے (ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ اصحابؓ ثلاثہ کو حضرت علیؓ سے بیر تھا اور علیؓ المرتضیٰ کو ان سے خصومت۔ پھر قارئین کرام خود ہی انصاف کریں۔ کہ شیعہ کو سچا جانیں یا قول خدا پر ایمان لائیں۔ بہرحال قول خدا سچا ہوگا۔ اور شیعہ جو ان کے خلاف بہتان باندھتے ہیں۔ بشہادت قرآن غلط اور جھوٹ ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا يَآ اُولِي الْاَبْصَارِ ؕ

(۹) لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (پارہ ۲۸ سورہ مجادلہ رکوع ۳) ترجمہ:- نہ پائیگا تو ایسی قوم کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ پر اور پچھلے دن یعنی قیامت پر کہ دوستی کریں ان لوگوں سے جو مخالف ہوئے خدا اور اس کے رسولؐ کے اگرچہ ان کے باپ یا بھائی یا خویش ہوں۔ ان کے دلوں میں خدا نے ایمان لکھ دیا ہے۔ اور ان کو مدد دی اپنے غیب کے فیض سے اور داخل کریگا ان کو بہشت میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ سدا رہیں ان میں۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی ہیں۔

یہ الٰہی جماعت قسمت والی ہوتی ہے۔

اس آیت میں مخلص مومنین کی پڑتال کا ایک عمدہ معیار حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے بتلا دیا ہے۔ وہ یہ کہ اس مخلص جماعت کی پہچان یہ ہے۔ کہ اعداء خدا و رسول سے کبھی دوستی نہ کریں گے۔ اگرچہ کیسے ہی ان کے اقرباء کیوں نہ ہوں اب ہم اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو اس کسوٹی پہ رکھ کر پرکھ سکتے ہیں تاریخ اسلام شاہد ہے۔ الحمد للہ والمنۃ دلیلہٗ - انہی حضرات کا خاصہ لازمہ تھا۔ اور اس امتحان میں یہ حضرات ایسے پورے نکلے کہ دوست دشمن اس امر کی شہادت دیتے ہیں۔ کہ اسلام کے معاملہ میں کبھی قرابت اور محبت کا اثر ان کے دلوں پر غالب نہیں ہو سکتا تھا۔ جنگ بدر میں فاروق اعظمؓ کے ہاتھ سے عاص بن ہشام بن مغیرہ جو قریش کا ایک معزز سردار تھا۔ اور آپ کا حقیقی ماموں تھا قتل ہوا۔ بلکہ آپ نے قیدیوں کے معاملہ میں رائے دینے کے وقت پکار کر کہدیا تھا۔ کہ اسلام کے معاملہ میں قرابت اور رشتہ کو کیا دخل ہے۔ ہم میں سے ہر ایک شخص اپنے عزیز کو خود قتل کرے۔ اس طور پر کہ علیؓ عقیل کو قتل کر دیں۔ اور حمزہؓ عباس کو اور میں اپنے فلاں عزیز کی گردن اپنے ہاتھ سے ماروں۔ (دیکھو تاریخ طبری ص۱۴۰) اس سے بڑھ کر اس امر کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کہ فاروق اعظمؓ نے اپنے بیٹے تک کا شرعی حد کے اجراء میں لحاظ نہیں فرمایا تھا۔ اور اس کو درّے لگائے تھے سبحان اللہ وبحمدہٖ انہی کارگذاریوں اور دین حق کی سچی تابعداری کے بدلے ہی تو یہ حضرات مقبول درگاہ ایزدی ہو کر دنیوی اور اخروی اعزاز کے مستحق ہو گئے۔ کیا شیعہ صاحبان کوئی معتبر شہادت اس کے برخلاف پیش کر سکتے ہیں۔ کہ اسلام کے بارہ میں ان لوگوں کے دلوں پر قرابت اور رشتہ داری کا لحاظ بھی عمر بھر میں ایک دفعہ بھی مستولی ہوا تھا کسی دشمن خدا و رسول کیساتھ انہوں نے یارانہ گانٹھ لئے ہوئے تھے کبھی بھی نہیں پیش کر سکیں گے پھر اس آیت میں اس امتحان کے پاس شدگان کی نسبت الٰہی شہادت دیکھو۔ کہ ان کے دلوں میں خدا تعالیٰ نے ایمان کو نقش کر دیا ہے۔ جو کبھی محو نہیں ہو سکتا۔ روح الغیب سے انکو مدد ملی اور قیامت میں بہشت کی نعمت حاصل کریں گے۔ انکو خوشنودی کے سرٹیفکیٹ عطا ہو چکے۔ پھر ان کے ایمان اور فضیلت میں شک کرنیوالے صاف تکذیب قرآن کرتے ہیں۔

شیعہ غور کریں

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ رسول علیہ السلام کے صحابہؓ کی یہ خصوصیت تھی۔ کہ وہ اسلام کے معاملہ میں کسی اپنے بیگانے کا لحاظ نہ کرتے تھے۔ دشمن خدا و رسول سے اعلانیہ دشمنی کرتے۔ خواہ باپ بیٹا۔ بھائی ہی کیوں نہ ہو لیکن شیعہ اس کے خلاف یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ اصحاب ثلاثہ (معاذ اللہ) کافر و منافق تھے۔ لیکن جناب امیر علیہ السلام

ان سے یارانہ گانٹھے رہے۔ ہمنوا ملے رہے ان کے مشیر کار رہے۔ مال غنائم میں حصہ دار بنے رہے حتی کہ اپنے لخت جگر حضرت امام حسین علیہ السلام کی شادی خانہ آبادی کے متعلق بھی حضرت عمرؓ کے رہین منت ہوئے۔ چنانچہ آنجناب نے یزدجرد شاہ ایران کی دختر شہربانو جو غنیمت میں تھی۔ ان کو بیاہ دی۔ بلکہ کتب شیعہ میں یہاں تک تصریح ہے۔ کہ تزویج فاطمہؓ کی سلسلہ جنبانی بھی پہلے صدیقؓ و فاروقؓ نے ہی کی تھی۔ (جلاء العیون اردو ص۱۱۱ و ص۱۱۹) حضرت علیؓ ان منافقین کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتے رہے۔ ہر بات میں ان سے ہاں میں ہاں ملاتے رہے کبھی ان سے قتال و جدال نہیں کی۔ مخلص دوستوں کیطرح ہر ایک مرحلہ میں ان سے متحد و متفق رہے۔ پھر شیعہ بتلائیں۔ کہ امیر علیہ السلام آیت لَا تَجِدُ قَوْمًا الخ کا مصداق کسطرح ہو سکتے ہیں کیا کوئی شیعہ اس کا جواب دے سکتا ہے؟

(۱۰) اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِیْهَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ ط (پارہ ۱۰ - سورہ توبہ - رکوع ۸)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور خدا کی راہ میں ہجرت اور جہاد کیا۔ اپنی مالی و جانی خدمات سے دریغ نہ کیا خدا کے ہاں بڑا رتبہ رکھتے ہیں۔ اور وہی لوگ اپنی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔ خدا ان کو اپنی رحمت خوشنودی کی بشارت دیتا ہے۔ اور بہشتوں کی جن میں ابدی عیش حاصل کریں گے۔

ان آیات میں مہاجرین مومنین کا اعلیٰ رتبہ ہونا اور ان کا فائز المرام ہونا بیان فرمایا گیا ہے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ اصحاب ثلاثہ اس آیت کے مصداق نہ تھے؟ کونسی وصف اوصاف مذکورہ آیت کریمہ سے مسلوب کر سکتے ہو۔ کیا آنحضرت کے ساتھ بلا طمع دنیا کے ایمان نہیں لائے تھے؟ یا آپ کے ساتھ ہجرت کا شرف حاصل نہ کیا تھا؟ جہاد فی سبیل اللہ کے فرض کے تارک تھے؟ اگر ان میں یہ سب اوصاف ہیں تو خدائے تعالیٰ نے ان کی نسبت شہادت دی ہے۔ کہ ان کا درجہ خدا کے ہاں بہت بلند ہے۔ اور فائز المرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو خوشنودی کا سرٹیفکیٹ عطا فرما دیا۔ اور بہشت بریں کا وعدہ ان کے لئے ہو چکا ہے۔ پھر جو شخص ان کی شان والا میں گستاخی کرے وہ کب مومن رہ سکتا ہے؟ افسوس کہ شیعہ حضرات قرآن پاک میں رسول پاک کے اصحاب باصفا کی ایسی تعریف دیکھ کر بھی برا بھلا کہتے ہیں۔

(۱۱) اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ط وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ط اَلتَّآئِبُوْنَ

اَلْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الرَّاكِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (پارہ ۱۱۔ سورہ توبہ رکوع ۱۳)

ترجمہ: خدا نے خرید لی ہیں مومنوں سے ان کی جانیں اور مال (کہ اس کی راہ میں خرچ کریں) اس قیمت پر کہ ان کو بہشت ملے گا۔ (خدا کی راہ میں لڑتے ہیں۔ پھر قتل کرتے ہیں (کفار کو) اور قتل ہوتے ہیں (کافروں کے ہاتھ سے) اس کے ذمہ وعدہ ہو چکا سچا تورات اور انجیل اور قرآن میں۔ اور کون ہے قول کا پورا اللہ سے زیادہ خوشی مناؤ اے ایمان والو اس سودے پر جو تم نے خدا سے کیا۔ (یعنی فانی چیز دے کر ابدی نعیم لے لیا) اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ یہ (مسلمان) توبہ کرنے والے (برائیوں سے) بندگی کرنے والے (دل سے) شکر بجا لانے والے نعمت اسلام پر) بے لگاؤ رہنے والے (دنیا کے تعلقات سے) رکوع و سجود کرنے والے۔ بھلائی کا امر کرنے والے برائی سے منع کرنے والے۔ نگاہ رکھنے والے حدود اللہ کو۔ اور ان کو مبارکباد دیجئے (کہ ایسے القاب حضور الٰہی سے ان کو عطا ہوئے)

دیکھو اس موقعہ پر حق تعالیٰ نے ان سچے مومنوں کو جنہوں نے اس کی راہ میں جانیں اور اموال حاضر کئے مؤکد وعدہ بہشت عطا کرنے کا دے دیا۔ اور فرمادیا کہ یہ وعدہ سچے مومنوں کے لئے ہے۔ نہ صرف قرآن میں بلکہ انجیل و تورات میں بھی درج ہو چکا ہے۔ پھر ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا۔ کہ ایفاء وعدہ میں خدا سب سے زیادہ پکا ہے۔ (کیوں نہ ہو وہ کریم ہے۔ اور اَلْکَرِیْمُ اِذَا وَعَدَ وَفٰی) اس حتمی وعدہ دینے کے بعد پھر ان مومنین مجاہدین کی خداوند عالی نے اوصاف جمیلہ بھی بیان فرمادیں۔ اب شیعہ حضرات سے ہم پوچھتے ہیں۔ کہ کیا خدا سے یہ سودا کرنے والے اصحاب ثلاثہؓ نہ تھے؟ انہوں نے اپنی جان و مال کو خدا کی راہ میں وقف کر دیا تھا۔ اور اس کے عوض ان کے لئے عطیہ نعیم اخروی کا وعدہ بھی بارگاہ ایزدی سے ہو چکا۔ پھر ان کی شان والا میں شک کرنے کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ کیا انہوں نے زرِ ثمن (مالی و جانی خدمات) خدا سے واپس لے لی تھی؟ یا خدا نے ان کے ہاتھ سے مال مبیعہ (جنت) واپس لیکر بیع مذکورہ کا اقالہ کر لیا ہے؟ حاشا و کلا یہ تو پکی بیع قطعی ہو چکی۔ جو کبھی فسخ ہو نہیں سکتی۔ اور یہ اوصاف جو خداوند عالم نے اپنی پاک کلام میں بیان فرمائے ہیں سب سے بڑھکر انہیں حضرات میں پائی جاتی ہیں۔ پس یہ کتنی بے انصافی ہے کہ حق تعالیٰ تو ان کو مبارکبادی کے ساتھ وعدہ دے اور ان کی تعریف کرے۔ اور شیعہ اس کے خلاف کچھ الٹا ہی راگ گائیں۔

(۱۲) وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِیْ هٰذَا لِیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِیْدًا عَلَیْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (پارہ ۱۷ سورہ حج۔ رکوع ۱۷) ترجمہ: اور خدا کی راہ میں سچا جہاد کرو۔ خدا نے پسند کیا

اور نہیں رکھی تم پر دین میں کچھ مشکل۔ یہ دین تمہارے باپ ابراہیمؑ کا ہے۔ اللہ نے تمہارا نام مسلمان (حکم بردار) پہلے ہی سے رکھا ہوا ہے۔ یعنی اگلی کتابوں میں) تاکہ رسول صلعم تمہارا گواہ ہو۔ اور تم لوگوں پر گواہ ہو۔

دیکھو اس آیت میں مومنین مجاہدین کے اسلام اور ایمان پر کیسی قوی شہادت الٰہی موجود ہے۔ کہ ان کا نام نہ صرف قرآن میں بلکہ پہلی آسمانی کتابوں میں پہلے ہی مسلمان لکھا ہوا ہے۔ کیا خلفائے کرام سے بڑھ کر کوئی شخص وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الخ کا عامل ہو سکتا ہے۔ اس میں کلام نہیں ہے۔ کہ انہوں نے اس حکم پاک کی پوری جانفشانی سے تعمیل کی پھر شیعہ اگر خدا کی جملہ آسمانی کتابوں سے ان کے سچے اسلام کی شہادت مٹا سکتے ہیں۔ تو مٹائیں۔ سبحان اللہ! جن بزرگان دین کی اوصاف حسنہ تمام آسمانی نوشتوں میں پہلے ہی سے درج ہو چکی ہوں اگر کوئی حق ناشناس انکے خلاف یاوہ گوئی کرے تو کیا مضائقہ ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ❊ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

(۱۳) لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ۝ وَّمَغَانِمَ كَثِیْرَةً یَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ۝ پارہ ۲۶۔ سورہ فتح۔ (رکوع ۱۱) (ترجمہ: باتحقیق رب العالمین ان مومنین سے راضی ہو چکا۔ جبکہ وہ ایک درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے۔ پس خدا نے ان کے دلوں کا حال جان لیا۔ خدا نے ان پر رحمت اتاری۔ اور انکو فتح قریب عطا کی اور بہت سا مال غنیمت انہوں نے حاصل کیا۔ خدا غالب

اس آیت میں خداوند کریم نے بیعت الرضوان کے شاملین کو اپنی رضا کی سند عطا فرمائی۔ اور ان پر رحمت کا نازل کرنا اور فتح اور حصول مغانم کی مبارکباد دی ہے۔ شیعہ بتلائیں! کیا خوشنودی کا پروانہ منافقین کو بھی ملا کرتا ہے؟ کبھی نہیں۔ جو لوگ اس بیعت میں شامل ہوئے اور اس پر قائم رہے انکو منشور رضاء الٰہی عطا ہو چکا۔ اور الٰہی دربار سے ملا ہوا منشور پھر واپس نہیں لیا جا سکتا۔ یہ بات مسلم الثبوت ہے کہ اصحاب ثلاثہؓ میں سے شیخین تو اس بیعت میں شریک تھے اور حضرت عثمانؓ رسالت مآب کی تعمیل حکم کے لئے مدینہ منورہ میں سفیر بن کر گئے ہوئے تھے۔ اور گویا وہ اس بیعت میں پہلے ہی سے داخل ہو چکے تھے۔ کیونکہ بیعت لینے سے مطلب یہی یہ تھا کہ کوئی شخص ایسے مشکل وقت میں ہمت ہار کر لشکر اسلامیان کا ساتھ نہ چھوڑ دے۔ وہ تو پہلے ہی اس عہد کی وفا کا اعلیٰ ثبوت دے چکے تھے کہ دشمن کے شہر میں امر رسولؐ مان کر چلے گئے تھے۔ دوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو بھی بیعت میں اسی طرح شریک فرمایا۔ کہ خاص اپنے دست مبارک کو دست عثمان بنایا جس سے بیعت عثمان کا رتبہ سب سے بڑھ گیا۔ کتب شیعہ میں بھی اس کی تصدیق موجود ہے چنانچہ فروع کافی (روضہ) جلد ۲ صفحہ ۱۵۱ میں ہے۔

فَلَمَّا انْطَلَقَ عُثْمَانُ لَقِيَ اَبَانَ بْنَ سَعِيْدٍ فَتَاَخَّرَ عَنِ السَّرْجِ فَحَمَلَ عُثْمَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ دَخَلَ عُثْمَانُ فَاَعْلَمَهُمْ وَكَانَتِ الْمُنَاوَشَةُ فَجَلَسَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وَعُثْمَانُ فِيْ عَسْكَرِ الْمُشْرِكِيْنَ وَبَايَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ الْمُسْلِمِيْنَ وَضَرَبَ بِاِحْدٰى يَدَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى لِعُثْمَانَ وَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ طُوْبٰى لِعُثْمَانَ قَدْ طَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَاَحَلَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ لِيَفْعَلَ فَلَمَّا جَاءَ عُثْمَانُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَطُفْتَ بِالْبَيْتِ فَقَالَ مَا كُنْتُ لِاَطُوْفَ بِالْبَيْتِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ لَمْ يَطُفْ بِهٖ ثُمَّ ذَكَرَ الْقِصَّةَ وَمَا كَانَ فِيْهَا۔

ترجمہ:۔ پس جب چلا عثمانؓ ملا ابان بن سعید کو پس پیچھے ہوا زین سے پس عثمانؓ اس کے آگے سوار ہوا اور داخل ہوا عثمانؓ اور ان کو آگاہ کیا پس سہل بن عمرو (سفیر مشرکین) رسول اللہ کے پاس بیٹھا۔ اور عثمانؓ لشکر مشرکین میں۔ رسول اللہ نے مسلمانوں سے بیعت لی۔ اور اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر عثمان کے لئے مارا مسلمان کہنے لگے خوشا حال عثمانؓ کا کہ طواف کعبہ نصیب ہوا۔ اور صفا مروہ میں سعی کی ہے گا حضرت نے فرمایا۔ کہ ممکن نہیں کہ عثمانؓ ہمارے بغیر طواف کرے پس جس وقت عثمانؓ آیا۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ تو نے کعبہ کا طواف کیا۔؟ عرض کی کہ میں بغیر حضورؐ کے کس طرح سے طواف کرتا۔) یہی مضمون شیعہ کی کتاب حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۵۶۲ میں درج ہے۔ ایسا ہی حملۂ حیدری میں درج ہے ؎

طلب کرد پس اشرف انبیاء   ز اصحاب عثمانؓ صاحب حیا
باو ہم بہاں گفت خیر البشرؐ   کہ زاں پیشتر گفتہ بُد با عمرؓ
بپوسید عثمانؓ زمین و زماں   بہ مقصد رواں شد چو تیر از کماں
چو او رفت اصحابؓ روزِ دگر   بگفتند چنیں با خیر البشرؐ
خوشا حال عثمانؓ با احترام   کہ کردہ است حج بیت الحرام
رسول خدا چوں شنید ایں سخن   بپاسخ چنیں گفت با انجمن
ز عثمان ندارم باو ایں گماں   کہ تنہا کند طوف آں آستاں

فضیلتِ عثمانؓ

اس واقعہ سے جس کی شہادت کتب معتبرہ شیعہ کافی کلینی۔ حیات القلوب۔ حملۂ حیدری سے ملتی ہے حسب ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں جن سے حضرت عثمانؓ کی فضیلت کا نمایاں ثبوت ملتا ہے۔

(۱) آنحضرت کا حضرت عثمانؓ کو دیگر اصحاب کبار سے جن میں حضرت علیؓ بھی تھے اس خاص مہم کیلئے انتخاب کرنا
(۲) بیعت الرضوان کیوقت حضور علیہ السلام کا اپنے دست مبارک کو دست عثمانؓ قرار دیکر بیعت عثمانؓ لینا
(۳) جملہ مومنین و اصحاب کرام کا حضرت عثمانؓ کے اس اعزاز و امتیاز پر رشک کرتے ہوئے انکو مبارکباد کہنا
(۴) حضور علیہ السلام کو حضرت عثمانؓ کی خاص محبت و عشق رسولی پر ایسا وثوق ہونا کہ فرما دیا ناممکن ہے کہ اپنے محبوب ز آقائے نامدار کے بغیر وہ عاشق صادق تنہا حج بیت الحرام کر سکے۔
(۵) حضور علیہ السلام کا اس توقع کا آمد عثمانؓ پر صحیح ثابت ہونا۔

پھر تعجب ہے۔ کہ ایسی صریح فضائل کا ثبوت پاکر پھر شیعہ حضرات عثمانؓ کے کمالات کی نسبت شک و شبہ کریں۔ اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ۔

ایک اور ثبوت

حضرت عثمانؓ کی فضیلت کا ایک اور ثبوت کتب شیعہ سے ملتا ہے۔ جو فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ صفحہ ۱۲۲ میں درج ہے۔ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَلِيٍّ الْحَلَبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ اِخْتِلَافُ بَنِي الْعَبَّاسِ مِنَ الْمَحْتُوْمِ وَالنِّدَاءُ مِنَ الْمَحْتُوْمِ وَخُرُوْجُ الْقَائِمِ مِنَ الْمَحْتُوْمِ قُلْتُ وَكَيْفَ النِّدَاءُ قَالَ يُنَادِيْ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ اَوَّلَ النَّهَارِ اَلَا اِنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ وَشِيْعَتَهُ هُمُ الْفَائِزُوْنَ وَيُنَادِيْ مُنَادٍ اٰخِرَ النَّهَارِ اَلَا اِنَّ عُثْمَانَ وَشِيْعَتَهُ هُمُ الْفَائِزُوْنَ۔

ترجمہ:۔ امام جعفر صادقؓ نے فرمایا۔ اختلاف بنی عباس کا یقینی ہے۔ اور ندا بھی یقینی ہے۔ امام مہدی علیہ السلام کا خروج بھی امر یقینی ہوگا۔ راوی نے پوچھا کہ ندا کیونکر ہوتا ہے۔ امام نے کہا کہ ابتدائے صبح ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے۔ کہ حضرت علیؓ اور ان کے پیرو فائز (کامیاب) ہیں اور آخر دن ندا ہوتی ہے۔ کہ حضرت عثمانؓ اور ان کے پیرو فائز (کامیاب) ہیں"

امام صادق علیہ السلام کی ایسی کھلی زبردست شہادت کے بعد بھی اگر شیعہ حضرت عثمانؓ کی فضیلت کے قائل نہ ہوں تو پھر ان سے خدا سمجھے۔ ؎

آں را کہ بقرآں خبر زو نہی   آنست جوابش کہ جوابش ندہی۔

سوال شیعہ:۔ بیعت الرضوان کے شاملین میں ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے بیعت کو توڑ دیا۔ اور ان کا خاتمہ بخیر نہ ہوا۔ جیسا کہ اجد بن قیس وغیرہ۔

جواب :- ایسا شاذ و نادر و جود (جبلہ ابن قیس وغیرہ) اگر بیعت کو توڑ کر کفار میں مل جائے تو کیا مضائقہ ہے۔ یہ شخص پہلے ہی سے ضعیف الایمان منافق تھا۔ پھر اس نے بیعت توڑ کر اپنا نام حسن الخواص فریق کی فہرست سے خارج کرایا جس کی تشہیر ہو گئی۔ اور کتب فریقین میں اس کا ذکر ہے۔ لیکن اصحاب ثلاثہ کو ایسے مردود پر قیاس کرنا پرلے درجے کی حماقت ہے۔ جو مرتے دم تک اس عہد پر قائم رہ کر فائز المرام ہوئے۔ اگر یہ لوگ بھی بیعت شکن ہوتے تو مسند خلافت نبوی پر ان کو بیٹھنا اس طرح نصیب ہوتا۔ اور حضرت علی المرتضےٰ شیر خدا ان کے ہاتھ پر بیعت کیوں کرتے۔ پھر حضرت عثمان غنی کو خاندان رسالت میں دو دفعہ دامادی کا فخر حاصل ہوا۔ جو عشق و محبت رسول کے امتحان میں (جیسا کہ مذکور ہوا) پاس ہو چکے اور اس فائز المرام ہونے کی نسبت بشارت صادق علیہ السلام روزانہ آسمانی ندا و مثل ذی النورین ہوتی ہے۔ ایسے ویسے کس طرح قیاس ہو سکتے ہیں شیعہ ہوش کرو۔ انصاف انصاف۔

(۱۴) لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (پارہ ۱۱ سورہ توبہ رکوع ۱۴) ترجمہ :- خدائے رحیم نے نبی اور ان مہاجرین و انصار پر رحمت کی توجہ فرمائی جو تنگی کے وقت آپ کے تابع ہوئے۔ بعد اسکے کہ پھر جانے لگے تھے ان میں سے بعض کے دل پھر ان پر رجوع برحمت فرمایا۔ خدا ان پر بڑا شفیق اور بڑا مہربان ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ ان مہاجرین و انصار کی تعریف فرماتا ہے جنہوں نے ساعۃ العسرۃ (جنگ تبوک) میں شریک ہو کر آنحضرت کی اتباع کی۔ کیا اس جنگ میں اصحاب ثلاثہ شریک نہ تھے بلکہ جناب امیر عثمان رض نے تو اس مہم میں ایک قابل قدر نمایاں خدمت پیش کی تھی۔ وہ یہ کہ تین سو اونٹ معہ سامان کے اور ایک ہزار اشرفی طلائی کی امداد تھی۔ اور یہ بات آپ کے کارنامہ دل میں اب تک مشہور عام ہے۔

(۱۵) وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزَلِينَ (پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۱۳) ترجمہ :- اور بیشک خدا نے تمہیں بدر کی مہم میں نصرت دی تھی۔ ذرا خیال کیا تم کمزور تھے سو تم اللہ سے ڈرو تاکہ شکر ادا کرو جب کہ تو کہتا تھا مومنوں سے کیا تمہیں یہ کافی نہیں ہے؟ کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتے اتار کر تمہاری امداد کرے"

اس آیت میں شرکاء جنگ بدر کو مومنین کا لقب درگاہ رب العزۃ سے عطا ہو چکا ہے۔ اور شیخین معرکہ بدر میں ضرور شامل تھے۔ شرکاء جنگ بدر وہ عیدالال بارگاہ ایزدی تھے جن کی تائید و نصرت کے لئے اللہ تعالیٰ نے

نے تین ہزار فرشتے بھیجے اسی لئے آج کل امداد الہی مظفر و منصور ہے۔

(۱۶) وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (پارہ ۴ سورۃ آل عمران۔ رکوع ۱۳)

ترجمہ :- اور جب تو صبح کو اپنے گھر سے جا کر مومنوں کو لڑائی کی جگہوں میں بٹھاتا تھا۔ خدا سننے والا جاننے والا ہے " یہ آیت جنگ احد کا واقعہ بیان کرتی ہے۔ اس میں شاملین جنگ مذکور کے ایمان پر تنصیص ہے۔ اس جنگ میں اصحاب ثلاثہ شامل تھے۔

طعن شیعہ

شیعہ کہتے ہیں۔ کہ اصحاب ثلاثہ جنگ احد میں رسول کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اور جو شخص جنگ سے بھاگ جائے وہ مومن نہیں ہو سکتا۔

جواب

اصحاب ثلاثہ کی نسبت یہ الزام کہ وہ معرکہ احد میں رسول پاک کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ ایک ایسا بیہودہ بہتان و افتراء ہے جس کا وہ کوئی ثبوت ہماری کتب معتبرہ سے نہیں دے سکتے اور یہ امر کہ قرآن میں بعض مسلمانوں کے پیٹھ پھیر جانے کا ذکر آیا ہے۔ جیسا کہ إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ (پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۷) ترجمہ :- تحقیق وہ لوگ جو دو لشکروں کے ملنے کے دن پیٹھ دے گئے تھے۔ ان کو شیطان نے اپنے بعض کسب (لالچ) کے باعث لغزش دی۔ اور بالتحقیق اللہ تعالیٰ نے ان کا قصور معاف کر دیا۔ بیشک خدا بخشنے والا حلیم ہے۔

سو اس آیت یا دیگر ایسی آیات میں کہیں تصریح نہیں ہے کہ یہ کون افراد تھے؟ علی المرتضیٰ یا ان کے پیرو تھے یا ثلاثہ یا ان کے اتباع۔ فریقین اس آیت میں جس شخص خاص یا خاص جماعت کے ذمے یہ الزام عائد کریں یہ ان کی ضد اور فاش غلطی ہے۔ پھر جب ان اشخاص کا یہ قصور معاف کر دیا گیا تو پھر اس کے معافی کے بعد بڑا ظالم ہے وہ شخص جو ان کو مجرم سمجھے۔ وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ

خیال شیعہ

شیعہ کا اس بارہ میں عقیدہ یہ ہے۔ کہ جنگ احد کے معرکہ میں سارے کا سارا لشکر بھاگ گیا تھا۔ صرف حضرت علی اور ابودجانہ انصاری باقی رہ گئے تھے۔ جیسا کہ فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ صفحہ ۱۴۹ میں درج ہے۔ اِنْهَزَمَ النَّاسُ يَوْمَ اُحُدٍ اِلَّا عَلِيٌّ وَاَبُوْ دُجَانَةَ الْاَنْصَارِيُّ (احد کے دن بغیر علیؓ اور ابودجانہؓ انصاری کے سب لوگ بھاگ گئے۔)

سو اگر شیعہ کا یہ قول مان لیا جائے اور یہ الزام ناقابل عفو جرم ٹھیرایا جائے۔ تو علیؓ کے علاوہ صرف ابودجانہؓ مسلمان رہ جاتے ہیں اور شیعہ کے مسلمہ خالص مومنین مقدادؓ۔ ابوذرؓ۔ سلمانؓ۔ عمارؓ وغیرہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ وفات رسولؐ کے بعد بقول شیعہ صرف یہی معدودے چند اشخاص مسلمان رہ گئے تھے۔ باقی سب مرتد ہو گئے تھے۔ اور اس سے ابودجانۃ الانصاری بھی مستثنیٰ نہیں رکھے گئے۔ سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ط

حقیقت یہ ہے کہ یہ سب فسانے یار لوگوں کے گھڑے ہوئے اور بالکل خرافات ہیں جن کی کوئی اصلیت نہیں۔ یہ مانی ہوئی بات ہے۔ کہ جنگ احد میں اصحابؓ ثلاثہ حضرت علیؓ کی طرح ثابت قدم رہے تھے البتہ جن لوگوں کے پاؤں بوجہ انکی غلطی کے لغزش کھا گئے تھے۔ اور ریٹائر ہو گئے تھے۔ وہ بھی دوبارہ آکر جم گئے اور دشمن سے سینہ سپر ہو کر لڑے۔ اور اس وجہ سے انکی غلطی معاف ہو گئی۔ اور وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ کا سرٹیفکیٹ عطا ہوا۔

(۱۷) وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (پارہ ۲۸ سورہ حشر۔ رکوع ۴) ترجمہ :۔ خدا نے ان یہود کے دلوں میں رعب ڈالدیا۔ اجاڑنے لگے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے۔)

اس آیت میں جن مسلمانوں نے رسولؐ پاک کے حکم سے یہود کے گھروں کو برباد کیا تھا۔ خدا اُن کے ایمان کی گواہی دیتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ اصحابؓ ثلاثہ ان مومنوں کے سرگروہ اور قافلہ کے سردار تھے اور انہی کی شمولیت اور تدبیر سے یہود کے گھر تباہ کئے گئے تھے۔ افسوس کہ قرآن جا بجا ان پاک نفوس کے فضائل بیان کرتا ہے۔ مگر شیعہ کے دلوں پر ایسی مہر لگ گئی ہے۔ کہ سمجھنے سے رہے۔

(۱۸) وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (پارہ ۴۔ سورہ آل عمران رکوع ۱)

ترجمہ :۔ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے۔ جو داعی الی الخیر آمر بالمعروف ہو اور ناہی عن المنکر ہو یہ لوگ نجات پانے والے ہیں۔

اب بتاؤ کہ اصحابؓ ثلاثہ میں یہ اوصاف نہ تھیں؟ جبکہ انہوں نے اپنی زندگی ہی اس کام میں وقف کر دی اور ملک کے ملک فتح کر کے ان میں توحید کی روح پھونک دی تھی۔ تو وہ بمنطوق اس آیت کے مفلحون ماننے پڑیں گے۔

(۱۹) فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (پارہ ۶ سورہ مائدہ۔ رکوع ۱۲) ترجمہ :۔ خدا ایسی قوم لائیگا جن کو رسولؐ دوست رکھیگا۔ اور وہ اس کو دوست رکھیں گے۔ یہ قوم مسلمانوں پر مہربان۔ کفار پر سخت گیری کرنے والی ہے۔ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں۔ اور کسی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے۔ یہ خدا کی عنایت ہے جسے چاہے بخشے خدا وسیع علم والا ہے)

بتاؤ! یہ قوم کون تھی؟ جو نبی کریم کے سچے دل سے محب اور نبی کریم ان سے محبت رکھتے تھے۔ کیا ثلاثہ اس کے مصداق نہیں؟ کیا اصحابؓ رسولؐ اور یاران غاران کا نام دنیا میں یونہی مشہور ہو گیا۔ سوچو اور پھر سوچو۔

(۲۰) وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ط (پارہ ۹ سورہ انفال۔ رکوع ۱۴)

ترجمہ :۔ اللہ ان کو کیوں نہ عذاب کرے۔ حالانکہ وہ پیغمبر کو مسجد الحرام سے بند کرتے ہیں۔ اور وہ کافر مسجد کے متولی نہیں ہیں۔ اس کے متولی تو متقی لوگ ہیں۔ لیکن کافر جانتے نہیں۔)

بتایئے! مسجد الحرام کے متولی کون لوگ تھے؟ جن کے متقی ہونے کی الٰہی شہادت مل رہی ہے مسجد الحرام کے متولی بعد وفات نبویؐ وہی آپ کے خلفاء راشدین تھے جن کو شیعہ نافہمی سے منافقوں کا خطاب دیتے ہیں۔ حالانکہ ربّ العزت ان کو متقون کا لقب عطا فرما چکا ہے۔ یہی لوگ مسجد کے متولی رہے۔ اور خدا کے گھر کعبہ شریف کی کنجیاں بھی انہیں کے ہاتھ رہیں۔ اور بشہادت الٰہی مسجد الحرام کعبۃ اللہ کے متولی متقین ہی ہو سکتے ہیں۔ وَلٰكِنَّ الشِّيْعَةَ لَا يَعْلَمُوْنَ ط

(۲۱) وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ط

ترجمہ :۔ منافقین سے بعض ایسے لوگ ہیں جو پیغمبر کو ایذا دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ وہ ایک کان ہے

(یعنی ہر ایک کی بات سنتا ہے) کہدے کہ کان سننے والا تمہارے لئے بہتر ہے۔ جو خدا کی کلام کی تصدیق کرتا ہے اور سچے مومنین کی بات مانتا ہے۔ اور تم میں سے ان لوگوں کے لئے رحمت ہے جو سچے مومن ہیں۔)

اس آیت میں حق تعالے نے صاف بتا دیا ہے۔ کہ رسول خدا مخلص مومنین کی باتیں سنتے اور ان کی تصدیق فرماتے تھے۔ اور آپ کی نظر رحمت بھی مخلص مومنین پر ہوتی تھی۔ اور یہ مسلمہ بات ہے۔ کہ اصحاب ثلاثہ رض آنحضرت ؐ کی مجلس شوریٰ کے اعلیٰ ممبران تھے۔ آپ جملہ امور میں بحکم وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ جملہ مومنین ان سے مشورہ لیتے۔ اور بہت باتوں میں انہی کی صلاح و مشورہ پر کام کرتے تھے۔ اور خدا نے کریم فرماتا ہے۔ کہ نبی کریم کو اجازت ہی نہیں ہے۔ کہ غیر مومن لوگوں کی باتیں سنکر ان کی تصدیق کریں یہ جائیکہ ان کو اپنا مشیر یا مصاحب گردانیں۔ اور نیز جسقدر آپ کی نظر التفات تا آخر رہی تھی۔ اس سے انکار ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ آپ نے انکے گھر سے ناطے لئے اور اپنے گھر سے دئے۔ اور آیت سے ثابت ہے کہ یہ آپکی نگاہ التفات مومنوں پر ہی ہوا کرتی تھی۔ پھر شیعہ صاحبان کا آپکے مصاحبوں آپکے مخلص دوستوں آپکے قرابتداروں کے ایمان میں شک کرنا سخت ناانصافی اور صریح بے ایمانی ہے۔

(۱۲) وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا ۔ پارہ ۴ سورہ ال عمران ۔ رکوع ۲)۔

ترجمہ:۔ اللہ کا احسان یاد کرو۔ جب تم آپس میں دشمن تھے۔ پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کردی۔ اس کی مہربانی سے تم بھائی بھائی ہوگئے۔ اور تم آگ (دوزخ) کے گڑھے کے کنارے پر تھے۔ پھر خدا نے تمہیں اس سے نجات دے دی۔

اس آیت میں حق تعالے نے خبر دی ہے۔ کہ اسلام سے پہلے صحابہ کرام کی باہم پشتینی عداوتیں چلی آتی تھیں جن کو اسلام کی روشنی نے بالکل مٹا دیا۔ اور آپس میں ایسی اخوت قائم کردی کہ اس بھائی بندی کا رشتہ ہمیشہ رہنے والا تھا۔

مندرجہ بالا آیت اس امر کی گواہ ہے کہ صحابہ کرام میں اسلام لانے کے بعد ایسی دوستی و اخوت پیدا ہوگئی تھی۔ کہ عداوت کا احتمال ہی جاتا رہا۔ لیکن شیعہ برخلاف اس کے یہ کہتے ہیں۔ کہ اسلام لاکر بھی ان میں عداوت بدستور رہی۔ اور وہ ایک دوسرے کے دشمن بنے رہے۔ خدا کو سچا مانیں یا شیعہ کے مزعومات فاسدہ کو۔ صاحبان! اگر قرآن سچا ہے۔ اور کوئی مسلمان قرآن کی تکذیب نہیں کرسکتا۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ اصحاب ثلاثہ رض اور علی المرتضیٰ باہم بھائی بھائی اور شیر و شکر تھے۔ ایک دوسرے کے منادیہ جان قربان کرتے۔ اور باہم ملکر اسلام کی خدمات بجالاتے۔ اور کفار سے قتال و جدال کرتے تھے۔ نیز آیت سے ثابت ہوچکا ہے

کہ اسلام لانے سے پیشتر یہ لوگ دوزخ کے کنارہ پر تھے۔ لیکن اسلام کی نعمت حاصل ہونے کے بعد آتش دوزخ ان پر حرام ہوگئی۔ اور یہ بالکل نجات یافتہ ہوگئے۔ لیکن شیعہ کا قول مانا جائے تو وفات نبوی کے بعد سوائے معدودے چند اشخاص (تین چار) کے سب کے سب مسلمان مرتد و کافر ہوگئے اور جہنم کے گڑھے میں گر گئے۔ پھر تو فَأَنْقَذَكُمْ کا مضمون غلط ہوگیا۔ اور مخبر صادق کی شہادت جھوٹی ہوگئی۔

(۱۳) لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ (پارہ ۴ سورہ ال عمران رکوع ۷) ترجمہ:۔ خدا نے مسلمانوں پر احسان کیا۔ کہ ان میں سے ایک ایسا رسول مبعوث کیا جو ان کو ہماری آیتیں سناتا اور پاک کرتا ہے۔ اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور تحقیق وہ پہلے صریح گمراہی میں تھے۔

یہ آیت اور اس قسم کی دوسری آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ؐ کی پاک تعلیم کا یہ اثر تھا کہ آپ کے شاگردان رشید سب کے سب جملہ امراض ظاہری و باطنی سے بالکل پاک و صاف ہوگئے تھے۔ اور نور اسلام کی چمک کے بعد ناممکن تھا۔ کہ پھر ظلمت کفران قلوب پاک میں عود کرتی۔ اور واقعی نبی آخر الزمان کی قوت تاثیر ایک معجزہ تھی جس پر غیر اقوام کو آج تک رشک ہے۔ کہ آدم علیہ السلام سے لے کر اس وقت تک کسی نبی کی تعلیم میں یہ اثر نہیں پایا گیا۔ کہ تھوڑی سی مدت میں مشرق سے غرب تک نور اسلام پھیل گیا۔ اور ایسے کامل و مکمل مسلمان پیدا ہوگئے جنہوں نے دنیا سے بت پرستی کا نام و نشان مٹا دیا۔ لیکن شیعہ کا قول مانا جائے۔ تو معاملہ برعکس ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بقول شیعہ بہت بڑے مسلمان اصحاب اربعہ جو آپ کی کونسل کے اعلیٰ ممبران آپ کے صبح و شام کے مشیر باتدبیر تھے۔ ان کا تزکیہ بھی آپ سے نہ ہو سکا۔ بلکہ ان کے دل باہمی عداوت و کینہ سے نبی علیہ السلام کی زندگی میں ہی مکدر رہے۔ اور آپ کی وفات کے بعد تو سب کے سب مسلمان سوائے تین چار اشخاص کے دل سے پھر گئے۔ اور کفر و نفاق اختیار کرلیا۔ تو پھر وہ تزکیہ کہاں گیا۔ اور وہ تعلیم کتاب و حکمت کیا ہوئی۔ کیا بعثت نبی علیہ السلام سے غرض صرف وہ تین اشخاص تھے۔؟ اور نبی علیہ السلام آخر الزمان کی قوت اعجاز کا یہی کرشمہ تھا۔ کہ آپ کی آنکھ بند کرنے کی دیر تھی کہ تمام نقشہ ہی بدل گیا۔

بھائیو! غور کرو۔ کس قدر اسلام اور ہادی اسلام پر دھبہ آتا ہے۔ اور مخالفین اسلام کو طعن کا موقعہ ملتا ہے۔ اگر شیعہ کا اعتقاد درست مانا جائے۔ لیکن یہ سب کچھ بیہودہ گوئی اور لغویات ہیں جو کہ یہودی کے بہکانے پر بعض کے دلوں میں یہ شیطانی وساوس پیدا ہوگئے ہیں۔ الحق ہادی اسلام کی تعلیم

پاک میں یہ قوت اعجاز تھی! کہ آپ کی یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ ایسے فاضل پیدا ہوئے۔ جنہوں نے دنیا کو سبق توحید سکھا کر ہمیشہ کے لئے اوہام پرستی سے نجات دلا دی۔ اقطاع الارض میں نور اسلام کی کرنیں پہنچ کر باعث رفع ظلمات کفر و شرک ہوگئیں۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

(۲۴) وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ ۝ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ (پارہ ۲۶۔ سورہ حجرات رکوع ۱۳)

ترجمہ: مسلمانو! جان لو۔ کہ تمہارے درمیان اللہ کا رسول ہے۔ اگر وہ اکثر باتوں میں تمہارا کہنا مان لے۔ تو تمہیں تکلیف ہو۔ لیکن اللہ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے۔ اور اس کو تمہارے دلوں میں رچا دیا ہے۔ اور کفر و شرک و نافرمانی سے تمہیں متنفر بنا دیا ہے۔ یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔ اور ان پر اللہ کا احسان ہے۔ خدا دانا و حکیم ہے)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ صحابہ کرامؓ کے دلوں میں خدا نے ایمان راسخ اور مضبوط کر دیا ہے۔ اور ایمان کے ساتھ انکو محبت طبعی ہو گئی ہے۔ اور کفر و فسق سے ان کو ہمیشہ کے لئے نفرت ہو گئی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایمان کے خلاف کوئی بات ان سے سرزد ہونا محال تھی۔ پھر ان پاک نفوس پر یہ الزام کہ ان کی ایمانی حالت ایسی متزلزل تھی۔ کہ نبی کریمؐ کی زندگی میں بھی ان کا ایمان صرف رسمی اور ظاہری تھا۔ ظاہر میں نبی کریمؐ کے دوست اور اندر سے دشمن بنے رہے۔ اور آپ کی وفات کے بعد خاندان رسالت پر علانیہ ظلم کرنے شروع کر دئے۔ کیا یہ آیت کریمہ مذکورہ کی صریح تکذیب نہیں ہے؟ عبرت۔ عبرت۔ عبرت۔

(۲۵) فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝ (پارہ ۲۶ سورہ فتح رکوع ۱۱)

ترجمہ: پھر خدا نے سکینہ (رحمت) اپنے رسول اور ایمان والوں پر نازل کی۔ اور صفت تقویٰ ان کے لئے لازم کر دی۔ اور وہ اس انعام کے مستحق تھے۔ اور خدا ہر شے کا علم رکھتا ہے۔

سورہ فتح کی آیت ہے جس میں مجاہدین حدیبیہ کے فضائل و مناقب کا بیان ہے۔ ان کو تسکین قلب دی گئی ہے۔ اور آئندہ فتوحات و غنائم کی بشارت سنائی گئی ہے۔ اور اسی سلسلہ میں یہ آیت کریمہ [illegible] میں یہ ذکر ہے۔ کہ اللہ کریم کی طرف سے اصحاب حدیبیہؓ پر سکینہ نازل ہوا۔ اور صفت تقویٰ ان کے لئے ایسی وصف لازم ہو گئی۔ جو کبھی منفک نہیں ہو سکتی۔ اور یہ بھی فرمایا گیا۔ کہ یہ سچے جاں نثاران رسولؐ واقع اس انعام عظیم کے سب سے زیادہ مستحق اور سزاوار تھے۔ اب آپ ہی بتائیں کہ جن لوگوں کیلئے وصف تقویٰ

لازم کی گئی ہو۔ کیا وہ منافق ہو سکتے ہیں؟ یا پھر ان کے ارتداد کا احتمال ہو سکتا ہے

(۲۶) إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ (پارہ ۱۰۔ سورہ توبہ رکوع ۱۲)

ترجمہ: اگر تم اس کی مدد نہ کرو گے تو کیا ہوا۔ خدا اس کا ناصر ہے۔ (جس نے اس وقت اس کو نصرت دی) جب کہ کفار نے اس کو نکال دیا۔ وہ دوسرا تھا دو میں سے جبکہ وہ دونوں دوست غار میں تھے۔ اور جبکہ اپنے رفیق کو کہہ رہا تھا کہ غم نہ کیجئے۔ یقیناً خدا ہمارے ساتھ ہے)

فضائل صدیقی پر روشن دلائل

اس آیت پر بنظر انصاف غور کرنے سے فضائل صدیقی ستاروں کی طرح چمکتے دکھائی دیتے ہیں۔

(۱) ایسے ہولناک وقت میں بامر الٰہی ابوبکر صدیقؓ کا انتخاب ہونا۔ اور صدیق اکبرؓ کا ایسے خطرناک موقع پر اپنے اخلاص و عقیدت میں آپکا ساتھ دینا۔ بڑی بہادری سے اس پر خطر خدمت کا بصدق دل منظور کرنا اور دشمن کی تلواروں کے سایہ تلے سے اپنے پیارے آقا کو بچا کر اپنے کندھے پر سوار کر کے غار ثور میں لے جانا۔ صدیق اکبرؓ کے فضل عظیم پر روشن دلیل ہے۔

(۲) خدا کے حضور سے ثَانِيَ اثْنَيْنِ اور لِصَاحِبِهِ ثانی رسول اور صاحب نبی کا عظیم الشان خطاب ہونا کافی تھا۔ رسول خدا کا لَا تَحْزَنْ ایسا تسلی بخش اور تسکین دہ فقرہ بھی اس عاشق صادق کے لئے کچھ کم فخر نہیں ہے۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے۔ کہ عشاق ذات احمدیؐ اگر اس سرور دو جہاں کے منہ سے کوئی معمولی اور اتفاقی فقرہ یا کلمہ بھی سن پاتے تو تمام العمر اس کلام کو ورد رکھتے۔ اور اسکو طرۂ امتیاز سمجھ کر اپنے ہمنشینوں میں اس پر اظہار فخر و مباہات کیا کرتے تھے۔ اگرچہ بظاہر وہ فقرہ زجر و توبیخ کی غرض سے ہی اس پاک منہ سے نکل جاتا تھا چنانچہ ایکدفعہ علی المرتضیٰ نبی کے گھر سے کچھ منغص ہو کر مسجد میں جا کر زمین پر لیٹے ہوئے تھے۔ اور رسول اکرمؐ ڈھونڈتے ہوئے سر پر جا کھڑے ہوئے۔ ان کا چہرہ خاک آلود دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ قُمْ يَا أَبَا تُرَاب وہ فقرہ ابوتراب جناب علی المرتضیٰ کو ایسا پیارا ہوا کہ اپنی کنیت ہی اس کو بنا لیا۔ اب تک آپ کی یہ کنیت زبان زد عوام ہے۔ ایسا ہی ایک صحابی کو بلیوں سے پیار کرتے ہوئے دیکھا تو أَبُو هُرَيْرَة کہہ دیا تھا۔ انہوں نے فخر کے ساتھ یہی کنیت اختیار کر لی۔ ایک دفعہ ابوذر غفاری نے بار بار اعادہ سوال کیا۔ آپ نے تیسری دفعہ کے جواب میں فقرہ عَلَىٰ رَغْمِ أَنْفِ أَبِي ذَرٍّ خفگی سے فرما دیا وہ عاشق

ذات رسالت مآب اس حدیث کو ہر مجلس میں ذکر کرتا اور وہ فقرہ علیٰ رغم انف ابی ذر فخر سے دوہرایا کرتا
تھا۔ اب خیال فرمایئے کہ آنجناب کا اس خلوت کی مجلس میں ابوبکر صدیق جیسے عاشق صادق جاں نثار
کو لا تحزن کہہ کر تسلی دینا اور پھر اس پیارے راحت بخش فقرہ کا رب العزت کے حضور میں منطوق کا شرف
حاصل کر کے کلام الٰہی میں درج ہو جانا یہ فخر صدیق اکبرؓ کے حصہ میں تھا۔ کون ہے جو صدیقی رتبہ کی ہمسری کا
دم بھر سکتا ہے۔ اور کون مردود ازلی ہے جو صدیقی فضائل سے انکار کر سکتا ہے۔

(۳) پھر دوسرا ایک فقرہ جو لَا تَحْزَنْ کے بعد صدیق اکبرؓ نے اس زبان فیض ترجمان سے سنا اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا
کا تعلیمی فقرہ ہے۔ جو صدیق اکبرؓ کی عظمت پر روشن دلیل ہے۔ جانتے ہو معیت ایزدی کیا معنی رکھتی ہے
خدا کن لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ خدا کی معیت
متقین اور محسنین کو ہی نصیب ہوتی ہے۔ پس جب معیت ایزدی آیت مذکورہ کی رو سے صدیق اکبرؓ کے لئے
منصوص ہو گئی۔ تو پھر ان کا متقی اور محسن ہونا کسی مزید دلیل کا محتاج نہ رہا۔ الغرض اکبر معیت ایزدی اور کوئی
معیت نہیں جو رسول پاک سے معیت ایزدی تھی۔ صدیق اکبرؓ کے نصیب ہوئی۔ مَعَنَا کی ضمیر جمع پر غور کرو۔
رَبِّیْ یا مَعَکَ نہیں فرمایا۔ بلکہ مَعَنَا فرمایا یعنی خدا تیرے اور میرے دونوں کے ساتھ ہے۔ اگر صدیق اکبرؓ
ایسے خاص وقت میں حبیب کبریا رسول الٰہی کی سچی معیت اختیار نہ کرتا۔ تو کیونکر اس قدر اکرام و احسان نگاہ
رحمانی سے میسر ہو سکتا۔ اسی سچی خدمتگذاری کا صلہ ہے۔ کہ رسول اکرمؐ سے اس خاص تعلق حضور کبریائی
معیت الٰہی سے حصہ لیا پس سچ ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ؕ

پھر قول الٰہی فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ پر غور فرمایئے یعنی خداوند کریم نے سَکِیْنَتَہٗ (رحمت)
اس پر نازل فرمائی۔ کیا رحمت الٰہی کا نازل کرنا کوئی معمولی بات ہے ہرگز نہیں کیا اب وہ شخص جس پر رب
العالمین رحمت بھیجنے کی خبر قرآن کریم میں دے چکا ہے۔

(۵) قول باری تعالیٰ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ (کافروں نے رسول کو اس حالت میں
گھر سے نکالا۔ کہ اس کے ساتھ ایک شخص اور بھی تھا۔ اس امر کی دلیل ہے۔ کہ کفار کو جس قدر عداوت رسولؐ سے
تھی۔ اسیقدر ابوبکر صدیقؓ سے بھی تھی۔ اور ہر دونوں کو یکساں اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ اور دونوں کے ساتھ
ایک برتاؤ کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ وہ جناب رسول کے ہر مصیبت میں شریک کامل تھے۔ جائے غور ہے۔ کہ
قرآن پاک میں جس خصوصیت اور تشخیص و تعیین کیساتھ ابوبکر صدیق کا صاحب رسول ثَانِیَ اثْنَیْنِ اور دیگر فضائل
کا صراحت سے بیان کیا گیا ہے جس سے موافق و مخالف کو انکار کی گنجائش نہیں رہتی اور کسی دوسرے صحابی کا ذکر
بالتصریح اس طرح قرآن میں پایا نہیں جاتا۔

واقعہ غار کی تصدیق کتب شیعہ سے

واقعہ غار نے تصدیق و معیت صدیق اکبرؓ با رسول کے انکار کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ اس لئے شیعہ
مصنفین اس واقعہ کی تصدیق پر مجبور ہوئے ہیں۔ گو تاویلات رکیکہ سے دریغ نہیں کی۔ مگر اس واقعہ کو چھپانا
مشکل ہوا۔ تفسیر حسن عسکری صفحہ ۲۳ میں ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَوْحٰی اِلَیْہِ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ الْعَلِیَّ الْاَعْلٰی یَقْرَأُ
عَلَیْکَ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ لَکَ اِنَّ اَبَا جَھْلٍ وَّالْمَلَاَ مِنْ قُرَیْشٍ قَدْ دَبَّرُوْا یُرِیْدُوْنَ قَتْلَکَ اِلٰی
اَنْ قَالَ وَاٰمُرُکَ اَنْ تَسْتَصْحِبَ اَبَا بَکْرٍ فَاِنَّہٗ اِنْ اٰنَسَکَ وَسَاعَدَکَ وَوَازَرَکَ وَثَبَتَ عَلٰی
تُعَاھِدُکَ وَتُعَاقِدُکَ کَانَ فِی الْجَنَّۃِ مِنْ رُّفَقَائِکَ وَفِیْ غُرُفَاتِھَا مِنْ خُلَصَائِکَ اِلٰی اَنْ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَبِیْ بَکْرٍ رَضِیْتَ اَنْ تَکُوْنَ مَعِیْ یَا اَبَا بَکْرٍ تُطْلَبُ کَمَا
اُطْلَبُ وَتُعْرَفُ بِاَنَّکَ اَنْتَ الَّذِیْ تَحْمِلُنِیْ عَلٰی مَا اَدَّعِیْہِ فَتَحْمِلُ عَنِّیْ اَنْوَاعَ الْعَذَابِ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ
یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَمَّا اَنَا لَوْ عِشْتُ عُمُرَ الدُّنْیَا اُعَذَّبُ فِیْ جَمِیْعِھَا اَشَدَّ عَذَابٍ لَّا یَنْزِلُ عَلَیَّ
مَوْتٌ مُّرِیْحٌ وَّلَا فَرَحٌ مُّتِیْحٌ وَکَانَ ذٰلِکَ فِیْ مَحَبَّتِکَ لَکَانَ ذٰلِکَ اَحَبَّ اِلَیَّ اَنْ اَتَنَعَّمَ فِیْھَا
وَاَنَا مَالِکٌ لِّجَمِیْعِ مَمَالِکِ مُلُوْکِھَا فِیْ مُخَالَفَتِکَ وَھَلْ اَنَا وَمَالِیْ وَوَلَدِیْ اِلَّا فِدَاءُکَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ لَا جَرَمَ اِنِ
اطَّلَعَ اللّٰہُ عَلٰی قَلْبِکَ وَوَجَدَ مَا فِیْہِ مُوَافِقًا لِّمَا جَرٰی عَلٰی لِسَانِکَ جَعَلَکَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَ
الرَّاْسِ مِنَ الْجَسَدِ وَبِمَنْزِلَۃِ الرُّوْحِ مِنَ الْبَدَنِ کَعَلِیٍّ الَّذِیْ ھُوَ کَذٰلِکَ۔ انتہیٰ ملخصاً

ترجمہ: بقول امام علیہ السلام کے جبرائیل علیہ السلام رسولؐ کے پاس وحی لائے۔ اور کہا کہ اللہ
آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ ابوجہل اور جماعت قریش نے تیرے قتل کرنے کی تدبیر کی ہے۔ آگے چل
کر فرمایا۔ اور خدا نے تجھے حکم دیا ہے۔ کہ ابوبکرؓ کو اپنا رفیق سفر بناؤ۔ اگر وہ موافقت اور موانست اور اپنے عہد پر
قائم رہے۔ تو جنت میں بھی تیرے ساتھ ہوگا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا
اے ابابکرؓ تو راضی ہے کہ اس سفر میں میرے ہمراہ ہو۔ اور کفار قریش جس طرح میرے قتل کے لئے مجھے تلاش
کریں۔ ویسے تیرے قتل کے لئے در پے ہوں۔ اور اس بات کی تشہیر ہو۔ تو نے ہی مجھے اس بات پر آمادہ
کیا۔ اور میری رفاقت کے سبب سے تجھے قسم قسم کے عذاب پہنچیں۔ ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہ میں تو وہ شخص
ہوں کہ اگر آپ کی محبت میں عمر بھر مجھے عذاب اور تکالیف پہنچتی رہیں۔ نہ مروں اور نہ آرام پاؤں۔ تو میرے
نزدیک اس سے بہتر ہے کہ آپکو چھوڑ کر دنیا کی شہنشاہی قبول کروں۔ میری جان و مال اور اہل و عیال

سب کے سب آپ پر قربان ہوں۔ (آپ کو چھوڑ کر کہاں جاؤں) یہ سنکر رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ تیرے دل پر مطلع ہوا اور تیرے دل کو تیری زبان کے مطابق پایا۔ بالیقین خدا نے تجھے بمنزلہ میرے سمع و بصر کے گردانا۔ اور تجھ کو میرے ساتھ وہ نسبت ہے۔ جو سر کو جسم سے اور روح کو۔ شیعوں کے نزدیک اگر کچھ بھی عزت امام حسن عسکری کی ہے۔ تو وہ امام والا مقام کی روایت پڑھ کر غور کریں۔ کہ اس سے حضرت ابوبکر صدیق کی کس قدر تعریف ہوتی ہے۔ اس روایت سے حسب ذیل امور ثابت ہیں۔

(۱) ابوبکر صدیقؓ کی رفاقت رسول سفر ہجرت میں اللہ تعالےٰ کے خاص حکم سے عمل میں آئی تھی۔ جس سے معلوم ہوا کہ علم الٰہی میں اس خدمت کے قابل ابوبکر صدیقؓ سے بڑھکر کوئی صحابی نہ تھا۔

(۲) اللہ تعالےٰ کو ابوبکر صدیقؓ کو اس خدمت کے لئے خاص طور پر منتخب فرمانا۔ دنیائے اسلام میں ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت آشکارا کرنا مقصود تھا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے رسولؐ پاک کو اطلاع دیدی۔ کہ اگر صدیق اکبرؓ نے اس خدمت کو صدق دل سے انجام دیا۔ تو جنت میں بھی رفاقت رسولؐ نصیب ہوگی۔ چونکہ یار غار نے اس خدمت کو باحسن وجوہ انجام دیا۔ اس لئے حسب وعدہ الٰہی جنت الفردوس میں بھی رفاقت رسول کے وہ مستحق قرار پائے۔

(۴) رسول پاک کا یہ فرمانا۔ کہ ابوبکرؓ تجھے پسند ہے۔ کہ کفار میرے اور تیرے درپئے آزار یکساں ہوں؟ کیونکہ ان کو معلوم ہے۔ کہ یہ سفر ہجرت تیرے ہی صلاح و مشورہ سے اختیار کیا گیا ہے۔ ابوبکرؓ کی عظمت شان کی دلیل ہے۔ کہ ابوبکرؓ بھی تبلیغ اسلام اور استیصال کفر میں کفار کے نزدیک رسولؐ پاک کے دست و بازو تھے۔ اور ان کو صدیقؓ سے وہی عداوت تھی۔ جو رسول پاک سے تھی۔

(۵) باوجودیکہ شدائد تکالیف سفر سے حضور علیہ السلام نے اپنے جانباز عاشق کو آگاہ کرکے یقین دلایا تھا۔ کہ اس سفر میں سخت ترین مصائب کا سامنا ہے۔ پھر عاشق صادق کا اس کو قبول کرکے کہنا۔ کہ مجھے اپنے آقائے نامدار کا ساتھ چھوڑنا ہرگز منظور نہیں۔ اگرچہ میری جان قیامت تک عذاب میں پھنسی رہے۔ اور کہ یہ تکالیف حضورؐ کی رفاقت میں جاں نثار عاشق کو روئے زمین کی سلطنت ملنے سے بھی ہزار درجہ راحت بخش اور آرام دہ ہے۔ بقول شخصے۔ ؎

یک جاں چہ متاعیست کہ سازیم فدایت — اما چہ تواں کرد کہ موجود ہمیں است

صدیق اکبرؓ کے جذبات محبت اور عشق رسولی کا اعلیٰ ثبوت ہے۔

(۶) پھر حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ ابوبکرؓ اللہ علیم و خبیر کو تیرے اخلاص و عقیدت کا علم تھا۔ اسی لئے تیرا میرا یہ جوڑ بنایا۔ کہ تو میرے سمع و بصر کی بجا ہے۔ اور کہ میری اور تیری نسبت روح و بدن کی نسبت ہے۔

سبحان اللہ اس سے بڑھکر فضائل صدیقی کا ثبوت جو شیعہ کی معتبر کتاب جو کہ ان کے برگزیدہ امام کی تصنیف سے ملتا ہے۔ اور کیا چاہیئے۔ لیکن افسوس ضد بری بلا ہے۔ شیعہ ایسی واضح اور روشن روایات کو بھی تقیہ پر محمول کر دیں گے۔ العیاذ تقیہ۔ تو شیعہ کے ہاتھ میں ایسی سپر ہے۔ کہ کیسی ہی زد پڑتی نظر آئے تیرے چھپ پسین میں آکر جان بچا لیتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو! ائمہ اہلبیت پر یہ ایک بیہودہ بہتان ہے۔ کہ وہ تقیہ کی غرض سے کوئی خلاف واقعہ بات کہدیں۔ جو لعنتیوں کا فعل ہوا کرتا ہے۔

دوسری شہادت

واقعہ غار کی تصدیق میں دوسرا استشہاد شیعہ کی بڑی مستند کتاب حملۂ حیدری سے پیش کیا جاتا ہے

نظم فارسی		ترجمہ
چنیں گفت راوی کہ سالار دیں	چو سالم بحفظ جہاں آفریں	راوی نے روایت کی ہے۔ کہ جب آنحضرت صحیح
زنزدیک آں قوم پر مکر رفت	بسوئے سرائے ابوبکرؓ رفت	سالم بحفظ خدا اس نابکار قوم کے ہاتھوں سے
پئے ہجرت آں نیز آستادہ بود	کہ سابق رسولش خبر دادہ بود	نکلکر ابوبکرؓ کے گھر پہنچ گئے تو ہجرت کیلئے وہ
نبی بر در خانہ اش چوں رسید	بکوشش ندائے سفر در رسید	تیار کھڑے تھے۔ کیونکہ آنحضرتؐ پہلے خبر دے
چو بوبکرؓ زاں حال آگاہ شد	زخانہ برون رفت ہمراہ شد	چکے تھے۔ نبی علیہ السلام جب اسکے گھر پہنچے
برفتند چندیں بدامان دشت	قدوم فلک سائے مجروح گشت	اور سفر ہجرت کی ابوبکرؓ نے ندا سنی۔
ابوبکرؓ آنگہ بدوشش گرفت	ولے زیں حدیث است جائے شگفت	ابوبکرؓ واقف حال ہوکر حضور علیہ السلام ہمراہ
کہ در کس چناں قوت آمد پدید	کہ بار نبوت تو اند کشید	ہو گئے۔ جب تھوڑا سا سفر صحرا طے کیا حضور
برفتند القصہ چندے دگر	چو گردید پیدا نشان سحر	کے قدم مبارک زخمی ہو گئے۔ تب ابوبکرؓ نے
بدیدند غارے دراں تیرہ شب	کہ خواندے عرب غار ثور لقب	کندھے پر اٹھا لیا۔ اور یہ امر واقعی عجیب ہے
گرفتند در جوف آں غار جا	ولے پیش بوبکرؓ بنہاد پائے	کہ اس جاں نثار کو کیسی قوت حاصل ہو گئی
بہرجا کہ سوراخ یا رخنہ دید	قبا را بدرید آں رخنہ چید	کہ بار نبوت کا متحمل ہو گیا! الحاصل چلدیئے تا کہ
بدیں گونہ تا شد تمام آں قبا	یکے رخنہ نگرفتہ ماندہ قضا	وقت سحر ہو گیا۔ ایک غار نظر آئی جسے عرب
براں رخنہ ماندہ آں یار غار	کف پائے خود را نمودہ استوار	غار ثور کہتے ہیں۔ اس غار میں جاکر بیٹھے
نیامد جز او ایں شگرف از کسے	کہ زور از خرد می نماید بسے	جس میں پہلا قدم ابوبکرؓ نے رکھا تھا یعنی

بیامد چنیں کارسے از غیر او
درآمد رسولؐ خدا ہم بغار
چوں شد کار پرداختہ ہم چناں
درآمد بکف پائے آں یارِ غار
رسیدش ز دنداں مارے گزند
پیغمبر بدو گفت آہستہ باش
مکن غم کہ تا واں صدا را بلند
بغار اندروں تا سہ روز و سہ شب
شدے پور بوبکرؓ ہنگام شام
نمودے ہم از حال اصحاب شر
نبیؐ گفت پس پور بوبکرؓ را
دو جمازہ باید کنوں راہوار
ہم از اہل دیں بہر یکے حملہ وار
از و حملہ دار ایں سخن چوں شنود
تہی شد از قوم آں کوہ و دشت
صبح چہارم برآمد ز غار

بدبینیاں چو پرداخت از رفت او
نشستند یکجا بہم ہر دو یار
رسیدند کافر پیاپے براں
کہ بر روئے سوراخ بود استوار
دراں در دو افعی او شد بلند
رسیدند اعدا مکن راز فاش
کہ از زخم افعی نیابی گزند
بسر برد آں شاہ با ہمرہاں
بہ بُردے در آں غار آب و طعام
حبیب خدا رہبراں را خبر
کہ اے چوں پدر اہل صدق و صفا
کہ یار رساند بہ یثرب دیار
بہ بوکر دانی آشکار
دو جمازہ در دم مہیا نمود
رسولؐ خدا عازمِ راہ گشت
دو جمازہ آوردہ بد حملہ دار

نشستند از بر شتر آں شاہ دیں
ابوبکرؓ را کرد با خود قریں

سوراخ پایا کرتہ پھاڑ کر سوراخ بند کئے حتیٰ کہ کرتے کے چیتھڑے ختم ہو گئے اور ایک سوراخ باقی رہ گیا اس باقیماندہ سوراخ پر اس یارِ غار نے اپنا پاؤں رکھ دیا۔ یہ عجیب فعل بغیر ایسے جاں نثار کے مشکل اور عقلاً محال نظر آتا ہے۔ رسول خدا غار میں داخل ہوئے اور دونوں دوست یکجا بیٹھ گئے جب یہاں تک نوبت پہنچی پیچھا کرتے کافر آ گئے۔ اس وقت اس نے پاؤں کو سوراخ میں رکھا ہوا تھا۔ سانپ نے ڈسا اور مارے درد کے چیخ نکل گئی۔ پیغمبر نے کہا خاموش رہو۔ تاکہ شور نہ ہو جائے غم مت کرو اور آواز نہ نکالو۔ گزند مار تکلیف نہ دے گا۔ تین دن رات تک امرِ الٰہی سے اس غار میں وقت گزارا ابوبکرؓ کا فرزند شام کو وقت غار میں کھانا پہنچاتا تھا اور کفار کے حالات سے نبی علیہ السلام کو مطلع کرتا تھا۔ نبی علیہ السلام نے پسر بکر کو کہا کہ اے شخص جو اپنے باپ کی طرح صاحب صدق و صفا ہے۔ دو تیز رفتار اونٹ چاہئیں۔ جو مدینہ طیبہ تک ہم کو پہنچا دیں۔ ایک دیندار جو دار بھی پسر ابوبکرؓ کا ہمراز تھا چونکہ اس نے یہ خبر سنکر دو اونٹ مہیا کر دیئے۔ کفار سے وہ جگہ خالی ہو گئی۔ تو حضور علیہ السلام عازمِ راہ ہو گئے۔ چوتھے روز آپ غار سے نکلے اور اونٹ حاضر کئے گئے۔ ایک پر شہنشاہِ دو جہاں سوار ہوئے۔ اور اپنے پیچھے اپنے وزیر باتدبیر کو سوار کیا۔ اور دوسرے اونٹ پر چرواہا سوار ہو گیا۔

اس نظم میں شیعی مصنف نے اگرچہ شعر ۲ و ۳ میں اپنے تعصب کی کسی قدر جھلک دکھائی ہے۔ تاہم بیان واقعہ حرف بحرف کر کے داد انصاف دیا ہے۔ اس قصہ سے جو شیعی فاضل مصنف حملہ حیدری نے بیان کیا ہے جب ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں جو صدیق اکبرؓ کے عشق رسولؐ کا ثبوت دیتے ہیں۔

(۱) سفر ہجرت کا راز حضور علیہ السلام نے پہلے اپنے محرم راز صدیق اکبرؓ کو بتا دیا ہوا تھا۔ اور کفار کی آنکھوں میں

خاک ڈال کر حضور سیدھے اپنے صادق الوداد دوست ابوبکرؓ صدیق کے گھر رونق افروز ہوئے۔

(۲) صدیق حضور کا جاں نثار عاشق رات بھر گھڑیاں گن گن کر اس وقت کا منتظر رہا تھا۔ کہ کس وقت سرور دو جہاں اپنے جاں باز عاشق کی جھونپڑی کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرماتے ہیں۔ جونہی آہٹ سنی فوراً قدمبوس ہو گیا۔

(۳) ابوبکر نے اپنے محبوب سردار دو جہاں کی پیادہ روی کی تکلیف کو محسوس کر کے باوجود پیرانہ سالی حضور والا کو اپنے کندھے پر سوار کر لیا۔ اور اس بات کو غنیمت تصور کیا۔ کہ شاہ دو جہاں کے قدموں کی خاک بنے

(۴) عاشق صادق کو خدا نے فوق العادت طاقت بخشی کہ وہ گرانبار نبوت کا متحمل ہو گیا جس کا متحمل ہونا انسانی طاقت سے بالاتر تھا۔

(۵) جب تیرہ و تار غار میں داخلہ کا وقت ہوا۔ تو حضور علیہ السلام کو داخل ہونے دیا۔ جب تک کہ بارود موذیات کے تمام سوراخ بند نہ کر لئے۔ پیراہن چاک کر کے جملہ سوراخ بند کئے جب تک کوئی چیتھڑا باقی نہ رہا۔ تو باقی ماندہ ایک سوراخ اپنی ایڑی سے بند کر لیا۔ کہ کوئی موذی کاٹے تو عاشق کو۔ اور محبوب دو جہاں کو گزند نہ پہنچے۔

(۶) آخرکار گزند افعی کی تکلیف برداشت کی۔ اور اس امر کو عین راحت سمجھا۔

(۷) تین دن رات اس آفتاب عالمتاب کے انوار تاباں تنہا حاصل کئے۔ جنہوں نے دو جہاں کو روشن کرنا تھا۔ اس دوران میں کیا کچھ اسرار قدرت اس خوش نصیب مرید نے مشاہدہ کئے ہوں گے۔ جو اپنے مرشد ہادی دو جہاں سے خلوت گزیں ہو رہا تھا۔ زہے نصیب ابوبکرؓ زہے طالع ابوبکرؓ۔

(۸) حضور سرورِ کائنات اپنے مخلص دوست ابوبکرؓ کے متواتر تین دن رات مہمان رہے۔ چنانچہ سر صعود کھانا ابوبکرؓ کے گھر سے جاتا تھا جس کو حضور تناول فرماتے تھے۔ زکیا رسولؐ کا فرو منافق کے گھر کا کھانا ایسے نازک وقت میں منظور کر سکتا ہے۔

(۹) سواری کا بندوبست بھی پسر ابوبکرؓ نے کیا۔ اور حضور علیہ السلام نے ایک ہی اونٹ پر اپنے یار غار کو اپنے ساتھ سوار کیا۔ اور مبارک سفر ہجرت اس کی ہمراہی میں طے فرمایا۔ پھر تعجب ہے۔ کہ اسقدر فضائل صدیقؓ اپنی کتابوں میں پڑھ کر بھی شیعہ صدیق کو برا بھلا کہکر اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔

تیسری شہادتؓ

واقعہ غار کے متعلق تیسری شہادت شیعہ کی مستند کتاب تفسیر قمی صفحہ ۱۵۸ میں یوں پائی جاتی ہے۔

قولہ: إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَإِنَّهُ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ بَعْضِ رِجَالِهِ رَفَعَهُ إِلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي الْغَارِ قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى سَفِينَةِ جَعْفَرٍ وَأَصْحَابِهِ تَقُومُ فِي الْبَحْرِ وَأَنْظُرُ إِلَى الْأَنْصَارِ مُحْتَبِينَ فِي أَفْنِيَتِهِمْ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ تَرَاهُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَرِنِيهِمْ فَمَسَحَ عَلَى عَيْنَيْهِ فَرَآهُمْ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ أَنْتَ الصِّدِّيقُ

ترجمہ: قولہ إلا تنصروہ الخ راوی کہتا ہے۔ مجھ سے میرے باپ نے حدیث کی اس نے بعض رجال سے جنہوں نے امام صادق تک روایت پہنچائی۔ امام نے فرمایا جبکہ تھے رسول پاک غار میں ابوبکرؓ کو فرمایا۔ گویا کہ میں جعفر اور ان کے ساتھیوں کی کشتی کو دیکھ رہا ہوں جو دریا میں کھڑی ہے اور میں انصار مدینہ کو بھی دیکھ رہا ہوں جو اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ابوبکرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ آپ ان کو دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں! ابوبکر نے کہا مجھے بھی دکھلا دیجئے حضورؐ نے ابوبکر کی آنکھوں کو اپنے دست مبارک سے مس فرمایا۔ تو ان کو وہ تماشا نظر آیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تو صدیق ہے۔)

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ غار میں جو اسرار حضور انور مشاہدہ فرما رہے تھے۔ ان کے مشاہدہ میں ابوبکرؓ کو بھی شریک فرمایا۔ اور آنکھوں کو دست مبارک سے مس فرمایا۔ تو سب کچھ نظر آنے لگا۔ پھر آپ نے ابوبکرؓ کو کہا کہ بیشک تو صدیق ہے۔ (جب حضور علیہ السلام کے دست مبارک نے ابوبکرؓ کے چہرہ کو منور فرمایا۔ اور کشف اسرار غیبیہ ہوا۔ تو پھر اس چہرہ کو نار دوزخ سے کیا خطرہ) جبکہ ایک رومال دست مبارک جو انسؓ کو عنایت ہوا تھا۔ آگ میں ڈالتے تو پہلے سے زیادہ شفاف و صاف نظر آنے لگتا۔ اور آگ اسکو نہ جلا سکتی۔ بلکہ اور جلا بخشتی تھی۔ پھر دست مبارک کی برکت سے جو کشف اسرار غیبیہ ابوبکر کو حاصل ہو گیا یہ عطیہ عظمیٰ اس سے کون چھین سکتا تھا۔ بیشک صدیق اکبرؓ کو کلید اسرار غیبی بصلہ رفاقت غار عطا ہوئی۔ علاوہ ازیں یہ حدیث اس بات میں نص ہے۔ کہ ابوبکرؓ بصلہ خدمات سفر ہجرت و مصاحبت غار لقب صدیقؓ بارگاہ رسالت مآب سے عطا ہوا تھا جسکی شہادت کتب شیعہ صراحت سے دے رہی ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ ط ؎ ایں سعادت بزور بازو نیست ۔ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ۔

اسی مضمون کی حدیث فروع کافی جلد ۳ (روضہ) ص۱۲۳ میں اور حیات القلوب جلد ۲ ص۲۳۴ میں درج ہے اگرچہ ان میں مصنفین نے حسب عادت کسی قدر نیش زنی کی ہے لیکن واقعہ جوں کا توں نقل کر دینے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

اعتراضات شیعہ

واقعہ غار کے متعلق اگرچہ نص صریح مشعر فضائل صدیق اکبرؓ موجود ہے۔ بقول شخصے ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد ۔ عیب نماید ہنرش در نظر

شیعہ حضرات نے یہاں بھی فضول اعتراضات کر کے اپنی خوش فہمی کا ثبوت دیا ہے۔ جن کا دفعیہ ضروری سمجھ کر اعتراض شیعہ پہلے درج کر کے پھر جواب لکھا جائیگا۔

اعتراض شیعہ: آیت میں لِصَاحِبِهِ سے ابوبکرؓ کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ قرآن میں دو مصاحب یوسفؑ کا ذکر بھی ہے۔ يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ حالانکہ وہ کافر تھے۔

جواب: سبحان اللہ شیعہ صاحبان کی قرآن فہمی کا کیا کہنا۔ قرآن میں صاحبی یوسفؑ نہیں بلکہ صَاحِبَيِ السِّجْنِ مذکور ہے۔ وہ ہر دو صاحب السجن (جیل کے رہنے والے قیدی) تھے۔ صاحبی مضاف اور سجن مضاف الیہ۔ صاحبی کی یا ضمیر متکلم نہیں ہے۔ بلکہ اصل میں صاحبین (تثنیہ) تھا۔ اضافت کے سبب نون ساقط ہو کر صَاحِبَيِ السِّجْنِ کہا گیا۔ سو وہ صاحب زندان تھے۔ اور لِصَاحِبِهِ میں صاحب کی اضافت ضمیر کیطرف ہے۔ جو رسول خدا کیطرف راجع ہے۔ غرض صَاحِبُ الرَّسُولِ کہلانا اور چیز ہے۔ اور صاحب السجن اور شے ہے۔ پھر جیل میں رہنے والے یوسفؑ کے ساتھی پیغمبر کے ساتھ نہیں گئے تھے۔ بلکہ اپنے جرم کے باعث اسیر ہوئے تھے۔ اور لصاحبہ والا ساتھی خدا کے خاص حکم اور رسول پاک کے انتخاب سے رفیق سفر بنایا گیا تھا۔ پھر یہ صاحب غار (حضور اقدس کا یار غار) تھا جو اس وقت تک عاشق صادق کیلئے ضرب المثل کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

ایسا ہی قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ وغیرہ کو سمجھو۔ صرف صاحب کے لفظ کی فضیلت نہیں ہے۔ بلکہ یہ فضیلت مضاف الیہ (رسول) کی مبارک نسبت سے پیدا ہوئی ہے۔ جو کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ سچ پوچھو! تو شیعہ ایڑی چوٹی کا زور ماریں تو اس صراحت و صفائی سے وہ جناب علیؓ تو کیا قرآن سے علی المرتضیٰ کا صاحب الرسول ہونا بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝

غور کرو۔ اگر اللہ العالمین کو ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت کا بیان نہ منظور ہوتا۔ تو واقعہ غار میں صرف رسولؐ

پاک کا ہی ذکر کافی تھا ۔ ابوبکرؓ کے ذکر کی کیا ضرورت تھی ۔ اور ذکر بھی ثانی اثنین اور لصاحبہٖ کے ساتھ کرنا نہایت ہی لطیف رمز رکھتا ہے ۔

اعتراض شیعہ :۔ رسول کا ساتھی ہونا کوئی فضیلت کی بات نہیں ۔ کیونکہ نوحؑ و لوطؑ علیہ السلام کی عورتیں رسول کے ہم صحبت ہونے کے باوجود کافرہ تھیں ۔

جواب :۔ اگر معترض کو کچھ عقل ہوتی ۔ تو ان عورتوں پر صدیقؓ کو قیاس نہ کرتا ۔ ہر امر میں مستثنیات ہوتے ہیں باوجودیکہ حق تعالٰی نے اَلْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ ۔ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ کا کلیہ بیان فرما کر ظاہر فرمایا ہے ۔ کہ پلید عورتیں پلید مردوں کے لئے ۔ اور پلید مرد پلید عورتوں کے لئے ۔ اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے ۔ اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے ہیں) لیکن دو عورتوں کو اس حکم سے استثناء فرما کر قرآن میں ان کو ضرب المثل بنا دیا ہے ۔ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوحٍ وَّامْرَاَتَ لُوطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ۝

لیکن معاذ اللہ کیا خدیجۃ الکبریٰؓ اور عائشۃ الصدیقہؓ کو ان پر قیاس کیا جا سکتا ہے ۔ کلّا و حاشا ۔ ابوبکر صدیق اکبرؓ ایسے جانباز کی صحبت رسول کو امرأۃ لوطؑ و نوحؑ پر قیاس کرنا پرلے درجے کی حماقت ہے جب ان کے کفر کی اللہ تعالٰی نے قرآن میں تصریح کر دی ہے ۔ اور ادھر ابوبکر صدیقؓ کو مسند خلافت عطا فرما کر ان کی پاکبازی کا ناطق فیصلہ فرما دیا ہے ۔

اگر ابوبکرؓ معاذ اللہ نوحؑ اور لوطؑ کی عورتوں کی طرح کافر و منافق ہوتے تو ان کے کفر و نفاق کی قرآن میں تصریح کر دینے سے خدا کو کیا خوف تھا ۔ غرض آیت کے جملہ الفاظ پر غور کرو ۔ پھر دیکھو ۔ کہ کس قدر تعریف ابوبکرؓ کی ثابت ہے ۔

اعتراض :۔ شیعہ کا دوسرا اعتراض یہ ہے ۔ کہ لَا تَحْزَنْ کا کلمہ تعریف کا موجب نہیں ہے ۔ یہ صیغہ نہی کا ہے ۔ اور جس بات سے خدا نے منع کیا ہو ۔ وہ فعل معصیت ہے ۔ اگر یہ حزن کرنا نیکی ہوتی ۔ تو اس سے منع کیوں کیا جاتا ؟ اور صیغہ نہی کیوں مذکور ہوتا ؟

جواب :۔ شیعہ ایسے اعتراض کرتے وقت اگر قرآن کی باقی آیات پر بھی نظر ڈال لیا کریں ۔ تو ایسی خرافات لکھنے کی ضرورت نہ رہے ۔ کیا شیعہ معترض کو معلوم نہیں ہے ؟ کہ اس قسم کے کلمات پیغمبروں کی نسبت بھی مذکور ہیں ۔

(۱) جب حضرت موسیٰؑ کا عصا اژدہا بنا ۔ تو آپ بمقتضائے بشریت ڈر کر بھاگے ۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا

لَا تَخَفْ اِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ ۝ (پارہ ۱۹ رکوع ۱۶)

ترجمہ :۔ اے موسیٰؑ مت ڈر میرے حضور میں پیغمبر ڈرا نہیں کرتے ۔)

(۲) جب ساحروں نے اپنی رسیاں جادو سے سانپ بنا کر ڈالیں ۔ اس وقت بھی حضرت موسیٰؑ خائف ہو گئے ۔ اللہ العالمین نے فرمایا ۔ لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ۝ پارہ ۱۶ رکوع ۱۳)

ترجمہ :۔ ڈر نہیں تو ہی غالب ہوگا)

(۳) جب حضرت ابراہیمؑ نے فرشتوں کو انسانی شکل میں دیکھا ڈر گئے ۔ پھر جب بھونا ہوا گوشت ان کے روبرو رکھا ۔ اور فرشتوں نے نہ کھایا ۔ از بس خائف ہوئے ۔ فرشتوں نے تسلّی دی ۔ قَالُوا لَا تَخَفْ اِنَّا اُرْسِلْنَا اِلٰى قَوْمِ لُوطٍ ؕ فرشتوں نے کہا ڈر مت ہم تو قوم لوطؑ کو ۔ ۔ ۔ عذاب دینے آئے ہیں ۔

(۴) لوط علیہ السلام کے پاس جب فرشتے آئے وہ ڈر گئے ۔ فرشتوں نے تسلی دی ۔ قَالُوا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ اِنَّا مُنَجُّوكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِينَ ۝ (پارہ ۲ رکوع ۳)

ترجمہ :۔ فرشتوں نے کہا ۔ خوف اور غم مت کیجئے ۔ ہم تجھے اور تیرے عیال کو بچائیں گے ۔ سوائے تیری عورت کے جو قوم کفار میں شامل ہے ۔

(۵) رسول پاکؐ کو خطاب کر کے حق تعالٰی نے فرمایا ۔ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ (پارہ ۲ رکوع ۲)

ترجمہ :۔ آپ کچھ غم نہ کیجئے ۔ اور کفار کے مکر کی پرواہ نہ کریں ۔

(۶) مومنین سے خطاب ہے ۔ لَا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَاَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ (پارہ ۲۴ ۔ رکوع ۱۸) ترجمہ :۔ خوف اور غم مت کرو ۔ اور بہشت موعودہ کی بشارت لو ۔

اب شیعہ بتائیں ۔ یہ سب نہی کے صیغے ہیں ۔ جو اولی العزم مرسلین کے خطاب میں ہیں ۔ اور بالخصوص حضور رسول اکرمؐ اور مومنین کے خطاب میں وہی کلمہ لَا تَحْزَنْ استعمال ہوا ہے ۔ کیا پیغمبروں کے اس خوف و حزن کو جو بمقتضائے بشریت ان پر طاری ہوا ۔ داخل معصیت سمجھو گے ۔ اور لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ کے خطاب کو ان کی عظمت شان اور شفقت الٰہی پر محمول کرو گے ۔ یا ان کی توہین و ہتک قرار دو گے ۔ پس کلمہ لَا تَحْزَنْ کا استعمال جب ابوبکرؓ کی تسکین خاطر کے لئے استعمال ہوا ۔ اس کے متعلق شیعہ اعتراض کہاں تک بجا ہو سکتا ہے ؟

اعتراض :۔ شیعہ کہتے ہیں ۔ جب کفار آئے ۔ ابوبکرؓ رونے لگے ۔ تاکہ ان کو اطلاع ہو جائے ۔ کہ پیغمبر علیہ السلام غار میں چھپے ہوئے ہیں ۔ حقیقت میں کفار سے ملے ہوئے تھے ۔

جواب: اس سے بڑھ کر بیہودہ اعتراض اور کیا ہو سکتا ہے۔ کیا علیم و خبیر کو بھی خبر نہ تھی یا کہ رسول علیہ السلام کو مشورہ مصاحبت ابوبکرؓ دیا گیا۔ اور رسول بھی اسیات سے ناآشنا تھے۔ کہ ابوبکرؓ اندر سے ان سے دشمنی رکھتا ہے۔ اور پھر جب رسول علیہ السلام نے اس کو پہلے سے سفر ہجرت کی اطلاع دی ہوئی تھی علاوہ وہ رات بھر منتظر بیٹھا رہا۔ اس وقت کفار کو کیوں نہ بتا دیا۔ کہ تم لوگ گھات لگا کر راستہ میں بیٹھو۔ میں ابھی تمہارے دشمن کو تمہارے پاس لے آتا ہوں۔ اور پھر جس وقت حضور علیہ السلام کو اپنے شانہ پر اٹھا لیا تھا تو بجائے اس کے کفار ثور کی طرف لے جاتا۔ ابوجہل کے گھر کو سیدھا کیوں نہ چل پڑا۔ اور پھر جب کفار غار پر آگئے۔ رو کر سنانے کی بجائے ان کو پکار کر کیوں نہ کہدیا۔ کہ آؤ یہ تمہارا دشمن بیٹھا ہے۔ جب بزعم شیعہ اپنی جماعت (کفار) کے لوگ پہنچ گئے۔ تو اس اکیلے دشمن (رسول پاک) کا کیا خطرہ تھا؟ اور یہ اگر صحیح ہے۔ کہ اس وقت ابوبکرؓ نے رونا چلانا شروع کر دیا تھا۔ تو کافر آواز سنکر اندر داخل کیوں نہ ہو گئے؟ شیعو! کچھ غور کرو۔ بہکی باتیں کیوں کرتے ہو؟ بالعکس دنیا اندھی نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ابوبکرؓ روئے نہ چلائے۔ البتہ گھبراہٹ اس لئے پیدا ہو گئی۔ کہ محبوب دو جہاں خدا کے پیارے رسول کو کافر تکلیف نہ پہنچائیں۔ حزن اپنے لئے نہیں ہوتا۔ بلکہ کسی دوسری چیز یا شخص کے لئے ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ہجر یوسف علیہ السلام کا تھا۔ جس کی خبر قرآن میں یوں دی گئی ہے۔ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ (یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں غم ہجر یوسفؑ سے سفید ہو گئیں) حضور علیہ السلام نے اپنے لخت جگر ابراہیمؑ کی وفات پر فرمایا۔ إِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ (ہم اے ابراہیم تیرے فراق سے غمناک ہیں)

غرض جو اپنی ذات کے لئے گھبراہٹ ہو اس کو خوف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور جو دوسرے کے لئے ہو۔ اس کو حزن کہتے ہیں۔ بلاشبہ پروانہ شمع محمدی کو اپنی جان کی ذرہ پرواہ نہ تھی۔ بلکہ وہ نقد جان محبوب دو جہاں پر نثار کر چکا تھا۔ اور کہدیا تھا۔ کہ آپ کی محبت میں جسقدر تکالیف دیکھوں آ... لئے عین راحت ہے۔ ؎

یک جاں چہ متاعیست کہ سازیم فدائت اما چہ تواں کرد کہ موجود ہمیں است

بلکہ اس عاشق صادق کو غم تھا۔ تو فقط اس بات کا کہ کفار نابکار کے ہاتھ سے سر... دو جہاں کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

اعتراض: اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ میں علیہ کی ضمیر رسول کی طرف راجع ہے۔ نہ ابوبکرؓ کی طرف ... آیت اَلَّا تَنْصُرُوْهُ الخ میں باقی ضمائر کے مرجع بھی رسول کریم ہیں۔ پھر اس سے رحمت الٰہ...

مورد ابوبکرؓ کو سمجھنا درست نہیں ہے۔

جواب: جب شیعہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ گھبراہٹ رسول پاک کو نہیں۔ بلکہ ابوبکر صدیقؓ کو تھی۔ اور اسی لئے لَا تَحْزَنْ محض ان کی تسکین خاطر کیلئے فرمایا گیا۔ تو پھر سکینہ (جس کا معنی ہی تسکین ہے) رسولؐ پر اتارنے کی کیا ضرورت تھی؟ جب آپ پہلے ہی مطمئن بیٹھے ہوئے تھے۔ بہرحال تسکین اتارنے کی ضرورت بھی اسی شخص پر تھی جس کا دل بے چین ہو رہا تھا۔ اور یہ بات کہ اور ضمائر کا مرجع رسول ہیں اسلئے علیہ کا رجوع بھی ادھر ہی چاہیئے۔ سو ایسی نظائر آیات میں بکثرت ملتی ہیں۔ جیسا کہ تُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا میں پہلی ضمیریں رسول علیہ السلام کی طرف راجع ہوتی ہیں اور آخری کا مرجع اللہ تعالےٰ ہے۔ دوسری مثال وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗ اِلَيْهِ۔ یہاں پہلی اور آخری ضمیر کا مرجع موسیٰ علیہ السلام ہیں لیکن درمیانی یَجُرُّهٗ کی ضمیر حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف راجع ہوتی ہے۔

اعتراض: ابوبکرؓ کا آنحضرت کو اپنے کندھے پر اٹھانے کا قصہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ بیت الحرام کے توڑنے کے وقت جب اسد اللہ الغالب علیؓ نے درخواست کی تھی۔ کہ حضور میرے کندھے پر سوار ہوں۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا تھا۔ کہ تم گرانبار نبوت کو کیسے برداشت کر سکتے ہو؟ پھر ابوبکرؓ کو اتنی طاقت کہاں سے آگئی۔ کہ اس گرانبار کو اٹھالیا۔

جواب: یہ مشیت ایزدی ہے۔ کہ ایک وقت ایک بڑے توانا شخص سے ایک کام نہ ہو سکے۔ تو دوسرے وقت وہی کام ایک ضعیف اور نحیف آدمی سے لے سکے جیسا کہ آیت اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ میں حق تعالیٰ خبر دیتا ہے۔ کہ گرانبار امانت کی برداشت کرنے کی طاقت آسمان و زمین کو باوجود اس عظمت و جسامت کے نہ ہوئی لیکن اس کو ایک ضعیف مخلوق انسان نے قبول کرلیا۔ پھر وہی خدا اگر وہ کام جو اسد اللہ نہ کر سکے صدیق اکبرؓ کو اس کے کرنے کی توفیق بخشدے۔ تو اس کو کون روک سکتا ہے؟ وہی خدا ہے جس نے ایک زمانہ میں ابابیل جیسے حقیر پرند کو بے حساب فیل کے مقابلہ کی قدرت بخشی۔ اور ان کی چونچ میں سے گرے ہوئے سنگریزہ کو گولہ بارود کی قوت عطا فرمادی تھی۔ ؎

اِنَّمَا يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ

پھر یہ تو تم بھی جانتے ہو۔ کہ حضور علیہ السلام اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ منورہ تک جا پہنچے اور اونٹ گرانبار نبوت کا حامل ہو گیا لیکن شیر خدا جن میں سینکڑوں شیروں کی طاقت تسلیم کیجاتی ہے اسکے برداشت

کی قوت نہ رکھ سکے۔

اعتراض: - اندھیری رات اور تاریک غار میں ابوبکرؓ کو سوراخ کس طرح نظر آئے۔ جن کو بند کرتا پھرا۔ یہ قصہ بھی غلط ہے۔

جواب: - یہ ضروری نہیں کہ چند میل مسافت کے بعد غار ثور تک پہنچنے کے وقت بھی تاریکئ شب موجود تھی۔ بلکہ وہاں پہنچنے تک صبح کی روشنی کا وقت ضرور ہو گیا ہو گا۔ جیسے صاحب حملہ حیدری بھی نشان سحر کی نمو داری کا قائل ہے۔ پھر روشنی صبح میں سوراخ کا نظر آنا محال نہیں ہے۔ نیز اگر شیعہ معترض کو اس بات کا بھی اعتقاد ہو۔ کہ چہرہ انور رسول اقدس وہ سراج منیر تھا کہ اس کی نورانی شعاعوں کے سامنے آفتاب کی روشنی بھی ہیچ تھی۔ جیسا حضرت انسؓ خادم رسول کی روایت ہے۔ کہ ایکدن چودھویں چاند رات میں حضور انور بیٹھے ہوئے تھے میں چاند کیطرف بھی نظر دوڑاتا۔ اور پھر چہرۂ پر نور حضور کو دیکھتا۔ تو مجھے حضور کے طلعت زیبا کے سامنے چودھویں رات کا چاند مدھم معلوم ہوتا۔ یہ بھی آپ کو معلوم ہو گا کہ حسن یوسفؑ میں یہ کمال تھا۔ کہ اندھیری رات میں مصر کی گلیوں میں پھرتے۔ تو شمع کی ضرورت نہ ہوتی بلکہ چہرۂ تاباں کی روشنی کافی ہوتی۔ پھر اس ماہ مدنی کی کے چہرۂ تاباں کے نور سے کیوں انکار ہے جو کہ اس شمع انور کی موجودگی میں بھی ابوبکرؓ کو سوراخ نظر نہ آتے ہوں۔ پھر یہ بھی آپ کی کتابوں میں (جیسا کہ لکھا جا چکا ہے) درج ہے۔ کہ اس شمع نور (ذات احمدی) کا یہ اثر تھا۔ کہ غار میں بیٹھے ہوئے دونوں دوست مدینہ میں بیٹھے ہوئے انصار کو گھروں میں بیٹھے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ اور جعفرؓ کی کشتی سمندر میں جھکو لے کھاتی نظر آ رہی تھی۔ پھر افسوس ہے کہ شیعہ کو رباطن کو اس بات پر تعجب ہے۔ کہ اندھیری رات میں ابوبکرؓ کو غار کے سوراخ کس طرح نظر آ گئے۔ اچھا یہ سب باتیں نہ سہی آخر اندھا بھی تو ٹٹو کر معلوم کر لیتا ہے۔ کیا ہاتھ سے ٹٹو کر بھی سوراخ غار معلوم نہ ہو سکتے تھے۔؟ امید ہے کہ اب معترض کی تسلی ہو گئی ہو گی۔ اس لئے ہم اسیقدر پر اکتفا کرتے ہیں۔

آیت اِلَّا تَنْصُرُوْهُ الخ کے متعلق اعتراضات شیعہ کا قلع قمع ہو چکا۔ اب ہم استخلاف کی بحث شروع کرتے ہیں۔

(۲۷) وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ

ؔ ایسے واقعات بطور خرق عادت احیاناً پیش آتے تھے نہ دواماً۔ مثلاً حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ کہ تاریک رات ہوتی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی روشنی میں سوئی میں دھاگہ ڈال لیتی تھی۔ اور ایک روایت میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ کہ ایک مرتبہ رات کو میں اٹھی تو حضور اکرم کو بستر مبارک پر نہ پایا۔ تاریکی میں میں نے ادھر ادھر ہاتھوں سے تلاش کیا۔ تو حضور کے پاؤں مبارک سے میرا ہاتھ لگا۔ اسوقت حضور صلعم سجدہ میں پڑے تھے۔ (ترجمہ مظہر حسین نقوی)

مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ؀ (پارہ ۱۸ سورہ نور رکوع ۱۳)

ترجمہ: خدا تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے۔ اور نیک اعمال کئے وعدہ کر لیا ہے۔ کہ بالضرور ان کو زمین میں جانشین اور خلیفہ بنائے گا۔ جیسا کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا جو تم سے پہلے تھے اور ان کے اس دین کو جس کو ان کے لئے پسند کر چکا ہے۔ متمکن (مضبوط) کر دے گا۔ اور خوف کے بعد ان کی حالت کو امن سے بدل دے گا۔ وہ میری ہی پرستش کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائیں گے۔ جس نے اس کے بعد کفران کیا وہ لوگ فاسق ہیں)

اس آیت میں احکم الحاکمین نے ایک قطعی مہر کر کے مسئلہ خلافت کا بھی فیصلہ فرما دیا۔ اگر کوئی دل نور ہدایت سے منور ہو۔ تو اسکو مسئلہ موعودہ کی نسبت اس فیصلہ ربانی کے مان لینے میں تامل نہ ہو گا۔ دیکھو! رب العباد نے فرمایا ہے کہ ہم نے اس مخصوص الخواص جماعت مومنین کو حتمی وعدہ دے دیا ہے۔ کہ ان کو خلافت کی مسند ضرور ضرور عطا کی جائے گی۔ جیسا کہ اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے پیرووں کو ہم نے خلافت عطا فرمائی تھی۔ اس وقت دین مرضیہ کی خوب استقامت ہو گی۔ اور خوف کا زمانہ امن سے بدل جائیگا یہ جماعت ایسے مخلص عباد صالحین کی ہو گی۔ کہ باوجود اس اقتدار (عہدہ خلافت) کے حاصل کرنے کے بھی میری توحید پر قائم رہیں گے۔ اب ہم شیعہ صاحبان سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ یہ وعدہ الٰہی اصحاب ثلثہ رضؓ کے حق میں پورا ہوا یا نہیں۔ اگر ہوا تو کیا وہ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے مصداق تھے یا نہ؟ اگر نہیں تھے۔ تو کیوں اس انعام الٰہی (عطیہ خلافت معہودہ) سے مشرف ہو گئے؟ اسکے مستحق تو وہی لوگ تھے۔ جو اٰمَنُوْا الخ کے مصداق تھے۔ کیا غیر مستحق لوگ بھی انعام پایا کرتے ہیں خصوصاً جب انعام بخشنے والا علام الغیوب اور عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہو۔ کیا یہ بھی ممکن ہے۔ کہ ایک انعام کا اطلاع نامہ تو دوسرے لوگوں کے نام جاری ہو چکا ہے۔ اور تقسیم انعام کیوقت وہ لوگ منہ دیکھتے رہ جائیں۔ اور ایک دوسری جماعت جو بالکل غیر مستحق تھی۔ انعام پا جائے۔ ایسا کیوں ہوا۔ کہ بوقت تقسیم انعام انعام بخشنے والے کو مستحقین اور غیر مستحقین کے امتیاز میں دھوکہ ہوا۔ یا انعام دینے والے نے اپنا پہلا حکم منسوخ کر کے دوسروں کو انعام دیدیا اور پہلوں سے وعدہ خلافی کر بیٹھا۔ یا جماعت غیر مستحقین زبردست تھی۔ اول نے دوسری سے زبردستی چھین کر وہ انعام اڑا لیا۔ یہ سب باتیں کفر ہیں۔ نہ اس ذات علیم و خبیر کے آگے اعزاز کے مستحقین اور غیر مستحقین مخفی رہ سکتے ہیں۔ اور نہ وہ اپنے احکام نافذہ کو بلا وجہ توڑ کر تغیر و تبدل کرتا ہے۔ اور نہ اس کے حتمی وعدوں میں تخلف ہو سکتا ہے اور نہ کوئی طاقت اس سے زبردست ہو سکتی ہے۔ جو اس کے ارادہ پاک کی مزاحمت کر سکے۔ اور اس کی وحی ہوئی

نعمت اس کی مقبول جماعت کے ہاتھوں سے چھین سکے۔ وہ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ اور يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ کی صفت سے موصوف ہے۔ وہ اپنے ارادوں کو پورا کئے بغیر نہیں چھوڑتا اس کی صفت لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ہے۔ اس کے وعدوں میں تخلف کا خیال کرنا کفر ہے۔ اس کے ارادہ مشیت میں یہی تھا کہ بعد وفات سرور کائنات آپکی خلافت کا اعزاز ان کے چار برگزیدہ اصحاب کو عطا فرمایا جائے۔ یہ اعزاز چونکہ ان کی پاک خدمات کے صلہ میں تھا۔ اس لئے ان کے عطا ہونے پر ان کی خدمات کا بھی پورا لحاظ ہوا جنکی خدمات اسلام میں سب سے زیادہ ہیں جس نے خدا کی راہ میں بہت زیادہ دکھ اٹھائے ہیں جس نے ہادئ اسلام کی دعوت سب سے پہلے بلا کسی امتحان لینے کے قبول کی۔ اور سچے ہادی کی تائید میں سب سے پہلے اعدائے دین سے مقابلہ کیا جس نے اپنی وجاہت اور دینی اقتدار نظر انداز کر کے دین رسول کی سچی تابعداری سب سے اول اختیار کی ہے جس نے عمر بھر میں اس اپنے پیارے آقا کا ساتھ پورا نباہا ہے جو اس کا نہایت مولناک اور پرخطر موقعہ میں ہمدم اور یار غار رہا ہے جس پر اس پاک رسول کی نظر شفقت بلالحاظ اس کے کہ ؎

قدمیان خود را بیفزا قدر

سب سے زیادہ تھی جس کو اس پاک رسول نے اپنی زندگی کے آخیر وقت میں اپنے مصلّے پر کھڑا کر کے اور امامت پر مامور کرنے کا امتیاز بخشا ہے۔ اس کو سب سے پہلے اس اعزاز سے حصہ ملے۔ ثم فثم۔ منطوق آیت صاف پکار رہا ہے۔ کہ خلفاء اربعہؓ نے اپنے اختیار اور کوشش سے اور نہ کسی منصوبہ سے خلافت کی تحصیل کی۔ بلکہ محض خدا پاک کے ارادہ سے اس کے حتمی وعدہ کے بموجب ان کو اعزازات ملے۔ اور اسی ترتیب سے ملے جیسا کہ خداوندکریم کی مرضی تھی۔ ورنہ کس کی طاقت تھی۔ کہ ارادہ ایزدی پر غالب آسکتا اس کے موعود اعزاز کو بلا استحقاق حاصل کر سکتا۔ یا وقت سے پہلے اس اعزاز کا حصہ لے سکتا۔ تدبیر اور مشیت ایزدی پر کوئی انسانی تدبیر غالب نہیں آسکتی۔ اور نہ ارادہ الٰہی کا مقابلہ انسانی منصوبہ سے ہو سکتا ہے۔ پھر یہ کہنا سخت بے ایمانی ہے۔ کہ وعدہ الٰہی تو علی المرتضیٰ کے لئے تھا۔ اور وہی سب سے مستحق تھے لیکن ثلثہ نے زبردستی سے ان کا حق چھین کر خود خلافت پہلے لے لی۔ بھلا کچھ تو عقل کیجئے۔ یہ تو مان بھی لیں۔ کہ اسد اللہ الغالبؓ پر ثلاثہ کی قوت غالب آگئی۔ اور ان کے مقابلہ میں شیر خدا خیبر شکن بےبس ہو کر دم بخود رہ جائیں لیکن یہ کب ہو سکتا ہے۔ کہ ثلاثہؓ خدائے قدیر کی زبردست طاقت کا مقابلہ کر کے اس کی موعود اور دی ہوئی نعمت شیر خدا سے چھین لیں۔ نعوذ باللہ من ہذہ الخیالات۔ نیز آیت سے ظاہر ہے کہ وعدہ خلافت ایک سے زیادہ اشخاص کے لئے تھا نہ فرد واحد کے لئے کیونکہ آیت میں موعود لہم جماعت مومنین ہے۔ نہ ایک شخص الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا صیغہ ہائے جمع پر غور کرو۔ اور جو نشان ان

موعود لہم کا خدائے کریم نے بیان فرمایا ہے یعنی اَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا۔ جو لوگ ان اوصاف میں بیہ چاروں صحابہؓ سے فائق تھے۔ وہی مستحق ہو سکتے ہیں۔ اور یہ امر مسلّم ہے۔ کہ خلفاء اربعہ جو دیگر صحابہ کرام سے اوصاف میں فائق تھے۔ وہی اس اعزاز کے مستحق تھے۔ اور ان چاروں کو اس منصب کا اعزاز ان مقدر رہتا۔ اور زمانہ خلافت کی مدت مقرر کر دیا گیا تھا چنانچہ رسول برحق نے اَلْخِلَافَةُ مِنْ بَعْدِي ثَلَاثُونَ سَنَةً فرما کر اس کی میعاد تیس سال بیان فرما دی تھی۔ تو پھر فرمائیے کہ سوائے اس ترتیب کے جو سلسلہ خلافت میں وقوع میں آئی۔ اور صورت ہی کونسی تھی؟ کہ یہ چاروں بزرگوار اس عطیہ الٰہی سے اسی میعاد کے اندر بہرہ ور ہو سکتے۔ اگر مولانا علی المرتضیٰ کو سب سے پہلے خلافت ملتی۔ تو باقی ہر سہ اصحابؓ اس نعمت موعودہ سے محروم رہ جاتے کیونکہ ان کا زمانہ زندگی پہلے ہی ختم ہو جاتا تھا۔ ایسا ہی اس ترتیب میں اگر کچھ بھی تغیر ہوتا۔ تو کوئی نہ کوئی صاحب ضرور اس عطیہ سے محروم رہتا۔ سبحان اللہ الحکیم بانواع الحکمۃ اس آیۃ کریمہ نے مسئلہ ایمان صحابہؓ کے ساتھ مسئلہ خلافت کا بھی قطعی فیصلہ فرما دیا۔ اور یہ بھی ثابت کر دیا۔ کہ یہ خلفاء جیسے کہ پہلے اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے مصداق تھے۔ خلافت ملنے کے بعد بھی يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا کے پورے مصداق رہیں گے۔ ممکن ہی نہیں ہے۔ کہ اس قدر اقتدار عظیم ملنے پر بھی ان کی حالت میں ذرہ سا تغیر پیدا ہو جائے۔ بلکہ جیسے کہ پہلے مسکنت اور فقر کی حالت میں میرے سچے مومن نیک اعمال تھے۔ اس اقتدار میں بھی میری عبادت میں مست اور میری توحید میں سرشار رہیں گے۔

صاحبان غور کیجئے یہ آیت خلفاء ثلثہ کے ابدی ایمان پر شاہد عدل ہے۔ نیز خداوندکریم نے ان کے ایمان ابدی کی شہادت دیکر پھر یہ بھی فرما دیا۔ کہ اس میری شہادت کے بعد بھی اگر میرے ان پاک بندوں کے ایمان میں کوئی شخص کلام کرے گا۔ اور ان کے احسان عام کا کفران کرے گا۔ تو سمجھ لو وہ گمراہ بدبخت فاسق ہے۔ معنی آیت فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ مفسرین نے یہ کیا ہے۔ مَنْ اَنْكَرَ عَنْ اِحْسَانِهِمْ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ شیعہ صاحبان! ذرا انصاف کی عینک لگا کر آیت کو پڑھیں۔ بتائیں تو سہی وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا کا مصداق کون زمانہ ہے۔ کیا وہ زمانہ جو عہد خلافت جناب امیر علیہ السلام کا تھا۔ شیعہ صاحبان تو مانتے ہیں۔ کہ وہ زمانہ تو سخت پر آشوب تھا۔ ہمارا ایک ہمعصر شیعہ اپنے رسالہ سجادیہ کے صفحہ پر اس زمانہ کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتا ہے۔

حضرت امیر کی خلافت کا زمانہ ایسا تھا۔ بی بی عائشہ صدیقہ وغیرہ خالفت در پے شور تھا۔ اور حز

ہیں گویا شیعہ کا یہ حال ہو رہا تھا۔ پھر ایسا پر شور زمانہ تو اس پیشگوئی وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ الخ کا مصداق نہیں ہو سکتا۔ فی الحقیقت یہ زمانہ خلفاء ثلثہ کا ہی زمانہ تھا۔ کہ بعد اس خوف کے جو وفات رسول مقبول کے بعد ارتداد کا فتنہ عظیم برپا ہو گیا تھا مسیلمہ و عنسی جیسے جھوٹے نبیوں نے اندھیر مچا رکھا تھا۔ اور صدیق اکبرؓ نے توفیق ایزدی سے ان کذابوں کا خاتمہ کر کے تمام فتنہ فرو کر دیا تھا۔ اور پھر ہمیشہ کے لئے امن قائم ہو گیا تھا۔ حتیٰ کہ ہر سہ خلفاء کے زمانہ میں وہ امن قائم رہا جس سے شیعہ بھی انکار نہیں کر سکتے کیا یہ سب الٰہی وعدے ان منافقوں کے حق میں پورے ہوئے؟ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ۔ آیت استخلاف کے متعلق بحث ختم ہو چکی آئندہ ہم مسئلہ خلافت پر کسی قدر تفصیل سے روشنی ڈالیں گے جبکہ کتب شیعہ سے استدلال کیا جائیگا۔

(۳) وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُوْنَ (پارہ ۱۷ رکوع ۷)

ترجمہ: ہم نے ذکر (تورات)[1] کے علاوہ زبور میں بھی لکھ دیا ہے۔ کہ زمین موعود کے وارث میرے پاک بندے ہوں گے۔

اس آیت میں ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے۔ اب دیکھنا چاہئے کہ یہ پیشگوئی کس زمانہ میں کس کے حق میں پوری ہوئی؟ خداوند علیم و خبیر خبر دیتا ہے۔ کہ تورات اور زبور میں پہلے ہی لکھا جا چکا ہے۔ کہ الارض یعنی ارض مقدسہ زمین کنعان[2] کے وارث میرے پاک بندے ہوں گے۔ اب بتائیے۔ کہ یہ زمین کس کے ہاتھ پر فتح ہوئی؟ حضرت فاروق اعظم کے ہاتھ پر فتح ہوئی۔ اور اس آیت کے رو سے آپ عباد صالحون میں سے ہوئے۔ کیا منافق بھی عباد صالحون کہلا سکتے ہیں؟ سچ کہیے۔ کہ اس سے زیادہ فخر کیا ہو سکتا ہے؟ کہ ایک عظیم الشان پیشگوئی جس کی خبریں آسمانی کتابیں دے رہی ہیں وہ پیشین گوئی آنحضرتؐ کی وفات کے بعد آپ کے سچے خادم فاروق اعظمؓ کے عہد میں پوری ہوئی ہے۔ اور مزید طرفہ یہ کہ اس زمین کے وارث ہمیشہ اہل سنت والجماعت مسلمان ہی رہے ہیں۔ شیعہ پر یہ ایک حجت ہے۔ کہ خدا کے نزدیک وہ عباد صالحون میں شمار نہیں ہیں۔ اگر ہیں تو کیوں ارض مقدسہ کی وراثت ان کو نصیب نہیں۔

---

[1] تورات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے وعدہ کرتا ہے "میں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا سارا ملک جس میں تو پردیسی ہے۔ دیتا ہوں۔ کہ ہمیشہ کے لئے ملک ہو پیدائش باب ۱۷ آیت ۸ اور زبور میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لیکن وہ جو حلیم ہیں۔ زمین کے وارث ہوں گے۔ ۳۷۔ آیت ۱۱"

[2] صادق زمین کے وارث ہونگے ۳۷ زبور آیت ۲۹ جن پر اس کی برکت ہو۔ زمین کے وارث ہونگے۔ اور جن پر لعنت ہو کٹ جائینگے زبور ۳۷۔ آیت ۲۲

بعض مفسرین نے ارض[1] سے مراد حرمین شریفین کی زمین لی ہے۔ بہر حال ارض سے مراد زمین شام (بیت المقدس) ہو۔ یا مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی زمین اس کی وراثت ہمیشہ سے اہل سنت والجماعت مسلمانوں کے ہاتھ میں رہی ہے۔ اور تا قیامت رہے گی۔ اور وہ بشہادت الٰہی عباد صالحون ہیں۔

سوال: اس موقعہ پر مخالفین اعتراض کرتے ہیں کہ اس سرزمین پر ایک دفعہ یزید بھی حکومت کر چکا ہے اور تھوڑا عرصہ ہوا ہے۔ کہ بوساطت شریف حسین نصاریٰ کا بھی عمل و دخل رہا ہے۔ اور اب اس سرزمین پر وہابیوں کا قبضہ ہو گیا ہے۔ پھر آیۃ سے صداقت مذہب حق اہلسنت والجماعت کس طرح ہو سکتی ہے؟

جواب: یہ اعتراض آیت کے الفاظ پر غور نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ اگر مخالف کو قرآن میں تدبر کرنا نصیب ہو۔ تو ہرگز ایسے بیہودہ اعتراض کی اسے جرأت نہ ہو۔ آیت میں یَرِثُ کا لفظ موجود ہے جس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ اس سرزمین پاک پر وارثانہ قبضہ صالح بندوں کا ہوگا۔ اگر کوئی فاسق فاجر یا بد مذہب شخص یا قوم تھوڑے دنوں کے لئے وہاں غاصبانہ قبضہ کر کے حکومت کرے۔ اور کچھ دنوں کے بعد وہاں سے دھکا دے کر نکال دیا جائے تو وہ یَرِثُ کا مصداق ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یزید کا قبضہ غاصبانہ گنتی کے دن رہا۔ پھر اس کا ایسا استیصال ہوا۔ کہ دنیا میں لعنت کے سوا اس کا نصیب نہ رہا۔ شریف حسین نے انگریز نصاریٰ کو دخیل رکھا۔ تو اس کا بھی وہی حشر ہوا جو یزید کا ہوا تھا۔ وہابی پہلے بھی کچھ عرصہ وہاں حکومت کر چکے ہیں پھر ان کا نام و نشان مٹ گیا۔ اب جو وہاں انہوں نے دخل حاصل کیا ہے۔ میرا ایمان ہے۔ کہ یہ بھی چند روزہ بات ہے۔ وہاں سے یہ لوگ بھی اسی ذلت و خواری سے نکال دئے جائینگے۔ وارثانہ اور مالکانہ قبضہ اس سرزمین پر ہمیشہ مسلمانان اہلسنت والجماعت مقلدین کا رہا ہے۔ اور رہیگا۔ کیونکہ قرآن سچا ہے۔ اور خدا کے وعدہ میں ہرگز تخلف نہیں ہو سکتا۔ اس پاک زمین پر عرصہ دراز ترکوں کی حکومت رہی جو خالص سنی حنفی تھے۔ انہوں نے ارض پاک کا احترام رکھا۔ اور حرمین شریفین کے خادم رہے۔ خدا نے چاہا تو پھر بھی اس پاک زمین کی خدمت انہی کے سپرد ہوگی۔

عقلی دلیل

اس امر کی دلیل کہ ارض پاک بیت المقدس۔ مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ میں سوائے مسلمانان اہلسنت والجماعت مقلدین ائمہ کرام کے دوسرا کوئی فرقہ حکومت نہیں کر سکتا یہ ہے کہ چونکہ ان مقامات مقدسہ میں بہت سے اولیاء اللہ کے مرقد ہیں۔

---

[1] بعض محققین کا ارشاد ہے۔ کہ اس آیت میں الْأَرْضَ سے مراد ارض جنت ہے۔ اور سیاق قرآنی سے یہ معنی زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ (روح المعانی)

لہٰذا وہاں کی حکومت ایسے شخص کے ہاتھ میں رہنی چاہیئے۔ جو تمام نبیوں کی عزت کرتا ہو۔ سو ایسے لوگ مسلمانان اہلسنت ہی ہیں جو تمام انبیاء سے ایمان رکھتے ہیں۔ اور سب کا ان کے دلوں میں یکساں احترام ہے۔ برخلاف اس کے یہود کے دلوں میں حضرت عیسیٰؑ اور محمد عربیؐ کی عزت نہیں ہے۔ نصاریٰ بھی رسول آخر الزمان کے دشمن ہیں۔ اس لئے اراضی مقدسہ میں حکومت کے قابل نہیں ہیں۔ پھر مدینہ منورہ میں حضرت رسول پاکؐ کے روضہ اطہر میں آپ کے دو خادم صدیقؓ و فاروقؓ پہلو بہ پہلو سوئے ہیں اگر شیعہ کو وہاں دسترس ملے تو ان دونوں اصحابؓ کے مزارات کی بے حرمتی کرنے سے دریغ نہ کریں۔ وہابی قابو یافتہ ہوں تو چونکہ ان کے دلوں میں روضہ نبویؐ کا بھی احترام نہیں ہے بلکہ ان کے ایک بزرگ کا قول ہے۔ کہ هٰذا صنمٌ اكبر لو اقدر عليه لاهدمته (یہ بڑا بت ہے اگر مجھے قدرت ہو۔ تو اسے گرا دوں) علاوہ ازیں باقی مزارات مقدسہ کی بھی ان کے دل میں عظمت و حرمت نہیں ہے۔ اور بس چلے تو سب کی بے حرمتی کرنے سے دریغ نہ کریں۔ اس لئے ان مقدس مقامات کی خدمت و حکومت کے قابل کوئی دوسری قوم کوئی دوسرا فرقہ قدرتاً ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی لئے خدائے علیم و خبیر نے اپنے تمام نوشتوں میں یہ حتمی وعدہ لکھ دیا ہے۔ کہ اراضی مقدسہ کی حکومت بطور وراثت ہم اپنے عباد صالحون ہی کے سپرد کریں گے۔ تاکہ مقامات مقدسہ کے احترام میں فرق نہ آسکے

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ ط

فضائلِ اصحابِ ثلاثہؓ کا ثبوت کتبِ شیعہ سے

قرآنی براہین قاہرہ بیان ہو چکے۔ اب ہم اصحاب ثلاثہؓ کا کامل الایمان ہونا۔ حضرت علی المرتضیٰؓ اور ان کا شیر و شکر ہونا۔ ایک دوسرے کا خیر خواہ اور مشیر کار ہونا۔ نبی علیہ السلام کے قرابت دار اور سچے تابعدار ہونا۔ مقبول بارگاہ الٰہی ہونا۔ بشہادت ائمہ اہلبیت کتب معتبرہ شیعہ سے بیان کرتے ہیں۔ ہر چند کہ متقدمین شیعہ بھی متاخرین کی طرح اصحاب ثلاثہؓ سے غیظ و غضب اور بغض و عناد رکھتے تھے لیکن پھر بھی واقعات کا چھپانا آسان بات نہیں ہے۔ ان صحیح واقعات کا ذکر مخالفین کی کتابوں میں بھی درج ہے پہلے تو شیعہ اپنی کتابیں اہلسنت کو دیکھنے ہی نہ دیتے تھے۔ لیکن اب پریس کی برکت سے کتابیں مل سکتی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے

کہ اب سنی فضلا شیعہ کی معتبر کتابوں سے ان کو الزام دے سکتے ہیں۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے واقعہ غار کے متعلق تفسیر عسکری۔ قمی۔ اور حملہ حیدری کی عبارتیں اوپر لکھی جا چکی ہیں جن سے فضائل صدیق کا نمایاں ثبوت ملتا ہے۔ اب دوسری کتب سے روایات لکھی جاتی ہیں۔

اوّل: فروع کافی جلد دوم صفحہ ۱۸ میں ایک طویل حدیث مرویہ جناب صادق علیہ السلام درج ہے جس میں صدقہ کے متعلق ذکر ہے۔ کہ کل مال صدقہ نہیں کر دینا چاہیئے۔ تاکہ خود ملوم و محسور نہ بن جائے۔ آگے لکھا ہے۔ هٰذِهٖ اَحَادِيْثُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَدِّقُهَا الْكِتَابُ وَالْكِتَابُ يُصَدِّقُهٗ اَهْلُهٗ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَقَالَ اَبُوْبَكْرٍؓ عِنْدَ مَوْتِهٖ حَيْثُ قِيْلَ لَهٗ اَوْصِ فَقَالَ اُوْصِيْ بِالْخُمُسِ وَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُ الثُّلُثَ عِنْدَ مَوْتِهٖ وَلَوْ عَلِمَ اَنَّ الثُّلُثَ خَيْرٌ لَّهٗ اَوْصٰى بِهٖ ثُمَّ مَنْ قَدْ عَلِمْتُمْ بَعْدَهٗ فِيْ فَضْلِهٖ وَزُهْدِهٖ سَلْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَبُوْذَرٍّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فَاَمَّا سَلْمَانُ فَكَانَ اِذَا اَخَذَ عَطَاءَهٗ رَفَعَ مِنْهُ قُوْتَهٗ لِسَنَتِهٖ حَتّٰى يَحْضُرَ عَطَاؤُهٗ مِنْ قَابِلٍ فَقِيْلَ لَهٗ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ اَنْتَ فِيْ زُهْدِكَ تَصْنَعُ هٰذَا وَاَنْتَ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّكَ تَمُوْتُ الْيَوْمَ اَوْ غَدًا فَكَانَ جَوَابُهٗ اَنْ قَالَ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِيَ الْبَقَاءَ كَمَا خِفْتُمْ عَلَيَّ الْفَنَاءَ اَمَا عَلِمْتُمْ يَا جَهَلَةُ اَنَّ النَّفْسَ قَدْ تَلْتَاثُ عَلٰى صَاحِبِهَا اِذَا لَمْ يَكُنْ لَّهَا مِنَ الْعَيْشِ مَا تَعْتَمِدُ عَلَيْهِ وَاِذَا هِيَ اَحْرَزَتْ مَعِيْشَتَهَا اطْمَاَنَّتْ وَاَمَّا اَبُوْذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَانَ لَهٗ نُوَيْقَاتٌ وَشُوَيْهَاتٌ يَحْلِبُهَا وَيَذْبَحُ مِنْهَا اِذَا اشْتَهٰى اَهْلُهُ اللَّحْمَ اَوْ نَزَلَ بِهٖ ضَيْفٌ اَوْ رَاٰى بِاَهْلِ الْمَاءِ الَّذِيْنَ مَعَهٗ خَصَاصَةً نَحَرَ لَهُمُ الْجَزُوْرَ اَوْ مِنَ الشِّيَاهِ عَلٰى قَدْرِ مَا يَذْهَبُ عَنْهُمْ بِقَرَمِ اللَّحْمِ وَيَاْخُذُ هُوَ كَنَصِيْبِ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ لَا يَتَفَضَّلُ عَلَيْهِمْ وَمَنْ اَزْهَدُ مِنْ هٰؤُلَاءِ وَقَدْ قَالَ فِيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ مَا قَالَ۔

ترجمہ: یہ احادیث رسول پاکؐ ہیں جن کی تصدیق کتاب اللہ کرتی ہے۔ اور کتاب اللہ کی تصدیق (اپنے عمل سے) مومن کرتے ہیں جو کتاب اللہ کے اہل ہیں۔ ابوبکرؓ نے وقت وفات جب اس کو وصیت کیلئے کہا گیا۔ فرمایا میں پانچویں حصہ (مال) کی وصیت کرتا ہوں بیشک پانچویں حصہ کی وصیت کی۔

حالانکہ خدا نے تیرے صدقہ لی۔ اسے اجازت دی ہوئی تھی۔ وہ جانتا کہ تیرے صدقہ کی وصیت میں زیادہ ثواب ہے۔ تو ایسا ہی کرتا۔ پھر ابوبکرؓ کے دوسرے درجہ پر فضل و زہد میں تم سلمانؓ اور ابوذرؓ کو سمجھتے ہو یعنی سلمانؓ کو کوئی عطیہ دیتا۔ پورے سال کی خوراک ذخیرہ کر لیتا۔ حتیٰ کہ سال آئندہ کو پھر عطیہ مل جاتا۔ لوگوں نے کہا۔ آپ باوجود زاہد ہونے کے ایسا کرتے ہیں۔ آپ کو معلوم نہیں کہ آج ہی فوت ہو جائیں۔ جواب دیا تمہیں میرے زندہ رہنے کی امید نہیں ہے جیسا کہ میرے مر جانے کا اندیشہ ہے اے جاہلو! تمہیں معلوم ہو کہ نفس اپنے صاحب پر سرکشی کرتا ہے جب تک کہ اسے قدر معیشت نہ مل جائے جس پر اسے بھروسہ ہو۔ اور جب وہ اپنی معیشت فراہم کر لے مطمئن ہو جاتا ہے۔ اور ابوذرؓ کے پاس اونٹنیاں اور بکریاں رہتی تھیں۔ جو دودھ دیتی تھیں۔ اور جب ان کے عیال کو گوشت کی حاجت ہوتی۔ یا کوئی مہمان آجاتا۔ یا اپنے متعلقین کو بھوکا دیکھتے۔ ان میں سے اونٹ یا بکری ذبح کر لیتے اور سب کو تقسیم کر دیتے۔ اور اپنے لئے ایک آدمی کی خوراک رکھ لیتے۔ جو دوسروں سے زائد نہ ہو تم جانتے ہو کہ ان تین مقدس بزرگوں سے بڑھ کر زاہد کون ہو سکتا ہے؟ حالانکہ ان کی شان میں رسول پاک نے فرمایا جو کچھ کہ فرمایا۔

اس حدیث سے حسب ذیل باتیں ظاہر ہوئیں:۔

(۱) حضرت امام علیہ السلام کے نزدیک حضرت ابوبکرؓ ان مومنین کاملین میں سے تھے۔ جو کتاب اللہ کی سمجھنے کی اہلیت رکھتے تھے۔ اور اپنے عمل سے کتاب اللہ کے احکام کی تصدیق کرتے تھے۔

(۲) حضرت سلمانؓ اور ابوذرؓ فضل و زہد میں دوسرا درجہ رکھتے تھے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کا زہد و فضل اس سے اول درجہ (زائد) تھا۔

(۳) حضرت ابوبکرؓ ان برگزیدہ زاہدوں سے تھے جن کا ہم پلہ کوئی دوسرا شخص نہیں ہو سکتا۔

(۴) حضرت ابوبکرؓ کی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث بیان کی ہوتی تھیں

سوال شیعہ: ممکن ہے کہ مِنْ اَزْهَدِهِمْ هٰؤُلَاءِ کا اشارہ حضرت سلمانؓ اور ابوذرؓ کی طرف ہو۔ اور ابوبکرؓ ان میں شمار نہ ہوں۔

جواب: اگر معترض عقل کا اندھا نہیں ہے۔ تو ابتداء حدیث میں الفاظ اَلْکِتَابَ يُصَدِّقُ فِعْلَهُ اَحَدُهُمَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ کے بعد پہلے ذکر ابوبکر کا ہونا۔ اور پھر سلمانؓ اور ابوذرؓ کے متعلق امام علیہ السلام کا یہ فرمانا ثُمَّ مَنْ عَلِمْتُمْ بَعْدَهُ مِنْ فَضْلِهِمَا وَزُهْدِهِمَا (جس کا مفہوم صاف یہ ہے۔ کہ ابوبکرؓ کے فضل و زہد کے دوسرے درجہ پر سلمانؓ اور ابوذرؓ ہیں پھر هٰؤُلَاءِ کا مشار الیہ صرف دو کو سمجھنا اعلیٰ درجہ کی

حماقت ہے۔ هٰؤُلَاءِ کے مشار الیہ بے شبہ یہ بزرگ ہیں۔ اور حدیث میں اسبات کی تصریح موجود ہے کہ زہد و فضل میں حضرت ابوبکرؓ کا نمبر سب سے اول ہے۔

افسوس! شیعہ اپنی مستند کتابوں میں اصحاب ثلاثہؓ کے زہد و تقویٰ کی نسبت ایسی شہادت ائمہ اہلبیت علیہم السلام پڑھ کر بھی پھر ان کی بدگوئی سے باز نہیں آتے۔ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ط

دوم: علامہ طبرسی کتاب مجمع البیان میں تحریر کرتا ہے کہ آیت وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِيْ الخ ابوبکرؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ روایت ہے عَنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ اِنَّ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْ اَبِيْ بَكْرٍ لِاَنَّهٗ اشْتَرَى الْمَمَالِيْكَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا مِثْلَ بِلَالٍ وَعَامِرِ بْنِ فُهَيْرَةَ وَغَيْرِهِمَا وَاَعْتَقَهُمْ ط

ترجمہ: ابن زبیرؓ سے روایت ہے کہ آیت شان ابوبکرؓ میں نازل ہوئی ہے۔ اس نے غلاموں کو جو اسلام لائے اپنے مال سے خرید لیا جیسا کہ بلالؓ اور عامر بن فہیرہ وغیرہ ان کو آزاد کیا۔

ایسے شخص کی خدمات اسلام میں یہ ہوں کہ بلالؓ جیسے عاشق ذات نبوی کو کفار کے ہاتھ سے اپنا مال خرچ کر کے نجات دلائے۔ اور آزاد کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے صرف متقی بلکہ اتقیٰ ہونے کی شہادت دے۔ اس شخص کی شان والا میں گستاخی کرنا کتنی جسارت ہے۔ خدا راہ انصاف کی ہدایت کرے۔

سوم: کتاب احتجاج صفحہ ۲۳۰ میں حضرت امام باقر علیہ السلام کی حدیث درج ہے۔ آپ نے فرمایا لَسْتُ بِمُنْكِرٍ فَضْلَ اَبِيْ بَكْرٍ وَلَسْتُ بِمُنْكِرٍ فَضْلَ عُمَرَ وَلٰكِنَّ اَبَا بَكْرٍ اَفْضَلُ ط

ترجمہ: میں ابوبکرؓ و عمرؓ کے فضائل کا منکر نہیں ہوں۔ البتہ ابوبکر فضیلت میں برتر ہیں۔ پھر جس شخص کو حضرت امام محمد باقر افضل سمجھتے ہوں۔ ان کی فضیلت سے انکار کرنا اعلیٰ درجہ کی شقاوت ہے۔

چہارم: کتاب مجالس المومنین مجلس سوم صفحہ ۸۹ میں ہے۔ کہ حضرت سلمانؓ فارسی فرماتے ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام حضرت ابوبکر کی شان میں صحابہ کی مجلس میں بیٹھ کر ہمیشہ یوں فرمایا کرتے تھے۔ مَا سَبَقَكُمْ اَبُوْ بَكْرٍ بِصَوْمٍ وَلَا صَلٰوةٍ وَلٰكِنْ لِشَيْءٍ وُقِرَ فِيْ قَلْبِهٖ۔

ترجمہ: ابوبکرؓ نے تم سے زیادہ نماز و روزہ ادا کر کے یہ فوقیت حاصل نہیں کی۔ بلکہ اس کے صدق و صفائے قلبی کی وجہ سے اس کی عزت و وقار بڑھا ہے۔

پنجم: شیعہ کی بڑی معتبر کتاب کشف الغمہ مطبوعہ ایران صفحہ ۲۲۰ میں یہ روایت درج ہے۔

سُئِلَ الْاِمَامُ جَعْفَرٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ حِلْيَةِ السَّيْفِ هَلْ يَجُوْزُ فَقَالَ نَعَمْ قَدْ حَلّٰى اَبُوْ بَكْرِ نِالصِّدِّيْقُ سَيْفَهٗ فَقَالَ الرَّاوِيْ اَتَقُوْلُ هٰكَذَا فَوَثَبَ الْاِمَامُ عَنْ مَكَانِهٖ فَقَالَ نَعَمْ الصِّدِّيْقُ

نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یقل له الصدیق فلا صدق اللّٰه قوله فی الدنیا و الآخرة ۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے تلوار کو چاندی سے مرصع کرنے کے متعلق دریافت کیا گیا۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا جائز ہے۔ کیونکہ ابوبکرؓ نے اپنی تلوار کو مرصع کیا ہے۔ راوی کہنے لگا آپ اس کو صدیق کہتے ہیں۔ امام غضبناک ہو کر اپنے مقام سے اٹھے اور کہنے لگے بہت اچھا صدیق۔ بہت اچھا صدیقؓ بہت اچھا صدیقؓ جو اس کو صدیق نہ کہے خدا اس کو دنیا و آخرت میں جھوٹا کرے۔

ششم: کتاب ناسخ التواریخ جو شیعہ کی مستند کتاب ہے۔ اس کی جلد ۲ صفحہ ۵۶۳ میں ہے۔

"و از پس اسلام زید بن حارثہ ابوبکرؓ مسلمان شد۔ و نام او عبد اللہ است بلقب عتیق و کنیت او ابوبکرؓ ثبت و نام پدر او ابوقحافہ عثمان است و ہو عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی و ابوبکرؓ علم انساب نیک میدانست و نسب او نیز محفوظ بود۔ و با بعضے از قریش الفتے بکمال داشت۔ چند تن را پنہانی دعوت باسلام نمود۔ و نزدیک پیغمبرؐ آورد۔ تا اسلام ایشاں عرضہ داشت نخستیں عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد الشمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی۔ دیگر زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی بود۔ و ایں زبیرؓ پسر برادر خدیجہ علیہا السلام است و دیگر عبد الرحمن بن عوف بن عبد عوف بن عبد الحارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بود۔ و دیگر سعد بن ابی وقاص و نام ابی وقاص مالک بود۔ او پسر اہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی است۔ و دیگر طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی است۔ ایں جملہ از دوستان ابوبکرؓ بودند و بدلالت او اسلام یافتند و از پس او ابو عبیدہ اسلام آورد۔"

ترجمہ: ۔ اور زید بن حارثہ کے بعد ابوبکرؓ مسلمان ہوئے۔ ان کا نام عبد اللہ اور لقب عتیق اور کنیت ابوبکرؓ ہے۔ اور بیٹے ابوقحافہ کے ہیں جن کا نام عثمان ہے۔ ان کا نسب یوں ہے۔ عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی۔ ابوبکرؓ علم انساب خوب جانتے تھے۔ اور ان کا نسب بھی محفوظ تھا۔ اور بعض قریشیوں سے انکی نہایت محبت تھی۔ چند اشخاص کو انہوں نے خفیہ طور پر دعوت اسلام کی اور پیغمبرؐ کے پاس لائے۔ آپؐ نے ان پر اسلام پیش کیا۔ سب سے پہلے شخص جو ترغیب ابوبکرؓ سے مسلمان ہوئے عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد الشمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی تھے۔ دوسرے شخص زبیر بن عوام بن خویلد بن عبد العزی بن قصی تھے۔ یہ زبیر حضرت خدیجہ علیہا السلام کے بھتیجے تھے تیسرے شخص عبد الرحمنؓ بن عوف بن عبد عوف بن عبد الحارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن بن کعب بن لوی تھے۔ اور چوتھے سعد بن ابی وقاص کا نام مالک تھا۔ وہ بیٹے اہیب بن عبد مناف

بن زہرہ بن مرہ بن کعب بن لوی ہیں۔ اور پانچویں طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی ہیں۔ یہ سب لوگ ابوبکرؓ کے دوستوں سے تھے اور انہیں کی رہنمائی سے یہ سب اسلام لائے۔ اور ابوبکرؓ کے بعد ابو عبیدہ اسلام لائے۔"

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ بڑے پایہ کے شخص تھے۔ اور برگزیدگان قریش سے تھے۔ پہلے ہی سے انکے نام و پایہ میں توحید کی جھلک موجود تھی۔ علم الانساب کی خاص مہارت رکھتے تھے۔ اور محفوظ النسب تھے۔ انکا لقب بھی عتیق (نجیب) تھا۔ قریش میں بڑے ذی رسوخ تھے۔ آپکے اسلام لانے سے اسلام کو خاص تقویت حاصل ہوئی۔ چنانچہ ان کے طفیل بڑے بڑے اکابر قوم قریش اسلام میں داخل ہوئے۔ گویا ایسا شخص ہوا کہ اول ہی سے اشاعت اسلام میں مصروف ہو گیا۔ اور اپنے اثر خاص سے اکابر قوم کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ اور اپنی زندگی خدمت اسلام میں بسر کی حضور سرور عالم کی تعلیم و تربیت کامل کے بعد پھر منافق ہو سکتا ہے۔ [illegible]

ہفتم: تفسیر مجمع البیان طبرسی شیعہ کی معتبر تفسیر ہے۔ بتفسیر آیت وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ترجمہ: ۔ اور جو شخص آیا ساتھ سچ کے اور جس نے تصدیق کی اس کی وہی لوگ متقون ہیں۔ کی تفسیر میں لکھا ہے۔ قِیْلَ الَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَصَدَّقَ بِهٖ اَبُوْبَکْرٍ ترجمہ: ۔ جو شخص آیا ساتھ سچ کے وہ رسول خدا ہیں۔ اور جسنے تصدیق کی انکی اس سے مراد ابوبکرؓ ہیں۔

ہشتم: کتاب معرفۃ اخبار الرجال محمد شیخ جلیل ابو عمرو محمد بن عمر بن عبد العزیز رجال کشی مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۱۳ میں یہ حدیث بروایت بریدہ اسلمی درج ہے۔ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا دَاوٗدَ یَقُوْلُ حَدَّثَنِیْ بُرَیْدَةُ الْاَسْلَمِیُّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ الْجَنَّةَ تَشْتَاقُ اِلٰی ثَلٰثَةٍ فَجَآءَ اَبُوْبَکْرٍ فَقَالَ اَنْتَ الصِّدِّیْقُ اَنْتَ ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ فَلَوْ سَئَلْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ عَنْ هٰؤُلَاءِ الثَّلٰثَةِ ترجمہ: ۔ ابو داؤد کہتے ہیں۔ بریدہ اسلمی نے مجھے بتایا کہ میں نے رسول خدا سے سنا فرمایا جنت تین شخص کا اشتیاق رکھتی ہے۔ اتنے میں ابوبکرؓ آ گئے۔ تو حضور نے فرمایا تو صدیق ہے۔ تو دوسرا وہ ہے جو غار میں تھے۔ راوی کہتا ہے۔ کاش! میں حضرت سے پوچھتا۔ کہ وہ تین کون ہیں؟

نہم: احتجاج طبرسی میں بروایت امیر المومنین یہ حدیث درج ہے۔ کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلٰی جَبَلِ حِرَاءَ اِذْ تَحَرَّكَ الْجَبَلُ فَقَالَ لَهٗ قِرَّ فَاِنَّهٗ لَیْسَ عَلَیْكَ اِلَّا نَبِیٌّ وَصِدِّیْقٌ وَشَهِیْدٌ ترجمہ: ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ جبل حرا پر تھے۔ کہ پہاڑ نے جنبش کی تو حضور نے فرمایا کہ ٹھہر جا۔ کیونکہ تجھ پر ایک نبی دوسرا صدیق تیسرا شہید بیٹھے ہیں

کیا ان دو روایات کو پڑھ کر بھی شیعہ کو حضرت ابوبکرؓ کی صدیقیت میں کچھ شک و شبہ باقی
لیکن ضد کا کیا علاج ؟

دھم :- نہج البلاغت میں جو شیعوں کی مستند کتاب ہے جس میں جناب امیر علیہ السلام کے
اور اقوال درج ہیں۔ لکھا ہے۔ لِلّٰهِ بِلَادُ فُلَانٍ فَلَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ وَدَاوَى الْعَمَدَ وَاَقَامَ السُّنَّةَ
الْبِدْعَةَ ذَهَبَ نَقِيَّ الثَّوْبِ قَلِيْلَ الْعَيْبِ اَصَابَ خَيْرَهَا وَسَبَقَ شَرَّهَا اَدّٰى اِلَى اللّٰهِ طَاعَتَهُ
وَاتَّقَاهُ بِحَقِّهِ رَحَلَ وَتَرَكَهُمْ فِيْ طُرُقٍ مُتَشَعِّبَةٍ لَا يَهْتَدِيْ فِيْهَا الضَّالُّ وَلَا يَسْتَيْقِنُ الْمُهْتَدِيْ
نہج البلاغت مطبوعہ بیروت جلد اول صفحہ ۲۵ (ترجمہ :۔ خدا فلاں (ابوبکر) پر رحمت کرے کجی کو سیدھا
کیا۔ بیماری (جہالت) کا علاج کیا۔ سنت رسول کو قائم کیا۔ بدعت کو پیچھے ڈالا۔ دنیا سے پاکدامن
کم عیب ہو کر گذر گیا۔ خوبی کو پا لیا۔ اور شر و فساد سے پہلے چلا گیا۔ خدا کی بندگی کا حق ادا کیا اور تقویٰ جیسے
چاہیئے۔ اختیار کیا۔ فوت ہو گیا۔ اور لوگوں کو پیچ در پیچ راستوں میں چھوڑ گیا۔ کہ گمراہ کو راستہ نہیں ملتا۔ اور
پانیوالا یقین نہیں کرتا۔ شارحین نہج البلاغت نے لفظ فلاں سے ابوبکرؓ یا عمرؓ مراد لیا ہے۔[1]
دیکھو اس خطبہ میں علی المرتضیٰؓ۔ صدیق اکبرؓ کی کیسی تعریف فرماتے ہیں۔ اور اخیر میں کہتے ہیں۔ کہ بعد
خلافت ایسا پرشور ہے۔ کہ ہدایت یافتہ بھی گمراہ ہو جاتے ہیں۔

یازدھم :۔ تزویج فاطمہؓ کی تحریک ابوبکرؓ نے کی۔

جلاء العیون اردو جلد اول صفحہ ۱۵۱ میں درج ہے۔
روایت کی ہے۔ کہ ایک دن ابوبکرؓ و عمرؓ و سعد بن معاذ مسجد حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں
بیٹھے۔ آپس میں مذاکرت جناب فاطمہ کا ذکر کر رہے تھے۔ ابوبکرؓ نے کہا اشراف قریش نے فاطمہؓ کی خواستگاری
حضرت سے کی۔ اور حضرت نے انکو جواب دیا۔ کہ ان کا اختیار پروردگار کو ہے۔ اور حضرت علیؓ ابن ابی طالب
اس بارہ میں حضرت سے کچھ نہیں کہا۔ اور نہ کسی نے ان کی طرف سے کہا۔ اور ہمیں گمان یہی ہے۔ کہ سبب
تنگدستی کے اور انہیں کچھ مانع نہیں۔ اور جو کچھ ہم جانتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ خدا اور رسولؐ خدا نے فاطمہ کو انکے
علیؓ کے لئے رکھا ہے۔ پس ابوبکرؓ۔ عمرؓ اور سعد بن معاذ نے کہا اٹھو علیؓ کے پاس چلیں۔ اور ان سے کہیں
فاطمہؓ کی خواستگاری کرو۔ اگر تنگدستی انہیں مانع ہے۔ تو ہم اس بات میں ان کی مدد کریں گے۔ سعد بن معاذ
کہا بہت درست ہے۔ یہ کہہ کر اٹھے اور جناب امیر کے گھر گئے جب جناب امیر کی خدمت میں پہنچے حضرت
نے فرمایا کس لئے آئے ہو؟ ابوبکرؓ نے کہا اے ابوالحسنؑ کوئی فضیلت فضیلت ہائے نیک سے نہیں
مگر یہ کہ تم اور لوگوں پر اس فضیلت میں سابق ہو۔ تمہارے اور حضرت رسولؐ کے درمیان جو رابطہ بسبب

[1] شارح نہج البلاغت علامہ کمال الدین ابن میثم بحرانی نے لفظ فلاں سے حضرت ابوبکرؓ مراد ہونیکو ترجیح دی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے "واراد
ابی بکر اشبہ من ارادتہ العمرؓ (احقر منظر حسین غفرلہ)

…مصاحبت دائمی و نصرت و یاری اور جو روابط معنوی ہیں۔ وہ معلوم ہیں جمیع قریش نے فاطمہ کی خواستگاری
…آنحضرت نے قبول نہ کی۔ اور جواب دیا۔ کہ اس کا اختیار پروردگار کو ہے پس تم کو کیا چیز فاطمہؓ کی خواستگاری
…مانع ہے؟ ہم کو گمان یہ ہے۔ کہ خدا و رسول نے فاطمہؓ کو تمہارے واسطے رکھا ہے۔ باقی اور لوگوں سے منع
…امیرؑ نے ابوبکرؓ سے جب سنا۔ آنسو چشمہائے مبارک سے جاری ہوئے۔ اور فرمایا میرا غم اور اندوہ
…تازہ کیا۔ اور جو آرزو میرے دل میں پنہاں تھی۔ اس کو تم نے تیز کر دیا۔ کون ایسا ہوگا۔ جو فاطمہؓ کی
…ستگاری نہ چاہتا ہو؟ لیکن مجھے بسبب تنگدستی اس امر کے اظہار سے شرم آتی ہے۔ پس ان لوگوں
…طرح ہوا۔ حضرت کو راضی کیا۔ کہ جناب رسول خدا کے پاس جا کر فاطمہؓ کی خواستگاری کریں
…اب امیر نے اپنا اونٹ کھولا۔ اور گھر میں لا کر باندھا الخ
اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت ابوبکرؓ کو کس قدر خیر خواہی امیر علیہ السلام کی مطلوب تھی۔
…اس مبارک رشتہ (تزویج فاطمہؓ) کی تحریک کی۔ اور ہر طرح سے اس معاملہ میں جناب امیر علیہ السلام
…امداد پر آمادگی ظاہر کی۔ پہلے جناب امیرؑ نے اپنی مفلسی کا عذر پیش کیا۔ مگر ان مردان خدا نے انکو ڈھارس
…دلائی۔ اور معاملہ انجام بخیر ہوا۔ کیا دشمن بھی کسی کی ایسی خیر خواہی کیا کرتے ہیں؟ اگر شیعہ غور کریں تو اس
…مبارک رشتہ (تزویج فاطمہؓ) کا سہرا بھی ابوبکرؓ کے سر بندھتا ہے جنہوں نے اس سلسلہ کی تحریک کی۔

…دوازدھم :۔ جہیز فاطمہؓ ابوبکرؓ نے خرید کیا۔

تزویج فاطمہؓ کی ابتدائی تحریک ہی حضرت ابوبکرؓ نے نہیں کی۔ بلکہ آخری رسوم شرعیہ جہیز وغیرہ بھی ابوبکرؓ ہی
…ہاتھ سے انجام پذیر ہوئیں۔
چنانچہ جلاء العیون اردو صفحہ ۱۴۳ پر مذکور ہے۔
جناب امیرؑ نے فرمایا۔ حضرت رسولؐ نے مجھے ارشاد کیا۔ یا علیؓ اٹھو۔ اور اپنی زرہ بیچ ڈالو۔ پس میں گیا
…زرہ فروخت کر کے۔ اس کی قیمت حضرت کی خدمت میں لایا۔ اور روپے حضرتؐ کے دامن میں رکھ
…دیئے۔ حضرت نے مجھ سے پوچھا۔ کتنے روپے ہیں؟ اور میں نے کچھ نہ کہا۔ پس ان میں سے ایک مٹھی بھر
…اور بلالؓ کو بلا کر دیا۔ اور فرمایا۔ فاطمہؓ کے لیے عطر و خوشبو لے آ۔ پس ان درہم میں سے دو مٹھیاں
…ابوبکرؓ کو دیں۔ اور فرمایا بازار میں جا اور کپڑا وغیرہ وغیرہ جو کچھ اثاث البیت درکار ہے۔ لے آ۔ پس عمارؓ بن یاسر
…ایک جماعت صحابہؓ کو ابوبکرؓ کے پیچھے بھیجا۔ اور سب بازار میں پہنچے۔ پس ان میں سے ہر ایک شخص
…لیتا تھا۔ ابوبکرؓ کے مشورہ سے خرید کرتا۔ اور دکھا لیتا تھا۔ پس ایک پیراہن سات درہم
…اور ایک مقنعہ چار درہم کو۔ اور ایک چادر سیاہ خیبری درکسی کہ دونوں پاٹ اس کے لیف خرما

سے بھرے ہوئے تھے۔ اور دو دونوں شک جامہائے مصری۔ کہ ایک لیف خرما سے اور دوسری کو پشم گوسپند سے بھرا تھا۔ اور چہار تکیہ پوست طائف کے ان کو گیاہ اذخر سے بھرا تھا۔ اور ایک پردہ پشم اور بوریا اور چکی اور بادیہ مسی اور ایک ظرف پوست پانی پینے کا۔ اور کاسہ چوبیں دودھ کے لئے اور ایک مشک پانی کیلئے۔ اور ایک آفتابہ و ایک و دو اور ایک سبو سبز اور کوزہ ہائے سفالین خرید کئے جب سب اشیا خرید کئے بعض اشیا ابوبکرؓ اور صحابہ نے بھی اسباب مذکورہ اٹھایا اور حضرت رسول کریم کی خدمت میں لائے حضرت ہر ایک چیز کو دست مبارک میں اٹھا کر ملاحظہ فرماتے۔ اور کہتے تھے خداوندا میرے اہلبیت پر مبارک کر۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ کی زرہ کی قیمت کے علاوہ حضرت رسول پاک کو بھی ابوبکرؓ پر اسقدر بھروسہ و اعتماد تھا کہ جہیز فاطمہؓ کی خرید پر بھی وہی مامور ہوئے۔ اور سب اسباب ان کے مشورہ سے خرید اگیا یعنوں کو بھی ایسے مبارک اہم کام کے لئے منتخب کیا جاتا ہے۔

سیزدہم : ۔صدیق اکبرؓ کی حضورؐ سے آخری باتیں۔

جلاء العیون اردو صفحہ میں لکھا ہے ثعلبی نے روایت کی ہے۔ کہ جس وقت مرض حضرت رسول کریم پر سنگین ہوا۔ اس وقت ابوبکرؓ آئے اور کہا یا حضرت آپ کس وقت انتقال کریں گے ؟ حضرت نے فرمایا۔ میری اجل حاضر ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا آپ کا بازگشت کہاں ہے ؟ حضرت نے فرمایا جانب سدرۃ المنتہی وجنت الماویٰ۔ و رفیق اعلیٰ عیش گوارا وجیہ کاسہ شراب قریب حق تعالیٰ میری بازگشت ہے ابوبکرؓ نے کہا آپ کو غسل کون دیگا ؟ حضرت نے فرمایا جو میرے اہلبیت سے ہے۔ مجھ سے بہت قریب ہے ابوبکرؓ نے پوچھا کس چیز میں آپکو کفن کریں گے ؟ حضرت نے فرمایا انہیں کپڑوں میں جو میں پہنے ہوں۔ یا جامہ ہائے یمنی و مصری میں۔ ابوبکرؓ نے پوچھا۔ کس طرح آپ پر نماز پڑھیں ؟ اس وقت جوش خروش اور غلغلہ آوازہ گریہ مردم بلند ہوا۔ اور در و دیوار کانپنے لگے۔ حضرتؐ نے فرمایا صبر کرو۔ خدا تم لوگوں سے حضور رازی۔

اب شیعہ سے پوچھا جاتا ہے۔ کہ ابوبکرؓ معاذ اللہ عجیب منافق تھے۔ کہ آخر وقت میں بھی حضور علیہ السلام راز کی باتیں اور وصیتیں اسی کو سناتے رہے۔ آخری وقت تو انسان تمام دنیوی علائق سے آزاد ہو کر صرف متوجہ الی اللہ ہو جاتا ہے۔ اور اس وقت وہی جامہ حاضر ہوتا ہے جو متقرب الی اللہ ہو۔ پاک لوگ آخری دم میں بھی ناپاک لوگوں کو پاس پھٹکنے نہیں دیتے غرض حضور علیہ السلام کو اپنے محب صادق ابوبکرؓ صدیق سے اس درجہ محبت و پیار تھا۔ کہ بوقت نزع بھی اسی کو شرف ہم کلامی بخشا۔ زہے شان ابوبکرؓ۔

چہاردہم : ۔شیعہ کی متعدد کتب میں شیخینؓ کی نسبت حضرت امام جعفرؓ سے مروی یہ حدیث موجود ہے۔ کانا امامان عادلان قاسطان کانا علی الحق وماتا علیہ فعلیہما رحمۃ اللہ یوم القیامۃ

ترجمہ : ۔ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں امام عادل اور با انصاف حق پر تھے۔ حق پر ہی فوت ہوئے۔ ان دونوں پر خدا کی رحمت ہو۔

پانزدہم : ۔نہج البلاغۃ کی شرح میں جو کمال الدین ابن میثم بحرانی جو ۶۷۷ ہجری میں تصنیف کیگئی یوں درج ہے۔ کان افضلہم فی الاسلام کما زعمت وانصحہم للہ ورسولہ الخلیفۃ الصدیق والخلیفۃ الفاروق۔ ترجمہ : حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کہ اسلام میں سب سے بہتر اور خدا و رسول کے بڑے مبلغ اسلام حضور کے جانشین حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ فاروق تھے۔

اب میں پندرہ شہادت کتب شیعہ سے لکھ کر حضرات شیعہ کو دوازدہ امام کی قسم دیکر پوچھتا ہوں۔ کہ اسقدر روشن شہادات دربارہ تعریف اعتراف فضیلت و صدیقیت حضرت ابوبکرؓ دیکھ کر بھی تم لوگ ضد سے باز نہ آؤگے ہاں ! مگر جن لوگوں کے دلوں پر شقاوت کی مہر ثبت ہو چکی ہے ان کو کون ہدایت کرے۔ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم ؎۔

حضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ عنہ

(۱) حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے متعلق ملا باقر مجلسی شیعی نے بحار الانوار جلد ۱۴ کتاب السماء والعالم میں مسعود عیاشی سے یوں روایت کی ہے۔ روی العیاشی عن الباقر علیہ السلام ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال اللھم اعز الاسلام بعمر ابن الخطاب او بابی جہل ابن ھشام ؎

ترجمہ : مسعود عیاشی امام باقر علیہ السلام سے روایت کرتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی اے خدا اسلام کو عمر بن خطاب یا ابوجہل بن ہشام کے اسلام لانے سے عزت بخش سو حضور کی دعا مستجاب ہوئی۔ حضرت عمرؓ کے اسلام کی کیفیت صاحب حملہ حیدری یوں لکھتا ہے۔

نظم		ترجمہ
چناں بد کہ بوجہل زاں سرزنش	بکیفیت شد عداوت منقش	ایسا ہوا کہ ابوجہل حضرت رسول کی تعنیف کرنے سے آپکا سخت دشمن
کہ جز قتل پیغمبرش والحبال	نبودش دگر ہیچ فکر و خیال	ہوگیا۔ کہ بغیر قتل حضور کے اسے کچھ نہ سوجھتا تھا۔
یکے روز میگفت با اشقیا	کہ آرد کسے گر سر مصطفیٰ	ایک روز اشقیا سے کہنے لگا۔ کہ اگر کوئی شخص محمد کا سر کاٹ لائے میں
ہزار اشتر از خود بہ بخشم باو	دو کوہاں سپید دیدہ سرخ مو	اسکو ہزار اونٹ ایسے انعام دونگا۔ جو دو کوہان رکھتے ہوں۔ اور سرخ
زدیبائے مصری و برد یمن	دگر سیم و زر بخشش چند من	رنگ کے ہوں۔ مصری ریشمی شال اور یمنی چادر کے علاوہ بہت سا سونا دونگا
عمر چوں شنید این سخن کینہ کش	بجنبید عرق طمع در تنش	عمر نے جب اسکی یہ بات سنی اور زر و سیم کی حرص نے جوش مارا۔

با او گفت سوگند اگر می خوری   که از گفتۂ خویش ہم نگذری   ابوجہل کو کہا کہ اگر تو قسم کھائے اور اپنی بات پر قائم رہے
من امروز خدمت رسانم بجا   بیارم بہ پیشت سر مصطفٰے   میں آج یہ خدمت بجا لاتا ہوں اور حضور کا سر کاٹ لاتا ہوں
گرفت از ابوجہل اول قسم   پس آنگاہ زد در رہ کیں قدم   ابوجہل سے پہلے قسم لی پھر اس بات پر آمادہ ہوا۔
بآں کار چوں رفت بیروں عمرؓ   یکے گفت با او نداری خبر   جب اس کام کے لئے روانہ ہوا کسی نے کہا کہ تجھے خبر نہیں ہے
کہ ہمشیرہ ات نیز با جفت خویش   گرفت است دین محمدؐ بہ پیش   کہ تیری ہمشیرہ مع اپنے شوہر کے دین محمدی میں داخل ہو چکی ہے۔
بر آشفت ابوحفص زیں گفتگو   بگفتا بریزم کنوں خون او   حضرت عمر اس بات سے خفا ہوئے اور کہا ابھی اسکو قتل کرتا ہوں۔
سوئے خانۂ خواہر خویش رفت   چو آمد بہ نزدیک تر پیش رفت   اپنی ہمشیرہ کے گھر کو روانہ ہوئے اور جب گھر کے نزدیک پہنچ گئے
چو آمد بہ پیش در و ایستاد   صدائے شنید و بآں گوش داشت   جب دروازہ پر کھڑے ہوئے تو آواز آرہی تھی جسے سننے لگے۔
شنید آنکہ میخواند مردے نکو   کلامیکہ نشنید بد مثل او   سنا کہ انکا بہنوئی ایک کلام پڑھ رہا تھا جسکی مثل آپنے پہلے کلام سنی تھی
عمرؓ در زد و خواہرش باز کرد   چو آمد درون شور آغاز کرد   حضرت عمر نے دستک دی ہمشیرہ نے دروازہ کھولا تو حضرت عمر نے غل شور کیا
در افتاد با جفت خواہر بجنگ   گرفتش ز حلق و بفشرد تنگ   اپنے بہنوئی سے لڑنے لگے اور اسکے گلے سے پکڑ کر خوب جھنجھوڑا۔
گلوئیش بہ تنگی فشرد آنچناں   کہ نزدیک شد تا شود قبض جاں   اس کا گلا گھونٹا کہ جان نکلنے لگی۔
بیامد در آں خواہرش نوحہ گر   بگفتش چہ خواہی ز ما اے عمرؓ   ہمشیرہ چلاتی ہوئی دوڑ کر آئی۔ اور کہا اے عمر ہم سے کیا چاہتا ہے
اگر شاد گردی ز ما ور ملول   نمودیم دین محمدؐ قبول   خواہ تو خوش ہو یا ناراض ہم نے تو دین محمدی قبول کر لیا ہے۔
کنوں گر کشی سر نہیم پیش   ولے بر نگردیم از دین خویش   اب اگر ہمیں جان سے مار ڈالو ہم یہ سچا دین نہیں چھوڑیں گے
چو بشنید زو ایں حکایات عمرؓ   برانست کو بر نگردد مگر   جب حضرت عمر نے ہمشیرہ سے یہ بات سنی معلوم کیا اب یہ پھرنے کی نہیں
بگفتش چہ دیدی تو از مصطفٰے   کہ گشتی بدینش چنیں مبتلا   کہا تم نے محمدؐ سے کیا کچھ دیکھا ہے اس کے دین پر مبتلا ہوئے
بگفتا کلام خدائے جلیل   کہ آرد باو حضرت جبرئیل   ہمشیرہ نے کہا خدا کا کلام سنا ہے جو حضرت جبرئیل حضور کے پاس لاتے ہیں
شنیدیم و گردید بر ما یقین   کہ ہست آں کلام جہاں آفریں   ہم نے یہ کلام پاک سنا ہے اور ہمیں یقین ہوا ہے کہ بیشک یہ خدا کا
عمر گفت زاں قول معجز اساس   اگر یاد داری بخواں بے ہراس   حضرت عمر نے کہا کہ وہ کلام معجز نظام اگر کچھ یاد ہو تو بے خطر پڑھو۔
برو خواہرش آیۂ چند خواند   عمر گوش چوں کرد حیراں بماند   ہمشیرہ نے۔۔ چند آیتیں پڑھیں جنکو سنکر حضرت عمر حیران ہوئے
بدلش زاں شنیدن لبے نرم شد   بسوئے اسلام ہم گرم شد   حضرت یہ آیات سنکر موم ہو گئے۔ اور اسلام کی محبت میں سرگرم ہوئے
وزاں پس گشتند باہم رواں   بسوئے رسول خدائے جہاں   ازاں بعد سب ملکر حضور سرور عالم کی خدمت میں چل پڑے۔
بدولتسرائے پیمبر شدند   چو در بستہ دیدند حلقہ بر در زدند   حضور کے دردولت پر حاضر ہوئے دروازہ بند دیکھا کھٹکھٹایا
یکے آمد و دید از پشت در   کہ استادہ با تیغ بر در عمرؓ   ایک صحابی آیا اور اس نے دروازہ کی پشت سے دیکھا کہ حضرت عمر تلوار لئے کھڑے ہیں۔

بنزد نبی رفت و احوال گفت   کہ باشند اصحاب از و در شگفت   نبی کریم کے پاس جا کر حال بتایا۔ اصحاب رسول اس بات سے متعجب ہوئے
چنیں گفت پس عم خیر البشر   کہ غم نیست ہرگز کشائید در   پس رسول پاک کے چچا بزرگوار نے فرمایا کچھ ڈر نہیں دروازہ کھولدو
گر از راہ صدق آمدہ مرحبا   دگر باشد او را بخاطر دغا   اگر صدق و ارادت سے آیا ہے تو مبارک اور اگر دل میں کچھ اور خیال ہے
بہ تیغ کہ دارد حمائل عمرؓ   تنش را سبکبار سازم ز سر   اسی تلوار سے جو کہ حمائل ہے عمر کا سر قلم کر دوں گا۔
چو در باز کردند بر روے او   در آمد عمرؓ با لب عذر گو   جب دروازہ کھولا حضرت عمر معذرت کرتے ہوئے قدموں میں ہوئے
گرفتش بہ بر سرور انبیا   نشاندش بجائے کہ بود از سزا   حضور حضرت عمر سے بغلگیر ہوئے۔ اور آنکو عزت سے بٹھایا۔
بگفتند اصحاب ہم تہنیت   وزاں شد بایشاں فزوں تقویت   تمام اصحاب نے مبارکباد کہی اور حضرت عمر کے اسلام سے دین کو
پس اصحاب دیں را شد ایں مدعا   کہ از حضرت سرور انبیا   مزید قوت حاصل ہوئی۔ جسکے بعد اصحاب نے کہا کہ تو حضور کی خدمت میں
بسوئے حرم آشکارا روند   نماز جماعت بجا آورند   عرض کی کہ اب ہم حرم شریف میں ہم اعلانیہ جا کر نماز باجماعت گزاریں
رسید ایں سخن چوں بعرض رسول   ز خیر البشر یافت عز قبول   جب یہ بات حضور کے گوش گزار ہوئی۔ حضور نے منظور فرمایا۔

روایات بالا سے حسب ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں۔ جو حضرت کی فضیلت کا نمایاں ثبوت ہیں۔

(۱) آپ کا اسلام لانا حضور سرور کائنات کی استجابت دعا کا نتیجہ ہے۔ اور ناممکن ہے جس سفینہ میں نور اسلام حبیب کبریا کی خاص توجہ و دعا سے داخل ہوا ہو پھر اس میں ظلمت کفر و نفاق داخل ہو سکے۔

(۲) اسلام عمرؓ کسی دنیوی لالچ یا طمع سے نہیں۔ بلکہ صداقت اسلام سمجھنے اور کلام الٰہی کی قوت اعجاز کی خاص تاثیر ہونے کے سبب سے ہوا تھا۔ پھر کوئی وجہ نہیں کا اتنی مدت صحبت رسول پاک کرنے اور تعلیم تربیت پانے کے بعد پھر تاریکئ ضلالت و کفر عود کر سکے۔

(۳) حضرت عمر کے اسلام کا خیر مقدم رسول پاک اور اصحاب رسول نے گرمجوشی سے کیا۔ اور حضور علیہ السلام نے بغل گیر ہو کر جو برکات پہنچائیں۔ اور اعزاز بخشا یہ حضرت عمرؓ کا ہی خاص حصہ تھا۔

(۴) یہ حضرت عمر کے جلال و جبروت کا نتیجہ تھا۔ کہ آپ کے اسلام لاتے ہی شوکت اسلام دوبالا ہو گئی اور بجائے خفیہ عبادت کے خدا کے گھر کعبۃ اللہ میں پہنچکر نماز باجماعت پڑھی گئی۔ اور کفار نابکار کو حضرت عمرؓ کی تیغ آبدار کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

جس روز آپ داخل دین مبیں ہوئے   کعبہ میں جمع پھر سب اہل دیں ہوئے
آہستہ سے اذاں جو کبھی مشتمگیں ہوئے   فرمایا کیا منحرف دیں ہم نہیں ہوئے
نام خدا و نام نبیؐ لو پکار کر
اب تم کو کس کا ڈر ہے اذاں دو پکار کر

(۲) شیعہ کی معتبر کتاب تاریخ ناسخ التواریخ صفحہ ۱۲۵ میں اسلام عمرؓ کے متعلق یوں لکھا ہے۔ "عرض کرد۔ یارسول اللہ از بہر آں آمدہ ام کہ کیش مسلمانی گیرم۔ وکلمہ توحید بر زبان راند پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم از اسلام عمرؓ چناں شاد شد کہ بیانگ بلند تکبیر گفت وتکبیر آنحضرت را اصحاب شنیدند وہمہ یکبار تکبیر گفتند وہ باستقبال عمرؓ بیروں آمدند۔ وآنگاہ عمرؓ گفت یارسول اللہ کافراں لات وعزیٰ را آشکارا پرستش میکنند چرا باید خدائے را پنہانی پرستش کرد پس آہنگ کعبہ کردند۔

ترجمہ: ۔ عمرؓ نے عرض کی حضور میں اس لئے حاضر ہوا ہوں۔ کہ مذہب اسلام قبول کروں یہ کہکر کلمہ توحید پڑھا۔ آنحضرت حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے ایسے خوش ہوئے کہ بلند آواز سے تکبیر کہی آپکی تکبیر صحابہ نے سنی اور سب نے نعرہ بلند کیا۔ اور حضرت عمرؓ کے استقبال کو باہر نکلے۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے عرض کی حضور! کافر تو لات وعزیٰ کی پرستش ظاہرا کریں۔ ہم خدائے قدوس کی عبادت کیوں چھپکر کریں پھر انہوں نے کعبہ چلنے کا ارادہ کرلیا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علانیہ نماز پڑھنے کی اجازت فرمائی۔ تو مصنف کتاب مذکور لکھتا ہے۔ کہ سب لوگ کعبہ کو اس شان سے چلے کہ

"عمرؓ از جانب پیغمبرؐ وابوبکرؓ از طرف دیگر وعلی علیہ السلام از پیش واصحاب از دنبال رواں شدند وعمرؓ با شمشیر خویش از پیش جملہ ہمی رفت وازاں سوئے کفار قریشیاں چناں ہمی پنداشتند۔ کہ عمرؓ رسول خدائے را اسیر خواہد رسانید۔ ناگاہ دیدند کہ پیش رسول خدا با شمشیر حمائل کردہ ہمی آید۔ گفتند ہاں عمرؓ چہ گونہ گذشت یارسول خدا ایمان آوردم واگر کسے از شما بنالائقی جنبش کند با ہمیں تیغش کیفر کنم وایں شعر بگفت۔

مَالِیْ اَرَاکُمْ کُلَّکُمْ قِیَامًا — اَلْکَهْلَ وَالشُّبَّانَ وَالْغُلَامَا
قَدْ بَعَثَ اللّٰهُ لَنَا اِمَامًا — مُحَمَّدًا قَدْ شَرَعَ الْاِسْلَامَا
حَقًّا وَقَدْ یُکَسِّرُ الْاَصْنَامَا — نَذُبُّ عَنْهُ الْخَالَ وَالْاَعْمَامَا

پس کافراں از عجز در خشم شدند وآہنگ کین کردند وعمرؓ نیز بپشتوانی علی علیہ السلام با ایشاں در آویختہ آں جماعت از کعبہ یکنارہ کرد ورسول خدا دو رکعت نماز بگذاشت وباز بخانہ شد۔ واسلام عمرؓ را بدیگر گونہ روایت کردہ اند ہمانا ایں قصہ مختار افتاد۔ وبالجملہ بعد از اسلام بدر خانہ ابوجہل رفت ودر بکوفت وابوجہل چوں بانگ او را بشنید بیامد ودر بکشود۔ وگفت مرحبا واہلا از چہ حاجت مرا یاد کردی وبدینجا شدی۔ گفت آمدم تا ترا آگہی دہم کہ ایمان بخدائے ورسول آوردم ابوجہل در خشم شد ودر بروئے او بست وگفت قبحک اللہ وقبح ما جئت بہ۔

ترجمہ: ۔ عمرؓ آنحضرت رسولؐ کے پہلو میں تھے۔ اور ابوبکرؓ دوسرے پہلو میں اور علیؓ سامنے اور دیگر اصحاب

پیچھے روانہ ہوئے اور حضرت عمرؓ اپنی تلوار لئے سب سے آگے چلے۔ ادھر کفار قریش منتظر تھے۔ کہ حضرت عمرؓ حضور علیہ السلام کو ایذا دیں گے۔ ناگاہ انہوں نے دیکھا کہ وہ تو رسول خدا کی اردل میں تلوار حمائل کئے ہوئے چلے آرہے ہیں۔ سب نے کہا ہاں عمرؓ تمہاری کیا حالت ہے؟ انہوں نے کہا میں رسول خدا پر ایمان لایا ہوں۔ اور اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی نالائقی سے ذرہ بھی کچھ بیجا حرکت کریگا۔ تو اسی تلوار سے اسکا سر قلم کردونگا۔ حضرت عمرؓ نے یہ عربی شعر پڑھے۔ یہ کیا وجہ ہے کہ میں تم کو یہاں کھڑا ہوا دیکھتا ہوں۔ بوڑھوں جوانوں اور بچوں کو بھی۔ بالتحقیق خدا نے ہمارے لئے ایک امام مبعوث کیا ہے جس کا نام گرامی محمدؐ ہے جس نے سچا دین ہمارے لئے جاری کیا ہے۔ وہ بتوں کو توڑ دیں گے۔ اور ہم ان سے اپنے ماموؤں اور چچاؤں کو دور ہٹادیں گے پس کافر غضبناک ہوئے۔ اور انہوں نے حضرت عمرؓ کے قتل کا ارادہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے بامداد علیؓ ان سے مقابلہ کرکے ان کو کعبہ سے دور ہٹادیا۔ اور رسول خدا نے مسلمانوں کیساتھ کعبہ میں دو رکعت نماز ادا کی۔ اور پھر واپس گھر چلے گئے۔ حضرت عمرؓ کے اسلام کو اور لوگوں نے دوسری طرح بیان کیا ہے مگر صحیح یہی روایت ہے۔ حضرت عمرؓ اسلام لانے کے بعد ابوجہل کے گھر گئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ ابوجہل نے دروازہ کھولا۔ اور آؤ بھگت کرکے کہا۔ کہ آپ نے مجھے کیسے یاد کیا۔ اور کس طرح تشریف لائے ہو؟ آپ نے کہا۔ کہ تجھے بتانے آیا ہوں۔ کہ میں خدا اور اس کے رسول پر ایمان لے آیا ہوں۔ ابوجہل کو بہت غصہ آیا۔ اور دروازہ بند کرلیا۔ اور کہنے لگا خدا تمہارا برا کرے۔ اور جو خبر تم لائے ہو اسکو بھی برا کرے۔ اب جائے غور ہے۔ کہ اسلام لاتے ہی حضرت عمرؓ کی حسن عقیدت کا یہ حال ہوگیا تھا۔ کہ دین حق کی پاسبانی میں کفار سے دوبدو ہوگئے۔ اور ان کو للکارا کہ اگر ذرہ بھی رسول پاک کی شان والا میں بے ادبی سے پیش آؤگے۔ تو میری تلوار ہے۔ اور تمہارا سر۔ پھر کس بہادری سے ابوجہل جیسے خطرناک دشمن دین کے گھر تن تنہا جاکر اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ کیا ایسی جرأت کوئی شخص کرسکتا ہے؟ پھر حضور علیہ السلام جن کو علوم اولین وآخرین سب معلوم تھے۔ اسلام عمرؓ پر اسقدر خوشی کیوں مناتے۔ اگر معلوم تھا۔ کہ بالآخر اس نے اسلام سے پھر جانا ہے۔ اور میرے اہلبیت کو تکلیف پہنچانی ہے۔ شیعو! خدارا انصاف کرو۔ اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ۔

(۳) نہج البلاغت صفحہ ۱۸۵ میں ہے:۔

وَمِنْ کَلَامٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَقَدْ شَاوَرَهٗ عُمَرُ فِی الْخُرُوْجِ اِلٰی غَزْوَةِ الرُّوْمِ بِنَفْسِهٖ وَقَدْ تَوَکَّلَ اللّٰهُ لِاَهْلِ هٰذَا الدِّیْنِ بِاِعْزَازِ الْحَوْزَةِ وَسَتْرِ الْعَوْرَةِ وَالَّذِیْ نَصَرَهُمْ وَهُمْ قَلِیْلٌ لَا یَنْتَصِرُوْنَ وَمَنَعَهُمْ وَهُمْ قَلِیْلٌ لَا یَمْتَنِعُوْنَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ اِنَّکَ مَتٰی تَسِرْ اِلٰی هٰذَا الْعَدُوِّ

بنفسك فتلقهم فتنكب لا تكن للمسلمين كانفة دون أقصى بلادهم ليس بعدك مرجع يرجعون إليه فابعث إليهم رجلا محربا واحفز معه أهل البلاء والنصيحة فإن أظهر الله فذاك ما تحب وإن تكن الأخرى كنت ردءا للناس ومثابة للمسلمين

ترجمہ: جب خلیفہ ثانی عمرؓ نے روم پر چڑھائی کی اور حضرت علیؑ سے مشورہ لیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اسلام کو غلبہ دشمن سے بچانے اور مسلمانوں کی شرم رکھنے کا اللہ ہی کفیل ہے۔ وہ ایسا خدا ہے جس نے انہیں اس وقت فتح دی ہے۔ جب ان کی تعداد نہایت قلیل تھی۔ اور کسی طرح فتح نہیں پا سکتے۔ انہیں اس وقت مغلوب ہونے کو روکا ہے۔ جب یہ کسی طرح روکے نہیں جا سکتے تھے۔ اور وہ خداوند عالم حی لایموت ہے۔ اب اگر تو خود دشمن کی طرف کوچ کرے اور تکلیف اٹھائے تو یہ سمجھ لے کہ پھر مسلمانوں کو ان کے اقصائے بلاد تک پناہ نہ ملے گی۔ اور تیرے بعد کوئی ایسا مرجع نہ ہوگا جس کی طرف وہ رجوع کریں۔ اب تو دشمنوں کی طرف اس شخص کو بھیج جو کار آزمودہ ہو۔ اس کے ماتحت ان لوگوں کو روانہ کر جو جنگ کی سختیوں کے متحمل ہوں۔ اور اپنے سردار کی نصیحت کو قبول کریں۔ اب اگر خدا غلبہ نصیب کرے گا۔ تب تو وہ چیز ہے جسے تو دوست رکھتا ہے۔ اور اگر اس کے خلاف ظہور میں آیا۔ تو ان لوگوں کا مدد گار۔ اور مسلمانوں کا مرجع تو موجود ہے نیرنگ فصاحت ص۱۹۱ ہم نے جناب امیر علیہ السلام کے عربی کلام کا ترجمہ شیعہ کی کتاب نیرنگ فصاحت سے لیا ہے۔ تاکہ ان کو یہ عذر ہو کہ ترجمہ میں کچھ دست اندازی کی گئی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ کے اس کلام سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) حضرت عمرؓ کو حضرت علی المرتضیٰ پر پورا اعتماد و بھروسہ تھا۔ اور باہمی کامل اتحاد تھا۔ کہ ہر ایک معاملہ میں ان سے مشورہ لیا جاتا تھا۔ ورنہ یہ مسلّم ہے۔ کہ کوئی شخص اپنے دشمن سے ایسے اہم معاملہ میں ہرگز مشورہ نہیں لیا کرتا۔

(۲) حضرت علی المرتضیٰ حضرت عمرؓ کو مسلمانوں کا ملجا و ماویٰ سمجھتے تھے۔ اور ان کو کچھ صدمہ پہنچنا۔ صدمہ اسلام تصور فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ نے حضرت عمرؓ کو یہ مشورہ نہ دیا۔ کہ اس مہم میں بذات خود معرکہ کارزار میں جائیں اگر خدانخواستہ باہمی کدورت ہوتی۔ اور حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کے خیرخواہ نہ ہوتے۔ تو یہ مشورہ کیوں دیتے۔ کہ آپ لڑائی میں نہ جائیں۔ تاکہ کوئی صدمہ نہ پہنچ جائے۔ بلکہ ان کی تو یہ خواہش ہونی چاہیئے تھی۔ کہ یہ خود وہاں جائیں۔ ان کا وہاں کام تمام ہو۔ اور آپ کے لئے جگہ خالی ہو۔ غرض جناب امیرؓ کا یہ مشورہ دینا۔ کہ آپ میدان جنگ میں نہ جائیں۔ بلکہ اور کسی آزمودہ کار جرنیل کو بھیج دیں۔ اس کا بین ثبوت ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ حضرت عمرؓ کے صادق الوداد دوست تھے۔

(۳) حضرت علی المرتضیٰ حضرت عمرؓ کی کامیابی کو کامیابی اسلام تصور کرتے تھے۔ اس لئے ان کو تسلی دی کہ ایزد متعال تمہارا اور مسلمانوں کا خود حافظ و ناصر ہے۔ جب مسلمان تھوڑے تھے۔ اس وقت بھی انکی اعانت فرمائی۔ اور اب تو خدا کے فضل سے مسلمانوں کی تعداد کثیر ہے۔ پھر اس کی تائید و نصرت پہ کیوں بھروسہ نہ کیا جائے۔ جناب امیر علیہ السلام کے کلام سے یار لوگوں کی اس گھڑت کی بھی تردید ہوتی ہے۔ کہ مسلمان بعد وفات رسولؐ صرف تین چار ہی رہ گئے تھے۔ ایسا ہوتا تو آپ یوں فرماتے۔ کہ پہلے مسلمانوں کی تعداد کثیر تھی۔ اب گنتی کے چند آدمی مسلمان رہ گئے ہیں۔ ان کو اس مہم پہ بھیجو تو فتح ہوگی نہ شکست۔

(۴) نہج البلاغت ص۱۹۶ میں دوسرا خطبہ جناب امیر علیہ السلام کا یوں درج ہے۔

ومن كلام له عليه السلام لعمر بن الخطاب وقد استشاره في غزوة الفرس بنفسه إن هذا الأمر لم يكن نصره ولا خذلانه بكثرة ولا بقلة وهو دين الله الذي أظهره وجنده الذي أعده وأمده حتى بلغ ما بلغ وطلع حيث طلع ونحن على موعود من الله والله منجز وعده وناصر جنده ومكان القيم بالأمر مكان النظام من الخرز يجمعه ويضمه فإذا انقطع النظام تفرق الخرز وذهب ثم لم يجتمع بحذافيره أبدا والعرب اليوم وإن كانوا قليلا فهم كثيرون بالإسلام وعزيزون بالاجتماع فكن قطبا واستدر الرحى بالعرب وأصلهم دونك نار الحرب فإنك إن شخصت من هذه الأرض انتقضت عليك العرب من أطرافها وأقطارها حتى يكون ما تدع وراءك من العورات أهم إليك مما بين يديك إن الأعاجم إن ينظروا إليك غدا يقولوا هذا أصل العرب فإذا اقتطعتموه استرحتم فيكون ذلك أشد لكلبهم عليك وطمعهم فيك فأما ما ذكرت من مسير القوم إلى قتال المسلمين فإن الله سبحانه هو أكره لمسيرهم منك وهو أقدر على تغيير ما يكره وأما ما ذكرت من عددهم فإنا لم نكن نقاتل فيما مضى بالكثرة إنما كنا نقاتل بالنصر والمعونة۔

ترجمہ: جب حضرت عمرؓ نے غزوۂ فارس میں بذات خود جانا چاہا۔ اور امیر علیہ السلام سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا۔ دین اسلام کا غالب آنا۔ اور مغلوب ہو جانا کچھ سپاہ کی کثرت و قلت پر موقوف نہیں ہے۔ یہ اسلام اس خدا کا دین ہے جس نے اس کو تمام ادیان و مذاہب پر غالب کیا ہے۔ اور لشکر اسلام اس خدا کی فوج ہے جس نے اس کی ہر جگہ نصرت و تائید کی۔ اور اسے ایک بلند مرتبہ پر پہنچا دیا۔ ان کا آفتاب وہاں سے طالع ہوا۔ جہاں سے طلوع ہونا تھا۔ ہم لوگ اس وعدۂ خداوندی پر کامل یقین کیساتھ راسخ القدم

ہیں۔ جو اس نے غلبۂ اسلام کے بارے میں فرمایا۔ بیشک وہ اپنے وعدوں کا وفا کرنے والا ہے۔ وہ اپنی سپاہ کا مددگار ہے۔ دینِ اسلام کے پیشوا مختار کار (خلیفہ) کا مرتبہ رشتۂ مروارید کی مثل ہے۔ جو موتی کے دانوں کو دانوں کو ایک نظام میں منسلک رکھتا ہے۔ اگر رشتہ ٹوٹ جائے۔ تو تمام دانے منتشر ہو کر بکھر جاتے جاتے ہیں۔ پھر اجتماع کا مل مشکل ہے۔ آج کے روز اہل عرب اگرچہ قلیل ہیں۔ لیکن شوکت اسلام نہیں کثیر ظاہر کر رہی ہے۔ یہ اپنے اتفاق و اجتماع کی وجہ سے یقیناً دشمن پر غالب ہوں گے۔ تم ان کے لئے قطب آسیا ہو۔ اور آسیائے جنگ کو گروہ عرب کے ذریعہ گردش دو۔ اور اپنے سوائے کسی دوسرے شخص کے ماتحت بنا کر آتش جنگ کو برافروختہ کرو۔ کیونکہ اگر تم مدینہ سے باہر چلے گئے۔ تو عرب کے تمام قبائل اطراف اکناف سے یک لخت ٹوٹ پڑیں گے۔ اسوقت پیچھے رہنے والی مستورات کی حفاظت تم پر اس چیز سے زیادہ مقدم ہو جائیگی جو تمہارے سامنے (جنگ) موجود ہے۔ **دوم**: یہ کہ اہل ایران تجھے دیکھیں گے۔ تو کہیں گے۔ بس یہی ان عربوں کا سردار ہے۔ اگر اس کا کام تمام کردو۔ تو پھر تمہیں ہر طرح سے آرام ہے۔ بیشک یہ اقوال تمہاری لڑائی پر انہیں حریص کردیں گے۔ اور تمہاری گرفتاری کی از حد طمع کرینگے۔ اور یہ جو تم نے کہا ہے۔ کہ ایرانی فوج مسلمانوں پر چڑھائی کر رہی ہے۔ سو پروردگار عالم ان کی اس حرکت کو تم سے زیادہ مکروہ سمجھتا ہے۔ اور وہ بیشک جس امر سے کراہت رکھتا ہے۔ اس کی تغییر پر پورا پورا قادر ہے۔ اور یہ بات کہ حملہ آور کی تعداد زیادہ ہے۔ سو یہ خیال کرو۔ کہ ہم گروہ اصحاب نے عہد پیغمبر علیہ السلام میں کبھی دشمن کے ساتھ کثیر التعداد لشکر لیکر جنگ نہیں کی۔ بلکہ ہمیشہ خداوند عالم کی نصرت معونت ہمارے شامل رہی ہے۔ اور صرف اسی کی نصرت و امداد کے بھروسہ پر کفار سے قتل و قتال کرتے رہے ہیں۔ نیرنگ فصاحت

جناب امیر علیہ السلام کے اس فصیح و بلیغ خطبے (قیمتی مشورہ) آفتاب نیمروز کیطرح روشن ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ اور خلیفہ دوم حضرت عمرؓ باہم شیر و شکر تھے۔ دونوں کو ایک دوسرے پر کامل اعتماد و بھروسہ تھا۔ اس میں بھی غزوہ روم کیطرح جب امیر المومنین فاروق اعظمؓ نے اسد اللہ الغالب سے مشورہ طلب کیا۔ تو آپ نے کمال خیر خواہی سے ان کو یہ مشورہ دیا۔ کہ آپ بذات خود معرکۂ کارزار میں تشریف نہ لیجائیں۔ ایسا نہ ہو کہ ایرانی آپ کو لشکر اسلام کا قائد اعظم سمجھ کر یکبارگی ٹوٹ پڑیں۔ آپ کو نقصان پہنچانے کی سعی کریں۔ اگر خدانخواستہ باہمی دشمنی ہوتی۔ تو حضرت علی کو خوب موقعہ ہاتھ آگیا تھا یہی صلاح دیتے کہ تم خود لڑائی پر جاؤ۔ تاکہ تم وہاں پر مارے جاؤ۔ اور خلافت کی گدی ہمارے لئے خالی آپ کا یہ فرمانا کہ مَكَانُ الْقَيِّمِ بِالْأَمْرِ مَكَانُ النِّظَامِ مِنَ الْخَرَزِ الخ صاحب اختیار خلیفہ کی مثال رشتۂ مروارید کی سی ہے۔ رشتہ ٹوٹ جائے تو موتی بھی کہیں کے کہیں بکھر جاتے ہیں۔) تو اس امر پر ناطق فیصلہ ہے کہ حضرت

ﻠﮧ حاشیہ صد ۹۳ پر ملاحظہ ہو۔

علی المرتضیٰ حضرت عمرؓ کو برحق خلیفہ سمجھتے تھے۔ ورنہ یہ مثال کیوں دیتے۔ شیر خدا کی نگاہ میں فاروق اعظمؓ کی ذات باعث بقاء اسلام و اسلامیان تھی۔ اور آپ صدق دل سے آپ کی سلامتی جان کے متمنی تھے۔

(۴) آپ نے حضرت عمرؓ کو آسیائے اسلام کا قطب اور محور قرار دیا۔ اس سے زیادہ واضح دلیل اس امر کی کیا ہو سکتی ہے۔ کہ آپ حضرت عمرؓ کو سچا خلیفہ رسول اور پیشوائے اسلام سمجھتے تھے۔ بغرض اس خطبہ کا لفظ لفظ فاروق اعظمؓ کی تعریف سے پر ہے۔ پھر حضرات شیعہ کو شرم کرنا چاہیئے۔ کہ جس شخص کی تعریف حضرت علی المرتضیٰ فرمائیں۔ اس کو تم منافق کہو۔ شرم! شرم! شرم!!!

(۵) اصول کافی صفحہ ۲۹۶ میں ہے۔ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا قَدِمَتْ بِنْتُ يَزْدَجَرْدَ عَلَى عُمَرَ أَشْرَفَ لَهَا عَذَارَى الْمَدِينَةِ وَأَشْرَقَ الْمَسْجِدُ بِضَوْئِهَا لَمَّا دَخَلَتْهُ فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهَا عُمَرُ غَطَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ أُفٍّ بِيرُوجْ بَادَا هُرْمُزْ فَقَالَ عُمَرُ أَتَشْتِمُنِي هٰذِهِ وَهَمَّ بِهَا فَقَالَ لَهُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيْسَ ذٰلِكَ لَكَ خَيِّرْهَا رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَاحْسِبْهَا بِفَيْئِهِ فَخَيَّرَهَا فَجَاءَتْ حَتّٰى وَضَعَتْ يَدَهَا عَلٰى رَأْسِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ مَا اسْمُكِ فَقَالَتْ جَهَانْ شَاهْ فَقَالَ لَهَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ بَلْ شَهْرَبَانُوِيَهْ ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَيْنِ يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ لَيَلِدَنَّ لَكَ مِنْهَا خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ فَوَلَدَتْ عَلِيَّ بْنَ حُسَيْنٍ۔

ترجمہ: امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب یزدگرد (شاہ ایران) کی بیٹی (مال غنیمت) میں حضرت عمرؓ کے پاس آئی۔ تو مدینہ کی کنواری لڑکیاں اسکو دیکھنے کے لئے آئیں۔ اور جب وہ مسجد میں داخل ہوئی۔ تو مسجد اس کی روشنی سے چمکنے لگی۔ حضرت عمرؓ نے اس کیطرف دیکھا۔ تو اس نے کہا افیروج باذا ہرمز۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ کیا یہ مجھے گالی دیتی ہے۔ اور اس کو سزا دینے کا ارادہ کیا۔ تو امیر المومنین علیہ السلام نے کہا کہ ایسا آپ کو نہ چاہیئے۔ آپ اس کو اختیار دیجیئے کہ جس مسلمان کو چاہے پسند کرے اور اسکو اس کے حصہ میں سمجھ لیجئے۔ تو حضرت عمرؓ نے اس کو اختیار دے دیا۔ اس نے جا کر حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر پر ہاتھ رکھدیا۔ امیر المومنین نے پوچھا۔ تمہارا نام کیا ہے۔ اس نے کہا جہان شاہ۔ امیر المومنین نے

حاشیہ ۹۲ ﻠﮧ قاموس جلد ۳ صفحہ ۹۲ میں ہے۔ قیم الامر المصلح له والقرآن والنبی والخلیفة وقائد الجند قیم الامر وہ ہے جو اس امر کا مصلح ہو۔ قرآن۔ نبی اور خلیفہ اور سالار قافلہ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ گویا جناب امیر کا حضرت عمرؓ کو امر (اسلام) کا قیم فرمانا ان کی خلافت کا اعتراف صریح ہے۔

فرمایا نہیں بلکہ شہر بانو حضرت امام حسین علیہ السلام سے فرمایا۔ اے ابو عبداللہ اس سے تمہارا ایک فرزند پیدا ہوگا جو تمام روئے زمین کے لوگوں سے بہتر ہوگا۔ چنانچہ زین العابدین پیدا ہوئے۔

اس حدیث سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) حضرت علیؓ اور امام حسینؓ حضرت عمرؓ کی بارگاہ خلافت میں ہمیشہ باریاب رہتے تھے۔ اور مال غنیمت میں جو فتوحات عمرؓ سے حاصل ہوتا تھا۔ برابر حصہ لیتے تھے۔

(۲) حضرت عمرؓ کو حضرت علیؓ اور آپ کے شہزادہ امام حسین سے اسقدر محبت تھی۔ کہ آپ نے شاہی خاندان کی ایک پری جمال خاتون (شہزادی شہر بانو) حضرت امام حسین کو بخشدی جو تمام سادات کی جدۂ علیا ہے۔

(۳) جناب امیر علیہ السلام حضرت عمرؓ کی خلافت کو جائز خلافت اور آپ کو برحق خلیفہ سمجھتے تھے اسی لئے یہ عطیہ قبول کیا۔ ورنہ ایک کافر یا منافق کی فتوحات کا مال غنیمت ایک متقی متورع مسلمان کو اپنی ذات و اولاد کے لئے لینا ہرگز جائز نہیں ہے۔

سادات پر حضرت عمرؓ کا بھاری احسان

شیعہ سادات اگر احسان فراموش نہ ہوں۔ تو حضرت عمرؓ کے بار منت سے وہ قیامت تک سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ اگر حضرت عمرؓ بکمال ایثار حضرت شہر بانو حضرت امام حسین کو نہ بخشد یتے نہ زین العابدین کا وجود مسعود ظہور پذیر ہوتا۔ نہ اس کی پشت سے سادات ہی پیدا ہوتے۔ یہ بھی معلوم ہو۔ کہ معاذ اللہ حضرت عمرؓ مسلمان نہ تھے۔ تو ان کا بخشا ہوا مال غنیمت نہ حضرت علیؓ نہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو لینا حلال ہوتا۔ تو پھر حضرت شہر بانو کا نکاح بھی جائز نکاح نہ ہو سکتا تھا۔ اسلئے اس امر کے جو ابدہ شیعہ سادات ہیں۔ کہ نسب معاذ اللہ ترتیج ہی صحیح نہیں تو اولاد کیسے رشید ہو سکتی ہے غرض ہمارے شیعہ بھائی سوچیں کہ یہ بُرا عقیدہ حضرت عمرؓ کو کافر و منافق سمجھنا کیا کچھ خرابیاں پیدا کرتا ہے۔ بھائیو سوچو اور خوب غور کرو۔

ایک اور بات

پھر قابل غور بات یہ ہے۔ کہ حضرت شہر بانو شہزادی کی بخشش بجائے خود بھی ایک بڑی ایثار کی بات تھی۔

کہ اپنی اولاد پر حضرت امام حسین علیہ السلام کو ترجیح دے کر شہزادی شہر بانو ان کو نکاح کر دی گئی۔ وگر اگر انکی ولی منشاء نہ ہوتی۔ تو شہزادی کا امام حسین کو پسند کرنا۔ یا امیر علیہ السلام کی سفارش کا کیا اثر ہو سکتا تھا؟ شیعہ کہتے ہیں۔ کہ شیخین باوجود شکاشا اور خاتون کی منت خوشامد کے باغ فدک ان کو نہ دیا تو شہر بانو کا گرانقدر عطیہ کیسے مل سکتا تھا۔ علاوہ ازیں شہزادی جس وقت قید ہو کر آئیں تو وہ بیش قیمت شاہانہ پوشاک اور گراں بہا زیورات پہنے ہوئے تھیں۔ ان کے زیورات میں اسقدر جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ کہ جن کی قیمت سے فدک جیسے کئی باغ خریدے جا سکتے تھے۔ جو شہر بانو مع لباس خاتونہ زرنگار و زیورات و جواہرات حضرت امام حسینؓ کے حوالہ کر دی گئیں۔ اگر حضرت عمرؓ کو نعوذ باللہ اہلبیت سے عداوت ہوتی۔ تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے غرض حضرت بانو کا عطیہ تمام بے جا مطاعن شیعہ کا ایسا مکمل جواب ہے۔ جس کا کوئی جواب الجواب نہیں ہو سکتا۔ شیعہ حضرت احسان فراموش اور ناشکرا ہیں۔ کہ باوجود اسقدر احسانات کے پھر ان کی شکایت کرتے ہیں۔ خدا ان کو ہدایت کرے۔

(۶) حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۲۰۸ میں ہے۔
" خاصہ و عامہ روایت کردہ اند کہ در جنگ احزاب آنحضرت کندن خندق را در میان صحابہ قسمت فرمودہ کہ ہر چہل ذراع را دہ نفر حفر نمایند پس در حصہ سلمانؓ و حذیفہؓ زمین سنگے رسید کہ کلنگ دراں اثر نمی کرد پس سلمانؓ بخدمت آنحضرت عرض کرد از سنگ اخبار نمود آنحضرت کلنگ را از ایشاں گرفت و سہ مرتبہ بر سنگ زد اول می شد کہ جہاں روشن می شد و اللہ اکبر میگفت صحابہؓ اللہ اکبر میگفتند پس فرمود کہ برق اول قصرہای حیرہ را دیدم و خدا آں را بمن داد۔ دوم قصرہای شام را دیدم و ملک پادشاہ عجم بمن داد پس نازل فرمود۔ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ "

خاص و عام نے روایت کیا ہے۔ کہ جنگ احزاب میں حضور علیہ السلام نے خندق کی کھدائی کا کام صحابہ کرام میں اسطرح تقسیم کیا۔ کہ دس دس اشخاص چالیس چالیس گز کی کھدائی کریں۔ جو زمین حضرت سلمانؓ اور حذیفہؓ کے درمیان تقسیم تھی۔ اس میں ایک پتھر آگیا انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کی حضور مسجد احزاب سے اتر آئے۔ اور ان سے ہتھیار لیکر تین دفعہ پتھر پر رسید کیا۔ ہر مرتبہ پتھر کا تیسرا حصہ اتر گیا۔ اور ہر دفعہ کی ضرب سے پتھر سے روشنی نکلی جس سے جہاں روشن ہو گیا۔ حضور علیہ السلام نے نعرہ تکبیر بلند فرمایا۔ صحابہ نے بھی تکبیر کہی۔ حضور نے فرمایا کہ روشنی میں میں نے یمن کے محلات دیکھ لئے کہ خدا نے وہ ملک مجھے دیدیا دوسری میں شام کے محلات نظر آئے۔ وہ ملک بھی خدا نے مجھے عطا فرمایا۔ تیسری میں مدائن کے محلات دکھائی دیئے۔ اور خدا نے بادشاہان عجم کی سلطنت مجھے بخشدی۔ پس اللہ تعالے نے فرمایا۔ کہ خدا اس دین کو غالب کرے گا۔ خواہ کفار برا منائیں۔

یہی واقعہ فروع کافی جلد دوم صفحہ ۲۱۶ پر روایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام درج ہے اور صاحب

حملۂ حیدری نے بھی اس کو نظم میں لکھا ہے۔

نظم فارسی

بداں فاقہ و ضعف سالار دیں — ستد تیشہ از دست انصار دیں
چو بر داشت فولاد خارا شگاف — در آمد به نہار ازاں کوہ قاف
بنام خدائی جہاں آفریں — بزد تیشہ را سید المرسلیں
کہ یک گوشۂ سنگ از ہم شکست — دراں وقت برقی ازاں سنگ جست
کہ روشن شد آں دشت صحرا تمام — برآورد تکبیر خیر الانام
بضرب دوم ضلع دیگر شکست — بداں گونہ برقی ازاں باز جست
بفرمود تکبیر بار دوم — بر بیں ہراں سنگ ضرب سوم
دریں بار ہم جست برقی چناں — نبی شد بہ تکبیر رطب اللساں
شد ایں بار آں سنگ ریز ریز — نماند اختیار جیش بضرب دگر
در آمد ہم بدو گفت سلمانؓ چنیں — کہ ای خاک راہت سپہر بریں
چہ بد ایں و باشد چہ تعبیر آں — بہ تکبیر چوں بر کشودی زباں
بیاسخ چنیں گفت خیر البشرؐ — کہ چوں جست برقی نخست از حجر
نمودند ایوان کسریٰ بمن — دوم قصر روم و سوم از یمن
سبب را چنیں گفت روح الامیں — کہ بعد از من اعوان و انصار دیں
بریں مملکت ہا مسلط شوند — بہ آئین من اہل آں بگروند
بدیں مژدہ و شکر و لطف خدا — بہر بار تکبیر کردم ادا
شنیدند آں مژدہ چوں مومناں — کشیدند تکبیر شادی کناں

باوجود گرسنگی اور نحافت بدن کے حضور علیہ السلام نے جب خدا کا نام لیکر پتھر پر تیشہ کی ضرب ماری تو پہاڑ بھی لرز گئے پہلی ضرب سے کچھ حصہ ٹوٹ پڑا۔ اور ایسی روشنی نکلی کہ تمام بیابان بقعہ نور ہو گیا۔ تب حضور علیہ السلام نے تکبیر پڑھی۔ دوسری ضرب سے پتھر کا اور ٹکڑا اڑا اور ویسے ہی روشنی ہوئی تو حضرت سلمانؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا۔ کہ حضور یہ کیا ماجرا تھا۔ اور حضورؐ نے کیوں تکبیر فرمائی۔ حضور علیہ السلام نے جواب دیا۔ کہ جب پہلی ضرب سے پتھر سے شعلۂ نور اٹھا۔ تو ایوان کسریٰ مجھے دکھائے گئے۔ دوسری ضرب سے محلات روم تیسری میں یمن نمودار ہوئے۔ اس کا سبب جبرائیل نے یہ بتایا کہ میرے بعد میرے نائب اور جو اس دین کے اعوان و انصار ہوں گے۔ ان ممالک کو فتح کریں گے۔ اور میری طرح ان میں حکمرانی کریں گے اس بشارت پر میں نے ہر دفعہ شکریہ کے طور پر تکبیر پڑھی پس مسلمانوں نے جب بشارت سنی سب نے غلغلۂ تکبیر بلند کیا۔

پس اب ہم شیعہ حضرات سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام کی یہ پیشگوئی کب کس کے عہد میں پوری ہوئی۔ یہ بات مسلم ہے۔ کہ روم۔ یمن۔ مدائن حضرت عمرؓ کے عہد میں فتح ہوئے۔ قیصر و کسریٰ کے تخت آپ ہی نے الٹ دیئے۔ اور ایوان کسریٰ میں جہاں تخت نوشیروان بچھا تھا۔ مسلمانوں نے آذان دیکر نماز جمعہ ادا کی۔ پھر اگر معاذ اللہ حسب زعم شیعہ حضرت عمرؓ منافق یا کافر تھے۔ تو حضور علیہ السلام نے ان کی فتوحات کی خوشی کیوں کی

ان کو دین حق کا اعوان و انصار کیوں فرمایا؟ اوران کی فتوحات کو اپنی طرف منسوب کیوں کیا؟ اس سے روز روشن کیطرح واضح ہوتا ہے۔ کہ حضرت عمرؓ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا جائز جانشین تصور فرماتے تھے۔ تب ہی تو ان کی فتح کو اپنی فتح فرمایا۔ اور دین متین کے سچے مددگار۔ انصار کا لقب عطا فرمایا۔ کہ ؎

بریں مملکت ہا مسلط شوند — بہ آئین من اہل آں بگروند

یعنی دین حق کے پاسبان و اعوان میرے جانشین ان ممالک پر مسلط ہوں گے۔ اور میری طرح حکمرانی کرینگے۔ ان کی فتح میری فتح ہوگی۔ اوران کی حکومت میری حکومت ہوگی۔ کیا شیعہ صاحبان میں کوئی صاحب بصیرت ہے۔ جو اپنی کتابوں کی بین شہادت دیکھ کر خیال کر سکے جن پاک ہستیوں کی تم شکایت کرتے ہو۔ رسول پاک کے دین کی انہوں نے کیسی مدد کی اور کیسے کیسے مادی جبروت سلاطین کو حلقہ بگوش اسلام بنایا۔ اور دنیا کی آبادی میں ظلمت کفر کو مٹا کر انہوں نے نور اسلام پھیلایا۔

مولانا شبلیؒ نے الفاروق حصہ دوم میں یورپین مورخین کی رائے کے موافق فتوحات فاروقی کی وسعت اور اس کے حدود اربعہ کی یوں تشریح کی ہے۔ کہ

"حضرت عمرؓ کے مفتوحہ ممالک کا کل رقبہ ۲۲۵۱۰۳۰ میل مربع یعنی مکہ معظمہ سے شمال کی جانب ۱۰۳۶ مشرق کی جانب ۱۰۸۷ جنوب کی جانب ۴۸۳ میل تھا۔ مغرب کی جانب چونکہ صرف جدہ تک حد حکومت تھی۔ اس لئے وہ قابل ذکر نہیں

اس میں شام۔ مصر۔ عراق۔ جزیرہ۔ خوزستان۔ عراق عجم۔ آذربائیجان۔ فارس۔ کرمان۔ خراسان اور مکران جس میں بلوچستان کا کچھ حصہ آجاتا ہے۔ شامل تھا۔ یہ تمام فتوحات خاص حضرت عمرؓ کی فتوحات ہیں۔ اور اس کی تمام مدت دس برس سے کچھ ہی زیادہ ہے"

سچ تو یہ ہے۔ کہ دنیائے اسلام حضرت عمرؓ کی ذات اقدس پر جس قدر فخر کرے بجا ہے۔ آپ اپنے عہد خلافت میں ایسی مشکلات کو حل کیا۔ جو انسانی طاقت سے بالاتر ہے۔ یکہزار چھتیس بلاد و امصار بڑے بڑے شہر جن میں کذا سکی حکومت اور تہوں کی خدائی مانی جاتی تھی فتح کرکے انکو دارالاسلام بنایا۔ اور باشندگان کو کلمہ توحید پڑھایا۔ چار ہزار جامع مسجد تعمیر کیں۔ ہزاروں بتخانے گرائے۔ اور آتشکدے سرد کئے حق یہ ہے۔ کہ آنجناب کی کوشش اور بلند ہمت نے مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک آفتاب عالمتاب کیطرح نور ایمان پھیلایا۔ اور صحرائے ضلالت میں مشعل ہدایت جلا کر تاریکئے کفر کو مٹا دیا۔ آپکی صولت فاروقی نے لشکر قیصر و کسریٰ کو شکست دی۔ اور عجم و عراق سے ہتھیار اور غنیمت حاصل کی۔ شاعر نے کیا خوب

کہاہے۔ کی ہے خلافت آپ نے کس عموم وعام سے — ایران سے خراج لیا اور شام سے
شوکت بھی فرق کی ہے حضرت کے نام سے — کسریٰ سے تو پوچھئے پھر خاص و عام سے
غیرت اور عراق میں اسکا بجھا دیا — گبروں کا نام ملک عجم سے مٹا دیا۔

(۵) حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۔۔ میں ہے۔

ابن شہر آشوب وغیرہ روایت کردہ اند کہ روزے آنحضرت نظر کرد بسوئے ذراع ہائے سراقہ بن مالک کہ باریک و پر مو بود پس فرمود چگونہ خواہد بود حال تو کہ دست برنجہائے پادشاہ عجم را در دست و کردہ باشی پس چوں در زمان عمرؓ فتح مدائن کردند عمرؓ اورا طلبید و دست برنجہائے پادشاہ عجم را در دست او کرد

ابن شہر آشوب وغیرہ نے روایت کی کہ ایک دفعہ آنحضرت نے سراقہ بن مالک کو دیکھا جو بہت پتلے اور بالوں سے بھرے ہوئے تھے اور فرمایا اور سراقہ تمہاری اس روز کیا حالت ہوگی؟ جب شاہ عجم کے کنگن تمہارے ہاتھوں میں ہوں گے۔ پھر جب حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مدائن فتح ہوا۔ تو آپ نے سراقہ کو طلب کیا اور شاہ عجم کے کنگن اس کے ہاتھ پہنا دیئے۔

اس روایت کو بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کو جن کو قیامت کے واقعات کا علمؓ غیب حق تعالیٰ نے بخشا ہوا تھا۔ اپنے جلیل القدر صحابی حضرت عمرؓ کی فتوحات کو دیکھ دیکھ کر الیسی خوشی ہوتی تھی کہ مسلمانوں کو اسکے نئے نئے طریق سے بشارت سنا کر حضرت عمرؓ کی جلالت قدر اور عظمت پر متنبہ فرماتے تھے

لہ علم سے مراد علم اجمالی ہے نہ تفصیلی۔ چنانچہ مصنف آفتاب ہدایت مرحوم نے بھی دوسری جگہ صفحہ ۱۔۔ پر اسکی تصریح فرمادی ہے۔ کہ یہ مسئلہ بھی مسلم ہے۔ کہ علم ماکان ومایکون خاصہ ذات باری تعالیٰ ہے۔ نیز جناب مؤلف نے صفحہ ۱۲۶ پر تصریح فرمائی ہے کہ کسی مخلوق کے لئے علم ماکان ومایکون کا اعتقاد رکھنا اسکو شان الوہیت تک پہنچا دینا ہے۔"
اس مسئلہ کی تحقیق کے لیے حضرات علماء محققین کی تصانیف کا مطالعہ ضروری ہے۔ اور اکابر صوفیہ کے ارشادات سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے۔ چنانچہ قطب ربانی جامع کمالات صوری ومعنوی عارف باللہ حضرت شاہ غلام علی شاہ صاحب نقشبندی مجددی قدس سرہ خلیفہ اعظم حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید قدس سرہم کے ملفوظات میں ہے " بعد ازاں در مجلس ذکر جامعیت آن سرور علیہ الصلوٰۃ اللہ الملک الاکبر آمد حضرت ایشاں فرمودند کہ جمیع کمالات ظاہری وباطنی بطریق اجمال جناب سید الانبیاء علیہ صلوات اللہ الملک العلی را حاصل بود لیکن حصول تفصیل جمیع کمالات موقوف بزمانہ خاص وبشخص خاص بود چنانچہ فرمودہ اند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُعْطِیْتُ بِمَفَاتِیْحِ کُنُوْزِ الْاَرْضِ وحال آنکہ در زمان آنحضرت فتح اکثر اقالیم نشدہ بود در زمان خلفاء اکثر مقامات فتح شدند اکثر بعد از صحابہؓ سلاطین نامدار فتح نمودہ اند چنانچہ محمود غزنوی ہندوستان را فتح کرد ظہور ایں کمال موقوف بر ایشاں بود ہم جناب آنسرور علیہ صلوٰۃ اللہ الملک الاکبر جمیع علوم چہ علم توحید وجودی وچہ کلام وچہ علم

(باقی صفحہ ۹۹ پر)

بھلا اگر حضرت عمرؓ بقول شیعہ معاذ اللہ حضرت رسول پاک کی نظر میں کافر ومنافق ہوتے۔ تو ان کا جہاد ناجائز ہوتا۔ اور اس جہاد کا مال غنیمت مال مغصوب اور حرام ہوتا۔ تو کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ کو مال حرام ومغصوب کے حاصل ہونے کی بشارت دی تھی۔ اس سے تو پرہیز کرنے کا حکم دینا چاہیے تھا۔ شیعہ غور کرو اور خوب غور کرو۔

(۶) یہ امر مسلم الطرفین ہے۔ کہ حضرت عمرؓ کی دختر نیک اختر حضرت حفصہؓ کو حضور علیہ السلام کی زوجہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ اور آپ رسول پاک کے خسر تھے۔ تو معاذ اللہ آپ منافق وکافر ہوتے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر سے شادی کیسے کرتے۔ نیز قرآن کا آپکو صریح حکم تھا وَلَا تَنْکِحُوا الْمُشْرِکَاتِ (مشرک عورتوں سے مت نکاح کرو) لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ حضرت عمرؓ صاحب فضیلت وشرافت تھے۔ تب ہی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے یہ رشتہ قرابت اختیار فرمایا۔ بھائیو! انصاف کرو خسر بمنزلہ والد واجب التعظیم ہوتا ہے۔ پھر جو آپ لوگ حضرت عمرؓ کو برا بھلا کہتے ہیں۔ وہ گویا رسول پاکؐ کے باپ کو برا کہتے ہیں۔ پھر ایسے لوگوں کا قیامت میں کیا حال ہوگا؟ اور رسولؐ کے اصحاب آپ کے اعزہ واقارب کی گستاخی کرکے وہ اپنے آقا کے دربار کو کیا منہ دکھائیں گے۔ عبرت! عبرت!! عبرت!!!

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۸۔ جزئیات مسائل فقہ مجملاً حاصل بود۔ لیکن تفصیل علم توحید وجودی بر روح محی الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ وظہور علم کلام بر ابوالحسن اشعری وابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہما وتفصیل علم جزئیات مسائل فقہ بر امام اعظمؒ وامام شافعیؒ وامام مالک واحمد حنبل رحمۃ اللہ علیہم موقوف بود۔ حاصل آنکہ ہر کمالے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در امت از کسے کہ ظہور نمود۔ کمال آنحضرت است۔ در آنحضرت قبل ازیں ظہور ہم حاصل بود بغیر از فرق اجمال وتفصیل نیست۔ (در المعارف ملفوظات حضرت شاہ غلام علیؒ صفحہ ۲۱۲)

واضح ہو کہ اس تحریر سے ہمارا مقصود صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم تفصیلی محیط کائنات کی نفی کرنا ہے۔ معاذ اللہ تنقیص شان مقصود نہیں۔ برادران اسلام کی غلط فہمی میں نہ مبتلا ہو جائیں۔ کیونکہ ہمارے اکابر حضرات نے اپنی تصانیف میں کئی جگہ تصریح فرمائی ہے۔ کہ حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم اہل عالم کیواسطے جملہ کمالات کیلئے واسطہ میں یعنی جملہ کمالات خلائق علمی ہوں یا عملی نبوت ہو یا رسالت صدیقیت ہو یا شہادت سخاوت ہو یا شجاعت علم ہو یا مروت فتوت ہو یا قناعت وغیرہ سب کیسا تھ اولاً بالذات آپکی ذات والاصفات جناب باری عزّ شانہ کیجانب سے متصف کیگئی اور آپ کے ذریعہ سے جملہ کائنات کو فیض پہنچا۔ جیسے کہ آفتاب سے نور قمر میں آیا۔ اور قمر سے نور ہزاروں آئینوں میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم اولین وآخرین عطا فرمائے گئے ہیں۔ کوئی بشر کوئی ملک اور کوئی مخلوق علم وکمالات میں آپکے مساوی نہیں چہ جائیکہ افضل ہو۔ حضرت بزرگ نوری نفس مختصر تفصیل کے لئے یہ کتابیں مطالعہ فرمائیں۔ آبحیات۔ تحذیر الناس قبلہ نما

قاسم فاسم سرقہ شہاب ثاقب۔ از حضرت مولانا المدنی مدظلہ۔

(احقر مظہر حسین غفرلہٗ ابن المولف)

نظم اردو

کیا ہو گیا ہے خبط یہ شیعہ کرام کو — کرتے ہیں سب و شتم صحابہ عظام کو
دیتے مغلظات ہیں منبر پہ بیٹھ کر — ازواج پاک سیدبیت الحرام کو
حضرت کے دوستداروں کو دیکر یہ گالیاں — دیتے ہیں دکھ رسول علیہ السلام کو
لعنت کا ورد کرتے ہیں صلوات کے بجا — لعنت وظیفہ ان کا ہے بس صبح و شام کو
حضرت ہمارے رحمت عالم ہیں بالیقیں — لعنت سے پیار امت خیر الانام کو
یہ بات پس بعید ہے یار عقل سے — لعنت سے پیار ہوتا ہے شر الانام کو
اصحاب کو رسول سے سمجھو نہیں جدا — پڑھ کر ذرا تو دیکھو خدا کے کلام کو
ایسی معیت ان کو تھی حاصل رسول سے — بھولے نہ ایک پل میں بھی حضرت کے نام کو
زندہ رہے تو آپ پہ ہر دم فدا رہے — ملحوظ ہر طرح سے رکھا احترام کو
مر کر بھی ساتھ چھوٹا نہ اپنے حبیب کا — آقا سے کیا پیار تھا دونوں غلام کو
پہلو بہ پہلو سوئے حضرت کے دونوں یار — اور حشر ہوگا ساتھ ہی یوم القیام کو
محشر میں بھی نہ چھوڑیں گے ہرگز نبی کا ساتھ — جنتی کو مل کے جائیں گے دار السلام کو
جلتا ہے گر رقیب حسد سے جلا کرے — بخشا یہ قرب حق نے صحابہ کرام کو
آغوش میں نبی کے وہ سوتے ہیں دوستو — رحمت برس رہی ہے وہاں صبح و شام کو
حب لا یحبہما مومن حق نے بتا دیا — ملتا نہیں پڑوس یہ ہرگز لئام کو
کرتے ہو اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ — یہ لعن طعن چھوڑ دو اور اتہام کو
ڈالا گلے میں طوق ہے لعنت کا تم نے کیا — کرتے ادا نہیں ہو صلوٰۃ و صیام کو
مرغوب میرجی کو ہے اب دلبر کی نشست — مسجد نہیں پسند محب امام کو
داڑھی ہے چٹ جناب کی مونچھیں دراز ہیں — اور کر رکھا وظیفہ ہے بھنگ حرام کو
کر لیتے سال بھر میں ہیں مجلس امام کی — بس آپ بخشے جائیں گے یوم القیام کو
مجلس حسینؑ کی لگی ہے واہ واہ کیا — دے کر ستاری تسبیح کیا خاص و عام کو
چوسر ہے میلی رقوم قلندر میں جمع یاں — آئے ہیں مل کے بیٹے حضرت امام کو
روزہ۔ نماز کا نہ لیا عمر بھر میں نام — استنجا کبھی کیا نہیں سال تمام کو

ناپاک منہ سے لیں گے یہ نام حسینؑ کو — ہوگی بہت خوشی ہی ائمہ عظام کو
زندہ شہید ہوتے ہیں قرآن ہے گواہ — تم پیٹتے ہو مردہ سمجھ کر امام کو
ہے پیٹنا حرام یہ صادق نے لکھ دیا — تم بندگی سمجھتے ہو فعل حرام کو
قول خدا و قول پیغمبر سے (جعفر صادقؑ) آبا — اور خود ہی گھڑ رکھا ہے خیالات خام کو
ہیں دشمنان دین نہ مومن ہیں یہ دبیر — بس دیتے ہیں دھوکہ یہ مل کر عوام کو

(۹) حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۱۹ میں ہے:۔

در روایت دیگر مشت خاکے از برائے آنحضرت فرستاد حضرت شگون نمود کہ امت من بزودی مالک زمین او خواہد شد چنانچہ خاک او برائے من فرستاد۔

دوسری روایت ہے کہ کسریٰ (شاہ ایران) نے رسولؐ کے پاس مشت خاک بھیجی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ عنقریب میری امت اس زمین کی مالک ہوگی۔ جیسا کہ خاک اس نے میری لئے بھیجی۔

اب یہ مسلم ہے کہ یہ پیشینگوئی بھی حضرت عمرؓ کے عہد فرخ میں پوری ہے۔ چنانچہ ملک ایران کو آپ نے ہی فتح کیا۔ اگر معاذ اللہ حضرت عمرؓ منافق و کافر تھے۔ تو حضرت کا یہ فرمانا کہ میری امت سرزمین ایران کی مالک ہوگی کیسے درست ہو سکتا ہے۔ کیا امت رسول میں کافر و منافق بھی شمار ہو سکتے ہیں؟ اور نبی علیہ السلام ان کی فتح کو اپنی امت کی فتح قرار دے سکتے ہیں؟

(۱۰) حضرت عمرؓ داماد علیؓ تھے۔

ایک روشن دلیل اس امر کی کہ حضرت عمرؓ سے حضرت علی المرتضیٰ کو کمال محبت و پیار تھا۔ اور ان کے نزدیک ان کی شرافت و نجابت مسلم تھی۔ یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے اپنی دختر بلند اختر حضرت ام کلثوم کا رشتہ حضرت عمرؓ کو دیکر نکاح کر دیا۔ اگر معاذ اللہ وہ منافق تھے۔ تو جناب امیر علیہ السلام نے سیدہ ام کلثوم کا کیوں ان کا(؟)

شیعہ اس امر سے تو انکار نہیں کر سکتے۔ کہ حضرت ام کلثوم بنت علیؓ حضرت عمرؓ کی تزویج میں آئیں۔ لیکن اس بارہ میں ان کو سخت اضطراب لاحق ہوا۔ اس طرح طرح کی تاویلات رکیکہ سے کام لینے لگے۔

ایک روایت یہ وضع کی گئی۔ کہ حضرت ام کلثوم جبراً چھین لی گئی۔ جیسا کہ فروع کافی جلد ۲ ص ۱۴۱ باب تزویج ام کلثوم میں ہے۔

عن زرارۃ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی تزویج ام کلثوم فقال ان ذلک اوّل فرج غصبناہ

زرارہ نے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق سے دربارہ نکاح ام کلثوم دریافت کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ یہ پہلی شرمگاہ جو ہم سے چھین لی گئی۔

دوسری روایت اسی کتاب کے صفحہ مذکورہ میں یوں ہے۔

عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا خَطَبَ اِلَیْهِ قَالَ لَهُ فَلَقِیَ الْعَبَّاسَ فَقَالَ لَهٗ مَا لِیْ اَبِیْ بَاْسٌ قَالَ فَمَا ذَاكَ قَالَ خَطَبْتُ اِلٰی ابْنِ اَخِیْكَ فَرَدَّنِیْ اَمَا وَاللّٰهِ لَاُعِیْدَنَّ زَمْزَمَ وَلَا اَدَعُ لَكُمْ مَكْرُمَةً اِلَّا هَدَمْتُهَا وَلَاُقِیْمَنَّ عَلَیْهِ شَاهِدَیْنِ بِاَنَّهٗ سَرَقَ وَلَاَقْطَعَنَّ یَمِیْنَهٗ فَاَتَاهُ الْعَبَّاسُ فَاَخْبَرَهٗ وَسَاَلَهٗ اَنْ یَجْعَلَ الْاَمْرَ اِلَیْهِ فَجَعَلَهٗ اِلَیْهِ۔	ہشام بن سالم نے امام صادق سے روایت کی ہے کہ جب ان سے ام کلثوم کا ناطہ طلب کیا گیا۔ تو آپ نے کہا۔ کہ وہ چھوٹی لڑکی ہے۔ فرمایا پھر ملے وہ عباس کو ملے اور کہا کیا مجھ میں کوئی نقص ہے۔ عباس نے کہا کیا بات ہے۔ عمرؓ نے کہا میں نے ناطہ تمہارے بھتیجے علی سے مانگا ہے۔ اس نے انکار کردیا ہے میں زمزم کو لوٹاؤں گا۔ اور تمہارے جملہ اعزازات کو مٹا دوں گا۔ اور علی پر دو گواہ سرقہ کرنے کے گذار کر اس کے ہاتھ کاٹ دونگا۔ حضرت عباسؓ

حضرت علیؓ کے پاس آئے اور کہا اس ناطہ کا مجھے وکیل بنا دو۔ حضرت علی نے ان کو اجازت دی بعد نکاح ہوگیا۔

ان روایات میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عمرؓ سے ہوا لیکن پہلی روایت میں نہایت گندہ لفظ (فرج) استعمال کرکے کہا گیا ہے۔ کہ ام کلثوم ہم سے جبراً چھین لی گئی تھی۔ دوسری روایت بتایا گیا ہے۔ کہ حضرت علیؓ ناطہ دینے پر اس لئے مجبور ہوگئے۔ کہ ان کو دھمکی دی گئی۔ کہ تمہارے اعزاز چھین لئے جائیں گے۔ بلکہ تمہیں سرقہ کا اتہام لگا کر قطع ید کی سزا دی جائے گی۔ سوائے اہلبیت سمجھ سکتے ہیں۔ کہ یہ کبھی ہو سکتا ہے؟ کہ شجاعت مآب۔ فاتح خیبر حیدر کرار سے انکی صغیرۃ السن لڑکی جبراً چھین لیجائے یا ان کو ڈرا دھمکا کر ناطہ دینے پر مجبور کرلیا جائے۔ ایسا تو کوئی کم حیثیت کمینہ شخص بھی نہیں کرے گا۔ کہ جیتے جی ڈر کر اپنی کمسن لڑکی دوسرے کے حوالہ کردے۔ یا بخوف سزا اپنی ایک غیر مستحق شخص کو بلا رضامندی خود لڑکی دیدے۔ ایسے موقعہ پر انسان سزا بدنی تو کیا جان دیدینا گوارا کرلیتا ہے۔ لیکن یہ ذلت کبھی گوارا نہیں کرتا۔ کہ کوئی غیر شخص اس کی دوشیزہ کمسن لڑکی جبراً چھین لے۔ ہر ایک دانشمند شخص قیاس کرسکتا ہے۔ کہ کوئی باغیرت بہادر شخص اس قسم کی ذلت کبھی قبول کرسکتا ہے؟ کلّا و حاشا۔ یہ تمام باتیں یار لوگوں کی من گھڑت ہیں۔ جو اصلیت کو

لہ قاضی نور اللہ شوستری نے بھی اپنی کتاب مجالس المومنین مطبوعہ ایران ص۸۲ میں اس مضمون کی عبارت لکھی ہے۔ نیز اسی کتاب کے ص۷۶ میں ہے کہ ام کلثوم حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد محمد بن جعفر کے نکاح میں آئیں۔ نیز اسی کتاب کے ص۸۵ میں ہے یہ عبارت درج ہے۔ واگر نبی دختر بعثمان داد۔ ولی دختر بعمر فرستاد۔ نیز اسی کتاب کے ص۱۸۸ میں لکھا ہے۔ کہ گر پر سید چرا آنحضرت دختر خود را بعمر ابن الخطابؓ داد۔ گفت بواسطہ آنکہ اظہار شہادتین میکرد۔ و بزبان اقرار بفضل حضرت امیر میکرد۔ و رب اغفر لکاتبہ ولوالدیہ)

کو چھپانے کیلئے وضع کی گئی ہیں۔ لیکن حق چھپانے سے چھپ نہیں سکتا۔

اسی باب تزویج ام کلثوم میں ایک دوسری حدیث درج ہے۔

كَتَبَ عَلِیُّ بْنُ اَسْبَاطٍ اِلٰی اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْ اَمْرِ بَنَاتِهٖ وَاَنَّهٗ لَا یَجِدُ اَحَدًا مِثْلَهٗ فَكَتَبَ اِلَیْهِ اَبُوْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَهِمْتُ مَا ذَكَرْتَ مِنْ اَمْرِ بَنَاتِكَ وَاَنَّكَ لَا تَجِدُ اَحَدًا مِثْلَكَ وَلَا تَنْظُرْ فِیْ ذٰلِكَ رَحِمَكَ اللّٰهُ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَاءَكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ خُلُقَهٗ وَدِیْنَهٗ فَزَوِّجُوْهُ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِیْرٌ (فروع کافی جلد دوم ص۱۱)	علی بن اسباط نے امام محمد باقرؒ کو اپنی لڑکیوں کے بارہ میں لکھا۔ اور اس کو اپنے جیسا کوئی شخص نہ ملسکتا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے تیرا مطلب سمجھا ہے۔ کہ تجھے اپنے رتبہ کا داماد نہیں مل سکتا۔ مگر تم اسبات کی انتظار مت کرو۔ رسولؐ نے فرمایا۔ کہ جب تمہارے پاس ایسا شخص (ناطہ مانگنے) آجائے جس کے اخلاق اور دینداری کا تمہیں اطمینان ہو۔ تو اُسے ناطہ دیدو۔ ورنہ زمین میں فتنہ اور فساد کا اندیشہ ہوگا۔

اس حدیث کو تزویج ام کلثوم میں درج کرنے سے مطلب صاف یہ ہے۔ کہ حضرت علیؓ بھی چونکہ حضرت عمرؓ کے اخلاق اور دینداری کو پسند کرتے تھے۔ اور ناطہ کے نہ دینے میں فتنہ و فساد کا اندیشہ تھا۔ اس لئے اپنی خوشی سے انہوں نے نکاح کردیا۔

شیعہ کی دوسری چال

نکاح ام کلثوم کے متعلق جب شیعہ حضرات کو سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی ہے۔ اور کچھ جواب نہیں بن سکا۔ تو ایک دوسری چال یہ چلے ہیں۔ کہ ام کلثوم کا نکاح تو حضرت عمرؓ سے ہوا۔ لیکن وہ ام کلثوم حضرت علیؓ کی اپنی بیٹی نہ تھیں۔ بلکہ بنت اسماء بنت عمیس اور حضرت علی کی ربیبہ تھیں۔ سوا احادیث بالا میں اس امر کی

لہ شیعہ یہاں پر ایک اور مضحکہ خیز خلاف عقل و قیاس تاویل پیش کرتے ہیں۔ کہ منکوحہ عمرؓ ام کلثوم بنت علی نہ تھیں۔ بلکہ انکی ہمشکل جنیہ مسماۃ سحیقہ نجران سے لائی گئی تھیں۔ اور حضرت عمرؓ کے گھر بھیجی گئی تھیں۔ جیسا کہ ایک متبحر شیعی عالم عارف سید محمد باقر موسوی نے بحر الجواہر میں یوں لکھا ہے۔ بطرق صحیحہ روایت شدہ کہ چوں مبالغہ عباسؓ از حد گذشت۔ آنحضرت جنیہ از اہل نجران را طلبیدہ کہ نام سحیقہ بنت جہیرہ بود پس چوں آں جنیہ بخدمت آنحضرت رسیدہ فرمود بشکل ام کلثوم شد آمد و بعد ازاں او را بخانہ عمر فرستاد انتہی۔ شیعہ حضرات کی یہ گھڑت نہایت ہی عجیب ہے۔ کہ ایک مدت مدید تک جناب امیر نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم کو چھپائے رکھا۔ اور جنیہ ان کے گھر رہی۔ پھر زید بن عمرؓ اس جنیہ کے بطن سے کیونکر پیدا ہوئے۔ کیونکہ وہ ناری اور عمر خاکی تھے۔ اور اختلاف جنس مانع

خاص تصریح ہے۔ کہ وہ حضرت علیؓ کی اپنی دختر تھیں۔ اسی لئے اوّل فَرجٍ غُصِبْنَاہُ کہا گیا۔ ورنہ اسماء کی لڑکی اگر چھین لی جاتی۔ تو جناب امیر علیہ السلام اور ان کے اہلبیت کو اس کی کیا ندامت تھی؟ اور حضرت عمرؓ کو حضرت علیؓ سے خواستگاری نکاح اور طرح طرح کی ترغیب ترہیب کی کیا ضرورت تھی؟ جبکہ لڑکی نابالغ تھی تو لڑکی کے ورثاء کی اجازت سے نکاح ہو سکتا تھا۔ اور اس میں کسی قسم کی کوئی دقت نہ تھی۔

اس میں مطلق شک و شبہ نہیں ہے۔ کہ حضرت ام کلثوم حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے بطن سے حضرت علیؓ کی دختر تھیں۔ اور نکاح حضرت علی المرتضیٰؓ نے بخوشی خود کر دیا۔ اس کے متعلق ہم شیعہ کی کتاب حدیث تہذیب الاحکام صفحہ ۲۸ سے دوسری حدیث تحریر کرتے ہیں۔

عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ مَاتَتْ اُمُّ کُلْثُوْمٍ بِنْتُ عَلِیٍّ وَابْنُهَا زَیْدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ خَطَّابٍ فِیْ سَاعَةٍ وَّاحِدَةٍ	جعفر صادق اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ام کلثوم بنت علیؓ اور اس کا بیٹا زید بن عمرؓ بن خطاب ایک ہی وقت میں فوت ہوئے۔

اس حدیث میں صاف بیان ہے۔ کہ حضرت ام کلثوم جو حضرت کی زوجہ محترمہ تھیں۔ علی المرتضیٰ کی دختر تھیں۔ اور ان کے شکم سے زید بن عمرؓ بن خطاب پیدا ہوا۔ اور ماں بیٹا دونوں ایک روز ایک ہی وقت فوت ہوئے تھے۔ اب جو لوگ کہتے ہیں۔ کہ ام کلثوم کا نکاح عمر ابن الخطاب سے ہوا تھا۔ وہ حضرت علیؓ کی نہ تھیں۔ اس حدیث سے ان کی تکذیب ہوتی ہے۔

دوسری حدیث:۔ اس کی تائید میں ایک دوسری حدیث جو فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۳۱۱ میں ہے پیش کی جاتی ہے۔

عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَئَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَنِ امْرَاَةٍ تُوُفِّیَ عَنْهَا زَوْجُهَا اَیْنَ تَعْتَدُّ فِیْ بَیْتِ زَوْجِهَا اَوْ حَیْثُ شَاءَتْ قَالَ بَلْ حَیْثُ شَاءَتْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ عَلِیًّا صَلَوٰتُ اللّٰهِ عَلَیْهِ لَمَّا مَاتَ عُمَرُ اَتٰی اُمَّ کُلْثُوْمٍ فَاَخَذَ بِیَدِهَا فَانْطَلَقَ بِهَا اِلٰی بَیْتِهٖ[1]	سلیمان بن خالد سے روایت ہے۔ کہا میں نے حضرت صادق سے پوچھا۔ کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے وہ عدت کہاں گذارے خاوند کے گھر میں یا جہاں اس کو جی چاہے۔ پھر کہا کہ جب عمرؓ فوت ہو گئے حضرت علیؓ ام کلثوم کے پاس آئے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے۔

اس حدیث سے اس امر کا فیصلہ ہو گیا۔ کہ ام کلثوم زوجہ عمرؓ حضرت علیؓ کی بیٹی تھیں۔

[1] یہی حدیث تہذیب الاحکام مصنفہ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی (متوفی ۴۶۰ھ) مطبوعہ ایران کتاب الطلاق باب عدۃ النساء کی صفحہ ۲۳۸ میں بھی درج ہے۔

کیونکہ جب حضرت عمرؓ فوت ہو گئے۔ آپ جا کر ام کلثوم کو اپنے گھر لے آئے۔ اگر ام کلثوم آپکی بیٹی نہ تھیں یا آپ کی رضامندی کے بغیر ان کا نکاح حضرت عمرؓ سے ہوتا تو باہمی تعلقات بالکل منقطع ہو گئے ہوتے پھر ان کو کیا پڑی تھی۔ کہ وفات شوہر پر ان کو اپنے گھر لے آئیں۔ علاوہ ازیں ایک برہان قاطع اس امر کی کہ ام کلثوم منکوحہ حضرت عمرؓ جناب امیر کی اپنی دختر حضرت فاطمہؓ کے شکم سے تھی۔ یہ ہے کہ اصول کافی صفحہ ۱۷۳ مطبوعہ نولکشور میں ایک آسمانی وصیت کا ذکر ہے جس میں جناب امیرؓ کو جن مکارہ پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے منجملہ ان کے ہتک حرمت بھی ہے۔ جو غصب ام کلثوم بنت فاطمہؓ کیطرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ ملا خلیل قزوینی نے صافی شرح اصول کافی جز سوم صفحہ ۲۸ میں یوں لکھا ہے

"گفت امیر المومنین پس بنہایت مضطرب شدم وقتیکہ فکر کردم و فہمیدم آں سخن را از امین الٰہی جبرئیل علیہ السلام کہ مراد شکستن عہد نیست بلکہ مراد غصب حرمتی است بزور خواہند گرفت تا رسیت بغصب عمرؓ ام کلثوم فاطمہ علیہا السلام"

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کو سفن کے معطل ہو جانے۔ قرآن کے پارہ پارہ ہو جانے۔ کعبہ کے گرا دینے۔ آپکی ریش کو خون آلود کر دینے سے اسقدر صدمہ نہ ہوا۔ جیسا کہ غصب ام کلثوم کی خبر سنکر ہوا جس کی وجہ سے آپ منہ کے بل گر پڑے۔ پھر اگر آپ کی حقیقی دختر نہ تھیں۔ بلکہ اسماء بنت عمیس کی لڑکی تھیں۔ تو آپکو اس سے غشی آجانے اور منہ کے بل گر پڑنے کی کیا وجہ تھی؟ ہَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ

جب تحقیق بالا سے صاف ہو گیا کہ ام کلثوم بنت علی کا نکاح حضرت عمرؓ سے انکی رضامندی سے ہوا تھا۔ اور بنت علی اپنے شوہر حضرت عمرؓ کے گھر ان کی زندگی بھر آباد رہی تھیں۔ ایک بیٹا زید بھی وہاں پیدا ہوا تھا۔ تو جہاں علیؓ اگر واقعی امیر علیہ السلام کے محب صادق ہیں۔ تو پھر داماد علیؓ کو گالیاں دینا ان کو مناسب نہیں۔ کیا شیعہ اسبات پر غور کرینگے؟ ویسے تو شیعہ صاحبان کہا کرتے ہیں۔

> علی کو میں محمد سے تو بہتر کہہ نہیں سکتا
> مگر اپنے سے بہتر ڈھونڈ کر داماد کرتے ہیں

لیکن یہاں اس مقولہ کو بھول کر داماد علیؓ کو بجائے بہتر سمجھنے کے بدتر سمجھتے ہیں۔ یا للعجب۔

(۱۰) **یورپین مورخین کی شہادت:**۔

حضرت عمرؓ کے کمالات کے نہ صرف مسلمان ہی قائل ہیں۔ بلکہ مخالفین اسلام بھی آپکے محاسن کے بیان کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ

سر ولیم میور جیسا متعصب عیسائی بھی حضرت عمرؓ کا یوں مداح ہوا ہے۔

حضرت عمرؓ انتقال کے وقت اتنی بڑی سلطنت کے شہنشاہ اور خلیفہ تھے۔ جس میں شام، مصر اور فارس کے ملک شامل تھے۔ تاہم ایسے تعجب خیز دولت اور اقبال کے زمانہ

میں ان کی قوت فیصلہ میں ہمیشہ دانائی اور سنجیدگی پائی جاتی تھی۔ انہوں نے اپنے گذارہ میں معمولی سرداران عرب کے قناعت آمیز طریقہ سے کبھی تجاوز نہیں کیا۔ اگر کوئی اجنبی دُور کے ملک سے آتا۔ تو بڑی مسجد کے صحن کے چاروں طرف دیکھ کر سوال کرتا۔ کہ خلیفہ کہاں ہے! حالانکہ وہ شہنشاہ اپنے معمولی لباس میں اس کے سامنے بیٹھا ہوتا تھا۔ سادہ مزاجی اور ادائے فرض ان کے اصول تھے۔ بڑی ذمہ داری کے عہدہ کے فرائض ادا کرنے میں سبے رعائتی اور پرہیزگاری مشہور اور ضرب المثل تھی۔ آپ امور خلافت کے انصرام میں ایسے خوف سے کام کرتے۔ کہ اکثر اوقات پکار اٹھتے۔ کہ کاش! میری ماں مجھے نہ جنتی۔ یا میں گھاس کا پودا ہوتا۔

جوانی میں آپ اکھڑ اور تند مزاج و صاحب انتقام مشہور تھے۔ اور ہمیشہ اپنی تلوار کو نیام سے باہر نکالنے کو تیار رہتے۔ بدر کی لڑائی میں آپ ہی نے صلاح دی تھی۔ کہ تمام قیدیوں کو قتل کیا جائے مگر عمر رسیدگی۔ اور تجربہ کاری نے آپ کی فطرت کو نرم کر دیا تھا۔ آپ کے عدل و انصاف کی قوت نہائت مضبوط تھی۔ حکام اور عمال کی تقرر میں آپ کا انتخاب طرفداری سے بالکل بری ہوتا تھا۔ ہمیشہ چابک لیکر آپ گلیوں اور کوچوں میں گشت کیا کرتے تھے۔ تاکہ ملزموں کو موقعہ پر سزا دیں۔ یہ ایک کہاوت بن گئی تھی۔ کہ عمرؓ کا چابک دوسروں کی تلوار سے زیادہ خوفناک ہے۔ مگر باوجود ان سب باتوں کے آپ کا دل نہائت نرم تھا۔ اور آپکے رحم کی بے شمار مثالیں بیان کی جاتی ہیں جن میں آپ نے بیواؤں اور یتیموں کی دستگیری کی۔ (کتاب سکسیسرز آف محمدؐ مؤلفہ سر ولیم میور)

ایسا ہی ڈاکٹر موسولیبان پیرس کا مشہور فاضل اپنی مشہور اور نامور کتاب سویلیزیشن آف دی عرب میں حضرت عمرؓ کے متعلق یوں رقمطراز ہے۔

حضرت عمرؓ بعوض اس کے کہ افواج اسلام کی بیش بہا غنیمتوں میں حصہ لیں۔ محض ایک عبا کے مالک تھے۔ جس میں متعدد پیوند تھے۔ اور آپ راتوں مساجد کی سیڑھیوں پر غرباء کے ساتھ سویا کرتے تھے۔ جس وقت غستان کا نصرانی بادشاہ جو مسلمان ہو گیا تھا۔ حضرت عمرؓ سے ملنے کے لئے آیا۔ تو حسب اتفاق ایک عرب نے نادانستہ اسے دھکا دیا۔ اس پر بادشاہ نے خفا ہو کر اسے مارا۔ عرب کی نالش پر حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ وہ بادشاہ کو مارے۔ اس پر بادشاہ نے کہا۔ اے امیر المومنین یہ بھی ہو سکتا ہے؟ کہ ایک عامی بادشاہ کو ہاتھ لگائے" خلیفہ نے جواب دیا۔ کہ اسلام کا قانون یہی ہے۔ اسلام میں نہ رعیت کی عزت ہے۔ نہ ذلت کی۔ ہمارے پیغمبر کی نظروں میں سب مسلمان برابر تھے۔ اور ان کے خلفاء کی نظروں میں بھی یہی مساوات قائم رہے گی" حضرت عمرؓ ہی کا زمانہ تھا جس میں اسلام کی بڑی ملک گیریاں شروع ہوئیں۔ آپ

جس قدر عمدہ منتظم تھے۔ ایسی قدر سپہ سالار تھی۔ اور آپ کا انصاف ضرب المثل ہے۔ جس وقت آپ خلیفہ ہوئے تو یہ تقریر کی۔

"اے سامعین غور سے سنو! میری نظروں میں تم میں سے ضعیف سے ضعیف شخص سب سے قوی ہے بشرطیکہ وہ حق پر ہو۔ اور تم میں سے قوی سے قوی شخص اضعف الناس ہے۔ بشرطیکہ وہ ناحق پر ہو"

فی الحقیقت مسلمانوں کی سلطنت کی ابتداء حضرت عمرؓ سے ہوئی۔ اور جس وقت عربوں کے غلبہ سے شہنشاہ ہرقل شام سے بھاگ کر قسطنطنیہ جا چھپا۔ تو اس نے معلوم کیا۔ کہ اب حکومت دوسروں کے ہاتھ چلی گئی"

غیر مسلم مورخین کی ان شہادتوں سے عمرؓ کے شہنشاہ اعظم ہو کر زہد و تورع۔ اتقاء خشیت الٰہی انصاف پروری۔ حق پسندی کا ثبوت ملتا ہے۔ پھر افسوس ہے۔ کہ شیعہ ادعائے اسلام کرتے ہوئے ایسی مایۂ ناز ہستی پر زبان طعن دراز کریں۔ غرض حضرت عمرؓ کے کمالات کا استقصاء مشکل ہے۔ مصنفین اسلام نے ان کی سوانحعمری میں ضخیم کتابیں لکھی ہیں۔ چونکہ ہمارا روئے سخن صرف شیعہ حضرات سے ہے۔ اس لئے ہم یہاں مشتے نمونہ از خروارے صرف شیعہ کی مستند اور مسلمہ کتب سے اوپر کی شہادات لکھی گئی ہیں۔ وَتِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔ خدا کرے کسی بھائی کی ہدائت کا باعث ہو۔ وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔ اب ہم خلیفہ سوم کا ذکر کرتے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ کے فضائل کے متعلق حسب ذیل شہادت شیعہ کی مستند کتب سے درج کرتے ہیں۔

پہلی شہادت: شیعہ کی اصح الکتاب مصدقہ امام غائب علیہ السلام فروع کافی جلد ۲ کتاب الروضہ میں ہے صفحہ ۹۹

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ الْحَلَبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ اخْتِلَافُ بَنِي الْعَبَّاسِ مِنَ الْمَحْتُومِ وَالنِّدَاءُ مِنَ الْمَحْتُومِ قُلْتُ كَيْفَ النِّدَاءُ قَالَ يُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَوَّلَ النَّهَارِ أَلَا إِنَّ عَلِيًّا وَشِيعَتَهُ هُمُ الْفَائِزُونَ قَالَ

محمد بن علی حلبی روائت کرتا ہے۔ کہ میں نے امام صادق سے سنا وہ فرماتے تھے۔ بنی عباس کا اختلاف یقینی ہے۔ اور ندا بھی یقینی ہے۔ میں نے کہا وہ ندا کیا ہے۔ فرمایا آسمان سے پکارنے والا ابتدا روز میں پکارا کرتا۔ خبردار علیؓ اور اس کے پیرو کامیاب ہیں

وَیُنَادِیْ مُنَادٍ اٰخِرَ النَّهَارِ اَلَا اِنَّ عُثْمَانَ	اور پھر دن کے آخر میں پکارنے والا پکارتا ہے۔
وَشِیْعَتَهٗ هُمُ الْفَائِزُوْنَ (فروع کافی جلد ۳ صفحہ ۹۹)	خبردار عثمانؓ اور اس کے پیروکار کامیاب ہیں۔

اس حدیث میں جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ صاف تصریح ہے کہ ہر روز دن کے اول و آخر ہمیشہ غیب سے آواز آتی ہے۔ پہلے یہ کہ علیؓ اور ان کے تابعین فائز المرام ہیں۔ پھر اسی طرح دوسری آواز آتی ہے۔ کہ عثمان اور اس کے متبعین بھی فائز المرام ہیں۔ پھر ایسی تصریح کے بعد اگر شیعہ فضیلت عثمان سے انکار کریں تو امام والامقام کی تکذیب ہوگی۔

دوسری شہادت: ایسا ہی کتاب مذکور کے جلد ۳ صفحہ ۱۵۱ میں ہے۔

مَجْلِسَ سُهَیْلُ بْنُ عَمْرٍو وَعِنْدَ رَسُوْلِ	سہیل ابن عمرو (سفیر مشرکین) رسول خدا کے پاس
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَحَبَسَ عُثْمَانَ	بیٹھا اور حضرت عثمانؓ (سفیر رسول) مشرکین کے
فِیْ عَسْکَرِ الْمُشْرِکِیْنَ وَبَایَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی	لشکر میں بیٹھے۔ رسول پاک نے اپنے ایک ہاتھ کو
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَضَرَبَ بِاِحْدٰی یَدَیْهِ	دوسرے ہاتھ پر مارا۔ اور عثمان کی (غائبانہ) بیعت کی
عَلَی الْاُخْرٰی لِعُثْمَانَ وَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ طُوْبٰی	مسلمان کہنے لگے زہے نصیب عثمانؓ نے طواف کعبہ کیا
لِعُثْمَانَ قَدْ طَافَ بِالْبَیْتِ وَسَعٰی مِنَ الصَّفَا	اور صفا مروہ کی سعی نصیب ہوئی۔ آنحضرت نے
وَالْمَرْوَةِ وَاَحَلَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا کَانَ لِیَفْعَلَ	فرمایا عثمانؓ ایسا نہیں کرے گا۔ پھر جب عثمانؓ آئے
فَلَمَّا جَاءَ عُثْمَانُ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَطُفْتَ	تو حضور علیہ السلام نے دریافت کیا عثمان کیا تم
بِالْبَیْتِ فَقَالَ مَا کُنْتُ لِاَطُوْفَ بِالْبَیْتِ وَرَسُوْلُ	نے طواف کعبہ کیا۔ عثمانؓ نے کہا میں طواف کیسے کرتا
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَمْ یَطُفْ بِهٖ۔	حالانکہ رسول پاک نے طواف نہیں فرمایا۔"

اس روایت سے فضیلت عثمانؓ کا نمایاں ثبوت ملتا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کو عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیکر بیعت کی۔ اور اپنا سفیر خاص بنا کر مشرکین مکہ میں بھیجا۔ پھر حضرت عثمان کے عاشق صادق ہونے پر اسقدر اعتماد تھا۔ کہ مسلمانوں نے جب طُوْبٰی لِعُثْمَانَ کہکر یہ کہا کہ عثمانؓ نے طواف کعبہ اور سعی صفا مروہ حاصل کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ ایسا کرنیکی عثمان جیسے جاں نثار عاشق سے توقع نہیں ہو سکتی۔ کہ ہمارے بغیر اکیلا طواف کرے۔ چنانچہ عثمانؓ کے آنے پر اس بات کی تصدیق ہوگئی۔

مشرکین مکہ نے عثمانؓ کو کہا بھی کہ طواف کرلو۔ تمہیں ہم منع نہیں کرتے البتہ تمہارے پیغمبر کو طواف نہیں کرنے دیں گے لیکن عثمان نے اکیلے طواف کرنے سے انکار کر دیا۔

صاحب حملہ حیدری نے اس واقعہ کو یوں لکھا ہے۔

بوسید عثمانؓ زمین زماں	بمقصد رواں شد چو تیر از کماں	عثمان زمین چوم کر عزت سے روانہ ہوگیا
چو او رفت اصحاب رهبر دگر	بگفتند چندیں به خیر البشرؐ	جب چلا گیا۔ اصحاب کہنے لگے خوش نصیب
خوشا حال عثمان با احترام	که شد مستفیض حج بیت الحرام	عثمان کہ حج بیت اللہ سے نصیب ہوا۔ رسولؐ
رسولؐ خدا چوں شنید ایں سخن	بپاسخ چنیں گفت با انجمن	پاک نے جب یہ سنا تو فرمانے لگے۔ ہم عثمانؓ
بعثمان ندارم ما ایں گماں	که تنہا کند طوف آں آستاں	سے کبھی یہ توقع نہیں رکھتے کہ ہمارے سوائے
		اکیلا طواف کعبہ کرے۔

کفار مشرکین کی اجازت طواف

اگر میل داری طواف حرم	بحق انت نیست کس زیں حشم	اگر تجھے طواف کعبہ کا شوق ہو تو کیجئے۔ کوئی
ولیکن محالست ایں بے گزاف	که آمد محمدؐ برائے طواف	مانع نہ ہوگا۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ محمدؐ
چو بشنید عثمان ز دہ ایں سخن	چنیں داد پاسخ باں اہرمن	اگر طواف کریں۔ عثمان نے یہ سنکر کہا کہ طواف
که طوف حرم بے رسولؐ خدا	نباشد بر پیروانش روا	کعبہ رسولؐ خدا کے سوائے ان کے جان نثار کبھی نہیں کر سکتے

اگر شیعہ انصاف سے دیکھیں۔ تو حضرت عثمانؓ کے کمال ایمان۔ عشق رسول۔ خلوص نیت اور رسول علیہ السلام کا ان پر کامل اعتماد بلا کسی مزید دلیل کے اس روایت سے ظاہر و ہویدا ہے۔ اور یہ تو حضرت عثمانؓ کیلئے ایک بڑا بھاری اعزاز ہے۔ کہ حضور علیہ السلام اپنے دست مبارک کو دست عثمانؓ قرار دیں۔ یہ ایسی خصوصیت اور فضیلت ممیزہ ہے۔ کہ کسی دوسرے جلیل القدر صحابی کو نصیب نہیں ہوئی۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ۔

تیسری شہادت: شیعہ کی مستند کتاب نہج البلاغت مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۲۳۱ میں ہے۔

اِنَّ النَّاسَ وَرَائِیْ وَقَدِ اسْتَسْفَرُوْنِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَهُمْ وَوَاللّٰهِ مَا اَدْرِیْ مَا اَقُوْلُ لَکَ مَا اَعْرِفُ شَیْئًا تَجْهَلُهٗ وَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی شَیْءٍ لَا تَعْرِفُهٗ اِنَّکَ لَتَعْلَمُ مَا نَعْلَمُ مَا سَبَقْنَاکَ اِلٰی شَیْءٍ فَنُخْبِرُکَ عَنْهُ وَلَا خَلَوْنَا بِشَیْءٍ فَنُبَلِّغَکَهٗ کَمَا رَاَیْنَا وَسَمِعْتَ کَمَا سَمِعْنَا وَصَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ کَمَا صَحِبْنَاهُ وَمَا ابْنُ اَبِیْ قُحَافَةَ وَلَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَوْلٰی بِعَمَلِ الْحَقِّ مِنْکَ وَاَنْتَ اَقْرَبُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ وَشِیْجَةَ رَحِمٍ مِّنْهُمَا وَقَدْ نِلْتَ مِنْ صِهْرِهٖ مَا لَمْ یَنَالَا۔

ترجمہ: حضرت علیؓ نے حضرت عثمان کو جبکہ لوگ آپ کو سفارش کے لئے ان کے پاس لے گئے۔ فرمایا۔ یہ لوگ میرے پیچھے ہیں۔ جو مجھے تمہارے اور اپنے مابین سفیر بنا کر لائے ہیں۔ بخدا میں نہیں جانتا کہ آپ کو کیا کہوں میں ایسی بات کوئی نہیں جانتا جسے آپ نہ جانتے ہوں۔ اور نہ ہی تجھے کوئی ایسی بات بتاتا ہوں جسکو آپ نہ پہچانتے ہوں۔ بیشک جو کچھ میں جانتا ہوں۔ وہ آپ بھی جانتے ہیں جیسا ہم نے

دیکھا ہے۔ آپ نے بھی دیکھا ہے۔ اور جو کچھ ہم نے سنا آپ نے بھی سنا ہے جیسے ہم نے رسول خدا کی مصاحبت حاصل کی ہے۔ آپ نے بھی کی ہے۔ اور ابوبکرؓ و عمرؓ آپ سے زیادہ عامل بحق نہ تھے۔ آپ قرابت کیوجہ سے رسول علیہ السلام سے ان سے زیادہ قرب رکھتے ہیں۔ اور آپ کو دامادی رسول کا وہ فخر حاصل ہے جو ان دونوں کو حاصل نہیں ہے۔

اس خطبہ میں حضرت علی المرتضیٰ کمال صراحت سے اوصاف امیرالمومنین عثمانؓ یوں بیان فرماتے ہیں

(۱) علم و معلومات میں ہم اور آپ برابر ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے جو ہمیں آپ سے زیادہ معلوم ہو۔
(۲) ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ جسے ہم جانتے ہوں۔ اور آپ کو اس کا علم نہ ہو۔
(۳) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر جو کچھ ہم نے دیکھا سنا۔ اس میں بھی ہمیں اور تمہیں مساوات ہے۔ (ہمیں کسی امر میں تم پر ترجیح نہیں ہے)
(۴) آپکو حضور علیہ السلام سے دوسرے دو یاروں پر دو وجہ سے ترجیح ہے۔ ایک قرابت کی وجہ سے۔ اور دوم داماد رسول ہونے کے باعث۔

شیعہ صاحبان میں اگر کچھ بھی انصاف ہو۔ تو ان کی تسلی کے لئے جناب امیر کا یہ خطبہ دربارہ فضیلت عثمانؓ کافی و وافی ہے جب جناب امیرؓ حضرت عثمانؓ کو ہر ایک کمال میں علمی ہو یا حسبی نسبی اپنے برابر سمجھتے ہیں۔ اور ان کو قرابت رسول اور دامادی کا اعتراف کرتے ہیں۔ تو پھر شیعہ بزار بکواس کریں۔ شہادت امیر علیہ السلام کی وہ تردید نہیں کر سکتے۔ یہ ایسی زبردست شہادت ہے جس کے مقابلہ میں روافض کی خرافات کی ذرہ بھر وقعت نہیں ہو سکتی۔ اگر حضرت عثمانؓ معاذ اللہ کافر و منافق ہوتے تو حضور علیہ السلام اپنی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کو نکاح نہ کر دیتے۔

چوتھی شہادت: حضرت عثمانؓ کے داماد رسولؐ ہونے کا ثبوت۔

چوتھی شہادت اس بارہ میں کہ حضرت عثمانؓ ذوالنورین کو حضور علیہ السلام کا داماد ہونے کا فخر حاصل ہے۔ شیعہ کی مستند کتاب حیات القلوب مصنفہ ملا باقر مجلسی جلد دوم ص۳۲۶ میں ہے۔

در قرب الاسناد بسند معتبر از حضرت صادقؓ روایت کردہ است کہ از برائے رسول خدا از خدیجہ متولد طاہر و قاسم و فاطمہ و ام کلثومؓ و رقیہؓ و زینبؓ و فاطمہؓ را بحضرت امیرالمومنین تزویج نمود و تزویج کرد بابوالعاص بن ربیع از بنی امیہ بود زینب را۔ و بعثمان بن عفان ام کلثومؓ پیش از آنکہ بخانہ آں برود برحمت الٰہی واصل شد و بعد از و رقیہ را باو تزویج نمود۔

(ترجمہ) قرب الاسناد میں معتبر اسناد کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق سے مروی ہے۔ کہ رسول خدا کی اولاد جو حضرت خدیجہؓ کے شکم سے ہوئی۔ طاہر ابوالقاسم اور فاطمہ۔ ام کلثوم۔ رقیہ۔ زینب تھیں۔ فاطمہؓ کا نکاح حضرت علی سے کر دیا۔ اور زینب ابوالعاص کو نکاح کر دی۔ اور عثمانؓ کے ساتھ ام کلثوم کا نکاح ہوا۔ ابھی وہ حضرت عثمانؓ کے گھر نہ گئی تھیں کہ فوت ہو گئیں۔ پھر حضور نے حضرت رقیہ کا حضرت عثمان سے نکاح کر دیا۔

اس روایت سے جو شیعہ کے مفترض الاطاعت امام جعفر صادق سے مروی ہے۔ ثابت ہوا۔ کہ حضور علیہ السلام نے اپنی دو صاحبزادیوں (ام کلثوم۔ رقیہ) کا نکاح حضرت عثمان سے یکے بعد دیگرے کیا۔ پہلی صاحبزادی ام کلثوم کا آباد ہونے سے پہلے وصال ہو گیا۔ تو پھر دوسری صاحبزادی رقیہ کا ان سے نکاح کر دیا گیا۔ جو عمر بھر ان کے گھر آباد رہیں۔

شیعہ کی بیقراری: اس واقعہ سے کہ حضرت عثمان کو حضور کی دامادی کا فخر حاصل تھا۔ اور اسی وجہ ان کا لقب ذوالنورین مشہور ہے شیعہ سخت بیقرار ہوتے ہیں۔ اور کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا۔ کہ اس زبردست الزام کا کہ اگر حضرت عثمانؓ جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں۔ معاذ اللہ مسلمان نہ تھے۔ تو حضور علیہ السلام نے اپنی صاحبزادیاں ان کو کیوں نکاح کر دیں۔ جب کہ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ (کفار کو اپنی لڑکیاں مت دو) صریح ممانعت ہو چکی تھی۔ کہ کفار سے ناطے نہ کئے جائیں۔ شیعہ کیا جواب دیں۔ اس موقعہ پر پریشان حال ہو کر عجیب حیلہ سازیاں کرتے ہیں۔ پہلے تو یہ کہتے ہیں۔ کہ سوائے فاطمہ کے اور کوئی لڑکی حضورؐ کی تھی ہی نہیں۔ اور یہ ان کا ایسا دھوکہ ہے۔ جس میں تمام عوام شیعہ کو پھنسا رکھا ہے جب کبھی کہو کہ حضرت عثمان داماد رسول تھے۔ جھٹ سے کہہ دیتے ہیں کہ اور کونسی بیٹی حضرت کی تھی جس کا نکاح حضرت عثمان سے ہوا۔ اس لئے میں اس معاملہ کو ذرا وضاحت سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ شیعہ کے اس مغالطہ کا قلع قمع ہو جائے۔

کیا رسول پاکؐ کی حضرت فاطمہؓ کے سوائے کوئی اور بیٹیاں بھی ہیں

میں حیران ہوں۔ کہ جاہل شیعہ معذور ہیں۔ لیکن لکھے پڑھے شیعہ اس بات سے کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن سے حضرت فاطمہؓ کے علاوہ تین صاحبزادیاں زینبؓ۔ ام کلثومؓ اور رقیہؓ بھی تھیں۔ چنانچہ ان کے ثبوت میں ایک تو حیات القلوب کی روایت لکھی جا چکی ہے۔

دوسرا ثبوت :- اس امر کا کہ حضرت رسول پاک کی صاحبزادیاں چار تھیں جو سب کی سب ام المومنین خدیجہ کے بطن سے تھیں۔

شیعہ کی مستند کتاب حدیث مصدقہ امام مہدی علیہ السلام اصول کافی ص۲۷۸ میں ہے۔

وَتَزَوَّجَ خَدِيْجَةَ وَهُوَ ابْنُ بِضْعٍ وَعِشْرِيْنَ سَنَةً فَوُلِدَ لَهُ مِنْهَا قَبْلَ الْمَبْعَثِ الْقَاسِمُ وَرُقَيَّةُ وَزَيْنَبُ وَاُمُّ كُلْثُوْمٍ وَوُلِدَ لَهُ بَعْدَ الْمَبْعَثِ الطَّيِّبُ وَالطَّاهِرُ وَالْفَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ

آپ نے خدیجہ سے نکاح کیا جبکہ بیس اور چند سال کے تھے پس مبعوث ہونے کے پہلے ان کے بطن سے قاسمؓ۔ رقیہ اور زینب اور ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ اور مبعوث ہونے کے بعد طیب۔ طاہر۔ فاطمہؓ کا تولد ہوا

اس روایت سے صاف مثل روایت حیات القلوب کے ثابت ہو گیا۔ کہ حضور کی صاحبزادیاں حضرت فاطمہؓ کے علاوہ۔ رقیہ۔ زینب۔ ام کلثوم بھی تھیں۔ جو خدیجۃ الکبریٰ کے شکم مبارک سے پیدا ہوئی تھیں۔ ایسی ظاہر روایات کے ہوتے ہوئے اگر شیعہ عوام کو دھوکہ دیں کہ حضرت کی ایک ہی صاحبزادی تھی۔ تو اس مصرعہ کے مصداق ہونگے۔ ع :- چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔

تیسرا ثبوت :- شیعہ کی مشہور متداول کتاب تحفۃ العوام جو ہر ایک خاص و عام شیعہ کے گھر میں بالعموم موجود رہتی ہے۔ اس کے ص[illegible] جلد اول میں سر بوزہ ادعیہ میں صاف لکھا ہوا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى رُقَيَّةَ بِنْتِ نَبِيِّكَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اُمِّ كُلْثُوْمٍ بِنْتِ نَبِيِّكَ اے خدا رحمت بھیجو رقیہ دختر رسول پر۔ اے خدا رحمت بھیجو ام کلثوم بنت رسول پر۔ شیعہ کی مستند کتاب حدیث تہذیب الاحکام مطبوعہ ایران جلد اول کتاب الصلوٰۃ ص۱۵۲ میں بھی حضرت فاطمہ کے علاوہ رقیہ اور ام کلثوم دختران نبی علیہا السلام کے لئے درود و صلوٰۃ درج ہے۔

اب امید ہے کہ عوام شیعہ اپنے علماء سے سوال کریں گے۔ کہ اگر رسول کی ایک ہی بیٹی تھی۔ تو اوراد و ادعیہ میں رقیہ و ام کلثوم بنات النبیؐ کیوں ذکر ہوتی ہیں۔ جن پر صلوات بھیجنا اسی طرح ضروری ہے۔ جیسا کہ حضرت فاطمہؓ پر۔

چوتھا ثبوت :- حیات القلوب جلد دوم ص۲۹۶ میں ہے۔

پس یازدہ مرد و چہار زن خفیہ از اہل مکہ گریختند و بجانب حبشہ روان شدند۔ و از جملہ آنہا عثمان بود و رقیہ دختر حضرت رسول کہ زن او بود۔

ہجرت حبشہ کے متعلق مصنف کتاب رقمطراز ہیں کہ گیارہ مرد اور چار عورتیں اہل مکہ سے بھاگ کر حبشہ کو روانہ ہوئے منجملہ ان کے حضرت عثمان تھے اور رقیہ دختر رسولؐ جو عثمان کی منکوحہ تھیں۔

اس روایت میں اس امر کی تصریح ہے۔ کہ جب حضرت عثمان نے بامر خدا و رسول حبشہ کو ہجرت کی۔ اس وقت آپ کے ساتھ حضرت رقیہ بنت رسول بھی تھیں۔ جو ان کی جورو تھیں۔ کیا شیعہ حضرات ان روایات بینات کی تردید کر سکتے ہیں کلا و حاشا

ع :- حق کو چھپانا سہل نہیں اے جناب من!

جواب شیعہ

جب شیعہ حضرات اس موقعہ پر پھنس جاتے ہیں۔ اور ایسی صریح معتبر روایات کے ہوتے ہوئے انکار کی گنجائش نہیں پاتے تو کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ رسول پاک نے یہ نکاح اپنی بعثت سے قبل یا ممانعت نکاح با مشرکین سے پہلے کر دیا ہوگا۔ لیکن یہ عذر رکیک قابل سماعت نہیں ہے کیونکہ شیعہ کی کتابوں میں یہ بھی تصریح ہے۔ کہ حضرت رقیہ بنت رسول کا نکاح اس وقت ہوا تھا جب آپ جنگ بدر کو روانہ ہو رہے تھے۔ جیسا کہ حیات القلوب جلد دوم ص۵۵۹ میں ہے :-

و ابن بابویہ بسند معتبر از آن حضرت روایت کردہ است کہ از برائے رسول متولد شد از خدیجہؓ قاسم و طاہر و نام طاہر عبد اللہ بود و ام کلثوم و رقیہ و زینب و فاطمہ و حضرت امیر المومنین فاطمہ را تزویج نمود و تزویج نمود زینب را بابو العاص ابن ربیعہ و او مردے بود از بنی امیہ و عثمان بن عفانؓ ام کلثومؓ را تزویج نمودہ پیش از آنکہ بخانہ آورد برحمت الٰہی واصل شد پس چوں جنگ بدر رفتند حضرت رسول رقیہ را باو تزویج نمود

ابن بابویہ نے معتبر سند سے روایت کی ہے۔ کہ رسولؐ خدا کی اولاد خدیجہ کے شکم سے قاسم و طاہر پیدا ہوئے طاہر کا نام عبد اللہ تھا۔ اور بیٹیاں ام کلثومؓ۔ رقیہؓ زینبؓ اور فاطمہ پیدا ہوئیں۔ فاطمہ کا نکاح ہوا حضرت علیؓ سے اور زینب کا ابو العاص بن ربیعہ سے نکاح ہوا جو بنی امیہ سے تھا۔ اور ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان بن عفان سے ہوا۔ آپ ان کے گھر چلنے سے پہلے واصل باللہ ہو گئیں۔ پس جب جنگ بدر کو گئے رسول پاک نے رقیہ کا نکاح حضرت عثمان سے کر دیا۔

اب شیعہ کا یہ فضول عذر بھی رفع ہو گیا۔ جنگ بدر کا واقعہ اس وقت ہوا جب رسول پاک منصب رسالت پر سرفراز ہو کر اشاعت کلمہ توحید میں کمربستہ تھے۔ اور اسوقت مشرکین کو رشتے ناطے دینے کی ممانعت ہو چکی تھی غرض حضرت عثمان کے لئے یہ فخر کہ دو صاحبزادیاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آپکی تزویج میں آئیں۔ ان کی فضیلت کیلئے ایک کامل سرٹیفکیٹ ہے اس کے ہوتے ہوئے جو شخص داماد رسول کو گالیاں دیتے ہیں

وہ رسول کے سخت دشمن ہیں۔ خدا ان کو عقل دے تاکہ وہ راہ راست پر آجائیں۔

حضرت عثمان کے محامد ومحاسن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ آپ نے جس قدر مالی وجانی خدمت اسلام کیں۔ دنیائے اسلام تاقیامت اس کی ممنون رہے گی۔ روایات میں چونکہ آپ کے فضائل کا بین ثبوت کتب شیعہ سے لکھا گیا۔ اس لئے ہم مزید بیان خوف طوالت سے چھوڑ کر وہ روایات لکھتے ہیں۔ جن سے اصحاب ثلاثہ کی مشترکہ تعریف ثابت ہوتی ہے۔

اصحاب ثلاثہ رضؓ کی مشترکہ تعریف

حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ نے جہاں اصحاب ثلاثہ کی فرداً فرداً اپنے اقوال میں تعریف فرمائی ہے۔ وہاں مشترکہ اوصاف کا بیان بھی ان کے خطبات میں پایا جاتا ہے۔ جو ان کے فضائل کا بین ثبوت ہے۔ اس لئے اب ہم ایسی روایات لکھیں گے۔ جو کتب شیعہ میں اصحاب ثلاثہؓ کے اوصاف کے متعلق مشترکہ پائی جاتی ہیں۔ اول نہج البلاغت جلد ۱ صفحہ ۱۲۹ میں ہے۔

لقد عهدت اقواماً فی عهد خلیلی صلی الله علیه وسلم مرة العیون من البکاء، خمص البطون من الصیام، ذبل الشفاه من الدعاء، صفر الالوان من السهر، علی وجوههم غبرة الخاشعین، اولئک اخوانی الذاهبون، فحق لنا ان نظمأ الیهم ونعض الایدی علی فراقهم۔ ان الشیطان یسنی لکم طرقه ویرید ان یحل دینکم عقدة عقدة، ویعطیکم بالجماعة الفرقة، فاصدفوا عن نزغاته ونفثاته، واقبلوا النصیحة ممن اهداها الیکم، واعقلوها علی انفسکم۔

ترجمہ:۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو دیکھا ہے۔ کثرت گریہ سے ان کی آنکھیں بیٹھ گئیں تھیں۔ روزہ داری کی وجہ سے ان کے پیٹ خالی ہو گئے تھے۔ دعا کرتے کرتے ان کے ہونٹ خشک ہو گئے تھے۔ شب بیداری کے سبب ان کے چہرے زرد تھے۔ کثرت سجود کے باعث ان کے چہرے خاک آلود رہتے تھے۔ وہ لوگ میرے بھائی تھے۔ جو گذر گئے ہمیں لازم ہے۔ کہ ان کی ملاقات کی پیاس رکھیں اور ان کے فراق میں دانتوں سے ہاتھ کاٹیں۔ شیطان تمہارے لئے راستہ پیدا کرتا ہے۔ اور چاہتا ہے۔ کہ دین کی رسی کو پارہ پارہ کر دے۔ اور تمہاری جماعت میں تفرقہ ڈالدے۔ تم اس کے وساوس سے بچو۔

لہ ابن بابویہ کی کتاب الخصال مطبوعہ ایران صفحہ ۴۲ تا صفحہ ۴۸ میں یہ حدیث پوری اسناد کے ساتھ درج ہے ۱۲۔

اور اپنے رہنما کی نصیحت مانو اور اپنے دلوں میں گرہ کر لو۔

اس خطبہ میں جناب امیر علیہ السلام نے اصحاب رضؓ رسول کی جو فوت ہو گئے ہیں۔ بہت تعریف فرمائی ہے، کہ وہ قائم اللیل۔ صائم النہار تھے۔ خشیت الٰہی ان کے رگ و ریشہ میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ گریہ و زاری میں مصروف ہمیشہ سربسجود رہتے تھے۔ وہ میرے بھائی تھے۔ ان کے فراق کا دل میں سخت صدمہ ہے۔ پھر مسلمانوں کو نصیحت فرمائی۔ کہ شیطان تم کو گمراہی میں ڈالنا چاہتا ہے۔ اور جماعت میں تفرقہ ڈالنے کے در پے ہے۔ شیطان کی پیروی مت کرو۔ اور جماعت سے علیحدگی اختیار مت کرو۔

شیعہ حضرات بتائیں۔ کہ کیا اصحاب رضؓ ثلاثہ ان افراد میں داخل تھے یا نہ۔ اور یہ اوصاف ان میں پائے جاتے تھے یا نہیں۔ بیشک حضرت امیر کو اپنے ان بھائیوں خلفائے ثلاثہ کی فرقت کا دل میں رنج تھا۔ ان کے اوصاف یاد کر کر دل کو تسکین دیتے تھے۔ اور مسلمانوں کو ان کے طریق پر چلنے اور جماعت میں ملے رہنے کی ترغیب دیتے تھے۔

شیعہ کے نزدیک تو صرف معدودے چند۔ ابوذرؓ۔ مقدادؓ۔ سلمان فارسیؓ کے سوائے اصحاب رضؓ رسول سے کوئی مسلمان ہی نہ رہا تھا۔ پھر وہ اقوام جن میں یہ اوصاف تھیں۔ کہاں تھے۔ جن کی وفات کا جناب امیرؓ کو انتہا رنج تھا۔ اس میں کلام نہیں ہے۔ کہ وہ لوگ جن میں یہ اوصاف تھیں۔ خلفاء رسول اور ان کے پیروان دین تھے۔ جن کو شیعہ نعوذ باللہ کافر کہتے ہیں۔ اور ناصح مشفق جناب امیرؓ کی نصیحت کی پرواہ نہ کرتے شیطان کے متبع ہو کر سواد اعظم سے علیحدگی کر بیٹھے۔ (خدا ہدایت کرے)

دوم۔ نہج البلاغت جلد ۱ صفحہ ۷ میں ہے۔

ومن کتاب له علیه السلام الی معاویة: انه بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر وعمر وعثمان علی ما بایعوهم علیه، فلم یکن للشاهد ان یختار ولا للغائب ان یرد، وانما الشوری للمهاجرین والانصار، فان اجتمعوا علی رجل وسموه اماماً کان ذلک لله رضی، فان خرج عن امرهم خارج بطعن او بدعة ردوه الی ما خرج منه، فان ابی قاتلوه علی اتباعه غیر سبیل المؤمنین، وولاه الله ما تولی۔

ترجمہ: جناب امیر کے ان خطوط میں سے جو معاویہؓ کو آپ نے لکھے۔ یہ بھی تھا۔ کہ میری بیعت اسی قوم نے اسی امر پر کی ہے جس پر انہوں نے ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ سے کی تھی۔ اب کسی حاضر یا غائب کو اس بیعت کے رد کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اور شوریٰ مہاجرین و انصار ہی کا حق ہے۔ جس شخص کی بیعت پر ان کا اتفاق ہو۔ خدا کو بھی وہی منظور ہے۔ پھر جو شخص اس متفقہ خلیفہ کی اطاعت سے کسی طعن یا بدعت کے

باعث انحراف کرے۔ اہل شوریٰ کا حق ہے۔ کہ اسے اس خلیفہ کی اطاعت پر مجبور کریں۔ اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ دیتے پر اس سے لڑیں۔

اس خطبہ میں جناب امیرؓ نے مسئلہ خلافت خلیفہ کا بالکل فیصلہ فرما دیا۔ اور آپ نے یہ بھی بتا دیا۔ کہ میری اور خلفائے سابقہ کی خلافت ایک ہی طریق سے ایک ہی جماعت (مہاجرین و انصار) کے انتخاب سے عمل میں آئی ہے۔ اور انتخاب خلیفہ کا حق بھی مجلس شوریٰ مہاجرین و انصار ہی کو ہے۔ وہ اپنی متفقہ رائے سے جس شخص کو خلیفہ کر دیں۔ عند اللہ بھی وہی خلیفہ برحق ہے۔ جو ایسے منتخب کردہ خلیفہ کی اطاعت سے منحرف ہو جائے۔ اس کو مسلمان خلیفہ کی اطاعت پر مجبور کر سکتے ہیں۔ نہ مانے تو اس سے لڑائی بھی کی جا سکتی ہے۔ اب جو لوگ کہتے ہیں۔ کہ خلافت کے حقدار سب سے پہلے امیر علیہ السلام تھے۔ اور خلفاء ثلاثہ کا انتخاب غلط ہوا تھا۔ وہ جناب امیرؓ کے اس قول کی تکذیب کرتے ہیں۔ جو بقول ممدوح ہر چہار خلفاء کا انتخاب ایک ہی طریق سے ایک ہی جماعت کے ہاتھ سے عمل میں آیا۔ اور بقول جناب موصوف خدا کی رضا بھی اسی میں تھی۔ تو پھر شیعہ کا حق کیا ہے۔ کہ اس کے خلاف یہ کہنے کی جرأت کریں۔ کہ حق تو علیؓ کا تھا۔ ثلاثہ نے زبردستی خلافت چھین لی۔ اگر ایسا ہوتا تو جناب امیرؓ یوں فرماتے کہ ثلاثہ کا انتخاب تو نااہل لوگوں نے غلط کر دیا تھا۔ اور خدا بھی ان کی خلافت پر راضی نہ تھا۔ ہاں جس جماعت نے میرا انتخاب کیا۔ اور جس طریق سے کیا۔ یہ جائز انتخاب اور منظور خدا تھا۔

اس خطبہ سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ جو لوگ کہتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ انتخاب خلیفہ سے ناراض تھے۔ اور انہوں نے بیعت نہ کی تھی۔ یا جبراً قہراً بیعت کرائی گئی تھی۔ یہ سب کچھ یار لوگوں کی کذب اور اتہام محض ہے۔ کیونکہ جناب ممدوح خود فرماتے ہیں کہ مجلس شوریٰ کے فیصلہ پر جو شخص راضی نہ ہو۔ اور منتخب شدہ خلیفہ کی بیعت سے انکار کرے وہ مومنین کے طریقہ سے واجب القتال ہے۔ اور کہ خدا کو بھی وہی فیصلہ منظور ہے جو مہاجرین اور انصار کی مجلس شوریٰ فیصلہ کر دے۔ کیا شیعہ اصحاب جناب امیر المومنین کے اس فرمان واجب الاذعان کے سامنے سر تسلیم خم کریں گے۔

سوئم: حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۵۰۰ میں ہے۔

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۔ یعنی پیشی گیرندگاں کہ پیشتر بودہ اند از مہاجرین و انصار و آنانکہ متابعت ایشاں کردہ اند بہ نیکی راضی شد خدا از ایشاں و راضی شدند از و حضرت فرمود۔ پس خدا ابتدا نمود بآں ہا کہ پیشتر ہجرت کردہ بودند۔ بقدر درجہ آں پس در مرتبہ دوم انصار را یاد کرد۔ کہ بعد از مہاجراں یاری آنحضرت نمودند

پس در مرتبہ قرار داد و بقدر درجات و منازلے کہ ایشاں را نزد او ہست۔

شیعی مصنف نے تفسیر آیت میں مہاجرین و انصار اور تابعین کی تعریف اور ان کے مدارج کا ذکر کیا ہے۔ یہ کون تھے؟ کیا اس کے مصداق وہی تین مقدادؓ۔ ابوذر۔ سلمانؓ ہی تھے۔ کیا خلفاء ثلاثہ رضوان مہاجرین و انصار سے خارج ہیں۔ اگر ان کے سرتاج ہیں۔ تو ان کے درجات اور راضی مرضی ہونے سے کیوں انکار کیا جاتا ہے؟ کیا خدائے پاک کا کلام معاذ اللہ جھوٹا اور شیعہ سچے ہیں۔

چہارم: حملہ حیدری میں جنگ بدر کے بیان میں لکھا ہے۔ کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کی قلت اور بے سامانی اور کفار کی کثرت اور ان کے سازو سامان کو دیکھا۔ تو دست بدعا ہو کر فرمانے لگے۔

خدایا گر ایں جمع تن از عباد — کہ کردند امر ترا انقیاد

بحکم تو بستند بر کیں میاں — ندیدند بیش و کم دشمناں

بمانند از تیغ کوتاہ دست — بیابند از دست اعدا شکست

بروئے زمیں تا قیامت دگر — نگردد پرستندہ اے دادگر

ترجمہ: اے خدا اگر تیرے قلیل بندے جو تیرے عبادت گذار ہیں۔ اور تیرے حکم کی تعمیل میں لڑائی پر کمر بستہ ہو کر دشمن کی قلت و کثرت کی پرواہ نہیں رکھتے۔ اگر یہ دشمن کے ہاتھ سے شکست یاب ہو کر فتحیابی نہ حاصل کر سکے۔ تو بار خدایا روئے زمین پر تا قیامت تیری پرستش کرنیوالا کوئی باقی نہ رہیگا۔ بتائیے جن اشخاص کے متعلق حضور علیہ السلام نے بہ شہادت دیکر حق تعالیٰ سے دعا کی۔ کہ یہ تیرے فرمانبردار بندے ہیں۔ اور تیرے عشق کے ایسے متوالے ہیں۔ کہ تیرے دشمنوں سے لڑائی کرتے وقت دشمنوں کی تعداد کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ اور یہ تیرے ایسے مخلص بندے ہیں۔ اگر ان کا وجود صفحۂ دہر سے مٹ گیا۔ تو دنیا میں تیرا پرستار۔ تیرا نام لیوا ان جیسا قیامت تک پیدا نہ ہوگا۔ یہ لوگ کون تھے؟ وہی مہاجرین و انصار جن کے سرعسکر ثلاثہ رضی اللہ عنہم تھے۔ یا کوئی اور کیا وہی شیعہ کے تین چار بزرگوار ہر ایک معرکہ کارزار میں شامل ہو کر دشمن کی صفیں الٹ دیا کرتے تھے۔ یا یہی حضرات تھے جنہوں نے نبی علیہ السلام کی زندگی میں بھی نہیں آپ کی وفات کے بعد بھی دین اسلام کو شرق سے غرب تک پھیلا دیا اور دشمنان دین کا نام و نشان باقی نہ رہنے دیا۔ انصاف! انصاف!!

پنجم: حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۴۸۱ میں ہے۔

عروہ بن مسعود چوں در غزوہ حدیبیہ از جانب قریش بخدمت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آمدہ دید کہ ہرگاہ آنحضرت وضو می ساخت یا دست می شست مبادرت میکردند در گرفتن آں آب بمرتبہ کہ یک دیگر را بکشتند و ہر مرتبہ کہ آب دہان یا آب بینی می انداخت بدست خود آں را می ربودند و چوں امری فرمود ہر یک دیگر سبقت می گرفتند در امتثال آں و چوں سخن مے فرمود صداہائے خود را پست می کردند و تند بر روئے مبارک آنحضرت نظر می کردند و سرہا در پیش می افگندند و چوں عروہ بہ نزد قریش برگشت۔ گفت اے گروہ قریش من بہ نزد بادشاہ عجم و بادشاہ روم و بادشاہ حبشہ رفتہ بودم و ندیدم کہ ہیچ قومے بادشاہ خود را تعظیم و اطاعت کنند مثل آنکہ اصحاب آنحضرت تعظیم اطاعت وی می نمایند۔

ترجمہ :۔ غزوہ حدیبیہ میں جب عروہ بن مسعود کفار قریش کا سفیر ہو کر آنحضرت کے پاس آیا۔ اس نے دیکھا کہ جب حضور وضو کرتے یا ہاتھ دھوتے۔ جب آپ منہ سے تھوک نکال سے یا پانی پھینکتے۔ برکت کے لئے ہاتھوں میں لیکر اپنے منہ اور بدن پر ملتے۔ اور اگر کوئی بال جسم اطہر سے گرتا۔ اس کے لینے میں ایک دوسرے پر سبقت کرنا چاہتے تھے۔ جب حضورؐ کلام کرتے۔ یہ لوگ چپکے ہو جاتے۔ اور حضور انور کے رخ انور پر تیز نگاہ ڈال نہ سکتے تھے۔ اور آپ کے حضور میں جھکا کر اپنے سر نیچے جھکا دیا کرتے۔ جب عروہ نے یہ حالت دیکھی۔ اور قریش میں لوٹا تو کہنے لگا۔ میں نے بادشاہان عجم و روم و حبشہ کو دیکھا ہے۔ لیکن میں نے ایسی کوئی قوم نہیں دیکھی جو اپنے بادشاہ کی اسطرح تعظیم کرتے ہوں۔ جیسے اصحابؓ رسول اپنے شہنشاہ اسلام کی اکرام و تعظیم کرتے ہیں۔

اسی مضمون کو صاحب حملہ حیدری نے نظم میں بیان کیا ہے۔

پس آنگاہ در مجلس شاہ دیں ۔۔۔ نشست او زبان وگر در کمیں
کہ اصحاب او را کند امتحاں ۔۔۔ ببیند کہ چوں است اخلاص شاں
بظاہر گرہ کردہ ابرو ز خشم ۔۔۔ نہانی ہمیں دید از زیر چشم
چو اکرام و تعظیم و فرمانبری ۔۔۔ ارادت شعاری عقیدت دری
ز اصحاب نسبت بسالار دیں ۔۔۔ بتا بید آں مرد دز دیدہ بیں،

ترجمہ:۔ عروہ بن مسعود جب مجلس رسول پاک میں اس لئے گھات لگا کر بیٹھا کہ صحابہ کے اخلاص و جاں نثاری کا امتحان کرے۔ بظاہر تو اس نے غصہ سے ابرو پر گرہ ڈالی۔ مگر نیچی نظر سے اسنے دیکھنا شروع کیا۔ جب اس نے عاشقان جمال احمدیؐ کی ارادت و عقیدت کا حال دیکھا۔ تو اسے بیحد تعجب ہوا۔ کیونکہ پہلے اس کی نظیر نہ دیکھی تھی۔

جب عروہ قریش کے پاس واپس گیا تو اپنے چشم دید واقعات کی ان کو جا کر یوں اطلاع دیتا ہے۔

کہ من آنچہ دیدم زیاران او ۔۔۔ از اں سر بکف جاں نثاران او
در ایران و در روم و در زنگبار ۔۔۔ ندیدم ز نیک و بد آں دیار
کہ دارند پاس شہ خویشتن ۔۔۔ بسا یندہ بر نقش پائش جبیں
محمدؐ گر اندازد آب دہن ۔۔۔ بر آں آب خوں می کنند انجمن
کہ گیرند آں آب مانند دُر ۔۔۔ از اں آب تا زہ کنند آبرو
دگر برگرا بینی از مہتراں ۔۔۔ کند کفش او پاک چوں کہتراں
بر آب وضوئش ہمہ کنند ۔۔۔ کہ خواہند سرہائے خود بشکنند

ترجمہ:۔ میں نے آنحضرت کے جاں باز اصحاب میں دیکھا ہے۔ یعنی ایران و روم اور زنگبار میں کسی نیک و بد کو نہیں دیکھا۔ کہ وہ اپنے بادشاہ کا اس قدر اکرام کریں۔ کہ اسکی جوتیوں پر اپنے ماتھے رگڑیں۔ محمدؐ اگر آب دہن پھینکنا چاہے۔ تو اس کے لینے کے لئے مجمع میں کشت و خون تک نوبت پہنچ جاتی۔ اس آب دہن کو لے کر اپنے چہروں پر ملتے اور اپنی آبرو بڑھاتے ہیں۔ اور جس بڑے سے بڑے سردار کو دیکھو وہ آپ کی جوتیاں ادنیٰ خادم کی طرح صاف کرتا ہے۔ ان کے وضو کا پانی حاصل کرنے پر ایسا جھگڑا ہوتا ہے۔ کہ سر دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

جب اصحابؓ رسولؐ کی جاں نثاری کی یہ حالت ہو۔ کہ کفار بھی اس پر رشک کریں۔ اور معترف ہوں۔ کہ ایسی کوئی قوم روئے زمین پر موجود نہیں ہے۔ جو اپنے آقا پر یوں جاں نثاری کریں۔ اور اس کے پاؤں کی خاک سرمۂ چشم۔ اور آب دہن کو زینت چہرہ کے لئے غازہ کا گوں سمجھتے ہوں۔ جو اس کی شمع جمال پر پروانہ وار گرتے چھٹتے ہوں۔ اور سر بکف اس کی خدمت میں جاں سپاری کے لئے ہر وقت حاضر ہوں۔ کیا یہ نشہ کبھی قیامت تک اترنے والا ہے؟ ع

یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے۔

وہ لوگ سخت حقیقت ناشناس ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ رسول پاک کے آنکھ بند کرلے (فوت ہونے) کی دیر تھی۔ کہ وہ ساری کھیل بگڑ گئی۔ نہ وہ عشق رہا نہ وہ محبت سب کے سب اصحابؓ بغیر تین چار کے دین سے پھر گئے۔ لاحول ولا قوۃ۔ جن لوگوں کو کوچہ عشق میں گذر نہ ہو۔ ایسی بہکی باتیں وہی کرتے ہیں۔ عاشقان ذات احمدیؐ کے سوز جگر کا حال وہی جانتے ہیں۔ جن کو اس نعمت سے بہرہ ملا ہو۔ ؎

چو دل بہ مہر نگارے نہ بستۂ اے مہ ۔۔۔ ترا ز سوز درون و فسانہ ما چہ خبر

الحق جاں نثاران رسول پاک جیسے حضور کی زندگی میں دین حق کے شیدا تھے۔ بعد وفات نبی بھی انہوں نے اپنی جانیں اعلائے کلمۃ الحق کے لیے وقف کر دی تھیں۔ انہوں نے اشاعت اسلام میں عمریں خرچ کر دیں۔ اور تمام دنیا کو کلمۂ توحید کا قائل کر کے چھوڑا۔ خلفائے رسول نہ ہوتے۔ تو خدا کے قدوس ... کا صحیفۂ مقدس قرآن بھی ہم تک نہ پہنچتا۔ نہ کسی کو اسلام و مسلمانی کی ہی خبر ہوتی۔ دنیا کے اسلام فاتح فارس و روم و ایران کے ناسبق خلفاء کی تابِ قادر شرمندہ احسان ہمیشگی رضی اللہ عنہم و رضو عنہ۔ اگرچہ صحابۂ رسول سب کے سب نجوم ہدایت تھے۔ لیکن خلفائے اربعہ فلک اسلام کے وہ روشن سیارے تھے۔ جن کے نور نے عالم کو منور کیا۔ اور جن کی بدولت مشرق سے مغرب و جنوب سے شمال تک خشکی و تری میں اسلامی حکومت کا ڈنکا بجا۔

چار یار

چار کے اعداد سے بس حق تعالیٰ کو ہے پیار — ہیں حبیب کبریا کے برگزیدہ چار یار
جسم کی ترکیب ہے اربعہ عناصر سے ہوئی — ہوتے ہیں ہر ایک مکاں کے دیکھو دیوار چار
عرش سے نازل ہوئیں چار[1] ہی کتابیں دوستو — ہیں اولو العزم انبیاء[2] ایزد غفار چار
ہیں فرشتے بھی مقرب چار[3] جو مشہور ہیں — ہیں مذاہب بھی یہی مقبول بے انکار چار
کعبۃ اللہ میں بچھے چاروں مصلے ہیں ضرور — خانوادے[4] بھی طریقت کے ہیں پر انوار چار
اربعۂ متناسبہ پڑھتے ہیں طفلان سکول — اور مربع شکل کے اضلاع بھی ہیں چار چار
تھا خُذْ اَرْبَعَۃً مِّنَ الطَّیْرِ جو ارشاد حق — ہے تمہیں معلوم تھے وہ طائر طیب چار
چار پائے تخت کے ہوتے ہیں بیشک دوستو — اور جوارح بھی ہر ایک انسان کے ہیں چار چار
چار کے اعداد ہیں لاریب منظور خدا — بالیقیں ہے دوزخی کرتا ہے جو انکار چار
فاطمہ و حسنین اور حضرت علی المرتضیٰ — تھے یہ خویشان نبی احمد مختار چار

ہیں چراغ مسجد و محراب و منبر سے و بیشتر
یہ ابو بکر و عمر و عثمان و حیدر یار چار

[1] زبور۔ توراۃ۔ انجیل۔ قرآن [2] ابراہیم۔ موسیٰ۔ عیسیٰ۔ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام [3] جبرائیل۔ میکائیل۔ اسرافیل۔ عزرائیل [4] چشتی۔ نقشبندی۔ قادری۔ سہروردی۔

خلافت و امامت

اب ہم شیعہ سنی کا معرکۃ الآرا مسئلہ خلافت و امامت شروع کرتے ہیں۔ اور اس پر کسی قدر تفصیل سے روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ یہی مسئلہ تمام نزاعات کا اصل الاصول ہے۔

مسئلہ خلافت میں اہل سنت والجماعت کا اعتقاد ہے۔ کہ خلافت کا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس سال بتلایا تھا۔ جن نفوس مقدسہ کی دینی و اسلامی خدمات بیش از بیش تھیں۔ بموجب وعدۂ الٰہی اس مخصوص زمانہ میں ان کو یہ اعزاز بالترتیب حاصل ہوا۔ اولاً باتفاق اہل حل و عقد ابو بکر صدیق پھر حضرت عمر فاروق۔ پھر عثمان ذوالنورین پھر علی المرتضیٰ منصب خلافت رسول پر متمکن ہوئے۔ سب کی خلافت جائز خلافت تھی۔ یہی ترتیب رب العباد کو منظور تھی۔ اور اپنے وعدے کے مطابق حق تعالیٰ نے ان بزرگان اسلام کو یہ جلیل القدر منصب خلافت عطا فرمایا۔ خلافت و امامت ایک ہی چیز ہے۔ امامت اصول دین سے نہیں ہے۔

اہل تشیع کا مذہب ہے۔ کہ امامت اصول دین سے ہے۔ حق امامت بعد وفات رسول حضرت علی کا تھا۔ ان کی امامت منصوص تھی۔ خدا و رسول نے انہی کی امامت پر نص کی لیکن خلفائے ثلاثہ زبردستی تخت خلافت پر بیٹھ گئے۔ ان کی خلافت ناجائز خلافت تھی۔ ان کا زمانہ جور و جفا کا تھا۔ عدل و انصاف کا زمانہ حضرت علی کا تھا۔ اور بس۔ اس موقعہ پر حسب ذیل امور تنقیح قائم کر کے ہر ایک امر پر ہم بالتفصیل مدلل بحث کریں گے۔

تنقیح فرد

(۱) کیا امامت و خلافت دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ یا دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے؟ اور کیا امامت اور کیا امامت اصول دین سے ہے یا نہ؟

(۲) کیا امامت حضرت علی کا ہی حق تھا۔ اور وہ خلیفہ بلافصل تھے۔ اس کے متعلق قرآن یا حدیث سے کوئی نص ہو چکی تھی۔ یا انتخاب خلافت شوریٰ مہاجرین و انصار و اتفاق اہل حل و عقد سے ہی ہوتا ہے۔ اور اسی میں رضائے الٰہی تھی۔

(۳) کیا حضرت علیؓ خود طالب خلافت بالفعل تھے۔ اور خلافت چھین جانے پر وہ مہاجرین و انصار کے در پر حسنینؓ کو ساتھ لے کر پھرتے رہے۔ یا ان کو مطلق خواہش خلافت نہ تھی۔ اور بہ نسبت خلافت کے وزارت کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ اور پہلے خلافت کے دعویدار ہوتے تو بھی از وقت مطالبہ تصور فرماتے تھے۔

(۴) کیا حضرت علی المرتضیٰ نے خلفاء ثلاثہ کی بیعت کی۔ اگر کی تو جبراً قہراً یا برضامندی خود کی۔

امر اوّل

چونکہ ان تمام امور میں شیعہ مدعی اور ہم مدعا علیہ ہیں۔ کیونکہ مسند خلافت رسولؐ پر ہم قابض و متصرف رہے۔ شیعہ ہزار چیخ پکار کریں۔ وہ زمانہ گزر چکا۔ ان کو اب قبضہ و دخل ملنا محال ہے۔ اس لئے بار ثبوت جملہ امور میں بذمہ شیعہ ہوگا۔ اور ہمارے ذمہ اس کی تردید ہوگی۔

پہلے امر کے متعلق شیعہ کہتے ہیں۔ کہ امام معصوم ہونا چاہیئے۔ خلافت میں عصمت شرط نہیں ہے اس لئے امامت و خلافت دو علیحدہ علیحدہ امور ہیں۔ لیکن قرآن و حدیث۔ اور اقوال ائمہ کرام اس کے برخلاف ہیں۔ اور شیعہ کا صرف یہ دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ اس کے متعلق ان کے ہاتھ میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔

عصمت صرف انبیاء کرام کا خاصہ ہے۔ جو لوگ اماموں کی عصمت کے قائل ہیں۔ وہ گویا شرک فی النبوۃ کرتے ہیں۔ یہ بات از بس عجیب ہے۔ کہ شیعہ حضرات انبیاء کو تو متہم بالذنب کرتے ہوئے ان کی عصمت پر حملہ کر دیتے ہیں۔ لیکن اماموں کو معصوم سمجھتے ہیں۔ ع

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

چنانچہ ابوالبشر اسبق الانبیاء حضرت آدم علیہ السلام کی نسبت ان کا اعتقاد ہے۔ کہ ان میں تین اصول کفر میں سے دو موجود تھے۔ چنانچہ اصول کافی ص۱۵ میں ہے۔

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ السَّلَامُ اُصُوْلُ الْكُفْرِ ثَلٰثَةٌ اَلْحِرْصُ وَالْاِسْتِكْبَارُ وَالْحَسَدُ فَاَمَّا الْحِرْصُ فَاِنَّ اٰدَمَ حِيْنَ نُهِيَ مِنَ الشَّجَرَةِ حَمَلَهٗ عَلٰی اَنْ اَكَلَ مِنْهَا وَاَمَّا الْاِسْتِكْبَارُ فَاِبْلِيْسُ حَيْثُ اُمِرَ بِالسُّجُوْدِ لِاٰدَمَ فَاَبٰی

حاشیہ ص۱۲۹ لغت کی کتاب قاموس جلد ۳ ص۱۰۶ میں ہے۔ اَلْخَلِيْفَةُ السُّلْطَانُ الْاَعْظَمُ خلیفہ جلیل القدر بادشاہ کو کہتے ہیں۔ ایضاً جلد ۳ ص۱۵۹ میں ہے اَلْاِمَامُ مَا ائْتُمَّ بِهٖ مِنْ رَئِيْسٍ اَوْ غَيْرِهٖ امام اسے جس کی اطاعت حکم کی جائے۔ بادشاہ رئیس وغیرہ کو امام کہہ سکتے ہیں۔

فَاَمَّا الْحَسَدُ فَابْنَا اٰدَمَ حَيْثُ قَتَلَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ۔

ترجمہ: امام جعفر صادق نے فرمایا۔ اصول کفر تین ہیں۔ حرص اور تکبر اور حسد۔ حرص تو آدمؑ کی جب درخت سے منع کیا گیا۔ تو حرص نے اسے کھانے پر برانگیختہ کیا۔ اور تکبر شیطان نے کی جب آدم کے لئے سجدہ کا حکم ہوا۔ وہ انکاری ہوا۔ حسد آدم کے دو بیٹوں نے کیا۔ جب کہ ایک نے دوسرے کو قتل کیا۔

جائے غور ہے کہ شیعہ ابوالبشر آدم علیہ السلام کو ابلیس کے ہم پلہ بیان کرتے ہیں۔ کہ اصول کفر سے ایک ابلیس کے حصے میں آیا۔ یعنی تکبر۔ دوسرا آدمؑ کو نصیب ہوا۔ یعنی حرص۔ شاباش خلف رشید ہوں تو ایسے ہوں۔ جد امجد (آدمؑ) سے بھی نہ ٹلیں۔ پھر دوسروں کو ان سے کیا شکایت ہو سکتی ہے۔ اسی پر اکتفا نہیں ہے۔ بلکہ شیعہ ابوالبشر کو ابلیس سے بھی بدتر قرار دیتے ہیں۔ کہ ابلیس نے اصول کفر سے صرف تکبر کیا۔ لیکن آدمؑ نے حرص کے علاوہ حسد بھی کیا۔ یعنی ان میں دو اصول کفر پائے گئے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ

چنانچہ حیات القلوب جلد اول ص۵۳ میں ہے۔ کہ خدا نے آدم کو ائمہ اہل بیت پر حسد کرنے سے منع کیا۔ اور کہا میرے نوروں کی طرف حسد کی نگاہ سے مت دیکھنا۔ ورنہ تمہیں قرب رحمت سے جدا کر دیا جاوے گا۔ اور بہت ذلیل ہوگے۔ مگر آدم ان پر حسد کرنے سے باز نہ آیا۔ اور اسی کی سزا میں جنت سے آدم و حوّا ہر دو نکال کر باہر پھینکے گئے۔ عبارت یوں ہے۔

اے آدمؑ و حوّا نظر مکنید بسوئے نور ہا و حجت ہائے من بدیدۂ حسد پس شمار ایائیں می فرستم از جوار خود و بر شما می فرستم خواری خود را پس وسوسہ کرد شیطان ایشاں را و فریب داد۔ و بریں داشت کہ آرزو کنند منزلت آنہا بکنید پس نظر کردند بسوئے ایشاں بدیدۂ حسد پس بایں نسبت ایشاں را بخود بگذاشت و یاری و توفیق خود از ایشاں بر داشت۔ (انتہیٰ مختصراً)

کوئی ان عقل کے دشمنوں سے پوچھے۔ کہ اپنی اولاد کے حسن و جمال کو دیکھ کر انسان خوش ہوا کرتا ہے یا اس پر حسد کیا کرتا ہے۔ غرض شیعہ نے اپنے جد اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کا خوب حق ادا کیا۔ کہ شیطان سے بھی بدتر بنا دیا۔ پس جماء و شماء ہی بے سبب نہیں بلکہ شیعہ کہتے ہیں۔ انسانوں کی گنہگاری کا باعث بھی آدم علیہ السلام ہوتے ہیں۔ وہ گناہ نہ کرتے۔ تو کوئی بشر بھی گنہگار نہ ہوتا۔ چنانچہ حیات القلوب ص۵۱ میں ہے۔

دلبسند معتبر از حضرت امام محمد باقرؑ منقول است کہ اگر آدمؑ گناہ نمی کرد۔ ہیچ مومنے گناہ نمے کرد۔

اگر حق تعالیٰ توبہ آدم را قبول نمی کرد توبہ ہیچ گنہگارے را قبول نمی کرد۔

ترجمہ:۔ معتبر سند سے امام محمد باقرؒ سے مروی ہے کہ اگر آدم گناہ نہ کرتے ہرگز کوئی مومن گناہ نہ کرتا۔ اور اگر حق تعالیٰ آدم کی توبہ قبول نہ کرتا۔ تو کسی گنہگار کی توبہ قبول نہ ہوتی۔

شیعہ صرف آدم علیہ السلام کی گنہگاری کے قائل نہیں۔ بلکہ ان کا اعتقاد ہے۔ کہ پیغمبری سے پہلے تمام پیغمبر صغیرہ گناہوں کے مرتکب ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ اسی کتاب حیات القلوب کے صفحہ ۵۱ میں ہے

وایں از آدم پیش از پیغمبری بود۔ وایں نیز گناہ بزرگے نبود۔ کہ آں مستحق دخول آتش شود۔ بلکہ از گناہ ہائے کوچک بخشندہ شدہ بود۔ کہ بر پیغمبراں جائز است پیش از آنکہ وحی برایشاں نازل شود۔

ترجمہ:۔ یہ گناہ آدمؑ کا پیغمبری سے پہلے کا ہے۔ اور یہ گناہ کبیرہ نہ تھا۔ جو کہ باعث دخول جہنم ہو بلکہ صغیرہ گناہوں سے تھا۔ جو بخشے جاتے ہیں۔ اور پیغمبروں کو صغیرہ گناہ کر لینا نزول وحی سے پہلے جائز ہے

واہ یہ خوش! امام تو پیدا ہوتے ہی معصوم ہوں۔ اور ان کی پیدائش بھی بجائے رحم کے ران سے ہو۔ تاکہ آلائش نجاست سے محفوظ ہوں۔ لیکن پیغمبر وحی سے پہلے جو چاہیں کیا کریں۔ بڑے بڑے گناہ نہ کریں۔ چھوٹے چھوٹے بیشک کیا کریں۔ ع:۔ بریں عقل و دانش بباید گریست،

ناطق فیصلہ

اس بارہ میں کہ خلافت و امامت ایک ہی چیز ہے۔ اور جس کو مہاجرین و انصار بالاتفاق خلافت کے لئے نامزد کریں۔ وہی امام ہے۔ اور اسی میں خوشنودی رب العباد ہے۔ ناطق فیصلہ جناب امیر علیہ السلام صادر ہو چکا ہے۔ چنانچہ آپ کا قول نہج البلاغۃ مطبوعہ طہران صفحہ ۳۹۰ و جلد ۳ صفحہ ۸ مطبوعہ بیروت میں لکھا ہے۔ دو اِنَّمَا الشُّوْرٰی لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى رَجُلٍ وَسَمَّوْهُ اِمَامًا كَانَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ رِضًى۔ **ترجمہ**:۔ شوریٰ مہاجرین و انصار کا حق ہے پس جس شخص پر وہ اتفاق کر لیں اور اسکو امام نامزد کریں۔ اسی میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی بھی ہے۔

پس خطبہ میں جناب امیرؓ نے ناطق فیصلہ دیکر ہمیں اہل تشیع کے خلاف ڈگری دے دی ہے۔ کہ امام اور خلیفہ وہی ہے جسے مجلس شوریٰ نامزد کر دے۔ اور اسی پر بات اللہ تعالیٰ بھی راضی ہوتا ہے اب اس فیصلہ کے بعد ہمیں مزید دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسا ہی جناب ممدوحؓ نے فیصلہ فرما دیا ہے۔ کہ امام اور خلیفہ کا معصوم ہونا بھی ضروری نہیں۔ چنانچہ نہج البلاغۃ میں ہے۔

اِنَّهٗ قَالَ لَابُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ اَمِيْرٍ بَرٍّ اَوْ فَاجِرٍ يَعْمَلُ فِيْ اِمْرَتِهِ الْمُؤْمِنُ وَيَسْتَمْتِعُ فِيْهَا الْكَافِرُ وَيُبَلِّغُ فِيْهَا الْاَجَلَ وَيُؤْمَنُ فِيْهَا السُّبُلُ وَيُؤْخَذُ بِهِ لِلضَّعِيْفِ مِنَ الْقَوِيِّ لِيَسْتَرِيْحَ بَرٌّ وَيُسْتَرَاحَ مِنْ فَاجِرٍ۔ **ترجمہ**:۔ اور فرمایا آدمیوں کیلئے چارہ نہیں ہے۔ امام سے نیک ہو یا بد کہ اس کی حکومت میں مومن عمل کرے (آخرت کیلئے) اور کافر (مال دنیا سے) متمتع ہو اور اس کی امارت میں پیادہ (منزل مقصود) کو پہنچ سکے راستے محفوظ ہوں۔ اور کمزور زبردست سے اپنا حق لے سکے تاکہ نیکوکار رعایا (امن و آسائش میں) رہے۔ اور بدمعاشوں سے کو شکار رہے۔ اس خطبہ میں جناب ممدوح نے قطعی فیصلہ فرما دیا ہے۔ کہ خلیفہ (امام) کا تقرر اس لئے ہے۔ کہ ایک تو امن و آسائش ہو۔ مومن تو مومن کافر بھی دنیوی امور میں آزاد ہے۔ کسی راہ رو کو راہزنوں کی لوٹ کا ڈر نہ ہو۔ مظلوم کا بدلہ ظالم سے لیا جائے۔ عدل و انصاف کا دور دورہ ہو۔ غرض معاش انسان پر بدرویہ اشخاص دستبرد نہ کر سکیں۔ آپ نے ابتدا ہی میں اسبات کا تصفیہ فرما دیا۔ کہ امام میں معصومیت شرط نہیں ہے۔ بلکہ ہر نیک و بد مومن یہ عہدہ حاصل کر سکتا ہے۔ جناب امیرؓ نے یہ خطبہ خارجیوں کے جواب میں فرمایا۔ جو آپ کو اس وجہ سے خلیفہ نہیں مانتے تھے۔ کہ ان کے خیال میں آپ نیک نہ تھے۔ آپ فرماتے ہیں۔ میں خواہ نیک ہوں یا بد درجۂ امارت سے تو گر نہیں سکتا کیونکہ اس میں معصومیت شرط نہیں ہے۔

اب شیعہ صاحبان بتلائیں۔ کہ جناب امیرؓ تو تمہارے خلاف فیصلہ صادر کرتے ہیں۔ اب تمہارے ہاتھ میں شرط عصمت امام کی کونسی دلیل ہے؟

رہا یہ امر کہ امامت اصول دین سے ہے سو واضح ہو کہ شیعہ صاحبان کا اس کے متعلق بھی عجیب عقیدہ ہے۔ ان کے نزدیک اصول دین کے اصولؔ چار ہیں (۱) توحید (۲) عدل (۳) نبوت (۴) امامت۔ سو یہ ایک عجیب بات ہے کہ قرآن نے جہاں اصول دین بیان فرمائے ہیں۔ وہاں امامت کے متعلق صراحتاً یا کنایتاً بھی کوئی حکم بیان نہیں ہوا۔ اور نہ ہی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت علی المرتضیٰ کے متعلق کوئی نص فرمائی۔ پھر شیعہ کا امامت کو اصول دین میں داخل کرنا قول بے دلیل ہے جس کے متعلق بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ امر اول کی نسبت کافی بحث ہو چکی ہے۔ اور یہ تنقیح بحق اہل سنت خلاف اہل تشیع ثابت ہے۔ اب امر تنقیح ۲ کی بحث شروع ہوتی ہے۔

ؔ شیعہ اسقدر نہیں کہتے۔ بلکہ ان کا عقیدہ ہے کہ اسلام کی پانچ بنا ہیں۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ ولایت اور ان میں سے افضل ولایت ہے جیسا کہ اصول کافی صفحہ ۳۶۸ میں ہے عن ابی جعفر علیہ السلام قال بنی الاسلام علی خمسۃ اشیاء علی الصلٰوۃ والزکوٰۃ والحج والصوم والولایۃ قال زرارۃ فقلت وای شیء من ذالک افضل فقال الولایۃ افضل۔ ترجمہ: امام باقرؑ نے کہا اسلام کی بنا پانچ ہیں نماز روزہ حج زکوٰۃ اور ولایت ہیں اور ان کا افضل ولایت ہے۔ لیکن تعجب ہے نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ کے متعلق تو قرآن میں جابجا تاکیدی احکام موجود ہیں لیکن ولایت کے متعلق کہیں اشارہ بھی نہیں۔ شاید اس قرآن مزعومہ شیعہ میں ہو جو امام غائب کے پاس ہے۔

امرِ دوم! کیا حضرت علیؓ خلیفہ بلا فصل تھے؟

ہم علی المرتضیٰ کی عظمت شان اور رفعت قدر کے قائل ہیں۔ بیشک آپ صہر النبیؐ ابن عم رسولؐ، والد حسنینؓ، زوج زہراؓ، باب العلم، خلیفہ رابع تھے۔ اور آپ کے مناقب و فضائل کا احصا نہیں ہو سکتا لیکن یہ دعویٰ کہ خلافت آپ ہی کا حق تھا۔ اور آپ خلیفہ بلا فصل تھے۔ عقل و نقل کے خلاف ہے اور اس دعویٰ کے بطلان پر ہم چند ایسے دلائل پیش کرتے ہیں۔ کہ ان کے ماننے سے کسی ذی فہم منصف شخص کو انکار نہیں ہو سکتا۔

پہلی دلیل: آیۃ استخلاف سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ خلافت خلفا حسب وعدہ ایزد متعال عمل میں آئی جیسا قرآن اس بات پر ناطق ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں سے وعدہ فرمایا تھا۔ کہ ہم ان کو ضرور خلیفہ بنائیں گے۔ جیسے بنی اسرائیل میں خلیفے گذر چکے ہیں۔ تو پھر نا ممکن تھا۔ کہ منشار ایزدی و وعدہ الٰہیؐ کے خلاف خلافت موعودہ سے کوئی غیر مستحق مستفید ہو جاتا۔ اور جس سے وعدہ کیا گیا ہے۔ وہ محروم رہ جاتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں میں تخلف نہیں ہے۔ اور خدا تعالیٰ سے کوئی شخص غالب نہیں ہو سکتا۔ کہ اس کے خلاف منشار اس کا موعود انعام زبردستی چھین لے۔ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے۔ وہ سب سے زبردست جبّار و قہار خدا ہے۔ کون ہے اس کے ارادوں میں خلل انداز ہو۔ یَفْعَلُ مَا يَشَاءُ اور فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ اس کی ذاتی ہونی اوصاف ہیں۔ اس لئے ماننا پڑے گا۔ کہ اس کو ایسا ہی منظور تھا۔ جیسا کہ وقوع میں آیا۔ کہ خلافت کا منصب جلیل۔ رسول پاک کے جلیل القدر اصحابؓ اربعہ کو ایسی ترتیب سے ملے جو عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خلافت کے مستحق یہی چار اصحابؓ تھے۔ ان کی خدمات اسلام میں بیش از بیش تھیں اور دیگر اصحاب پر ان کو ہر طرح سے ترجیح تھی۔ اگر یہ ترتیب قائم نہ رہتی۔ تو ان سب کو اس انعام سے حصہ ملنا مشکل تھا۔ کیونکہ حضرت ابوبکرؓ نے سب سے پہلے فوت ہو جانا تھا۔ اگر باقی خلفا سے کوئی شخص خلیفہ ہو جاتا تو ان کو خلافت نہ مل سکتی۔ اور اگر عثمانؓ یا علیؓ میں سے کوئی شخص پہلے خلیفہ ہوتا۔ تو حضرت عمرؓ کی عمر چونکہ ان سے پہلے ختم ہو جانے والی تھی۔ وہ محروم رہ جاتے۔ اور اگر حضرت عثمان سے اول حضرت علی المرتضیٰؓ خلافت حاصل کر لیتے۔ تو حضرت عثمانؓ کی زندگی پہلے ختم ہو جانے کی وجہ سے وہ بہرہ ور نہ ہو سکتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ علیم و خبیر نے اپنے وعدے کئے ہوئے انعام کو اس طرح تقسیم فرمایا کہ ہر چہار اصحابؓ رسولؐ اس سے بہرہ یاب ہو گئے۔

سبحان اللہ۔ فِعْلُ الْحَكِيمِ لَا يَخْلُو عَنِ الْحِكْمَةِ۔ (اللہ تعالیٰ حکمت سے خالی نہیں ہوتے)

دوسری دلیل: اگر رسولؐ پاک کی وفات کے بعد حضرت علی منصب خلافت پر جاگزین ہو جاتے۔ تو مخالفین اسلام (کفار) کو یہ طعن کرنے کا موقعہ ملتا۔ کہ پیغمبر علیہ السلام نے یہ سارا کام کنبہ کے لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے بنا رکھا تھا۔ کہ زندگی میں خود حکومت کی۔ اور مرنے کے بعد اپنے چچا زاد بھائی اپنے داماد کو یہ افراز بخشدیا۔ تاکہ ان کی دختر لبند اختر (فاطمہ) اور ان کے نواسے حسنینؓ چین سے زندگی بسر کریں۔ پھر کفار کے اس اعتراض کا کوئی جواب ہی نہ ہو سکتا اور اسلام پاک رہے ہمیشہ کے لئے یہ طعن باقی رہتا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حق تعالیٰ جو اسلام پاک کا ہمیشہ کے لئے ناصر و محافظ تھا۔ اس نے اپنی قدرت کاملہ سے انتظام خلافت کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور خلافت کی ترتیب اس طرح اختیار فرمائی۔ کہ کسی دشمن اسلام کو کوئی گنجائش اعتراض کرنے کی نہ رہی۔ کیونکہ اگر امر خلافت (نیابت رسولؐ) موروثی ہوتا۔ تو سب سے زیادہ مستحق حضرت عباسؓ عم رسولؐ تھے۔ ان کو خلافت نہ ملی۔ پھر زیادہ قرابت حضرت علیؓ سے تھی۔ انکو بھی سب سے اخیر حصہ ملا۔ بلکہ رب العباد نے یہ کام خود مسلمانوں کے سپرد فرما دیا۔ کہ جس کو وہ مستحق سمجھیں خلیفہ بنالیں۔ چنانچہ مجلس شوریٰ نے انتخاب خلیفہ باتفاق رائے کیا۔ ثم۔ ثم۔ ثم۔

تیسری دلیل: حضرت علی المرتضیٰ نے اس بارہ میں خود فیصلہ فرما دیا۔ اِنَّمَا الشُّوْرٰى لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى رَجُلٍ وَسَمَّوْهُ اِمَامًا كَانَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ رِضًى ط انتخاب خلافت کا کام مجلس شوریٰ مہاجرین و انصار کے ہاتھ میں ہے۔ جس کو وہ خلیفہ منتخب کرلیں۔ اللہ تعالیٰ کو بھی وہی منظور ہے۔

اور یہ مسلم الطرفین ہے۔ کہ خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کا انتخاب مجلس شوریٰ مہاجرین و انصار کے اجتماع سے عمل میں آیا۔ اور جب اس کو علی المرتضیٰ حق بجانب سمجھتے ہیں۔ تو بقول شخصے مدعی سست وگواہ چست یہ شیعہ کا امیر کے فیصلہ کے خلاف شور و غل کرنا بے فائدہ ہے۔

چوتھی دلیل: اگر علی المرتضیٰ کو یہ فیصلہ منظور نہ ہوتا۔ اور وہ خلافت اپنا حق تصور فرماتے۔ تو وہ کبھی خاموش نہ بیٹھتے۔ بلکہ مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے۔ آپ کی شجاعت مسلم تھی۔ آپکی ذوالفقار غضب ڈھاتی تھی۔ آدمی تو آدمی بقول شیعہ دیو اور جن بھی اس کے سایہ سے کانپتے تھے۔ اور چونکہ آپ ابن عم رسولؐ اور صہر النبیؐ تھے۔ مسلمان کبھی ان کی حق تلفی پسند نہ کرتے۔ اور قتل و قتال کی نوبت آجاتی۔ تو جمہور المسلمین آپ کا ساتھ دیتے۔ اور نہیں تو بنی ہاشم تو سب آپکے ساتھ تھے ہی۔ آپکو ضرور خلافت پر تلوار اٹھانی واجب تھی۔ اور اگر آپ راستی پر ہوتے تو نصرت الٰہی آپکے شامل حال ہوتی۔ اور بحکم كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ ط (اہل حق کی تھوڑی جماعت اہل باطل کی بڑی جماعت پر غالب ہوا کرتی ہے) آپ ضرور اس مقابلہ میں کامیاب ہوتے جیسے رسول پاک کفار کے مقابلہ میں لا اِلٰہ اِلَّا اللہ کی تیغ عریاں

ہاتھ میں لے کر کھڑے ہوئے تھے۔ آپ کیا [illegible] کون تھا۔ وہی نصرت الٰہی آپ کے شامل حال تھی۔
اور اسی وجہ سے دنیا کی طاقتیں آپ کے مقابلہ سے عاجز آگئیں۔ اور اسد اللہ الغالب لَا فَتیٰ
اِلَّا عَلِی لَا سَیفَ اِلَّا ذُوالفِقَار کے مصداق تو اکیلے مقابلہ پر کھڑے ہو جاتے تو مخالفین کا تہس نہس
کر دیتے۔ جیسا کہ نہج البلاغت مطبوعہ بیروت جلد ۳ صفحہ ۶۵ ایضاً مطبوعہ طہران صفحہ ۵۰ میں لکھا ہے۔
قَالَ اَمِیرُ الْمُؤمِنِینَ اِنِّی وَاللّٰہِ لَوْ لَقِیتُہُم وَاحِداً وَّہُم طِلَاعُ الْاَرضِ کُلِّہَا مَا
بَالَیتُ وَلَا اسْتَوحَشْتُ۔ ترجمہ: جناب امیرؑ نے فرمایا۔ خدا کی قسم اگر میں ان کے مقابلہ میں
کھڑا ہو جاؤں۔ اور زمین سے پر ہوں۔ تو مجھے کچھ پرواہ نہ ہو۔ اور نہ مجھے کچھ وحشت ہو۔
پھر جب آپ تن تنہا سارے جہان کے مقابلہ کے لئے کافی تھے۔ اور اصحاب ثلاثہؓ نے آپ سے
زبردستی خلافت چھین لی ہوتی۔ تو وہ ان کو دنیا میں دم نہ لینے دیتے۔ اور ایک پل میں تباہ کر دیتے۔
اس سے صاف ثابت ہے۔ کہ حضرت امیر المومنین علیؓ خلافت بلافصل اپنا حق نہیں سمجھتے تھے اور
جس طرح خلافت کی ترتیب عمل میں آئی۔ اسی پر راضی تھے۔ اور خدا کو بھی وہی منظور تھی۔

پانچویں دلیل: اگر ترتیب خلافت حق نہ تھی۔ اور اصحاب ثلاثہؓ نے خلافت زبردستی چھین لی تھی
اور اپنے وقت میں وہ جور و جفا اور بے انصافی کرتے رہے تھے۔ تو حضرت علیؓ کا پہلے تو ان سے جہاد کرنا
فرض تھا۔ اگر اس کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ تو ان کے مشیر کار نہ بنے رہتے۔ اور مال غنیمت میں حصہ نہ لیتے
بلکہ ان کا فرض تھا۔ کہ ملک چھوڑ کر ہجرت کر جاتے۔ جیسا کہ ایسے موقعہ پر ہجرت کر جانا بحکم الٰہی فرض ہے[۱] جبکہ نہ
لڑائی کی نہ ہجرت فرمائی۔ بلکہ ہر ایک امر میں ان کے اصلاح کار اور مشیر بنے رہے۔ اور غنائم سے حصہ
لیتے رہے۔ تو اس سے اس امر کا یقین ہوتا ہے۔ کہ آپ ہرگز ہرگز خلافت بلافصل اپنا حق نہ سمجھتے تھے
ان پانچ دلائل سے ہر ایک باسمجھ انسان اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ کہ حضرت علیؓ خلیفہ بلافصل نہ تھے
پہلی خلافتیں صحیح اور درست تھیں۔ اور حضرت نے انکو درست تسلیم کیا۔ اور خدا کو بھی یہی منظور تھا۔
اب دیکھنا ہے۔ کہ شیعہ کے پاس خلافت بلافصل علی المرتضیٰ کے متعلق کیا دلائل ہیں؟ اور انکا جواب کیا

---

[۱] قرآن میں ہے۔ اِنَّ الَّذِینَ تَوَفّٰہُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْ اَنْفُسِہِمْ قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ
قَالُوْا اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُہَاجِرُوْا فِیْہَا فَاُولٰٓئِکَ مَاْوٰہُمْ جَہَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا (سپارہ ۵)
ترجمہ: جن لوگوں کی فرشتوں نے اس حالت میں روح قبض کی کہ انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہوا تھا۔ فرشتے
پوچھیں گے۔ کہ تم کس حالت میں تھے۔ کہیں گے کہ ہم زمین میں ہارے ہوئے تھے۔ فرشتے کہیں گے۔ کیا خدا کی زمین بڑی
نہ تھی۔ تم اس میں ہجرت کر جاتے۔ ان لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ جو برا ٹھکانا ہے۔

دلائل شیعہ (خم غدیر)

شیعہ کے دلائل کا زیادہ مدار حدیث خم غدیر پر ہے۔ اور اس کو وہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت
بلافصل پر زبردست دلیل سمجھتے ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے حجۃ الوداع
سے مراجعت فرمائی۔ اور آنجناب نے مقام خم غدیر میں قیام فرمایا۔ جو کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان
واقع ہے۔ تو بعض اشخاص نے جو کہ تحتی جناب امیرؓ مہم ملک یمن پر مامور تھے۔ جناب امیرؓ کی آنحضرت
کے پاس شکایات کیں۔ حضور علیہ السلام نے اس خیال سے کہ اگر ماتحت لوگ اپنے افسر سے
اس طرح کی بدگمانیاں کریں گے۔ تو انتظام میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہے۔ اسلئے حضور نے یہ مصلحت
سمجھی کہ عام لوگوں کو جمع کر کے خطبہ فرمایا جس سے اصلی غرض جناب امیر رضی اللہ عنہ کی بریت اور شاکیوں
کی تنبیہ تھی۔ اور اس خطبہ میں یہ الفاظ فرمائے۔ یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ اَلَسْتُ اَوْلٰی بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ
قَالُوْا بَلٰی قَالَ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰہُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ۔

ترجمہ: اے جماعت مسلماناں۔ کیا میں تمہارے نزدیک تمہاری جانوں سے بہتر نہیں ہوں
حاضرین نے کہا۔ ہاں حضور۔ پھر فرمایا۔ جو شخص مجھ کو دوست رکھے۔ علی کو دوست رکھتا ہے۔ یا خدایا
جو شخص علیؓ کو دوست رکھے۔ تو بھی اس کو دوست رکھیو۔ اور جو علیؓ کو دشمن رکھے۔ تو اس کو دشمن رکھ۔
شیعہ کہتے ہیں۔ کہ یہ خلافت بلافصل حضرت علیؓ کا اعلان تھا۔ جو رسول پاک نے خدا کے حکم سے
کیا۔ چنانچہ اول جبرائیل نے آنحضرت کو خدا کا پیغام سنایا۔ کہ علیؓ کی امامت کا اعلان کیا جائے۔ لیکن
آپ ڈرتے تھے کہ لوگ کہیں گے۔ اپنے داماد کے لئے ایسا کرتا ہے۔ آخر جبرائیل نے یہ آیت سنائی۔
یٰٓاَیُّہَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ
وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہْدِی الْکٰفِرِیْنَ ط

ترجمہ: اے رسول جو حکم تیرے رب نے تجھے دیا ہے۔ اس کی تبلیغ کر دیجئے۔ اگر آپ نے
ایسا نہ کیا۔ تو حق رسالت کا ادا نہ کیا۔ اور خدا لوگوں کے شر سے تجھے بچانے والا ہے۔ خدا کافروں کی رہبری
نہیں کرتا۔

سو آیت اور حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے۔ جو امامت علیؓ یا خلافت بلافصل پر صراحت یا
بالکنایت سے دلالت کرے۔ حدیث کا صرف اسی قدر مفہوم ہے کہ حضرت علیؓ کی شکایات بے بنیاد ہیں

ان کے ماتحتوں کی شکایت کرتے وقت یہ خیال کرنا چاہیئے۔ کہ وہ رسول کے دوست کی شکایت کر رہے ہیں۔ حالانکہ ان کو ان سے محبت و پیار کرنا چاہیئے۔ اور حضرت علیؓ کی عداوت باعث ناراضامندیٔ حق تعالیٰ ہے۔

یہ آیت کا معنے ہے۔ کہ نبی علیہ السلام کو جو احکام حق تعالیٰ نے بابت توحید۔ نماز و روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ بھی بھیجے ہیں۔ ان کی بخوبی تبلیغ کر دینی چاہیئے۔ ایسا نہ کریں گے۔ تو حق رسالت ادا نہیں ہوگا۔ اور لوگوں کی شر و ایذا کا کچھ فکر نہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا حافظ و ناصر ہے۔ شیعہ دھینگا مشتی سے آیت و حدیث میں ولایت و خلافت کو گھسیڑنا چاہتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا۔ کہ اس کا رسولؐ علیؓ کی خلافت کا اعلان کردے۔ تو ایسے گول مول الفاظ اور چیستان کی کیا ضرورت تھی۔ صاف طور پر حکم ہوتا۔ یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ بِوِلَایَةِ عَلِیٍّ (اے رسولؐ علیؓ کی ولایت کی تبلیغ (اعلان) کر دیجئے۔ پھر حضرت جیسا افصح الفصحاء ایسا گورکھ دھندا گول مول کلام کیوں بولتا۔ بلکہ صاف طور پر فرما دیتے۔ یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَعَلِیٌّ خَلِیْفَتِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ۔

جب خدا نے وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ فرما کر وعدہ حفاظت بھی فرمایا تھا۔ تو پھر کس انسان کا خوف ہو سکتا تھا۔ بے کھٹکے صاف الفاظ میں علیؓ کی خلافت بلافصل کا اعلان کر دیتے لیکن شیعہ ایمان سے کہیں۔ کہ اس حدیث اور اس آیت میں کون لفظ ایسا ہے۔ جس سے علیؓ کی خلافت و ولایت کا استدلال کیا جا سکتا ہے۔

لفظِ مَولیٰ

شیعہ کہتے ہیں۔ کہ لفظ مولیٰ سے مراد اولےٰ بالتصرف ہے۔ اور اسی لفظ سے ولایت علیؓ کا استدلال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن جہاں تک کتب لغت کا مطالعہ کیا گیا ہے ہمیں اس کا ثبوت نہیں ملا۔ قاموس جو لغت عربی کی مستند کتاب ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ اَلْمَوْلیٰ اَلْمَالِکُ وَالْعَبْدُ وَالصَّاحِبُ وَالْقَرِیْبُ کَابْنِ الْعَمِّ وَنَحْوِهٖ وَالْجَارُ وَالْحَلِیْفُ وَالْاِبْنُ وَالْعَمُّ وَالشَّرِیْکُ وَالرَّبُّ وَالنَّاصِرُ وَالْمُحِبُّ وَالتَّابِعُ وَالصِّهْرُ (قاموس جلد ۴ ص ۴۰۲)

(ترجمہ: مولیٰ کا معنیٰ مالک اور غلام اور صاحب اور قریبی رشتہ دار جیسا چچا زاد بھائی وغیرہ اور پڑوسی اور حلیف اور بیٹا اور چچا اور ساجھی اور آقا اور مددگار اور داماد ہے)

اب بتایئے اَولیٰ بالتصرف کونسی کتاب میں لکھا ہے۔ اور ایسے مشترک لفظ سے جس کے

اس قدر مختلف معانی ہوں حتیٰ کہ غلام تابع حکم اور پسر پر بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ استدلال کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ اس جگہ سوائے محبت کرنا اور کوئی معنی موزوں نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ اس بات کا قرینہ موجود ہے۔ کہ مولیٰ کا معنی محب اور دوست کا ہی ہے۔

حدیث خم غدیر کا نص خلافت نہ ہونیکا ثبوت کتب شیعہ سے

شیعہ حضرات مسئلہ خلافت بلافصل ثابت کرنے کے متعلق عجیب چکر کھاتے ہیں۔ اور ہر چند [illegible] کرتے ہیں۔ پر ان کی ڈگمگاتی ہوئی کشتی ساحل مقصود پر پہنچ نہیں سکتی۔ ؎

غیر نے قصۂ زلف دراز جاناں کو — کیا بیان تو کیا کیا بیان میں الجھا

ادھر تو یہ کہتے ہیں۔ کہ حدیث خم غدیر خلافت بلافصل علیؓ پر نص جلی ہے۔ ادھر قصۂ قرطاس کو دلیل ثابت کرنے کی بے سود کوشش کرتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ لیکن کسی طرح بھی اپنے مقصود میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہم اس امر کو ثابت کرنے کیلئے کہ حدیث خم غدیر سے خلافت بلافصل جناب امیرؑ کی ثابت نہیں ہوتی۔ کتب شیعہ سے ہی حسب ذیل استدلال کرتے ہیں۔

اوّل: جلاء العیون اردو مطبوعہ مطبع جعفری لکھنؤ میں کے صفحہ ۱۶۲ میں ذکر وقت وفات رسول سلام میں لکھا ہے۔ "پس حضرتؐ نے چشم کھول کر فرمایا اے عباسؓ اے عم رسول خدا میری وصیت میرے اہلبیت اور میری عورتوں کے حق میں قبول کرو۔ اور میری میراث لو۔ اور میرا قرض ادا کرو۔ اور میرے وعدوں کو عمل میں لاؤ۔ اور مجھکو بری کرو۔ عباسؓ نے کہا یا رسول اللہ میں پیر مرد عیالدار ہوں۔ اور آپ ہوائے تند اور ابر بہار سے زیادہ بخشش و سخاوت فرمانے والے ہیں۔ اور میرا مال آپ کے وعدوں اور بخششوں کو وفا نہیں کر سکتا۔ اس سے مجھکو معاف رکھیئے۔

پس حضرت نے فرمایا۔ میں میراث اسکو دونگا۔ جو قبول کرے۔ اور اس طرح قبول کرے۔ جو حق قبول کرنے کا ہے۔ اور جبکہ اے عباسؓ تو نے جواب دیا۔ وہ جواب نہ دیگا۔ پس جناب امیرؑ سے خطاب فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ اے علیؓ تم میری میراث لو۔ کہ تم سے مخصوص ہے۔ اور کسی کو تم سے اس میں نزاع نہیں ہے۔ میری وصیت کو قبول کرو۔ اور میرے وعدوں پر عمل کرو۔ اور میرے قرض ادا کرو الخ۔

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ خلیفہ جی کے متعلق پہلے خم غدیر وغیرہ میں فیصلہ ہوا نہیں تھا۔ ورنہ حضرت عباسؓ کو یہ کیوں کہا جاتا۔ کہ میری وصیت کو قبول کرو۔ بلکہ پہلے ہی سے حضرت

علیؓ کو کہا جاتا کہ اے علیؓ تم کو ہم نے بمقام خم غدیر خلیفہ اور اپنا وصی بنا دیا ہے۔ تم ایسا کرنا اور ویسا کرنا

دوم:۔ جلاء العیون صفحہ ۶۲ میں لکھا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے آخری وقت میں جو خطبہ فرمایا اس میں یہ بھی فرمایا۔ کہ جو شخص والئ امر مسلمانان ہو۔ لازم ہے کہ انصار نیکو کار کی رعایت اور بدکار سے درگزر کرے اور یہ آخری مجلس تھی۔ کہ حضرت منبر پر تشریف لے گئے یہاں تک حق تعالیٰ سے ملاقات فرمائی۔

حضور علیہ السلام کے اس آخری خطبہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے۔ کہ اس وقت تک کسی شخص کو حضور علیہ السلام نے خلیفہ نہیں بنا رکھا تھا۔ اگر غدیر میں آپ خلیفہ بن چکے ہوتے۔ تو حضورؐ یہ نہ فرماتے۔ کہ جو شخص والئ امر مسلمانان ہو الخ۔

بلکہ حضرت علیؓ کو صریح خطاب فرما کر کہتے۔ کہ اے علیؓ تم میرے بعد والئ امر مسلمانان ہو۔ تم ایسا کرنا اور ویسا کرنا۔

سوم:۔ جلاء العیون صفحہ ۶۲ میں ہے۔ شیخ مفید نے روایت کی ہے۔ کہ حضرتؐ نے لوگوں کو رخصت کیا۔ اور سب چلے گئے۔ عباسؓ اور ان کے بیٹے فضل اور علیؓ ابن ابیطالب اور اہلبیت مخصوص نزدیک حضرت رسالتؐ رہ گئے۔ عباسؓ نے کہا یا رسول اللہؐ اگر امر خلافت ہم بنی ہاشم میں قرار پائیگا۔ پس ہم کو بشارت دیجئے۔ کہ بادشاہ ہوں۔ اور اگر آپؐ جانتے ہیں۔ کہ ہم پر ستم کریں گے۔ اور ہم سے خلافت کو غصب کریں گے پس اپنے اصحابؓ سے ہماری سفارش کیجئے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ تم کو بعد میرے ضعیف کریں گے۔ اور تم پر غالب ہوں گے"

اگر امیر علیہ السلام کی خلافت کا فیصلہ پہلے ہو گیا ہوتا۔ تو اس موقعہ پر حضرت عباسؓ بجائے اس کے کہ "امر خلافت ہم بنی ہاشم میں قرار پائیگا"۔ یوں کہتے کہ اگر خلافت علیؓ جس کا آپؐ نے فیصلہ کر دیا ہے قائم بحال رہے گی۔ تو ہم کو بشارت دیجئے۔

چہارم:۔ کتاب حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۲۲۳ میں ہے۔

روایت کردہ اند کہ عامر بن طفیل و ازید بن قیس بقصد قتل آنحضرت آمدند چوں داخل مسجد شدند عامر بہ نزدیک آنحضرت آمد و گفت یا محمدؐ اگر من مسلمان شوم۔ برائے من چہ خواہد بود۔ حضرت فرمود برائے تو خواہد بود۔ آنچہ برائے ہمہ مسلمانانست و بر تو خواہد بود۔ آنچہ بر ہمہ مسلمانان است۔ گفت میخواہم بعد از خود مرا خلیفہ گردانی۔ حضرت فرمود۔ اختیار ایں امر بدست خدا است و بدست من و تو نیست۔

ترجمہ:۔ روایت ہے کہ عامر بن طفیل اور ازید بن قیس بارادہ قتل آنحضرتؐ آئے جب مسجد میں داخل ہوئے۔ تو عامر نے کہا۔ اگر میں مسلمان ہو جاؤں۔ تو مجھے کیا ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا۔ تجھے وہ کچھ ملے گا جو

تمام مسلمانوں کو ملیگا۔ اور جو مسلمانوں کو حرج پہنچیگا تمہیں بھی پہنچیگا۔ پھر اس نے کہا۔ کہ میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ اپنے بعد مجھے خلیفہ بنا دیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس کا اختیار خدا کو ہے۔ مجھے اور تجھے اس بات میں دخل نہیں ہے۔

سوال نمبر ۶ اگر خلافت حق علیؓ ہو گیا ہوتا۔ تو آپ کا جواب یہ ہوتا۔ کہ خلافت کا فیصلہ ہم حق علیؓ کر چکے ہیں۔ اب تمہارا مطالبہ بے سود ہے۔ آپ کا یہ فرمانا کہ خلافت کا فیصلہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس امر کا بین ثبوت ہے۔ کہ آنحضرتؐ اپنی زندگی میں اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں فرما گئے۔

پنجم:۔ حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۵۵۵ میں بہ تفسیر آیۃ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا یوں لکھا ہے۔ علی بن ابراہیم و عیاشی روایت کردہ اند کہ چوں حفصہ بر قصہ ماریہ مطلع شد و حضرت را دراں باب عتاب نمود حضرت فرمود کہ دست از من بدار کہ برائے خاطر تو ماریہ را بر خود حرام گردانیدم و رازے بتو میگویم کہ اگر آں راز را بدیگرے خبر دہی بر تو خواہد بود لعنت خدا و قہر بالائکہ و ملعون جمیع مردماں حفصہ گفت چنیں باشد بگو آں راز کدام است۔ حضرت فرمود۔ کہ راز آنست کہ ابوبکرؓ بعد از من بجبر خلیفہ خواہد شد۔ و بعد از و پدر تو خلیفہ خواہد شد حفصہؓ ترا کہ خبر دادہ است بایں امر حضرت فرمود خدا مرا خبر دادہ است پس حفصہؓ در ہماں روز ایں خبر را بعائشہ رسانید و عائشہ بپدر خود ابوبکرؓ ایں راز مطلع گردانید پس ابوبکرؓ بہ نزد عمرؓ آمد و گفت۔ عائشہؓ از حفصہ خبرے نقل کردہ من اعتمادے بر قول او ندارم تو از حفصہؓ سوال نما کہ آں خبر راست است یانہ پس عمرؓ بہ نزدیک حفصہؓ آمد و گفت ایں چہ خبر است کہ عائشہ از تو نقل میکند حفصہؓ ابتدائے حال منکر شد۔ و گفت من بادیسخن نگفتہ ام۔ گفت اگر خبر راست است از ما مخفی مدار تا آنکہ بیشتر در کار خود تدبیرے بکنیم چوں حفصہؓ ایں را شنید گفت بلے حضرت چنیں گفت۔

ترجمہ:۔ علی بن ابراہیم اور عیاشی نے روایت کیا ہے۔ کہ حفصہؓ کو ماریہ کا حال معلوم ہوا اور آنحضرت سے شکایت کی۔ تو حضرت نے فرمایا خفا نہ ہو میں نے تمہاری خاطر ماریہ کو اپنے اوپر حرام کر دیا ہے اور تمہیں ایک راز بتاتا ہوں۔ اگر ظاہر کرو گی۔ تو تمہارے لئے برا ہوگا۔ حفصہؓ نے کہا ضرور بتائیے وہ راز کیا ہے۔ فرمایا راز یہ ہے کہ میرے بعد ابوبکرؓ زبردستی خلیفہ بنجائیگا۔ اور اس کے بعد تیرا باپ عمرؓ خلیفہ ہوگا۔ حفصہؓ نے کہا۔ آپ کو کس نے بتایا۔ آپ نے فرمایا خدا نے مجھے یہ خبر دی ہے۔ پس حفصہؓ نے اسی روز یہ بات عائشہ کو بتا دی۔ اس نے اپنے باپ ابوبکرؓ کو بتایا۔ ابوبکرؓ نے عمرؓ سے ذکر کیا۔ کہ عائشہ حفصہؓ سے یہ روایت کرتی ہے۔ اس سے پوچھ کر بتاؤ۔ کیا یہ سچ ہے؟ عمرؓ نے حفصہؓ سے دریافت کیا پہلے تو انکار کیا۔ کہ مجھے اس کی خبر نہیں لیکن عمرؓ نے کہا بتاؤ کہ اگر یہ سچ ہے۔ تو ہم زیادہ چارہ سازی کریں حفصہؓ نے کہا۔ ہاں پیغمبرؐ نے ایسا ہی بتایا ہے۔)

لے یہ ملا باقر مجلسی کی ایجاد ہے۱۲

ایسا ہی دیگر شیعہ مفسرین نے بھی آیۃ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ الخ کے متعلق اسی طرح روایت کی ہے چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں یہ روایت زیادہ وضاحت سے بیان کی گئی ہے۔

اب اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ حق تعالیٰ نے خلافت کے متعلق آنحضرت کو اطلاع بخشدی تھی۔ کہ آپ کے بعد خلیفہ ابوبکرؓ پھر عمرؓ ہونگے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسطرح اس کا فیصلہ حضرت علیؓ کے حق میں فرما سکتے تھے۔ مجموعہ شیعہ کی کتب اس امر کی شہادت دے رہی ہیں۔ کہ حضرت علی کی خلافت منصوص نہیں۔ بلکہ بموجب آیۃ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ الخ ابوبکرؓ کی منصوص ہو چکی تھی۔ جسکی اطلاع خدا نے رسولؐ کو دی اور آپ نے اپنی ازواج کو اس سے مطلع کر دیا۔ سچ ہے۔ اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ

ششم: شیعہ کہتے ہیں۔ کہ مقام خم غدیر میں رسول پاک نے ۲ لاکھ اصحابؓ کے روبرو جناب امیرؓ کی خلافت کا اعلان کر دیا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو ناممکن تھا۔ کہ اصحابؓ رسولؐ جو حضور علیہ السلام کے قول و فعل پر اپنی جانیں قربان کیے ہوئے تھے۔ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کو جن کی خلافت کا فیصلہ رسول پاک فرما گئے تھے۔ سب کے سب ساتھ چھوڑ جاتے اور فیصلہ رسولؐ کے خلاف ابوبکرؓ کی خلافت پر اجماع کر لیتے۔ جلاء العیون صفحہ ۱۴۹ میں ہے جب رات ہوئی جناب امیرؓ حسنینؓ کو اپنے ہمراہ لے کر ایک ایک گھر مہاجرینؓ انصار کے پھرے۔ مگر بغیر چار آدمیوں کے اور بروایت تین آدمیوں کے اور کسی آدمی نے بیعت قبول نہ کی (انتہی ملخصاً)

شیعہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ سوائے چار شخص مقدادؓ۔ ابوذرؓ۔ سلمانؓ۔ عمارؓ کے باقی جمیع اصحابؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور جناب امیرؓ حسنینؓ کو ہمراہ لیکر مہاجرین و انصار کے در بدر پھر کر الحاح کرتے رہے کہ میرا ساتھ دو۔ کسی نے ساتھ نہ دیا۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت علیؓ میں کچھ ایسا نقص تھا۔ کہ کوئی مسلمان بھی ان کا خلیفہ بننا پسند نہ کرتا تھا یا حضرت ابوبکرؓ میں کچھ ایسے اوصاف تھے جن کے گرویدہ ہو کر اصحابؓ رسول نے قاطبتہً ان کی بیعت اختیار کر لی۔ اہلسنت والجماعت کے ہاں ایک حدیث ہے۔ لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَةِ (حضورؐ نے فرمایا میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی) ایسا ہی کتب شیعہ سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ جیسا کہ حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۱۳۳ میں ہے سیزدہم آنست کہ خدا ایشاں را از گرسنگی نمی کشد و ایشاں را بر گمراہی جمع نمی کند۔ (ترجمہ) خواص امت نبی آخر زمانؐ سے تیرھویں بات یہ ہے۔ کہ یہ امت بھوک سے ہلاک نہ ہوگی۔ اور گمراہی پر انکا اجماع نہ ہوگا پھر کیسے مانا جا سکتا ہے۔ کہ امت مرحومہ کل کی کل گمراہی پر جمع ہو کر خلافت ابوبکرؓ پر متفق ہو گئی۔ اور اپنے رسولؐ پاک کے فیصلہ کی پرواہ نہ کی گئی۔ اس بات کو عقل و نقل دونوں تسلیم نہیں کرتے۔ لامحالہ ماننا پڑیگا کہ یہ بات درست نہیں ہے

کہ مقام خم غدیر آنحضرت نے حضرت علیؓ کی خلافت کا فیصلہ کر دیا تھا۔

ہفتم: خم غدیر کا مسئلہ بلا فصل خلافت اسواسطے بھی صحیح نہیں ہے۔ کہ جناب امیرؓ نے دعویٰ خلافت کے وقت اس حدیث سے استدلال نہیں کیا۔ اگر حدیث خلافت بلافصل پر نص صریح تھی۔ تو آپ کو عین وقت پر اس سے استدلال کر کے فریق مقابل کو ملزم کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن کسی کتاب شیعہ سے یہ ثابت نہیں ہے۔ کہ جناب امیرؓ نے حدیث خم غدیر کو استدلال میں پیش کیا تھا۔

ہشتم: حدیث خم غدیر پر شیعہ کو بھی اطمینان نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث قرطاس سے تمسک کر کے اپنا مدعا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ اگر پہلے ہی سے مسئلہ خلافت کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ تو پھر وقت وفات اس تکلیف کی حالت میں حضور علیہ السلام کو خلافت کے فیصلہ لکھنے کیلئے قلم دوات منگوانے کی کیا ضرورت تھی۔ اور اگر کہا جائے کہ آنحضرت کو اطمینان نہ تھا۔ کہ آپکا فیصلہ مان لیا جائیگا۔ تو پھر جب کہ فیصلہ پر جو لاکھوں کے مواجہہ میں بحالت صحت ایک کھلے میدان میں کیا گیا تھا۔ اطمینان نہ تھا تو بحالت مرض ایک تنگ حجرہ میں چند افراد کے روبرو اعلان خلافت بلافصل علی المرتضیٰ پر کس طرح اطمینان ہو سکتا تھا۔ (مسئلہ قرطاس کی بحث آئیگی)

شیعہ کی دوسری دلیل

حضرت علیؓ کی خلافت بلافصل کے متعلق دوسری دلیل شیعہ کی یہ آیۃ ہے۔

اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ (ترجمہ): تمہارے مددگار خدا اور رسول خدا ہیں۔ اور مومن لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں۔ اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور وہ رکوع و سجود کرنے کے عادی ہیں۔

اس آیت سے شیعہ ولایت علیؓ کا استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ آیت میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے ولایت امیر علیہ السلام ثابت ہو۔ اگر لفظ ولی سے استدلال ہے۔ تو یہاں خدا اور رسولؐ اور تمام مومنوں پر اس کا اطلاق کیا گیا ہے۔ جو نماز۔ روزہ۔ حج و زکوٰۃ کے پابند ہیں۔ تمام صیغے جمع کے ہیں۔ پھر ان سے ایک فرد حضرت علیؓ مراد لینا انصاف کا خون کرنا ہے۔

شیعہ نے اس موقعہ پر ایک عجیب روایت وضع کی ہے۔ جیسا کہ اصول کافی کتاب الحجۃ صفحہ ۔۔۔ میں ہے

وَهُمْ رٰكِعُوْنَ یا تو یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ سے حال واقع ہوا ہے۔ یا یہاں رکوع بمعنی خشوع ہے۔ ۱۲

كَانَ اَمِيْرُالْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَقَدْ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ رَاكِعٌ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ قِيْمَتُهَا اَلْفُ دِيْنَارٍ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَسَاهُ اِيَّاهَا وَكَانَ النَّجَاشِيُّ اَهْدَاهَا اِلَيْهِ فَجَاءَ سَائِلٌ وَقَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ يَا وَلِيَّ اللهِ وَاَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ تَصَدَّقْ عَلٰى مِسْكِيْنٍ فَطَرَحَ الْحُلَّةَ اِلَيْهِ وَاَوْمٰى بِيَدِهٖ اَنِ احْمِلْهَا ... وَاَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْهِ هٰذِهِ الْاٰيَةَ ط (ترجمہ) امیرالمومنین علیہ السلام ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے چنانچہ دو رکعت نماز ادا کر چکے تھے۔ آپ ایک قیمتی شال اوڑھے ہوئے تھے جس کی قیمت ایک ہزار دینار تھی۔ اور رسول پاک نے آپکو دی تھی۔ جو آنحضرت کو نجاشی نے بطور ہدیہ بھیجی تھی۔ پس ایک سائل آیا۔ اس نے کہا اے ولی اللہ اور مومنوں کے سردار مسکین کو کچھ خیرات دیجئے۔ آپ نے وہ شال سائل کی طرف پھینکدی۔ اور ہاتھ سے اشارہ کیا۔ کہ اس کو لے جا۔ تب خدا نے آیت اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ اتاردی۔

ہمارا جواب:۔ ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ کہ آیت کا کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو حضرت علیؓ کی ولایت اور خلافت پر دلالت کرے۔ اگر اس سے ولایت کا ثبوت ملتا ہے۔ تو پھر ہر ایک نمازی اور زکوٰۃ دینے والا صاحب ولایت اور خلیفہ ہو سکتا ہے۔ قاموس میں لکھا ہے۔ اَلْوَلْيُ الْقُرْبُ وَالدُّنُوُّ وَالْوَلِيُّ الْاِسْمُ مِنْهُ وَالْمُحِبُّ وَالصَّدِيْقُ وَالنَّاصِرُ۔ (ولی مصدر) کا معنے قرب و نزدیکی کا ہے۔ ولی اس کا اسم ہے جس کا معنی محب اور دوست اور مددگار ہے)

اب بتائیے کہ لفظ ولی سے خلافت اور ولایت پر کس طرح دلیل لی جا سکتی ہے اور روایت جو وضع کی گئی ہے عقلاً و نقلاً قابل تسلیم نہیں ہے۔

روایت بالا کے موضوع ہونے کے دلائل

اوّل:۔ حضرت علی المرتضیٰ کی شان والا کی نسبت یہ گمان کرنا۔ کہ وہ دنیا داروں کی قیمتی پوشاک پہنتے تھے۔ جو قریباً پچیس ہزار روپے کی ہو۔ آپ کی صوفیانہ اور متقیانہ حیثیت پر ایک سخت حملہ ہے۔ ہم پہلے جلاء العیون کی روایت سے لکھ چکے ہیں۔ کہ جب حضرت علیؓ کو حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے نکاح کی خواستگاری کا مشورہ دیا گیا۔ تو آپ نے اپنی مفلسی کا عذر پیش کیا۔ اور جب سامان شادی کا آپ کو سودا خریدنے کی ضرورت پیش آئی۔ تو آپ نے اپنی زرہ فروخت کر کے وہ سامان خریدا کیا۔ علامہ سید علی حائری اپنی مؤلفہ کتاب غاية المقصود کے صفحہ ۱۵۴ پر مرزا قادیانی پر طعن کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں

... در الجاد بیت النبوۃ از کمال زہد و تقوی و فقر تا سہ یوم فاقہ میگذرانیدند۔ تا آنکہ شہادت اَنْ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ الخ نازل شد و اینجا بدوں شالہائے خالی غائی و تہ مہ کشمیری وسر پر نمیگذارد و آنجا بجیر لیف خرما و اکثر بر خاک خوابیدہ دیدہ و فرمودہ۔ قُمْ یَا اَبَا تُرَابٍ و از ہماں روز بابی تراب ملقب شد۔ (ترجمہ) وہاں خاندان نبوت حضرت علیؓ کے گھر میں کمال زہد و تقویٰ سے تین تین روز فاقہ گذرتے تھے۔ حتیٰ کہ آیت وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ نازل ہوئی۔ اور یہاں مرزا قادیانی کا یہ حال ہے کہ علیل خانی شال اور کشمیری چادر اور ریشمی پارچات کا استعمال ہوتا ہے۔ اور اہلبیت کا یہ حال تھا۔ کہ کھجور کی شال کی بنی ہوئی بوریا۔ بلکہ اکثر اوقات خاک زمین پر لیٹ جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک روز حضور علیہ السلام نے شجاعت مآب کو فرش زمین پر لیٹے ہوئے دیکھکر فرمادیا۔ اے "ابو تراب" چنانچہ آپ کی یہی کنیت مشہور ہو گئی۔

علامہ حائری کی اس تحریر اور جلاء العیون کی روایت اور دیگر صحیح حالات سے جو حضرت علیؓ کی زاہدانہ اور صوفیانہ پوزیشن کے متعلق کتب طرفین میں لکھے ہیں۔ صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپکو ایسی قیمتی پوشاکوں سے جو ایک طالب دنیا شخص کی خاصیات سے ہے۔ بالکل کچھ غرض نہ تھی۔ ایسی بیش قیمت پوشاک کا استعمال اسراف و تبذیر میں داخل ہے۔ جو ایک متقی مومن پسند نہیں کرتا۔ چہ جائیکہ علی المرتضیٰ امام المتقی متورع تارک الدنیا عالی مرتبت امامؓ کی نسبت خیال کیا جائے۔ کہ وہ ایسے ریشمی اور طلائی پارچات استعمال کیا کرتے تھے۔ اصحاب رسولؐ کو دنیا داروں کی طرح زیب و زینت سے سخت نفرت تھی۔ چنانچہ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ باوجودیکہ اپنے وقت کے بادشاہ تھے لیکن آپکی چادر اور کرتہ پر متعدد پیوند لگے ہوئے ہوتے تھے۔ بلکہ آپ کے عاملان (گورنران) سے جس شخص کی نسبت اطلاع ملتی۔ کہ وہ باریک ململ کی قمیص استعمال کرتے ہیں۔ فوراً ان کو طلب کر کے تنبیہ کی جاتی۔ بلکہ ان کو اپنے منصب جلیل سے معزول کر دیا جاتا۔

پھر جب شیعان علیؓ شجاعت مآب کو باقی خلفائے پر زہد و تقویٰ میں ترجیح دیتے ہیں۔ تو ایسی روایات شائع کرنے سے ان کو تامل کرنا چاہیئے جس سے حضور ممدوح کی شان تقدس کو بٹہ لگتا ہے۔

دوم:۔ اگر مان لیا جائے۔ کہ حضرت علی نے ایسی ریشمی طلائی چادر اوڑھ رکھی تھی۔ اور نماز پڑھ رہے تھے تو پھر یہ بات قرین قیاس نہیں ہے۔ کہ سائل جو آپ کو نماز کی حالت میں دیکھ رہا تھا۔ اتنا بھی انتظار نہ کرے کہ آپ نماز سے فارغ ہو لیں۔ ایسی جلد بازی تو کوئی اندھا شخص بھی نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے ساتھی (رہنما) سے پہلے دریافت کر لیتا ہے۔ کہ مسئول عنہ کس حالت میں ہے۔ پھر اگر سائل نے ایسی

مخالفت کی۔ تو پھر حضرت علی المرتضیٰ جنکی نسبت مشہور ہے۔ کہ نماز پڑھنے کے وقت آپ ایسے استغراق میں ہوتے۔ کہ دنیا و مافیہا سے کچھ خبر نہ رہتی۔ پھر ایسی حالت استغراق میں ایک گداگر کی رب تک کی آواز آپ کے کانوں تک کس طرح پہنچ سکتی۔ اور یہ بھی تسلیم کیا جائے۔ کہ آپ کی نماز خشوع و خضوع سے خالی تھی۔ (یعنی استغراق تام نہیں تھا۔) آپ نے سائل کی آواز سن لی۔ تو پھر نماز کی حالت میں (۴) کثیر یا ور اتار پھینکنا۔ اور پھر سائل کو اشارہ کرنا۔ کہ لیجا۔ کیا معنی رکھتا ہے۔ جب ایک فرض نماز ادا کر رہے تھے۔ تو اس کی تکمیل کے بغیر دوسرے فرض ادائے زکوٰۃ کیطرف متوجہ ہونا کیا ضروری تھا؟ اگر آپ نے سائل کو ٹال دیا تھا۔ تو نماز سے فارغ ہو کر بھی دے سکتے تھے۔

سوم۔ آیت میں وَيُؤْتُونَ الزَّكَوٰةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ لکھا ہے۔ (یعنی وہ زکوٰۃ دیتے اور نماز پڑھتے ہیں) اور روایت موضوعہ میں سائل کو چادر قیمتی ایکہزار دینار دینے کا ذکر ہے۔ کیا ادائے زکوٰۃ کا یہی طریق ہے؟ اس سے پہلے یہ ثابت کر دینا چاہیئے۔ کہ جناب امیرؓ صاحب زکوٰۃ تھے۔ اور اس قدر مال رکھتے تھے کہ اسکی زکوٰۃ ایکہزار دینار یعنی آپ کے ذمے واجب تھی۔ اگر شیعہ صاحبان ایڑی چوٹی کا بھی زور لگا لیں۔ تو وہ یہ ثابت نہیں کر سکتے۔ تو جب آپ صاحب زکوٰۃ نہ تھے۔ اور نہ اس قدر زکوٰۃ آپ کے ذمے واجب تھی۔ تو پھر يُؤْتُونَ الزَّكَوٰةَ (وہ دیتے ہیں زکوٰۃ) کا مفہوم صحیح نہیں ہو سکتا۔ غرض یہ روایت بالکل عقل و قیاس کے خلاف اور یار لوگوں کی بنائی ہوئی ہے۔ ایسی وضعی روایات سے تمسک کر کے شیعہ حضرات خلافت بلافصل علی المرتضیٰؓ کے بار ثبوت سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔

شیعہ کی تیسری دلیل

صحیح بخاری و مسلم میں براء بن عازب سے روایت ہے۔ کہ جب رسولؐ خدا نے غزوۂ تبوک کا قصد فرمایا۔ تو جناب امیرؓ کو بال بچوں کی حفاظت کے لئے مدینہ طیبہ میں مقرر فرمایا۔ کفار نابکار نے جناب امیرؓ کو طعنہ دیا کہ رسولؐ خدا آپ کو اپنے ساتھ کیوں نہیں لے چلے۔ جناب امیرؓ کو یہ بات ناگوار گذری آپ نے رسولؐ خدا سے یہ ماجرا بیان کیا اور عرض کی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ تُخَلِّفُنِیْ فِی النِّسَآءِ وَالصِّبْیَانِ (کیا مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں۔) تو حضورؐ نے آپ کی دلجوئی کے لئے فرمایا۔ اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَكُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (کیا تجھے پسند نہیں ہے۔ کہ تو مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہو۔ موسیٰؑ سے ہاں میرے بعد نبوت نہیں ہے)

شیعہ اس سے استدلال کرتے ہیں۔ کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ رسولؐ پاک حضرت علیؓ کو اپنے بعد خلیفہ سمجھتے تھے۔ سو حدیث میں ایسا لفظ نہیں ہے جس سے آپکی خلافت بلافصل کا استدلال ہو۔ کیونکہ۔

(۱) ہارون کو موسیٰؑ نے عارضی طور پر اپنی عدم حاضری کے وقت خلیفہ کیا تھا جب کہ وہ طور سے واپس ہوئے تو حضرت ہارونؑ خلیفہ نہ رہے۔ گو وہ نبی مستقل تھے۔ ایسا ہی یہاں بھی سمجھنا چاہیئے۔

(۲) اس قسم کی خدمت بسبب قرابت اپنے پسر یا داماد کے ہی سپرد کی جا سکتی ہے۔ کہ مستورات اور بال بچوں کی نگرانی رکھے۔ ایسی خدمت کو خلافت سے کیا تعلق۔

(۳) یہ مسلم ہے۔ کہ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کی زندگی میں فوت ہو گئے تھے۔ پھر خلیفہ کیسے۔ جب مشبہ بہ ہی خلیفہ نہ ہوئے۔ تو مشبہ کی خلافت کیسی؟

(۴) حضرت ہارونؑ سے تشبیہ صرف قرابت داری کی وجہ سے دی تھی۔ ورنہ وہ نبی تھے۔ عمر میں موسیٰؑ سے بڑے تھے۔ حقیقی بھائی تھے۔ جناب امیرؓ میں ان اوصاف سے ایک بھی نہ تھی۔ پھر اس حدیث سے استدلال خلافت بلافصل چہ معنی دارد؟

(۵) اس تشبیہ سے تو یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ زندگی میں جیسے ہارونؑ بوجہ قرابت داری موسیٰؑ کی نیابت کرتے تھے۔ ویسے جناب امیرؓ بھی خدمات خانگی پر حضورؐ کی عدم موجودگی میں مامور رہے۔ بعد وفات موسیٰؑ حضرت ہارون نہیں۔ بلکہ یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا خلیفہ ہوئے۔ اسیطرح بعد وفات نبیؐ ابوبکرؓ اور عمرؓ خلیفہ ہوئے۔ گویا یہ حدیث شیعہ کی تردید کر رہی ہے۔ نہ کہ ان کے مدعا کی اس سے تائید ہوتی ہے۔

شیعہ کی چوتھی دلیل

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْكُمُ الثَّقَلَیْنِ كِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ۔ (ترجمہ) حضورؐ نے فرمایا۔ میں چھوڑے جاتا ہوں تم میں دو وزنی چیزیں۔ کتاب اللہ اور اپنے اقارب۔ اگر تم ان کی اتباع کرو گے میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔

اس حدیث سے بھی شیعہ جناب امیرؓ کی خلافت بلافصل کا استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ اس حدیث

یں بھی کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے خلافت آنجناب پر دلالت ہو۔ ہاں یہ امر تنقیح طلب ہے کہ شیعہ و سنّی ہر دو فریق سے کون فریق کتاب اللہ اور عترت رسولؐ کی عزت کرتا ہے اور ان سے تمسک کرتا ہے۔ اور کون فریق ان سے کوسوں دور پڑا ہے؟

ثقل اکبر۔ قرآن پاک کی عزت اہلسنت والجماعت کے دلوں میں ہے۔ وہ اس کی تلاوت میں شب و روز مصروف ہیں۔ حفظ قرآن اہلسنت کے مردوں عورتوں بچوں بوڑھوں کا معمول ہے۔ برخلاف اس کے شیعہ حضرات اس کو صحیح ہی نہیں سمجھتے۔ بلکہ اس کو محرف ناقص پر از اغلاط سمجھتے ہیں جس قرآن کی انتظار میں ہیں اس کی زیارت خواب میں بھی نصیب نہیں۔ غرض شیعہ کے دلوں میں بوجہ عناد جامع القرآن حضرت عثمانؓ کی قرآن بالکل عزت نہیں ہے۔ اسی لئے شیعہ حفظ قرآن کی نعمت سے بالکل محروم ہیں۔ برخلاف اس کے کہ اہلسنت میں ہزاروں حافظ قرآن موجود ہیں۔ جو رات دن تلاوت قرآن میں مصروف رہتے ہیں۔ اور سال بھر میں نماز تراویح میں سنیوں کی ہر ایک مسجد میں قرآن ختم ہوتا ہے لیکن شیعہ تراویح کے سرے سے ہی منکر ہیں۔ اس لئے ختم قرآن کیوں کریں۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

ثقل اصغر۔ عترت رسول کی عزت اہلسنت والجماعت کے دلوں میں ہے۔ ہم عترت رسول سے محبت رکھنا اپنا دین و ایمان سمجھتے ہیں۔ اور کسی بزرگ پر زبان طعن دراز کرنا گناہ سمجھتے ہیں۔ لعنت تبرا بازوں کو مبارک ہو۔ ہم تو رحمۃ للعالمینؐ کی امت ہیں۔ کسی کو برا کہنا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔ اہلسنت کا دل آئینہ کی طرح صاف و شفاف ہے۔ کہ زنگ کینہ و بغض اس کو مکدر نہیں کر سکتا۔ ؎

کفر است در طریقت ما کینہ داشتن　　آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن

ہاں روافض کی زبان طعن سے نہ اپنا بچ سکتا ہے۔ نہ بیگانہ۔ عترت رسولؐ سے جو سلوک کرتے ہیں۔ اس سے توبہ۔

توہین عترت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عترت رسولؐ سے مراد آپؐ کے خویش و اقارب ہیں۔ عائشہؓ صدیقہ حفصہؓ کو معاذ اللہ کافرہ منافقہ کہتے ہیں۔ تحفۃ العوام جلد ۱ ص۲ میں ہے۔ کتاب تہذیب میں وارد ہے۔ کہ جائے نماز سے نہ اٹھو جب تک کہ تو امیہ پر لعنت نہ کرو۔ مراد ان سے چار مرد ہیں۔ کہ حق مرتضےٰ کا چھین لیا حسینؑ کو شہید کیا۔ نسبت نبی کی اتہام بہ ہذیان کیا۔ اور چار عورتیں ہیں۔ کہ آزار پہنچایا۔ نسبت جناب رسول مقبول کی"

اسی صفحہ پر آگے ایک دعا لکھی ہے جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔ وَابْرَأْ مِنْ فُلَانٍ وَفُلَانٍ وَفُلَانَةٍ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ وَعَلٰى اَوْلِيَائِهِمْ وَ [illegible] میں بیزار ہوں فلاں۔ فلاں مرد اور فلاں عورت سے۔ لعنت خدا ہو ان پر اور ان کے دوست رکھنے والوں پر۔ حاشیہ پر لکھا ہے۔ کہ بجائے فلاں کے نام ان کے لئے جنہوں نے حق مرتضیٰ کا چھین لیا۔

سنّی بھائی توجہ کریں!

جو سنّی بھائی ایسے روافض سے دوستانہ تعلقات رکھتے ہیں۔ اور ان کو اپنا مسلمان بھائی تصور کرتے ہیں۔ وہ غور کریں۔ کہ جو لوگ تمہارے بزرگان دین اصحاب و ازواج رسول سے یہ سلوک رکھتے ہوں کہ ہر ایک نماز کے بعد ان کے نام لے لے کر لعنت و تبرا کرنا ان کا یومیہ ورد ہو۔ اور ان بزرگان دین پر ہی لعنت نہیں کرتے۔ بلکہ ان لوگوں کو بھی اس میں شامل کرتے ہیں جو ان سے محبت رکھتے ہیں۔ یعنی تمام اہلسنّت والجماعت مسلمانوں کو۔ پھر حیف ہے۔ کہ غیور سنّی ایسے بد طینت اشخاص کو اپنا دوست بنا لے۔ جو عترت رسول سے اس قدر دشمنی رکھتے ہوں۔ اور سنّیوں سے انکو ایسا بیر ہو۔

سنّی کا جنازہ

کتب شیعہ میں لکھا ہے۔ اول تو سنّی کا جنازہ نہ پڑھا جائے۔ اگر بضرورت پڑھے تو بجائے دعا کے میّت پر بددعا کرے۔ چنانچہ تحفۃ العوام ص۱۴۳ میں ہے "اور اگر میت سنّی خلاف مذہب ہو اور بضرورت نماز پڑھنا پڑے۔ تو بعد چوتھی تکبیر کے کہے۔ اَللّٰهُمَّ اَخْزِ عَبْدَكَ فِيْ عِبَادِكَ وَبِلَادِكَ اَللّٰهُمَّ اَصْلِهِ حَرَّ نَارِكَ اَللّٰهُمَّ اَذِقْهُ اَشَدَّ عَذَابِكَ (ترجمہ) اے خدا اس بندے و میت کو اپنے بندوں میں اور اپنے شہروں میں ذلیل و رسوا کر۔ اے خدا اس کو نار جہنم سے جلا۔ اے خدا اس کو سخت ترین عذاب دے۔

---

[1] یہ عبارت پرانے مطبع کی تحفۃ العوام کی ہے۔ جو مصنف کے پاس موجود ہے۔ جدید طبع میں یار لوگوں نے کچھ ترمیم کر دی ہے۔ [2] پرانے مطبع کی تحفۃ العوام جو ہمارے پاس موجود ہے۔ اس میں "اگر میت سنّی یا خلاف مذہب ہو" لکھا ہوا ہے۔ لیکن دوسری تحفۃ العوام میں جو تازہ نولکشور میں طبع ہوئی ہے۔ اس میں یوں لکھا ہے "اگر میت شیعہ نہ ہو اور دشمن اہلبیت ہو الخ" ص۲۲۵ مطالب دونوں کا ایک ہے۔ کیونکہ سنیوں کو جو شیعہ نہیں ہیں وہ لوگ معاذ اللہ دشمن اہلبیت سمجھتے ہیں [illegible]

سنیو! جانتے ہو۔ یہ لوگ تمہارے جنازوں میں شامل ہو کر میتوں سے کیا سلوک کرتے ہیں؟
کیا تم اس بات کو گوارا کر سکتے ہو؟ کہ ایک شخص تمہارے عزیز یا بزرگ کی میت کے جنازہ پکھڑا ہو کر اس
کے لئے بد دعائیں کرے۔ کہ خدایا اسے جہنم میں داخل کر اور سخت سے سخت عذاب میں مبتلا کر۔ عبرتنا
ے نہ آنے دیجو انہیں لاشس پر غدا کیلئے نماز پڑھنے کو آئیں گے بد دعا کیلئے

پھر عترت رسول میں سے آنحضرت کی تین لڑکیوں۔ ام کلثومؓ۔ رقیہؓ۔ زینبؓ کو اولاد رسول سے
ہی خارج کر دیتے ہیں۔ یہ کس قدر توہین و ہتک عترت رسول کی ہے۔
حضرت علی المرتضیٰ۔ فاطمۃ الزہراؓ حسنینؓ سے اگرچہ بظاہر محبت کا ادعا ہے لیکن انکی توہین
ہتک کا بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ بوقت ضرورت حضرت علیؓ کو گالی گلوچ
دے لینا جائز کیا گیا ہے چنانچہ اصول کافی ص٤٨٣ میں ہے اِنَّ عَلِیًّا عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ عَلٰی مِنْبَرِ
الْکُوْفَۃِ یَا اَیُّہَا النَّاسُ سَتُدْعَوْنَ اِلٰی سَبِّیْ فَسُبُّوْنِیْ (ترجمہ) حضرت علیؓ نے کوفہ میں منبر پر
کر فرمایا۔ لوگو! تمہیں میری سب و شتم کیطرف بلایا جائے گا پس تم مجھے گالی گلوچ دے لینا۔) واہ چہ خوش!
ان تقیہ بازوں کو خدا ہدایت کرے جھوٹ میں بھی عبادت ہے۔

کیا جھوٹ کا شکوہ تو یہ جواب ملا تقیہ ہم نے کیا تھا ہمیں ثواب ملا

پھر حضرت علیؓ کی شان میں کس قدر افراط و تفریط سے کام لیکر ان کی ہجو ملیح و ہتک صریح کرتے ہیں۔

حضرت علیؓ کی ہجو ملیح

طفولیت کا معجزہ شیعہ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ ابھی شیر خوار بچے تھے۔ کہ مکہ میں اژدہا نمودار ہوا
جس کا سر مثل پہاڑ کے تھا۔ چار سو گز لمبا تھا۔ دانت چار چار بالشت لمبے۔ منہ میں گز چوڑا اور گہرا
غار کی طرح تھا۔ اس نے ایک دن شہر کا رخ کیا۔ سب لوگ مارے ڈر کے جنگلوں میں بھاگ گئے
اژدہا سیدھا حضرت علیؓ کیطرف آیا۔ آپ نے لیٹے لیٹے اس کو سر سے پاؤں تک چیر دیا۔ خون کا
دریا جاری ہو گیا۔ اژدہے کے دو ٹکڑے بچے کے گہوارے کے دونوں طرف ایسے پڑے ہوئے تھے
جیسے پہاڑ کے دو ٹکڑے۔ آٹھ سو آدمیوں نے بمشکل ان کو اٹھا کر شہر کے باہر پھینکا۔ اور جناب

ے شیعہ کے مشہور مناظر مرزا احمد علی امرتسری نے جس کو علامہ حائری لاہوری کا نفس ناطقہ کہا جا سکتا ہے۔ بمقدمہ
مسجد پنڈ دادنخان عدالت دیوان سیتارام صاحب سینئر جج جہلم میں اپنے حلفی بیان میں لکھا یا کہ جو شخص حضرت علیؓ کو گالیاں دے [illegible]
مسلمان ہے۔

امیر کی تحسین و آفرین کا غلغلہ بلند ہوا۔ (فضائل ترمذی ص٢١ و ٢٢)
دوسرا معجزہ۔ خیبر کی لڑائی میں یہود کیطرف سے ایک جوان مرحب نامی حضرت علیؓ کے مقابل آیا
آپ نے جو تلوار ماری۔ اس کو دو نیم کرتی ہوئی زین پر اور وہاں سے اتر کر زمین تک پہنچی۔ حامل زمین کو
چیرنے کو تھی۔ کہ جبرائیل نے پر نیچے بچھا کے حرکت کر پیچھے جا پہنچے۔

زیں کو جلا کے پشت فرس پر کیا گذر	دو کر کے زین خاک پہ آئی وہ شعلہ ور
سیماب کی طرح نہیں دم لیا مگر	پہنچی زمیں سے گاؤ زمیں پر یہ کر و فر
بیٹھی تو پاس پہ سے خدا کے جلیل کے	اٹھی تو کاٹتی ہوئی پر جبرئیل کے

نیز سید نعمت اللہ جزائری نے انوار نعمانیہ میں یوں لکھا ہے۔
رَوَی الْبُرْسِیُّ فِیْ کِتَابِہٖ لَمَّا وَصَفَ وَقْعَۃَ خَیْبَرَ وَاَنَّ الْفَتْحَ فِیْہَا کَانَ عَلٰی یَدِ عَلِیٍّ اَنَّ جِبْرَائِیْلَ
جَآءَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ مُسْتَبْشِرًا بَعْدَ قَتْلِ مَرْحَبٍ فَسَأَلَہُ النَّبِیُّ عَنْ اِسْتِبْشَارِہٖ فَقَالَ یَا
رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ عَلِیًّا لَمَّا رَفَعَ السَّیْفَ لِیَضْرِبَ بِہٖ اَمَرَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اِسْرَافِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ
اَنْ یَّقْبِضَا عَضُدَہٗ فِی الْہَوَآءِ حَتّٰی لَا یَضْرِبَ بِکُلِّ قُوَّتِہٖ وَمَعَ ہٰذَا قَسَمَہٗ نِصْفَیْنِ
وَکَذَا مَا عَلَیْہِ مِنَ الْحَدِیْدِ وَکَذَا فَرَسَہٗ وَوَصَلَ السَّیْفُ اِلٰی طَبَقَاتِ الْاَرْضِ فَقَالَ لِیَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ
یَا جِبْرَئِیْلُ بَادِرْ اِلٰی تَحْتِ الْاَرْضِ وَامْنَعْ سَیْفَ عَلِیٍّ عَنِ الْوُصُوْلِ اِلٰی ثَوْرِ الْاَرْضِ حَتّٰی لَا تَنْقَلِبَ
الْاَرْضُ فَمَضَیْتُ فَاَمْسَکْتُہٗ وَکَانَ عَلٰی جَنَاحِیْ اَثْقَلَ مِنَ الْمَدَآئِنِ قَوْمِ لُوْطٍ وَہِیَ سَبْعُ مَدَآئِنَ
وَقَلَعْتُہَا مِنَ الْاَرْضِ وَرَفَعْتُہَا فَوْقَ رِیْشَۃٍ وَاحِدَۃٍ مِنْ جَنَاحِیْ اِلٰی قُرْبِ السَّمَآءِ وَبَقِیْتُ مُنْتَظِرَ الْاَمْرِ
اِلٰی وَقْتِ السَّحَرِ حَتّٰی اَمَرَنِیَ اللّٰہُ بِقَلْبِہَا فَمَا وَجَدْتُ لَہَا ثِقْلًا کَثِقْلِ سَیْفِ عَلِیٍّ فَسَأَلَہُ النَّبِیُّ
لِمَ لَمْ تَقْلِبْہَا مِنْ سَاعَتِہٖ رَفَعْتَہَا فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّہٗ قَدْ کَانَ فِیْہِمْ شَیْخٌ کَافِرٌ نَائِمٌ عَلٰی قَفَاہُ
وَشَیْبَتُہٗ اِلَی السَّمَآءِ فَاسْتَحْیَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَنْ یُّعَذِّبَہُمْ فَلَمَّا اَنْ کَانَ وَقْتُ السَّحَرِ انْقَلَبَ
ذٰلِکَ الشَّائِبُ عَنْ قَفَاہُ فَاَمَرَنِیْ بِعَذَابِہِمْ (ترجمہ) برسی نے اپنی کتاب میں روایت کی ہے جبکہ
اس نے خیبر کا واقعہ بیان کیا۔ اور یہ کہ وہ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام مرحب کے قتل
ہو جانے کے بعد جناب رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بشارت دی۔ تو نبی کریم نے فرمایا کہ یہ کیسی بشارت
ہے پس جبرائیل نے عرض کیا کہ اے رسول خدا جب حضرت علیؓ نے مرحب کے مارنے کیلئے تلوار اٹھائی تو اللہ تعالیٰ
نے حضرت اسرافیل اور حضرت میکائیل دونوں کو حکم دیا۔ کہ وہ ہوا میں حضرت علی کا ہاتھ تھام لیں۔ تاکہ پورے
زور سے تلوار نہ مارنے پائیں اور باوجود اس کے انہوں نے مرحب کو دو ٹکڑے کر دیا۔ اور اسی طرح اس کی

آہنی زرہ اور اس کے گھوڑے کو بھی دو نیم کر دیا۔ اور تمام طبقات زمین تک اتر گئی۔ تو مجھے اللہ تعالیٰ سبحانہ نے حکم دیا کہ اے جبرائیل زمین کے نیچے فوراً پہنچو۔ اور حضرت علیؓ کی تلوار روک لو۔ تاکہ وہ گاؤ زمین کو نہ کاٹ ڈالے تاکہ زمین زیر و زبر نہ ہو جائے۔ پس میں گیا۔ اور اس کو روک لیا۔ اور وہ تلوار میرے پروں پر قوم لوط کے شہروں سے بھی زیادہ بھاری تھی۔ حالانکہ وہ سات شہر تھے۔ جن کو میں نے ساتویں شہر سے اکھیڑ کر اپنے بازو کے ایک پر پر آسمان کے قریب تک اٹھا لیا تھا۔ اور میں حکم کی انتظار میں سحر تک ٹھہرے رہا۔ حتیٰ کے اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے الٹ دینے کا حکم فرمایا۔ لیکن میں نے اُنکا بوجھ حضرت علی کی تلوار کے بوجھ کے برابر نہ پایا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ تو نے انھیں اسی وقت ہی کیوں نہ الٹ دیا تو جبرائیل نے عرض کیا کہ اے رسول خدا اس لئے کہ ان لوگوں میں ایک بوڑھا کافر پیٹھ کے بل سویا ہوا تھا۔ اور اس کے بال سفید آسمان کیطرف تھے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ان کے عذاب دینے سے شرم آئی۔ اور پھر جب سحر کا وقت ہوا بوڑھے نے کروٹ بدلی تو خدا تعالیٰ نے مجھے ان کو عذاب دینے کا حکم فرمایا۔"

شیعہ مصنفین کو ایسی دور از عقل و قیاس روایات لکھنے سے شرمانا چاہیئے۔ کیا یہ جناب شجاعت مآب کی تعریف ہے۔ یا آپ کی نسبت تمسخر ہے۔ تعجب ہے۔ کہ تلوار کا وجود زیادہ سے زیادہ تین چار فٹ ہوگا پھر وہ کسطرح ساتویں طبقات زمین کو چیر کر گاؤ زمین تک جا پہنچی۔ باوجودیکہ جناب ممدوح نے اپنی پوری قوت سے بھی تلوار نہ چلائی تھی۔ پھر اس کا ثقل جبرائیل کے بازوؤں پر حضرت لوط علیہ السلام کی سات شہروں کی زمینوں سے جو ساتویں طبقہ تک اکھڑ کر جبرائیل نے سحر تک اٹھائے رکھا۔ کسطرح زیادہ ہو گیا۔ پھر حق تعالیٰ کو جب اس امر کا علم تھا۔ کہ جناب امیر کی تلوار اسقدر غضب ڈھانے والی ہے۔ تو بجائے اس کے اسرافیل و میکائیل کو ہوا میں ان کے بازو تھام رکھنے اور جبرائیل کو ساتویں زمین کے نیچے جا کر سیف علیؓ کی زد سے گاؤ زمین کو بچانے کا حکم دے۔ جناب امیرؓ کے دل ہی میں القا کیا جاتا کہ تلوار چلاتے وقت ذرا رحم سے کام لینا۔ ایسا نہ ہو کہ سیف علیؓ طبقات ارض کو چیر کر گاؤ زمین کے ٹکڑے ہی کر ڈالے۔ اور زمین تہ و بالا ہو جائے

ایسا ہی جنات سے لڑائی وغیرہ دور از عقل کہانیاں بیان کی گئی ہیں۔ جن کو پڑھ کر مخالفین اسلام مضحکہ اڑاتے ہیں۔ پھر اس کے مقابلہ میں جب تفریط سے کام لیکر آپ کی شان گھٹانے لگتے ہیں۔ تو خارجیوں سے بھی بڑھ جاتے ہیں۔

حضرت علیؓ کی ہتک صریح

حضرات شیعہ جناب امیرؓ کی شجاعت کے اس قدر افسانے بیان کرنے کے باوجود جب دوسرا پہلو لیتے ہیں۔ تو جناب شجاعت مآب کو ایسا نکما اور بزدل بنا دیتے ہیں۔ کہ مخالفین آپ کے گلے میں رسی ڈال کر بیعت ابو بکرؓ کے واسطے گھسیٹ لیجاتے ہیں۔ اور معاذ اللہ خاتون جنت کے شکم مبارک پر دروازہ گرا کر محسنؓ کو شہید کر دینے کی روایات بیان کر کے توہین حضرت رسولؐ کا حق ادا کرتے ہیں چنانچہ جلاء العیون اردو صفحہ ۱۵۵ میں ہے۔ "پس اشقیائے امت گلوئے مبارک جناب امیرؓ میں ریسمان ڈالکر کھینچ لے گئے اور بروایتے دیگر جب دروازہ پر پہنچے اور جناب فاطمہؓ مانع ہوئیں اس وقت قنفذ نے اور بروایت دیگر عمرؓ نے تازیانہ بازوئے جناب فاطمہؓ پر مارا کہ بازو جناب سیدہ کا شکستہ ہو گیا اور متورم ہو گیا مگر پھر بھی جناب فاطمہؓ نے جناب امیرؓ سے ہاتھ نہ اٹھایا۔ اور ان اشقیا کو گھر میں آنے سے منع کیا یہاں تک کہ دروازہ شکم جناب فاطمہؓ پر گرا دیا۔ اور پسلیوں کو شکستہ کیا۔ اور اس فرزند کو جو شکم میں جناب فاطمہؓ کے تھا۔ اور حضرت رسولؐ نے اس کا نام محسنؓ رکھا تھا۔ شہید کیا۔"

اب جائے غور ہے۔ اس سے زیادہ توہین عترت رسولؐ کیا ہو سکتی ہے۔ کہ اصحاب کو بدنام کرنے کے لئے ایسی روایات وضع کی جاتی ہیں جو حضرت علی اور خاتون جنت کی نہایت درجہ کی توہین کا باعث ہیں۔ کیا کوئی عقلمند شخص ایک منٹ کے لئے بھی یقین کر سکتا ہے۔ کہ اگر اصحابؓ رسولؐ خاتون جنتؓ جگر گوشہ رسولؐ کی یوں ہتک کرتے تو کوئی متنفس بھی ان کی بیعت اختیار نہ کرتا۔ اور جناب امیرؓ خاتون جنت کی اس درجہ کی توہین دیکھ کر خاموش رہ سکتے۔ یا خود مر جاتے یا خصم کو مار دیتے۔ اور یہ کس کی جرأت تھی کہ شیر خدا کی گردن میں رسی ڈالکر گھسیٹ کر لے جائے۔ اور آپ چوں تک نہ کریں۔

بات یہ ہے۔ کہ شیعہ حضرات دوستی کے پردہ میں جسقدر دشمنی اہلبیت سے کرتے ہیں۔ ایسا خارجی بھی جرأت نہیں کرتے۔ ؎

کیوں دوستی کے پردہ میں کرتے ہو دشمنی،
کیوں دامن ادب کی اڑاتے ہو دھجیاں

حضرت علیؓ کا ناطق فیصلہ

حضرت علی المرتضیٰ نے شیعہ و سُنی سوال کا صاف الفاظ میں ناطق فیصلہ فرمایا ہے:۔

چنانچہ نہج البلاغۃ مترجم جلد ۱ صفحہ ۱۹۹ و ایضاً مطبوعہ طہران صفحہ ۱۷۷ میں ہے۔

سَیَهْلِكُ فِیَّ صِنْفَانِ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ تَذْهَبُ بِهِ الْحُبُّ اِلٰی غَیْرِ الْحَقِّ وَمُبْغِضٌ مُفْرِطٌ تَذْهَبُ بِهِ الْبُغْضُ اِلٰی غَیْرِ الْحَقِّ وَخَیْرُ النَّاسِ فِیَّ حَالًا النَّمَطُ الْاَوْسَطُ فَالْزَمُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّ یَدَ اللّٰهِ عَلَی الْجَمَاعَةِ وَاِیَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ فَاِنَّ الشَّاذَّ مِنَ النَّاسِ لِلشَّیْطَانِ كَمَا اَنَّ الشَّاذَّ مِنَ الْغَنَمِ لِلذِّئْبِ اَلَا مَنْ دَعَا اِلٰی هٰذَا الشِّعَارِ فَاقْتُلُوْهُ وَلَوْ كَانَ تَحْتَ عِمَامَتِیْ هٰذِهٖ۔

(ترجمہ) دو فرقے میرے بارہ میں ہلاک ہو جائیں گے۔ محب دوستی میں افراط (غلو) کرنیوالا کہ اس کو یہ دوستی حق سے دور لیجائے۔ اور دشمن دشمنی میں افراط کرنیوالا۔ کہ اس کو یہ عناد حق سے دور کر دے خوشحال انسان میرے بارہ میں وہ ہیں۔ جو میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔ تم اسی جماعت کے تابع ہو جاؤ اور بڑی جماعت کی اتباع کرو۔ کیونکہ خدا کا ہاتھ بڑی جماعت کے سر پر ہے۔ تفرقہ سے باز آجاؤ۔ کیونکہ جماعت سے علیحدہ ہونے والا انسان شیطان کا شکار ہوتا ہے۔ جیسا کہ ریوڑ سے الگ ہونے والی بکری بھیڑیے کا شکار بنتی ہے۔ خبردار جو تمہیں جماعت سے علیحدگی کی دعوت دیں۔ انکو قتل کر دو۔ اگرچہ میری اسی دستار کے نیچے ہوں۔

جناب امیرؓ نے اپنے خطبہ میں حقانیت مذہب اہلسنت والجماعت پر مہر کر دی ہے۔ اور رافضیوں اور خارجیوں کے مذہب کو مردود قرار دیا ہے۔ کیونکہ رافضی محبت مفرط ہیں۔ جو جناب امیرؓ اور دیگر ائمہ کو مثل انبیاء معصوم سمجھتے ہیں۔ اور حضرت علیؓ کو دیگر انبیاء سے افضل اور نبی آخرالزمان کا ہم پلہ سمجھتے ہیں رافضیوں میں ایسے فرقے بھی ہیں جو جناب امیرؓ کی رسالت بلکہ الوہیت کے بھی قائل ہیں (اسکی تفصیل آگے) اور حال کے شیعہ اگرچہ بظاہر آپ کی الوہیت کے قائل نہیں۔ تاہم اوصاف ایسے بیان کرتے ہیں۔ جو آپ کو درجہ الوہیت پر پہنچا دیتے ہیں۔ چنانچہ علم ماکان و مایکون انکو حاصل ہونا۔ اشیاء کے حلال و حرام کرنے کا اختیار، موت و حیات پر اختیار وغیرہ وغیرہ بہت سے اوصاف ہیں۔ جو شانِ الوہیت تک پہنچا دیتی ہیں۔ اس لئے بقول جناب امیرؓ یہ مذہب باطل ہے۔ ایسے ہی خارجی جو جناب امیرؓ سے اس درجہ بغض رکھتے ہیں۔ کہ آپ کو مشرک و کافر قرار دیتے ہیں۔ تو بھی مردود و ناری ہیں۔ ہاں نمط اوسط

میانہ روی اختیار کرنے والا مذہب اہلسنت والجماعت ہے۔ جو جناب امیرؓ سے محبت رکھتے ہیں۔ لیکن شانِ نبوت و الوہیت تک پہنچانا کفر جانتے ہیں۔ اور آپ سے بغض رکھنا بھی کفر و الحاد سمجھتے ہیں۔ اس لئے یہی مذہب جناب امیرؓ کے نزدیک مذہب برحق ہے۔

دوم جناب امیرؓ نے کھلے الفاظ میں فرمایا ہے۔ کہ مذہب حق وہ ہے۔ جس طرف مسلمانوں کا سوادِ اعظم (بڑا گروہ) ہے۔ اب یہ امر مسلم الثبوت ہے۔ کہ روافض و خارجی بمقابلہ مسلمانان اہلسنت والجماعت آٹے میں نمک بھی نہیں ہیں۔ اور اسلام کا سوادِ اعظم (بڑی جماعت) یہی مذہب اہلسنت رکھتا ہے۔ اس لئے حسب فیصلہ امیرؓ یہی لوگ اہل حق ہیں۔ اور خدائے واحد کا دست فضل اسی بڑی جماعت کے سر پر ہے۔ اور اس مذہب سے علیحدگی اختیار کرنے والے بشہادت جناب امیرؓ شیطان کے متبع ہیں۔ اگرچہ وہ کتنے ہی محبان علی کہلاتے ہوں۔ کیونکہ آپ نے بالتصریح فرمایا ہے۔ کہ جو تمہیں اس بڑی جماعت سے علیحدگی کی طرف مدعو کرے وہ واجب القتل ہے۔ اگرچہ میری دستار مبارک کے زیر سایہ ہونے کا مدعی یعنی حب علی کا دعویدار ہو۔

امید ہے کہ جناب امیرؓ کے اس ناطق فیصلہ کے ہوتے ہوئے سُنی و شیعہ نزاع کے فیصلہ کے لئے اور کسی مزید دلیل کی ضرورت نہ ہوگی۔ ہاں جن لوگوں کی قسمت میں ضد اور ہٹ لکھی ہے وہ ایسی روشن دلائل سے بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ ؎

گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ — بآب زمزم و کوثر سفید نتواں کرد۔

ائمہ اہل بیتؓ کی توہین

جناب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہٗ اور خاتون جنت سے روافض کے سلوک کا ذکر ہو چکا ہے۔ دیگر ائمہ اہلبیتؓ سے بھی شیعان علی نے ایسا ہی سلوک کیا ہے۔

حضرت امام حسنؓ

جناب امیرؓ کے خلف اکبر حضرت امام حسنؓ سے حضرات شیعہ اس لئے ناراض ہیں۔ کہ آپ نے امیر معاویہؓ سے صلح کر کے مسلمانوں کو کشت و خون سے بچا لیا۔ جناب ممدوح اپنے شیعہ کے جور و ستم کی جس قدر

شکایت کرتے ہیں۔ ذیل کی روایات سے ظاہر ہے۔ (۱) جلاء العیون صفحہ ۲۶۸ میں ہے۔ جب ان منافقین نے یہ کلام حضرت سے سُنا۔ ایک نے دوسرے پر نظر کی اور کہا۔ اس کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کو معاویہؓ سے صلح منظور ہے۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ منصب خلافت معاویہؓ کو دلائیں۔ پس سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کہا۔ معاذ اللہ یہ شخص مثل پدر کافر ہو گیا ہے۔ پس آپ پر حملہ کر دیا۔ اور اسباب امام حسنؓ کا لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ جائے نماز حضرت کی پاؤں کے نیچے سے کھینچ لی۔ اور ردا آپ کے دوش مبارک سے اتار لی۔

(۲) جلاء العیون صفحہ ۲۷۶ حضرت نے فرمایا بخدا سوگند اس جماعت سے میرے لئے معاویہؓ بہتر ہے یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ ہم شیعہ ہیں۔ اور میرا ارادہ قتل کیا۔ اور میرا مال لوٹ لیا۔ بخدا معاویہؓ سے میں عہد لوں۔ اور اپنا خون حفظ کروں۔ اور اپنے اہل عیال میں امن ہو جاؤں اس سے بہتر ہے۔ کہ یہ لوگ مجھے قتل کریں۔ اور میرے اہل و عیال و عزیز و اقارب ضائع ہو جائیں۔ بخدا سوگند اگر میں معاویہؓ سے جنگ کروں۔ یہی لوگ مجھے پکڑ کر معاویہ کو دے دیں۔

(۳) اسی کتاب کے صفحہ ۲۷۷ میں ہے۔ شیخ کشی نے بسند معتبر امام محمد باقر سے روایت کی ہے۔ کہ ایک روز امام حسنؓ اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھے تھے ناگاہ ایک سوار آیا۔ کہ اُسے سفیان بن لیلیٰ کہتے تھے۔ اس نے کہا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مُذِلَّ الْمُؤْمِنِیْنَ ط (اے ذلیل کنندہ مومنان)

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ شیعان علیؓ نے ان کے خلف اکبر حضرت امام حسن سے کیا سلوک کیا۔ صرف اس جرم پر کہ معاویہؓ سے صلح کرتا ہے۔ ان کو اور ان کے قبلہ جناب امیرؓ کو معاذ اللہ کافر کہا۔ بلوہ کر کے ان پر ٹوٹ پڑے مال لوٹ لیا۔ اور آپ کے پاؤں کے نیچے سے مصلیٰ کھینچ لیا۔ اور دوش مبارک سے چادر اتار لی۔ پھر ایک مخلص نے آپ کو ذلیل کنندہ مومنان کا خطاب دیا۔ یہ تو ان شیعوں کی کرتوت تھی جنہوں نے آپ کا جمال اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ پھر حال کے شیعہ کا کیا کہنا۔

مُتَاَخِّرِین شِیعَہ

متاخرین شیعہ جو جو باتیں جناب ممدوح کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ وہ کسی شہدے اوباش کی طرف منسوب کی جائیں۔ تو وہ بھی ازالہ حیثیت عرفی کا استغاثہ دائر کر دے۔

چنانچہ متاخرین شیعہ کا سرگروہ ملا باقر مجلسی امام ممدوح کی نسبت یوں گوہر افشانی کرتا ہے۔ جلاء العیون اردو صفحہ ۳۱۱ میں ہے۔ روایت ہے کہ ایک روز امام حسنؓ مجلس معاویہ میں تشریف رکھتے تھے مروان نے کہا۔ آپ کی مونچھوں کے بال بہت جلد سفید ہو گئے ہیں۔ امام حسنؓ نے فرمایا سبب اس کا یہ ہے۔ کہ بنی ہاشم کا دہن خوشبودار ہے۔ اور ہماری ازواج بوجہ خوشبو استشمام کرتی ہیں۔ اور ان کی ہوائے نفس سے ہمارے بال شارب کے سفید ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ تم بنی امیہ گندہ دہن ہو۔ تمہاری ازواج تمہارے دہنوں سے احتراز کرتی اور اپنا منہ تمہارے رخسار کی جانب رکھتی ہیں۔ اس لئے تمہارے رخسار جلد سفید ہو جاتے ہیں پس مروان نے کہا۔ بنی ہاشم میں ایک خصلت بدیہ ہے۔ کہ خواہش جماع زیادہ رکھتے ہو۔ امام حسنؓ نے فرمایا۔ خواہش ہماری عورتوں سے سلب کی گئی۔ اور وہ بھی مردوں میں اضافہ ہوئی۔ اور تمہارے مردوں سے علیحدہ کر کے تمہاری عورتوں میں رکھی ہے۔ اور یہی سبب ہے۔ کہ زنان امویہ سوائے مرد ہاشمی دوسرے سے سیر نہیں ہو سکتی۔

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ۔ ایسی فحش اور بیہودہ گفتگو اوباش لوگ بھی کرتے شرماتے ہیں۔ اور پاک لوگوں کے ذمے افترا کو وہ بر مجلس اجنبی لوگوں کے سامنے اپنی مستورات (ازواج) کی نسبت ایسی بے شرمی کی باتیں بیان کرتے تھے۔ کہ وہ ہمارے منہ کی خوشبو سونگھتی ہیں۔ اور ان کے نفسانی جذبات کے اثر سے ہمارے بال شارب سفید ہو جاتے ہیں۔ اور پھر یہ مقدس لوگ دوسروں کی مستورات پر ایسا کمینہ حملہ کر سکتے ہیں۔ کہ تمہاری عورتوں میں اس قدر شہوت تیز ہوتی ہے۔ کہ وہ ہاشمی مردوں کے سوا سیر ہی نہیں ہوتیں۔ اللہ اکبر! ایسے نادان دوستوں سے دانا دشمن اچھا ہوتا ہے۔ ؎

ترا اژدہا گر بود یار غار
ازاں بہ کہ جاہل بود غمگسار

دیکھئے۔ تو شیعہ صاحبان جو جنگ نوشوں کی مجلس میں راستے پر بیٹھ کر آپس میں یاوہ گوئی کیا کرتے ہیں۔ اسی پر ان پاک نفوس کو بھی قیاس کرتے ہیں۔ شرم! شرم!

توبہ۔ توبہ ناعاقبت اندیش راوی نے حضرت امام حسنؓ کی پاک ذات پر کیسا بیجا حملہ کیا ہے کہ وہ سر اجلاس ایسی بدتہذیبی اور اخلاق سے گری ہوئی باتیں کیا کرتے تھے۔ جو ہوا پرست بے تمیز مستند تخلیہ میں بیٹھ کر باہم ایسی فحش ... گوئی کیا کرتے ہیں۔

مگر امام تو کیا۔ شیعہ حضرات تو انبیاؑ کو بھی ایسے الزام دینے سے دریغ نہیں کیا کرتے۔ چنانچہ یہی حضرت ملا باقر مجلسی اپنی مصنفہ کتاب حیات القلوب جلد اول صفحہ ۲۱ میں رقمطراز ہیں۔ و بسند معتبر از حضرت امام رضا منقول است کہ از اخلاق پیغمبران است خود را پاکیزہ کردن و خود را خوشبو کردن۔ و بسیار جماع کردن

وبسیار زناں داشتن ۔

ترجمہ :- امام رضا فرماتے ہیں ۔ کہ پیغمبروں کے اخلاق یہ ہیں ۔ اپنے بدن کو پاکیزہ رکھنا خوشبو لگاتے رہنا ۔ بہت جماع کرنا ۔ اور بہت عورتیں رکھنا "

لاحول ولاقوۃ ۔ شہوت پرستی اور کثرت جماع پیغمبروں کے اخلاق میں شمار کیا جاتا ہے ۔ شیعو ہوش کرو ! مخالفین اسلام تمہاری یہ حالت دیکھ کر شان انبیاء وائمہ میں کیا کہیں گے ؟ افسوس ! ؎ نے فروعت محکم آمد نے اصول شرم باید از خدا واز رسول ۔

قاتلان امام حسین شیعہ تھے

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے جو سلوک شیعہ نے کیا کتب شیعہ اس پر شاہد ہیں ۔ کوفہ سے ہزاروں کی تعداد میں مراسلات بھیج کر امام علیہ السلام کو منگوایا ۔ پہلے حضرت امام مسلم معہ خوردسال بچوں کے شہید کیا ۔ پھر امام حسین علیہ السلام کو انہی شیعہ حضرات نے بیدردی سے قتل کیا ۔ چنانچہ جلاء العیون اردو جلد ۲ صفحہ ۲۷۰ میں تصریح ہے ۔

" پس بیس ہزار مرد عراقی نے امام حسینؓ سے بیعت کی ۔ اور جنہوں نے بیعت کی تھی خود انہوں نے شمشیر امام حسینؓ پر کھینچی ۔ اور ہنوز بیعت ہائے امام حسینؓ انکی گردنوں میں تھیں ۔ کہ امام حسین کو شہید کیا (اس مسئلہ کی تفصیل آگے آئے گی ۔)

قاتلان امیر رضی اللہ عنہ شیعہ ہی تھے

اسیطرح امیرالمومنین علی المرتضیٰ بھی شہر کوفہ میں جو شیعیان علی کا مرکز تھا ۔ ایک ملعون کے ہاتھ سے شہید ہوئے ۔ چنانچہ جلاء العیون اردو صفحہ ۲۲۲ میں درج ہے :-

پس جبرئیل نے کہا محمد بدرستیکہ آپ کا برادر علی بن ابی طالب بعد آپ کے مقہور و مظلوم ہوگا اور اس امت کے منافق اس پر غالب ہوں گے ۔ اور اس سے غصب خلافت کریں گے ۔ اور آخر میں بدترین خلائق و بدترین اولین و آخرین قتل کے لیے کشندہ ناقہ صالح کے ہاتھ سے اس شہر میں ہجرت کریگا وہاں شہید ہوگا ۔ اور وہ علی کے شیعوں اور فرزندان شیعہ کا محل و مسکن ہوگا "

ابن ملجم قاتل جناب امیر شیعہ تھا جس نے آنجناب سے بمنت و خوشامد بیعت کی تھی ۔ اور اپنے عہد و پیمان پر قسمیں کھائی تھیں ۔ چنانچہ کتاب مذکور کے صفحہ ۱۹۵ میں ہے ۔

شیخ مفید وغیرہ نے بسند ہائے معتبر روایت کی ہے ۔ کہ جناب امیر نے لوگوں سے بیعت لی ۔ اس وقت عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی ملعون آیا ۔ کہ حضرت سے بیعت کرے ۔ حضرت نے اس کی بیعت قبول نہ فرمائی ۔ یہاں تک کہ تین مرتبہ حضرت کی خدمت میں آیا ۔ اور مرتبہ سوم میں حضرت سے اس نے بیعت کی جب اس نے پیٹھ پھیری ۔ حضرت نے پھر اسے بلایا ۔ اور قسمیں دیں ۔ کہ بیعت سے انحراف نہ کرنا اور عہد ہائے محکم اس ملعون سے لیئے ۔ الخ

نظم

ان کوفیوں نے کیسی دغا دی امیرؓ کو ۔۔۔ بن کر مرید قتل کیا اپنے پیر کو
بدنام خارجی تو ہیں بغض و عناد میں ۔۔۔ پر شر ہو گئے ہیں رافضی شر و فساد میں
مسلم کو بھی شہید کیا کر کے میہماں ۔۔۔ مظلوم کو نہ ایک بھی شیعہ نے دی اماں
پھر کر دیا شہید جناب حسینؓ کو ۔۔۔ ابن علیؓ رسولؐ کے اس نورعین کو
بلوایا کس نے آپ کو لکھ کر مراسلات ۔۔۔ پھر کس نے ان سے روک لیا دجلہ و فرات
بھوکے پیاسے مار دیئے اہلبیت سب ۔۔۔ پھر کر مرید پیر پہ ڈھایا تھا یہ غضب
قاتل جناب کے بھی رافضی ہیں آہ آہ ۔۔۔ اس پر کتابیں شیعہ کی ہیں سر بسر گواہ
ماتم ہوا امام کا گھر میں یزید کے ۔۔۔ ہیں ماتمی یہ گویا مرید اس عنید کے
اس سنت یزید سے لائق ہے اجتناب ۔۔۔ رونے میں پیٹنے میں نہ ہرگز ہے کچھ ثواب
صابر کو ملتا اجر ہے رب العباد سے ۔۔۔ چھوڑے جو صبر رہتا ہے خالی مراد سے
کرنے سے جزع فزع کے ہوتا ہے بس گناہ ۔۔۔ اس مسئلہ پہ سارے ائمہ بھی ہیں گواہ

مطلوب بس نصیحت احباب ہے دبیرؔ
کینہ حسد سے اپنا اگر صاف ہے ضمیر

حضرت امام محمد باقر و جعفر صادق رحمہم اللہ تعالیٰ

ان حضرات پر تو شیعہ صاحبان کی انتہا سے زیادہ عنایت ہے۔ بلکہ وہ اپنے مذہب کی دارو مدار ہی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام پر رکھتے ہیں۔ ان حضرات کی نسبت جو جو اتہام شیعہ صاحبان نے لگائے ہیں سنکر تعجب آتا ہے۔

(۱) حضرت محمد باقر کی نسبت شیعہ کی معتبر کتاب من لایحضرہ الفقیہ جلد ۱ صنا میں لکھا ہے۔

دَخَلَ اَبُو جَعْفَرٍ الْبَاقِرُ فِی بَیْتِ الْخَلَاءِ فَوَجَدَ لُقْمَةً فِی الْقَذَرِ فَاَخَذَهَا وَ غَسَلَهَا وَ دَفَعَهَا اِلٰی مَمْلُوکٍ کَانَ مَعَهٗ فَقَالَ تَکُوْنُ مَعَکَ لِاٰکُلَهَا اِذَا خَرَجْتُ فَلَمَّا خَرَجَ قَالَ لِلْمَمْلُوکِ اَیْنَ اللُّقْمَةُ قَالَ اَکَلْتُهَا یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ الخ (ترجمہ) امام محمد باقر بیت الخلا (پاخانہ) میں داخل ہوئے۔ تو وہاں ایک روٹی کا ٹکڑا گوہ میں پڑا ہوا دیکھا۔ آپ نے اٹھا کر دھو لیا۔ اور اپنے غلام کے حوالہ کیا۔ کہ اسے محفوظ رکھنا جب میں باہر نکلونگا۔ اسے کھاؤنگا۔ جب آپ باہر نکلے تو اس سے ٹکڑا مانگا۔ اس نے کہا حضرت وہ تو میں نے کھا لیا۔ آپ نے کہا جا میں نے تجھے آزاد کیا کیونکہ تو ٹکڑے کے کھانے سے جنتی ہو گیا۔ اور جنتیوں سے خدمت نہیں لیا کرتے۔ دیکھئے! یہ کیسا الزام امام والامقام پر ہے۔ کہ آپ گوہ سے ملوث ٹکڑا کو دھو کر کھا لینا جائز سمجھتے تھے۔ بلکہ اس میں الٹا ثواب سمجھے کہ کھانے سے جنت ملجاتی ہے۔ بھائی جنت تو پاک ہے۔ پھر ناپاک چیز کے کھانے سے کیسے مل سکتی ہے؟

(۲) کیا حضرت امام پہلے جنتی نہ تھے؟ گوہ سے ملوث ٹکڑا کھا کر جنتی بننا چاہتے تھے۔

(۳) یہ بھی عجیب بات ہے کہ جنت ایسی ارزاں ہو گئی ہے۔ کہ صرف ایسے متعفن لقمہ کھانے سے ملجاتی ہے۔ بہرحال امام ہمام کی طرف ایسی روایات منسوب کرنا ان کی ذات اقدس کی از حد توہین ہے۔

(۴) اِنَّ اَبَا جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ کَانَ یَقُوْلُ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یَدْخُلِ الْحَمَّامَ اِلَّا بِمِیْزَرٍ قَالَ فَدَخَلَ ذَاتَ یَوْمٍ الْحَمَّامَ فَتَنَوَّرَ فَلَمَّا اَنْ اَطْبَقَتِ النُّوْرَةُ عَلٰی بَدَنِهٖ اَلْقَی الْمِیْزَرَ فَقَالَ لَهٗ مَوْلًی لَهٗ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اِنَّکَ لَتُوْصِیْنَا بِالْمِیْزَرِ وَلُزُوْمِهٖ وَقَدْ اَلْقَیْتَهٗ عَنْ نَفْسِکَ فَقَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ النُّوْرَةَ اَطْبَقَتِ الْعَوْرَةَ (فروع کافی جزو دوم جلد ۲ صلا)

ترجمہ: امام باقر علیہ السلام کہا کرتے تھے۔ کہ جو خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ حمام میں تہبند باندھے بغیر داخل نہ ہوا کرے۔ ایک روز آپ حمام میں داخل ہونے لگے۔ تو اپنی شرمگاہ کو آپ نے چونہ لگا لیا

اب چونہ لگا چکے۔ تو تہبند کھول کر پھینک دیا۔ غلام نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ تو ہمیں تہبند باندھنے کا ضروری حکم دیا کرتے تھے۔ اور آج آپ نے تہبند اتار کر پھینک دیا ہے۔ فرمانے لگے تجھے معلوم نہیں ہے۔ کہ چونہ نے شرمگاہ کو چھپا لیا ہے۔

توبہ توبہ! ائمہ پاک کے ذمے یہ کیسا افترا ہے کہ لوگوں کو تو تہبند باندھے حمام میں داخل ہونے کا حکم دیتے تھے اور خود شرمگاہ کو چونہ لگا کر تہبند پھینک اپنے غلام کے سامنے ننگ دھڑنگ کھڑے ہو گئے اور اس کے معترض ہونے پر یہ جواب باثواب دیا۔ کہ چونہ لگا لینا ستر عورت کے لئے کافی ہے۔ کیا ایسی حرکت بھی کوئی باحیا آدمی کر سکتا ہے؟ ایسی بیہودہ روایات آپ کے ذمے لگا کر آپ کی ہتک کی جاتی ہے۔ استغفر اللہ۔ ایک اور سنئے۔

(۳) فروع کافی جلد ۲ جزو دوم ص۶ میں ہے۔ عَنْ اَبِی الْحَسَنِ الْمَاضِی قَالَ الْعَوْرَةُ عَوْرَتَانِ الْقُبُلُ وَالدُّبُرُ اَمَّا الدُّبُرُ فَمَسْتُوْرٌ بِالْاَلْیَتَیْنِ فَاِذَا سَتَرْتَ الْقَضِیْبَ وَالْبَیْضَتَیْنِ فَقَدْ سَتَرْتَ الْعَوْرَةَ وَقَالَ فِی رِوَایَةٍ اُخْرٰی فَاَمَّا الدُّبُرُ فَقَدْ سَتَرَتْهُ الْاَلْیَتَانِ فَاَمَّا الْقُبُلُ فَاسْتُرْهُ بِیَدِکَ (ترجمہ) امام ابوالحسن ماضی فرماتے ہیں۔ کہ شرمگاہیں صرف دو ہیں اگلی اور پچھلی۔ لیکن پچھلی تو خود ہی چوتڑوں سے چھپی ہوئی ہے۔ پس جب تو نے ذکر اور خصیتین کو چھپا لیا۔ تو تو نے اپنی شرمگاہ کو چھپا لیا۔ اور دوسری روایت میں ہے۔ کہ دبر کو تو چوتڑوں نے چھپا لیا ہے اور اگلی کو فقط ہاتھ سے چھپا لو۔ پس ستر عورت ہو گیا۔

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ۔ اماماں پاک کا درجہ تو بہت رفیع ہے۔ کوئی باحیا شخص ایسا حکم دے نہیں سکتا کہ انسان سراپا ننگا صرف ذکر پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو جائے۔

(۴) اسی فروع کافی جزو دوم جلد ۲ ص۱۱ میں ہے۔ عَنْ اَبِی عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ النَّظَرُ اِلٰی عَوْرَةِ مَنْ لَیْسَ بِمُسْلِمٍ مِثْلُ نَظَرِکَ اِلٰی عَوْرَةِ الْحِمَارِ۔

(ترجمہ) امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ کافر مرد یا عورت کی شرمگاہ کو دیکھ لینا ایسا ہے جیسا گدھے کی شرمگاہ دیکھ لینے میں مضائقہ نہیں ہے۔

واہ چہ خوش! حضرات شیعہ اپنے ائمہ علیہم السلام کی طرف کیسے عجیب مسائل منسوب کرتے ہیں۔ کہ مسلمان مرد اور عورت کی شرمگاہ تو چونہ سے ڈھانپ لینا چاہیئے۔ ہاں کافر مرد و عورت کی شرمگاہ دیکھا کرو۔ جیسے گدھے کی شرمگاہ کو ستر نہیں ہے۔ ستر کافر کا بھی وہی حکم ہے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

نگاہ شوق کو حائل ہے کیا کیا لطف نظارہ — کہ عریاں دیکھنا جائز ہے معشوقان کافر کو

اسی قسم کے عجیب و غریب مسائل ائمہ اہلبیت کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ ان میں سے کسی قدر مسائل بطور مشتے نمونہ خروارے درج کئے جاتے ہیں۔

مسائل شیعہ جو ائمہ اہلبیت کی طرف منسوب کئے گئے ہیں

پہلا مسئلہ یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کو بداء ہوتا ہے یعنی معاذ اللہ وہ جاہل ہے۔ اس کو سب باتوں کا علم نہیں۔ اسی وجہ سے اس کی اکثر پیشینگوئیاں غلط ہو جاتی ہیں۔ اور اس کو اپنی رائے بدلنا پڑتی ہے۔ یہ ایک ضروری مسئلہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ اس کے برابر کوئی عبادت نہیں ہے۔ چنانچہ اصول کافی صفحہ ۸۴ میں مستقل باب ہی بداء کے متعلق باندھا گیا ہے۔ احادیث ذیل ملاحظہ ہوں۔

(۱) عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَعْيَنَ عَنْ اَحَدِهِمَا قَالَ مَا عُبِدَ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِثْلِ الْبَدَاءِ۔

(۲) عَنْ مَالِكٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ لَوْ عَلِمَ النَّاسُ مَا فِي الْقَوْلِ بِالْبَدَاءِ مِنَ الْاَجْرِ مَا فَتَرُوْا عَنِ الْكَلَامِ فِيْهِ۔

(۳) عَنْ مُرَازِمِ بْنِ حَكِيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ مَا تَنَبَّأَ نَبِيٌّ قَطُّ حَتّٰى يُقِرَّ لِلّٰهِ بِخَمْسٍ بِالْبَدَاءِ وَالْمَشِيَّةِ وَالسُّجُوْدِ وَالْعُبُوْدِيَّةِ وَالطَّاعَةِ۔

ترجمہ۔ (۱) زرارہ بن اعین نے حضرت امام باقر یا صادقؑ سے روایت کی ہے۔ کہ خدا کی عبادت بداء کے برابر کسی چیز میں نہیں۔ (۲) مالک جہنی کہتے ہیں۔ کہ امام صادق نے کہا۔ اگر لوگوں کو معلوم ہو کہ بداء کے اقرار کرنے میں ثواب ہے۔ تو وہ اس سے باز نہ رہیں۔ (۳) مرازم بن حکیم راوی ہے۔ کہ امام صادق علیہ السلام نے کہا کسی نبی کو نبوت نہیں ملی جب تک اس سے پانچ چیزوں کا اقرار نہ لیا گیا ہو۔ بداء اور مشیئت اور سجدہ اور عبودیت اور طاعت کا۔

ان روایات سے بداء کا ضروری مسئلہ ہونا۔ اس کا ثواب عظیم ہونا اعلیٰ عبادات میں داخل ہونا ثابت ہوا۔ رہی یہ بات کہ بداء کیا چیز ہے۔ سو اس کے متعلق کتب لغت کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ کتب لغت میں لکھا ہے۔ بَدَا لَهٗ اَيْ ظَهَرَ لَهٗ مَا لَمْ يَظْهَرْ۔ فلاں شخص کو بداء ہوا یعنی وہ چیز معلوم ہوئی جو پہلے معلوم نہ تھی۔

بداء کی مثالیں

شیعہ کی کتابوں میں بداء کے واقعات بہت مذکور ہیں۔ ذیل میں دو واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) امام جعفر صادق نے بتایا ہے۔ کہ میرے بعد اللہ تعالیٰ نے میرے فرزند اسماعیلؑ کو امامت کیلئے نامزد کیا ہے لیکن بعد میں فرمایا۔ کہ بجائے اسماعیلؑ کے موسیٰ کاظم کو خدا نے امام بنا دیا ہے۔ جیسے کہ علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں روایت کی ہے۔ عَنْ جَعْفَرِ الصَّادِقِ اَنَّهٗ جَعَلَ اِسْمَاعِيْلَ الْقَائِمَ مَقَامَهٗ بَعْدَهٗ فَظَهَرَ مِنْ اِسْمَاعِيْلَ مَا لَمْ يَرْتَضِهٖ فَجَعَلَ الْقَائِمَ مَقَامَهٗ مُوْسٰى فَسُئِلَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ بَدَا لِلّٰهِ فِي اِسْمَاعِيْلَ مَا بَدَا لِلّٰهِ فِيْ شَيْءٍ كَمَا بَدَا لَهٗ فِيْ اِسْمَاعِيْلَ ابْنِيْ۔

ترجمہ۔ امام جعفر صادق سے روایت ہے۔ کہ انہوں نے اسماعیل کو اپنا قائم مقام اپنے پیچھے بنایا پھر اسماعیل سے کچھ ناپسندیدہ حرکت سرزد ہوئی۔ تو پھر موسیٰ کاظم کو اپنا قائم مقام بنا دیا۔ اس کی وجہ دریافت کی گئی۔ تو امام نے فرمایا اسماعیل کے متعلق خدا کو بداء ہوا۔ اور خدا کو پہلے ایسا بداء نہیں ہوا جیسا میرے بیٹے اسماعیل کے بارہ میں ہوا۔

دوسرا واقعہ امام علی نقی نے خبر دی ہے۔ کہ میرے بعد میرا بیٹا محمدؒ امام ہوگا۔ لیکن شاید خدا کو علم نہ تھا۔ کہ وہ باپ کی زندگی میں فوت ہو جائے گا جب وہ نہ ہوا تو معاذ اللہ خدا کو رائے بدلنی پڑی پھر حسن عسکری امام ہوئے۔ یہ واقعہ اصول کافی صفحہ ۲۰۲ میں مذکور ہے۔

عَنْ اَبِيْ هَاشِمٍ الْجَعْفَرِيِّ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ اَبِي الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ مَا مَضٰى ابْنُهٗ اَبُوْ جَعْفَرٍ وَاِنِّيْ لَاُفَكِّرُ فِيْ نَفْسِيْ اُرِيْدُ اَنْ اَقُوْلَ كَاَنَّهُمَا اَعْنِيْ اَبَا جَعْفَرٍ وَاَبَا مُحَمَّدٍ فِيْ هٰذَا الْوَقْتِ كَاَبِي الْحَسَنِ مُوْسٰى وَاِسْمَاعِيْلَ وَاِنَّ قِصَّتَهُمَا كَقِصَّتِهِمَا اِذْ كَانَ اَبُوْ مُحَمَّدٍ الْمُرْجٰى بَعْدَ اَبِيْ جَعْفَرٍ فَاَقْبَلَ عَلَيَّ اَبُو الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ اَنْ اَنْطِقَ فَقَالَ نَعَمْ يَا اَبَا هَاشِمٍ بَدَا لِلّٰهِ فِيْ اَبِيْ مُحَمَّدٍ بَعْدَ اَبِيْ جَعْفَرٍ مَا لَمْ يَكُنْ يُعْرَفُ لَهٗ كَمَا بَدَا لَهٗ فِيْ مُوْسٰى بَعْدَ مُضِيِّ اِسْمَاعِيْلَ مَا كَشَفَ بِهٖ عَنْ حَالِهٖ وَهُوَ كَمَا حَدَّثَتْكَ نَفْسُكَ وَاِنْ كَرِهَ الْمُبْطِلُوْنَ وَاَبُوْ مُحَمَّدٍ [illegible] ابْنِي الْخَلَفُ مِنْ بَعْدِيْ عِنْدَهٗ عِلْمُ مَا يُحْتَاجُ اِلَيْهِ وَمَعَهٗ اٰلَةُ الْاِمَامَةِ۔

(ترجمہ) ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے کہتے ہیں ابو الحسنؑ (امام نقی) کے پاس بیٹھا ہوا تھا جب انکے بیٹے ابو جعفر محمد فوت ہو گئے۔ اور میں اپنے دل میں خیال کر رہا تھا۔ اور کہنا چاہتا تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۶ پر ملاحظہ فرمائیے)

کہ محمد اور حسن عسکری کا معاملہ اس وقت موسیٰ کاظم اور اسماعیل کا سا ہے۔ ان دونوں کا واقعہ بھی ان دو کی طرح ہے۔ اچانک امام نقی میری طرف متوجہ ہو گئے۔ ابھی یہ بات کہنے نہ پایا تھا۔ اور کہا اے ابو ہاشم خدا کو ابو محمد یعنی حسن عسکری کے بارہ میں محمد کے بعد بداء ہوا۔ جو بات معلوم نہ تھی معلوم ہو گئی جیسا کہ خدا کو درباره موسیٰ کاظم اسماعیل کے بعد بداء ہوا جس سے اُن کی حقیقت ظاہر ہو گئی۔ اور یہ بات ویسی ہی ہے۔ جیسے تم نے اپنے دل میں خیال کی۔ اگرچہ بدکار لوگ اس کو ناپسند کریں۔ اور ابو محمد (حسن عسکری) میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔ اسکے پاس تمام ضرورت کی چیزوں کا علم ہے۔ اور نیز اس کے پاس آیت امامت بھی ہے۔)

اور یہ بات کہ بداء کے ماننے سے معاذ اللہ خدا کا جاہل ہونا لازم آتا ہے۔ خود علماء شیعہ نے تسلیم کرلیا ہے۔ چنانچہ مولوی ولدار علی مجتہد اعظم شیعہ نے اپنی مصنفہ کتاب اساس الاصول صلا میں تحریر کیا ہے اِعْلَمْ اَنَّ الْبَدَاءَ لَا یَنْبَغِیْ اَنْ یَّقُوْلَ بِہٖ اَحَدٌ لِاَنَّہٗ یَلْزَمُ اَنْ یَّتَّصِفَ الْبَارِیْ تَعَالٰی بِالْجَهْلِ کَمَا لَا یَخْفٰی۔ (ترجمہ) جاننا چاہیے کہ بداء کا قائل نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس سے باری تعالیٰ کا جاہل ہونا لازم آتا ہے۔

متاخرین شیعہ میں سے مولوی ولدار علی صاحب جیسے علماء مناظرین کو جب اہلسنت نے شرمندہ کیا تو کہنے لگے۔ کہ بداء کا قائل ہونا نہ چاہیے۔ لیکن شیعہ مولوی ولدار کو مانیں یا اصول کافی جیسی مستند اور مصدقہ امام مہدی کتاب حدیث کا اعتبار کریں۔ شیعہ بداء کے ماننے پر مجبور ہیں۔

ع :- آنچہ استاد ازل گفت ہماں میگویم۔ نعوذ باللہ جب حضرات شیعہ خدا کے بداء کے قائل ہو کر خدا کو جاہل بنا رہے ہیں۔ تو دوسروں کو کیا شکایت۔ ؎

سمجھ میں ہی نہیں آتی ہے کوئی ذوق بات انکی   کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

دوسرا مسئلہ تقیہ

شیعہ کا ایک مسئلہ تقیہ کا ہے۔ کتب شیعہ میں اس کی بہت تعریف کی گئی ہے اور اس کو اعلیٰ

حاشیہ صفحہ ۱۵۵ لے تعجب ہے۔ کہ حسب نوشتہ کتب شیعہ امام کی یہ علامت ہے کہ وہ بجائے رحم کے ران سے پیدا ہوئے ہیں اور اُن کی پیشانی پر آیت وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لکھی ہوئی ہوتی ہے۔ نیز رسول علیہ السلام نے حضرت علی کو بارہ لفافے سربمہر کیے نام امام لکھے ہوئے تھے۔ جو جبرئیل درگاہ الٰہی سے لائے تھے۔ پھر حضرت امام کو مغالطہ کیسے لگا اسماعیل بھی ران سے پیدا ہوئے ہوں گے۔ ان کے ماتھے پر آیت بھی لکھی ہوئی ہوگی۔ اور لفافہ میں ان کے نام کا موجود ہو گا پھر خدا کو بھی شناخت نہ ہوئی کہ پھر اعلان کرنا پڑا کہ اسماعیل نہیں بلکہ موسیٰ کاظم امام ہونگے۔ یا للعجب،

عبادت میں شمار کیا گیا ہے۔ اصول کافی صفحہ ۴۸۲ میں ہے قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَلتَّقِیَّةُ مِنْ دِیْنِیْ وَدِیْنِ اٰبَائِیْ وَلَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا تَقِیَّةَ لَهٗ (امام محمد باقر نے فرمایا ہے تقیہ میرا اور میرے باپ دادا کا دین ہے۔ اور جو تقیہ نہ کرے۔ اس کا کوئی ایمان ہی نہیں ہے۔

نیز اصول کافی صفحہ ۴۸۲ میں ہے قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَا اَبَا عُمَرَ اِنَّ تِسْعَةَ اَعْشَارِ الدِّیْنِ فِی التَّقِیَّةِ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَا تَقِیَّةَ لَهٗ (صادق علیہ السلام نے فرمایا اے ابو عمر نو حصے دین کے تقیہ میں ہیں۔ جو تقیہ نہ کرے وہ بے دین ہے۔)

اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ اتنی بڑی عبادت شیعوں کا دین و ایمان تقیہ چیز کیا ہے۔ واضح ہو کہ تقیہ کہتے ہیں خلاف حق (جھوٹ) بات کہنا۔ اور حق کا اخفاء کرنا جیسا کہ روایات ذیل سے ظاہر ہوتا ہے

اصول کافی صفحہ ۴۸۳ میں ہے عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَلتَّقِیَّةُ مِنْ دِیْنِ اللّٰهِ قُلْتُ مِنْ دِیْنِ اللّٰهِ قَالَ اِیْ وَاللّٰهِ مِنْ دِیْنِ اللّٰهِ وَلَقَدْ قَالَ یُوْسُفُ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اِنَّکُمْ لَسَارِقُوْنَ وَاللّٰهِ مَا کَانُوْا سَرَقُوْا شَیْئًا وَلَقَدْ قَالَ اِبْرَاهِیْمُ اِنِّیْ سَقِیْمٌ وَاللّٰهِ مَا کَانَ سَقِیْمًا۔ (ترجمہ) ابو بصیر سے روایت ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا تقیہ خدا کے دین سے ہے۔ راوی نے کہا کیا خدا کے دین سے ہے امام نے فرمایا ہاں اللہ خدا کے دین سے ہے۔ یوسف نے کہا۔ اے قافلہ والو تم چور ہو۔ بخدا انہوں نے کوئی چوری نہ کی تھی۔ ابراہیم نے کہا میں بیمار ہوں۔ بخدا وہ بیمار نہ تھے۔

اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ تقیہ جھوٹ بولنے کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ معاذ اللہ یوسف و ابراہیم جھوٹ بولے کہ قافلہ والوں نے کوئی سرقہ نہ کیا تھا۔ ان کو سارق کہا گیا۔ اور ابراہیم تندرست تھے جھوٹ موٹ بیمار بن بیٹھے۔

حیات القلوب جلد اول صفحہ ۴۳۷ میں ہے۔

و در چند حدیث معتبر دیگر فرمود۔ کہ تقیہ ہیچکس بہ تقیہ اصحاب کہف نمیرسد بدرستیکہ ایشاں زنار می بستند و عید ہا سے مشرکان حاضر شدند پس خدا ثواب ایشاں مضاعف گردانید

(ترجمہ) :- دوسری حدیث معتبر میں ہے۔ کہ کسی شخص کا تقیہ اصحاب کہف کے تقیہ کے برابر

لہ یہ غلط ہے کہ یوسف نے ایسا کہا۔ قرآن میں لکھا ہے۔ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اِنَّکُمْ لَسَارِقُوْنَ (ترجمہ) کسی پکارنے والے نے پکار کر کہا کہ اے قافلہ والو تم چور ہو۔ شیعہ کو قرآن دانی پر افسوس ہے۔ کہ یہ بات حضرت یوسف کی طرف منسوب کر دی۔ کیا شیعہ معذور ہیں۔ قرآن پر یقین ہوتا تو اسکو پڑھتے اور معانی سمجھتے۔ ایسا ہی ابراہیم کا یہ کہنا کہ میں بیمار ہوں ہرگز جھوٹ نہ تھا کیا ایک صادق الایمان شخص کفار کے نرغہ میں آ جائے۔ اسکا اول بحث تقیہ ہوتا ہے تعلق بالنفس سے بڑھکر بیماری کیا ہوگی۔ تو آپکا کہنا میں بیمار ہوں [illegible]

نہیں ہو سکتا کہ وہ جنیو پہنتے اور کفار کی عیدوں میں شامل ہوا کرتے تھے۔ اور خدا نے ان کا ثواب دو چند کر دیا ہے۔

اس روایت سے بوضاحت ثابت ہوا کہ تقیہ جھوٹ بولنے کو کہتے ہیں۔ بڑے تقیہ باز اصحاب کہف تھے۔ وہ یہاں تک جھوٹ بولتے تھے کہ مسلمان ہو کر جنیو پہن لیتے۔ اور شرک کر کے کفار کی عیدوں میں شامل ہو جاتے۔ اور اس کا ثواب عظیم حاصل ہوتا۔ اللہ اللہ شیعہ خود تو جھوٹ بولا کریں۔ تقیہ کا ثواب لوٹیں۔ لیکن پاک لوگوں پیغمبروں۔ اولیاؤں۔ اماموں کو تقیہ باز جھوٹ بکنے والا کہنے سے تو ہاتھ کیا کریں۔ مگر نہیں۔ ان کے دست ستم سے نہ امام بچا ہے۔ نہ ولی۔ نہ نبی۔ اس وقت رسالہ موعظہ تقیہ جس میں اقوال علامہ حائری لکھے گئے ہیں۔ میرے سامنے ہے۔ اس میں جناب امیر علیہ السلام کا تقیہ یوں درج ہے۔ فرمایا کہ اس اصول پیشتر بیان کر چکا ہوں۔ امیر المومنین حضرت علیؓ نے خلفائے ثلثہ کے زمانہ میں تقیہ کیا۔ اور ضرور تقیہ کیا کیونکہ جسطرح صدر اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے انصار و اعوان ہونے کے باوجود تقیہ کیا جناب امیرؑ نے بھی قلت[1] انصار و اعوان کے سبب خلفاء سے تقیہ کیا۔ اس تقیہ کرنے سے اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت و قوت و جرأت پر کوئی حرف نہیں وارد ہوتا تو لازماً نفس رسولؐ (علیؓ) پر جو کسی طرح پیغمبر سے کسی وصف میں بھی زیادہ نہ تھے۔ کوئی اعتراض لازم نہیں آسکتا۔ مزید براں جناب امیرؑ نے بھی محض حفاظت اسلام کیلئے اسوقت تقیہ کیا۔ اگر وہ تقیہ نہ کرتے صدر اسلام کا زمانہ تھا۔ اور مسلمانوں کی باہمی کشمکش سے اسلام خطرہ میں پڑ جاتا۔ پس علیؓ نے بنا بر مصلحت معتدہ ثلثہ کی بیعت ہرگز نہیں کی۔ اور تقیہ میں زمانہ گذار دیا۔ ہاں اگر بیعت ثلاثہ کے لئے مجبور کیا جاتا۔ تو لازماً پھر وہ مقابلہ میں ذوالفقار اٹھانے کو ترجیح دیتے۔ اور تقیہ توڑ ڈالتے۔ مگر اخبار معتبرہ کی بناء پر بیعت کیلئے وہ مجبور نہ کئے گئے۔ نہ انہوں نے تقیہ توڑا باوجود تقیہ کرنے کے بھی باعتراف اکابر علماء

[1] رسول خدا اور تقیہ۔ خدا کے لئے غور کرو۔ رسول پاک نے ہر چند کفار مکہ سے اذیتیں اٹھائیں۔ تکالیف کا سامنا ہوا اظہار حق اور اعلان کلمۃ الحق سے ذرہ بھر نہ رکے یہی وجہ ہے کہ اسلام کی اشاعت بلاد کفار میں ہو گئی۔ اور کفر و ظلمت کی تاریکی دور ہو گئی۔ اگر رسول خدا تقیہ کرتے۔ تو اسلام کس طرح پھیلتا۔ [2] قلت اعوان و انصار کا عذر فضول ہے۔ جن کے شامل حال نصرت ہوتی ہے۔ وہ قلت و کثرت اعوان کی پرواہ نہیں کرتے۔ كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ۔ یہ ساری خرابی یکطرف۔ فضل الٰہی یکطرف۔ حضرت علیؓ کے زمانہ میں تو اسلام کے نام لیوا لاکھوں کی تعداد میں تھے۔ رسول پاک کے پاس کونسی فوج تھی جب آپ نے ابتداء میں کفار کے سامنے کلمۃ الحق توحید الٰہی کا اعلان کیا۔ پھر جناب امیرؑ جیسا کہ نہج البلاغت میں کہا ہے سارے جہان سے مقابلہ کی طاقت رکھتے تھے۔ اور حکومت بھی ان کے اختیار میں تھی پھر تقیہ کرنے کی

المنت علیؓ نے سیرت ثلثہ پر عمل نہیں کیا۔ بلکہ عمل کرنے سے انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ جناب امیرؑ کی خلافت ظاہری کا زمانہ آیا۔ اور آپ نے دوران خلافت میں اصحابؓ ثلثہ کے رخنے ڈالے ہوئے اسلام سے سب زائل کر دیئے۔ اور اس کو از سر نو احیاء کیا۔

مسئلہ تقیہ کی ایجاد

موجدان مذہب شیعہ نے جب یہ دیکھا کہ جناب امیرؑ کے خطبات اور ائمہ اہلبیتؑ کے اقوال سے اصحابؓ ثلاثہ کی تعریف بیحد پائی جاتی ہے۔ اور جناب امیرؑ عہد خلافت اصحابؓ ثلثہ میں ان کے وزیر و مشیر رہے۔ اور ہر معاملہ میں ان کے مشیر با تدبیر رہے۔ انکے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔ مال غنیمت سے حصہ لیتے رہے۔ اور ماہانہ وظائف نقد و جنس حاصل کرتے رہے۔ پھر کسطرح یقین کیا جائے کہ اصحابؓ ثلاثہ سے وہ ناراض اور ان کی خلافت کو وہ ناجائز سمجھتے تھے۔ اس کے جواب کیلئے انہوں نے مسئلہ تقیہ ایجاد کیا۔ کہ یہ سب کچھ جناب امیرؑ اور اہلبیتؑ کا تقیہ تھا۔ اور بیحد فضیلت رکھتا ہے۔ اور دین کے دس اجزاء میں سے ۹ اجزاء تقیہ میں ہیں۔ اور تمام ائمہ بلکہ انبیاء علیہم السلام کا دین و ایمان تقیہ ہی تھا۔ چلو چھٹی ہوئی جاہل مریدوں کی تسکین خاطر کے لئے تقیہ کی پڑیا کافی ہے۔ یہاں تک کہہ دیا۔ کہ ائمہ اہلبیت نے فرمایا ہے کہ دین حق ظاہر کرنے کے لئے نہیں۔ بلکہ چھپانے کے لئے ہوتا ہے۔ اصول کافی ص ۴۸۵ میں ہے کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے اپنے ایک خاص شیعہ کو یوں فرمایا۔

يَا سُلَيْمَانُ إِنَّكُمْ عَلَىٰ دِينٍ مَنْ كَتَمَهُ أَعَزَّهُ اللَّهُ وَمَنْ أَذَاعَهُ أَذَلَّهُ اللَّهُ۔

ترجمہ: اے سلیمان تم ایسے دین پر ہو کہ جو اس کو چھپائے۔ اللہ اس کو عزت دیگا۔ اور جو اس کو ظاہر کرے خدا اس کو ذلیل کرے گا۔

دوسری جگہ اسی کتاب کے ص ۴۸۶ میں ہے۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ أَذَاعَ عَلَيْنَا شَيْئًا مِنْ أَمْرِنَا كَمَنْ قَتَلَنَا عَمْدًا وَلَمْ يَقْتُلْنَا خَطَأً۔ (ترجمہ) امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ جو شخص ہمارے مذہب میں سے کچھ ظاہر کرے۔ گویا اس نے ہمیں عمداً قتل کر دیا نہ غلطی سے۔

نیز کتاب مذکور کے ص ۴۸۵ میں ہے کہ مَنْ أَذَاعَ عَلَيْنَا حَدِيثًا سَلَبَهُ اللَّهُ الْإِيمَانَ۔

ترجمہ: امام صادق نے فرمایا جو ہماری حدیث کو ظاہر کرے خدا اس کا ایمان چھین لیتا ہے۔

ہر ایک عاقل ذی بصیرت سمجھ سکتا ہے۔ کہ یہ حدیثیں یار لوگوں کی گھڑی ہوئی ہیں۔ ورنہ ائمہ دین

(بقیہ ص ۱۵۸) [3] شیعہ کی کتب معتبرہ اصول و فروع کافی۔ جلاء العیون۔ حملہ حیدری میں تصریح ہے۔ (باقی ص ۱۶۲ پر)

ایسا کیوں کہیں۔ کہ حق کے اظہار سے ایمان جاتا رہتا ہے۔ اور مذہب اور دین کی اشاعت موجب قہر الٰہی اور اس کا کتمان باعث خوشنودی خدا ہے۔ اور ائمہ حدیث یا ان کا مذہب ظاہر کر دینا ایسا ہے جیسا ان کو عمداً قتل کر دینا۔ ہاں یہ درست ہے۔ کہ روافض کا مذہب ضرور چھپانے کے قابل ہے۔ اس کی تشہیر باعث فتنہ و فساد اور امن عامہ میں خلل اندازی کا موجب ہے۔ اور مذہب روافض ہرگز ہرگز مذہب اہلبیت نہیں ہو سکتا۔ بھلا جس مذہب میں امہات المومنین (ازواج رسول) کو گالیاں دینا ان کو لعنت تبرا بھیجنا جائز بلکہ داخل عبادت ہو۔ وہ کبھی اہل حق کا مذہب کہلا سکتا ہے؟ شاعر نے خوب کہا ہے۔ ؎

رکھیں جو خلاف بغض و حسد امت کی ماؤں سے — انہیں پھر آب کوثر شیر مادر ہو نہیں سکتا

تیسرا مسئلہ متعہ

شیعہ حضرات کے مسائل کا کیا کہنا۔ ع۔ جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی۔ ہر ایک مسئلہ نرالا اور ہر ایک معقول اعجوبہ روزگار ہے۔ انہی مسائل میں سے ایک عجیب و غریب مسئلہ متعہ کا ہے۔ متعہ کی فضیلت میں مستقل رسالے تصنیف کئے گئے ہیں۔ اور اس کا اس قدر ثواب بیان کیا گیا ہے کہ فاعل اور مفعول صرف اسی قدر کیا لینے سے کلی جنت کے مالک ہو سکتے ہیں۔ روایات ذیل ملاحظہ ہوں۔

فضائل متعہ

(۱) تحفۃ العوام جلد ۲ صفحہ ۲۷۱ میں فرمایا۔ جو شخص متعہ کرے عمر میں ایک مرتبہ وہ اہل بہشت سے ہے۔ دوسری حدیث میں ہے۔ کہ عذاب نہ کیا جائے گا۔ وہ مرد اور وہ عورت کہ متعہ کر لے۔

بقیہ صفحہ ۱۵۹ کہ جناب امیرؓ کے گلے میں رسی ڈال کر بیعت کے لئے ابوبکرؓ کے پاس لے گئے اور آپ نے مجبوراً بیعت کی۔ کیا یہ سب روایات جھوٹی ہیں؟ حائری کے پاس اس کے خلاف کونسی روایت معتبر موجود ہے۔ ــــه حاشیہ صفحہ ۱۵۹ فروع کافی کتاب الروضہ صفحہ ۲۹ میں تصریح ہے۔ کہ حضرت علیؓ نے فرمایا پہلے خلفاء کے دستور العمل کو اگر میں تبدیل کرنا چاہوں۔ تو لوگ مجھ سے متنفر ہو جائیں گے۔ اسی لئے میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا۔ کیا جناب امیرؓ جھوٹے ہیں۔ یا سید علی حائری اس کی تفصیل ہماری کتاب صفحہ ۲۴۰ پر ملاحظہ ہو جس سے حائری صاحب کی تاویلات کی قلعی کھل جاتی ہے۔ (احقر مظہر حسین غفرلہ)

(۲) برہان المتعہ مؤلفہ سید ابو القاسم والد علامہ سید علی حائری مطبوعہ نیو امپیریل پریس لاہور کے صفحہ ۵ میں ہے۔ قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَا مِنْ رَجُلٍ تَمَتَّعَ ثُمَّ اغْتَسَلَ اِلَّا خَلَقَ اللّٰہُ مِنْ کُلِّ قَطْرَۃٍ تَقْطُرُ مِنْہُ سَبْعِیْنَ مَلَکًا یَسْتَغْفِرُوْنَ لَہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔ (ترجمہ) امام صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص متعہ کرے پھر غسل جنابت کرے پانی کے ہر قطرہ سے جو اس کے بدن سے گرے خدا تعالیٰ ستر فرشتے پیدا کرتا ہے جو اس متعی شخص کے لئے قیامت تک مغفرت مانگتے رہتے ہیں۔

(۳) الیاسی منہج الصادقین صفحہ ۴۵۶ میں ہے قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّۃً اَمِنَ سَخَطَ اللّٰہِ الْجَبَّارِ وَمَنْ تَمَتَّعَ مَرَّتَیْنِ حُشِرَ مَعَ الْاَبْرَارِ وَمَنْ تَمَتَّعَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ صَاحَبَنِیْ فِی الْجِنَانِ۔ (ترجمہ) نبی علیہ السلام نے فرمایا جو ایک مرتبہ متعہ کرے۔ خدا کے قہر سے نجات ملے جو دو مرتبہ کرے اس کا حشر نیک لوگوں (پیغمبروں۔ اماموں۔ ولیوں) کے ساتھ ہوگا جو تین مرتبہ متعہ کرے وہ رسول پاک کے ساتھ جنت میں داخل ہوگا۔)

(۴) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّۃً وَاحِدَۃً عُتِقَ ثُلُثُہٗ مِنَ النَّارِ وَمَنْ تَمَتَّعَ مَرَّتَیْنِ عُتِقَ ثُلُثَاہُ مِنَ النَّارِ وَمَنْ تَمَتَّعَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ عُتِقَ کُلُّہٗ مِنَ النَّارِ۔ (ترجمہ) رسول اللہ نے فرمایا۔ جو ایک دفعہ متعہ کرے۔ اس کے بدن کا تیسرا حصہ آتش دوزخ سے آزاد ہو جاتا ہے۔ جو دو دفعہ کرے اس کے دو ثلث اور جو تین مرتبہ کرے اس کا تمام بدن آتش دوزخ سے آزاد ہو جاتا ہے۔

(۵) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّۃً دَرَجَتُہٗ کَدَرَجَۃِ الْحَسَنِ وَمَنْ تَمَتَّعَ مَرَّتَیْنِ دَرَجَتُہٗ کَدَرَجَۃِ الْحُسَیْنِ وَمَنْ تَمَتَّعَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ دَرَجَتُہٗ کَدَرَجَۃِ عَلِیٍّ وَمَنْ تَمَتَّعَ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ دَرَجَتُہٗ کَدَرَجَتِیْ۔ (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایک دفعہ متعہ کرے درجہ امام حسن کا پا لے۔ اور جو دو دفعہ متعہ کرے تو درجہ امام حسین کا حاصل ہو۔ تین دفعہ کرنے سے حضرت علی کا رتبہ ملے۔ چار دفعہ کرنے سے رسول پاک کا ہم رتبہ ہو جائے۔ (ایسا شیعہ کی معتبر تفسیر منہج الصادقین صفحہ ۴۵۶ میں ہے۔)

سبحان اللہ شیعہ مذہب میں متعہ مبارک میں کس قدر فضیلت ہے۔ نہ ایسی فضیلت نماز روزہ حج نہ زکوٰۃ نہ دیگر عبادات کی ہے۔ کہ حسب روایت نمبر ۱ عمر بھر میں ایک دفعہ متعہ کر لینے سے بہشت کا ٹھیکہ مل جاتا ہے۔ اور جو مرد یا عورت متعہ جیسا کار ثواب کر لے۔ عذاب دوزخ سے نجات مل جائے اور حسب روایت نمبر ۲ متعہ کنندہ جب غسل کرتا ہے۔ تو اس کے بدن سے جو لے تعداد

قطرات پانی کے گرتے ہیں۔ ایک قطرہ سے ستر ستر فرشتے پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو قیامت تک اس نیک مرد متعہ کنندہ کے لئے خدا سے طلب مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ بموجب روایت نمبر ۳ ایک دفعہ یہ فعل نیک متعہ کرنے سے غضب الٰہی سے امان ملجاتی ہے۔ دو دفعہ یہ عمل کرنے سے حشر مع الابرار (صدیقین۔ شہداء۔ انبیاء) ہونے کا مستحق ہو جاتا ہے۔ تیسری دفعہ عمل متعہ کو بجا لانے سے ترجنت کا وہ درجہ مل جاتا ہے۔ جو نبی آخر الزمان کیلئے مخصوص ہے۔ بقول روایت نمبر ۴ ایک دفعہ متعہ کرنے سے بدن کی تہائی دو دفعہ کرنے سے دو تہائی تین دفعہ کرنے سے تمام بدن پر آتش دوزخ حرام ہو جاتی ہے۔ بمطابق روایت نمبر ۵ متعہ کی اتنی بڑی فضیلت ہے۔ کہ ایک دفعہ متعہ کرنے سے حسنؓ کا۔ دو مرتبہ کرنے سے امام حسینؓ کا تین دفعہ کرنے سے حضرت علیؓ کا اور چار دفعہ کرنے سے رسولؐ کا درجہ مل جاتا ہے۔ پھر نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ اور دیگر عبادات کرنے کی کیا ضرورت جن میں بدنی و مالی تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں۔ پس چار دفعہ کار ثواب (متعہ) کرلیا جائے۔ ہم خرما و ہم ثواب خط النفس بھی حاصل ہو۔ اور بہشت بھی مل جائے۔ نار جہنم کا کھٹکا نہ رہے۔ امام حسنؓ۔ امام حسینؓ۔ علیؓ رسولؐ پاک کے ہم رتبہ ہو کر نعیم جنت کے مزے لوٹے۔ کیا کوئی شخص ایک منٹ کے لئے بھی مان سکتا ہے۔ کہ یہ بیہودہ روایات جو ائمہ دین کیطرف منسوب کیجاتی ہیں فی الواقع ان کے ہی اقوال ہیں۔ یہ عجیب بات ہے۔ کہ ایک شخص شہوت رانی کی غرض سے ایسے فعل قبیح کا ارتکاب کرے اور وہ جنت الفردوس کا مالک بنجائے۔ اور اماموں اور انبیاء کا ہم رتبہ ہو جائے۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا۔ ایسے اقوال کا ائمہ اہلبیت کیطرف منسوب کرنا عترت الرسول کی بہت بڑی ہتک ہے۔ اعاذنا اللہ منہ،

افسوس ہے کہ متعہ جیسا فحش مسئلہ اسلام کا ایک فرقہ ایجاد کرکے دامن اسلام پر ایک بدنما دھبہ لگاتا ہے۔ ہم آریہ کے خلاف مسئلہ نیوگ کے متعلق اعتراض کرتے ہیں۔ آریہ اس کے جواب میں متعہ کا مسئلہ پیش کر دیتے ہیں۔ بتائیے۔ اس کا کیا جواب دیا جا سکتا ہے؟

متعہ کیا چیز ہے؟

متعہ فی الحقیقت زنا ہے۔ جس کا نام صرف تبدیل کیا گیا ہے۔ اور اوصاف ساری وہی ہیں کیونکہ متعہ میں گواہ رکھنے کی ضرورت نہیں۔ توریث بھی نہیں۔ تعداد بھی معین نہیں جتنی عورتوں سے

چاہے متعہ کر سکتا ہے۔ جیسا زانی خرچی مقرر اور وقت معین کیا جاتا ہے۔ ایسا ہی متعہ میں بھی پیشہ ور عورتیں بے حجاب بازاروں میں پھرتی ہیں۔ اسیطرح ممتوعہ عورت کو بھی پردہ کی ضرورت نہیں ہے۔

اُجرت مُتعہ:۔ بازاری عورتوں کی اجرت خرچی چار آٹھ آنہ یا روپیہ دو روپیہ مقرر کی جاتی ہے۔ لیکن ممتوعہ عورت کی اجرت و خرچی حسب روایات کتب شیعہ مٹھی بھر گیہوں یا ستو یا کھجور وغیرہ کافی ہے۔ فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹۲ میں ہے۔ عَنِ الْاَحْوَلِ قُلْتُ لِاَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ اَدْنٰى مَا تَزَوَّجُ بِهِ الْمُتْعَةَ قَالَ كَفٌّ مِنْ بُرٍّ (راوی نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا۔ کہ متعہ کی کم درجہ اجرت کیا ہے۔ آپ نے کہا مٹھی بھر گیہوں (۲) دوسری روایت اسی کتاب کے ۱۹۴ میں ہے۔ عَنْ اَبِيْ بَصِيْرٍ قَالَ سَئَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ اَدْنٰى مَهْرِ الْمُتْعَةِ مَا هُوَ قَالَ كَفٌّ مِنْ طَعَامٍ دَقِيْقٍ اَوْ سَوِيْقٍ اَوْ تَمْرٍ۔ (ابو بصیر کہتا ہے میں نے صادق سے دریافت کیا کہ متعہ میں ادنیٰ مہر کیا ہے؟ کہا مٹھی بھر طعام آٹا یا ستو یا کھجور)

بے تعداد عورتوں سے مُتعہ ہو سکتا ہے

نکاح چار عورتوں سے زائد نہیں ہو سکتا ہے۔ لیکن متعہ عام اجازت ہے۔ خواہ ہزار عورتوں سے متعہ کرے ممانعت نہیں ہے۔ عَنْ اَبِيْ بَصِيْرٍ قَالَ سُئِلَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الْمُتْعَةِ اَهِيَ مِنَ الْاَرْبَعِ قَالَ لَا وَلَا مِنَ السَّبْعِيْنَ۔ فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹۱) ابو بصیر کہتا ہے۔ صادق علیہ السلام سے متعہ کے بارے میں دریافت کی گئی کہ کیا چار عورتوں سے ہی متعہ ہو سکتا ہے۔ کہا چار کیا بلکہ بلکہ ستر کی بھی حد نہیں ہے۔

عَنْ زُرَارَةَ اِبْنِ اَعْيَنَ قَالَ مَا يَحِلُّ مِنَ الْمُتْعَةِ قَالَ كَمْ شِئْتَ (زرارہ نے امام علیہ السلام سے پوچھا کتنی عورتوں سے متعہ ہو سکتا ہے کہا جتنا جی چاہے۔

ایک عورت سے بار بار مُتعہ

ایک عورت کو نکاح کرکے طلاق مثلثہ دی جائے۔ تو دوبارہ اس سے نکاح نہیں ہو سکتا لیکن

متعہ کے متعلق عام اجازت ہے۔ ایک عورت سے کئی بار متعہ کیا جا سکتا ہے۔

عن زرارة عن ابي جعفر عليه السلام قال قلت له جعلت فداك الرجل يتزوج المتعة وينقضي شرطها ثم يتزوجها رجل آخر حتى بانت منه ثم يتزوجها الاول حتى بانت منه ثلاثا وتزوجت ثلاثة ازواج يحل للاول ان يتزوجها قال نعم كم شاء ليس هذه مثل الحرة هذه مستاجرة وهي بمنزلة الاماء

ترجمہ: زرارہ کہتا ہے میں نے امام باقر علیہ السلام سے کہا میں آپ پر قربان کوئی شخص متعہ کرے اور اس کی شرط پوری ہو جائے پر دوسرا شخص اس سے متعہ کرے حتیٰ کہ اس سے قطع تعلق ہو جائے پھر اس سے متعہ کرے حتیٰ کہ تین دفعہ اس سے قطع تعلق ہو۔ اور تین خاوند کر چکی ہو۔ کیا پہلا شخص اس سے متعہ کر سکتا ہے؟ آپ نے کہا جتنی دفعہ جی چاہے متعہ کیا کرے۔ یہ آزاد اور اصیل عورت جیسی نہیں۔ بلکہ کرایہ کی عورت اور لونڈیوں کی جا بجا ہے۔

متعہ دوریہ

حضرات شیعہ نے متعہ کے متعلق ایک اور لطیف صورت یہ پیدا کی ہے۔ کہ ایک ایک عورت سے ایک رات میں دس بیس آدمی مل کر متعہ کریں۔ اور یکے بعد دیگرے سب سے ہم بستر ہو۔ اگر وہ عورت ایسی ہو کہ اس کا حیض بند ہو چکا ہے۔ تو یہ متعہ دوریہ بھی جائز ہے۔ چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری نے کتاب مصائب النواصب میں تحریر کیا ہے۔ واما تاسعا فلان ما نسبه الى اصحابنا من انهم جوزوا ان يتمتع الرجال المتعدد دون ليلة واحدة من امراة سواء كانت من ذوات الاقراء ام لا فمما خان في بعض قيوده وذلك ان الاصحاب قد خصوا ذلك بالآيسة لا بغيرها من ذوات الاقراء (ترجمہ) مصنف نواقض الروافض نے جو ہمارے اصحاب کی طرف منسوب کیا ہے۔ کہ اس بات کو جائز رکھتے ہیں۔ کہ بہت سے اشخاص ایک رات ملکر ایک عورت سے متعہ کریں۔ وہ حیض والی ہو یا آئسہ ہو۔ اس میں خیانتاً بعض قیود چھوڑ دی گئی ہیں۔ کیونکہ ہمارے اصحاب نے اس کو اس عورت کیساتھ مختص کر دیا ہے جس کو حیض نہ آتا ہو۔ نہ یہ کہ جس سے چاہے متعہ کرے۔

بہر حال عورت آئسہ ہی کیوں نہ ہو۔ ایک رات میں ایک عورت سے بے تعداد اشخاص کا متعہ

کرنا کتنا بڑا بے حیائی کا فعل ہے جس کو حضرات شیعہ جائز سمجھتے ہیں۔

ایک بیہودہ حکایت

دلدادگان متعہ نے اس بارہ میں عجیب و غریب حکایتیں وضع کی ہیں۔ اور یہ بھی خیال نہیں کیا۔ کہ ایسی بیہودہ حکایات سے ائمہ اہلبیت کی کہاں تک ہتک و توہین ہوتی ہے۔

فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹۱ میں ہے۔ جاء عبد الله بن عمير الليثي الى ابي جعفر فقال له ما تقول في متعة النساء فقال احلها الله في كتابه وعلى لسان نبيه فهي حلال الى يوم القيامة فقال يا ابا جعفر مثلك يقول هذا وقد حرمها عمر ونهى عنها فقال وان كان فعل فقال اعيذك بالله من ذلك ان تحل شيئا حرمه عمر قال فقال له فانت على قول صاحبك وانا على قول رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الاعنك ان القول ما قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وان الباطل ما قال صاحبك قال فاقبل عبد الله بن عمير فقال ايسرك ان نساءك وبناتك واخواتك وبنات عمك يفعلن قال فاعرض عنه ابو جعفر عليه السلام حين ذكر نساءه وبنات عمه۔

ترجمہ: ابن عمیر لیثی نے امام باقر علیہ السلام سے متعہ کا مسئلہ دریافت کیا۔ تو انہوں نے کہا خدا نے اپنی کتاب میں اور اپنے رسول کی زبان سے حلال کیا ہے۔ پس وہ قیامت تک حلال ہے۔ ابن عمیر نے کہا۔ آپ جیسا امام یہ بات کہے۔ حالانکہ عمرؓ نے اس کی حرمت کا فتویٰ دیدیا ہے۔ آپ سے یہ زیبا نہیں کہ جس چیز کی حرمت عمرؓ نے بیان کی ہو اسے آپ حلال کریں۔ امام باقر نے کہا۔ تو عمرؓ کے قول پر ہے میں رسول اللہ کے قول پر کاربند ہوں گا۔ پہلی بات قول رسول ہے۔ اور تیرے صاحب عمرؓ کا قول باطل ہے۔ ابن عمیرؓ نے کہا۔ کیا آپ کو یہ بات پسند ہے۔ کہ آپ کی عورتیں۔ لڑکیاں بہنیں۔ پھوپھیاں۔ یہ فعل کریں۔ امام باقر نے یہ بات سن کر اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔

ہم دعویٰ سے کہتے ہیں۔ کہ یہ قصہ یار لوگوں کا وضع کیا ہوا اور محض غلط ہے۔ اگر امام باقر معاذ اللہ متعہ کی حلت کے اس قدر قائل تھے کہ اس کو سنت رسول اور قیامت تک جائز سمجھتے تھے۔ تو پھر عورتوں کا سوال آجانے سے کیوں خفگی آجاتی۔ کہ بات ہی منقطع ہو گئی۔ اور کوئی جواب نہ بن پڑا۔

یہ عجیب بات ہے کہ جو فعل مردوں کے لئے قیامت تک حلال اور موجب ثواب ہو وہ عورتوں کے لئے باعث شرم و عار ہو۔ کوئی حکم اسلام میں ایسا نہیں ہے کہ جو ذکور کے لئے مباح اور اناث کے لئے حرام ہو۔ بالعکس اس سے صاف ثابت ہے۔ کہ متعہ عورت و مرد کے لئے یکساں حرام ہے نہ عقل اس کو درست سمجھتی ہے۔ نہ نقل سے اس کا کوئی ثبوت ہے۔

اسی طرح اس کتاب میں ص۱۱۹ پر ایک دوسری حدیث میں دربارہ متعہ امام باقر علیہ السلام اور امام ابوحنیفہؒ کے مابین مکالمہ درج کیا گیا ہے۔ مضمون ہر دو حدیث کا قریباً ایک ہی قسم کا ہے۔ اس لئے اس کا اندراج ضروری نہیں سمجھا گیا۔

مُتعہ سے مُمانعت

دوسری جگہ فروع کافی جلد۲ ص۱۹۲ میں ایک حدیث ہے جس سے متعہ کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ عَنِ الْمُفَضَّلِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَقُوْلُ فِی الْمُتْعَۃِ دَعُوْھَا اَمَا یَسْتَحْیِیْ اَحَدُکُمْ اَنْ یُرٰی فِیْ مَوْضِعِ الْعَوْرَۃِ فَیَحْمِلُ ذٰلِکَ عَلٰی صَالِحِیْ اِخْوَانِہٖ وَاَصْحَابِہٖ (مفضل کہتا ہے میں نے امام صادق علیہ السلام سے سنا۔ وہ فرماتے تھے۔ متعہ چھوڑ دو کیا تمہیں شرم نہیں آتی۔ کہ کوئی شخص عورت کی شرمگاہ دیکھے اور اس کا ذکر اپنے بھائیوں اور احباب سے جا کر کرے۔)

نیز اسی کتاب میں اسی ص۱۹۲ پر درج ہے۔ کَتَبَ اَبُو الْحَسَنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِلٰی بَعْضِ مَوَالِیْہِ لَا تُلِحُّوْا عَلَی الْمُتْعَۃِ اِنَّمَا عَلَیْکُمْ اِقَامَۃُ السُّنَّۃِ فَلَا تَشْتَغِلُوْا بِھَا عَنْ فُرُشِکُمْ وَحَرَائِرِکُمْ فَیَکْفُرْنَ وَیَتَبَرَّیْنَ وَیَدْعِیْنَ عَلَی الْاٰمِرِ بِذٰلِکَ فَیَلْعَنُوْنَا (فروع کافی جلد۲ ص۱۹۲)

(ترجمہ) حضرت ابوالحسن نے اپنے بعض خدام کو کہا کہ متعہ پر اصرار مت کرو۔ صرف سنت بجا لاؤ۔ اور اس میں مصروف مت ہو جاؤ۔ تاکہ تم اپنی منکوحہ عورتوں اور کنیزوں سے ہٹ جاؤ۔ اور وہ معطّل رہیں۔ اور پاکباز رہ کر ہماری دامنگیر ہوں۔ اور ہمیں (اس وجہ سے کہ حکم متعہ دیا ہے۔) لعنت کریں۔

دوسری حدیث میں متعہ کے اصرار کی ممانعت ہے۔ اور پہلی حدیث میں کلی ممانعت ہے۔ اور یہ بات کہ احادیث شیعہ میں۔ اسقدر تعارض و تخالف ہے۔ کہ معلوم نہیں ہو سکتا۔ کہ کونسا حکم درست اور کونسا درست نہیں ہے۔ ایک تشریح طلب امر ہے۔ جس کو ہم اپنے موقعہ پر بیان کریں گے۔

غرض متعہ جیسا مخرب اخلاق حیاسوز مسئلہ اسلام کا مسئلہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ بندگان

نفس و ہوا کو اس سے کیسی ہی دلچسپی کیوں نہ ہو۔ شاعر کہتا ہے۔

مطلوب ہے کہ سیم تنوں سے وصال ہو ... مذہب وہ چاہیئے کہ زنا بھی حلال ہو

چوتھا مسئلہ انبیاء پر ائمہ کی فضیلت

یہ مسلم ہے کہ نبی کے درجہ کو غیر نبی نہیں پہنچ سکتا۔ خواہ کیسا ہی غوث قطب۔ ولی۔ امام ہو لیکن شیعہ کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ ائمہ اہلبیتؑ جمیع انبیاء سے افضل ہیں۔ چنانچہ حق الیقین اردو ص۵۵ میں ہے۔ اکثر علماء شیعہ کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ حضرت امیرؑ اور دیگر ائمہ طاہرین جمیع انبیاء سے افضل ہیں۔

پانچواں مسئلہ: شیعہ کا اعتقاد ہے کہ جناب امیرؑ و دیگر ائمہ خدا کی زبان منہ۔ آنکھ۔ ہاتھ اور جنب اللہ (خدا کی پسلی ہیں) اصول کافی ص۸۳ میں ہے۔ عَنْ اَسْوَدَ بْنِ سَعِیْدٍ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ اَبِیْ جَعْفَرٍ فَاَنْشَأَ یَقُوْلُ اِبْتِدَاءً مِنْہُ مِنْ قَبْلِ اَنْ اَسْأَلَہٗ نَحْنُ حُجَّۃُ اللّٰہِ وَنَحْنُ بَابُ اللّٰہِ وَنَحْنُ لِسَانُ اللّٰہِ وَنَحْنُ وَجْہُ اللّٰہِ وَنَحْنُ عَیْنُ اللّٰہِ فِیْ خَلْقِہٖ وَنَحْنُ وُلَاۃُ اَمْرِ اللّٰہِ فِیْ عِبَادِہٖ (اسود بن سعید کہتا ہے۔ میں امام باقر علیہ السلام کے ہاں بیٹھا تھا۔ وہ خود ہی کہنے لگے بغیر اس کے میں نے دریافت کیا ہو۔ ہم خدا کی حجت ہیں۔ ہم خدا کا دروازہ ہیں۔ ہم خدا کی زبان اور خدا کا منہ اور خدا کی آنکھ ہیں۔ اسی کی مخلوق میں۔ اور ہم خدا کے امر کے اس کے بندوں میں مختار کار ہیں۔)

اس کتاب کے اسی صفحہ پر ہے۔ حَدَّثَنِیْ ھَاشِمُ بْنُ اَبِیْ عَمَّارٍ الْجَنْبِیُّ قَالَ سَمِعْتُ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ یَقُوْلُ اَنَا عَیْنُ اللّٰہِ وَاَنَا یَدُ اللّٰہِ وَاَنَا جَنْبُ اللّٰہِ وَاَنَا بَابُ اللّٰہِ (ہاشم بن ابی عمار کہتا ہے میں نے امیر المومنین سے سنا کہتے تھے۔ ہم خدا کی آنکھ۔ اس کے ہاتھ اس کے پہلو اور خدا کے دروازہ ہیں۔)

چھٹا مسئلہ: اگرچہ اسلام کا یہ مسلم عقیدہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ اس کے خلاف حضرت علیؓ کو رسول کے ہم رتبہ بلکہ ان سے بھی افضل سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اصول کافی ص۱۱۱ میں ہے۔ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ یَا سُلَیْمَانُ مَا جَاءَ مِنْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُؤْخَذُ بِہٖ وَمَا یَنْھٰی عَنْہُ یُنْتَھٰی عَنْہُ جَرٰی لَہٗ مِنْ فَضْلِ مَا جَرٰی لِرَسُوْلِ اللّٰہِ (صادق نے فرمایا

اے سلیمان جو امیر المومنین حکم دیں اس پر عمل کرو جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔ علیؑ کو وہی فضیلت حاصل ہے جو رسولؐ کو ہے۔

پھر اسی صفحہ کتاب مذکور میں لکھا ہے۔ قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنَا قَسِیْمُ اللّٰہِ بَیْنَ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ وَاَنَا الْفَارُوْقُ الْاَکْبَرُ وَاَنَا صَاحِبُ الْعَصَا وَالْمِیْسَمِ وَلَقَدْ اَقَرَّتْ لِیْ جَمِیْعُ الْمَلٰئِکَۃِ وَالرُّوْحُ بِمِثْلِ مَا اَقَرَّتْ لِمُحَمَّدٍ وَلَقَدْ حُمِلْتُ عَلٰی مِثْلِ حَمُوْلَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَھِیَ حَمُوْلَۃُ الرَّبِّ وَاِنَّ مُحَمَّدًا یُدْعٰی وَیُکْسٰی وَیُسْتَنْطَقُ وَاُدْعٰی فَاُکْسٰی وَاُسْتَنْطَقُ فَاَنْطِقُ عَلٰی حَدِّ مَنْطِقِہٖ وَلَقَدْ اُعْطِیْتُ خِصَالًا لَمْ یُعْطَھُنَّ اَحَدٌ قَبْلِیْ عُلِّمْتُ عِلْمَ الْمَنَایَا وَالْبَلَایَا وَالْاَنْسَابِ وَفَصْلَ الْخِطَابِ فَلَمْ یَفُتْنِیْ مَا سَبَقَنِیْ وَلَمْ یَعْزُبْ عَنِّیْ مَا غَابَ عَنِّیْ اُبَشِّرُ بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاُؤَدِّیْ عَنِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ کُلُّ ذٰلِکَ مَکَّنَنِیَ اللّٰہُ فِیْہِ بِاِذْنِہٖ (ترجمہ) امیر المومنین نے فرمایا میں خدا کی طرف سے جنت و دوزخ کی تقسیم کا مالک ہوں۔ میں فاروق اعظم ہوں۔ اور صاحب عصا اور میسم ہوں۔ تمام ملائکہ و ارواح نے اسی طرح میرا اقرار کیا۔ جیسا کہ رسولؐ کا انہوں نے اقرار کیا۔ مجھے اسی سواری پر سوار کیا گیا۔ جو رسول کی سواری من جانب اللہ تھی۔ محمد صلعم بلائے جائیں گے اور پوشاک پہنائے جائیں گے۔ اور کلام کئے جائیں گے۔ اسی طرح میں بھی پکارا جاؤں گا۔ اور پوشاک پہنایا جاؤں گا۔ اور بلایا جاؤں گا۔ اور کلام کروں گا کلام رسول کی طرح۔ میں پانچ چیزیں دیا گیا ہوں۔ جو کسی کو مجھ سے پہلے نہیں دی گئیں مجھے موتوں۔ مصیبتوں۔ نسبوں۔ فیصلہ حق کے علوم دئے گئے ہیں۔ پہلی باتیں مجھ سے چھپی نہیں رہیں۔ اور نہ غیبی امور مجھ سے مخفی ہیں میں خدا کے حکم سے بشارت دونگا۔ اور خدا کی طرف سے سب کچھ پورا کروں گا۔ ان تمام امور کا مجھے خدا نے کلی اختیار دیدیا ہے)

ان روایات سے ثابت ہے کہ فضیلت میں رسولؐ اور علیؑ میں کچھ فرق نہیں ہے۔ پہلی روایت میں صاف کہا گیا ہے۔ کہ جملہ فضائل رسول اور علیؑ کو حاصل ہیں۔ دوسری میں تشریح کر دی گئی ہے۔ کہ جو خصوصیات رسول اکرم کی ہیں ان میں علیؑ ان کے شریک ہیں۔ بلکہ علوم خمسہ کے حاصل ہونے میں رسولؐ سے علی کا نمبر فائق ہو گیا۔

بحار الانوار جلد ۵ صفحہ ۵۱۱ میں ہے۔ ایک راوی نبی صلعم سے نقل کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت نے حضرت علیؑ سے فرمایا۔ اے علی تمہارے لئے بہت سی چیزیں ہیں۔ کہ ان جیسی میرے لئے بھی نہیں ہیں۔ اول یہ کہ فاطمہ جیسی تمہاری بیوی ہے۔ حالانکہ اس جیسی بیوی میرے لئے نہیں ہے۔ اور تمہارے نطفہ سے تمہارے

ــــــــــ

ف سبحان اللہ اثبات فضیلت علی کیلئے موبدان مذہب شیعہ نے کیسا عجیب استدلال قائم کیا ہے۔ (باقی صفحہ ۱۶۹ پر)

بیٹے ہیں کہ ان جیسے میرے نطفہ سے نہیں ہیں۔ اور خدیجہؓ جیسی تمہاری ساس ہیں۔ ایسی میری کوئی ساس نہیں ہے۔ اور مجھ جیسا تمہارا خسر ہے۔ حالانکہ میرا کوئی خسر نہیں ہے۔ اور جعفر جیسے تمہارے نسبی بھائی ہیں۔ حالانکہ اس جیسا میرا کوئی نسبی بھائی نہیں ہے۔ اور فاطمہ بنت اسد ہاشمیہ مہاجرہ جیسی تمہاری والدہ ہیں۔ ان جیسی میری والدہ نہیں ہے۔

ساتواں مسئلہ: یہ مانا ہوا مسئلہ ہے۔ کہ قبض ارواح خاصہ خالق الارواح جل شانہٗ ہے۔ اور ملائکہ اس کام پر مامور ہیں۔ لیکن شیعہ کا اعتقاد ہے۔ کہ آنحضرت کو ائمہ طاہرین سے بلکہ بعض یا تمام ارواح کو قبض کرنے کا حق حاصل ہے۔ چنانچہ حق الیقین اردو صفحہ ۱۹۶ میں ہے۔ کہ بعض روایات میں اشارہ ہے کہ آنحضرت بھی تمام ائمہ طاہرین کیساتھ بعض روحوں کو قبض کرتے ہیں۔ یا تمام روحوں کے قبض کرنے میں بحکم خدا دخل رکھتے ہیں۔ مگر تقیہ کے سبب منافقوں سے اور سادہ لوحوں سے جنکی عقل ضعیف ہے۔ اسکی تصریح نہیں کی ہے۔ جیسا کہ خطبہ غیر مشہورہ میں فرمایا۔ کہ میں بحکم خدا زندہ کرنیوالا اور مارنیوالا ہوں۔

آٹھواں مسئلہ: موت و حیات ائمہ کے اختیار میں۔

مسلّم امر ہے کہ موت و حیات خدا کے اختیار میں ہے کسی انسان کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا لیکن شیعہ کا اعتقاد ہے کہ ائمہ اہلبیت کو موت و حیات پر کلی اختیار تھا۔ چاہے مریں یا نہ مریں چنانچہ اصول کافی صفحہ ۱۵۸ میں باب یوں باندھا گیا ہے۔ بَابُ اَنَّ الْاَئِمَّۃَ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ یَعْلَمُوْنَ مَتٰی یَمُوْتُوْنَ وَاَنَّھُمْ لَا یَمُوْتُوْنَ اِلَّا بِاخْتِیَارٍ مِّنْھُمْ (باب اسکا کہ ائمہ اپنی موت کا وقت جانتے ہیں اور موت انکے اختیار میں ہے)

اسی صفحہ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَیُّ اِمَامٍ لَا یَعْلَمُ مَا یُصِیْبُہٗ وَاِلٰی مَا یَصِیْرُ فَلَیْسَ ذٰلِکَ بِحُجَّۃِ اللّٰہِ (ابو بصیر کہتا ہے امام صادق علیہ السلام نے فرمایا جس امام کو اپنی مصیبت کا علم نہ ہو۔ اور کہ اس کو کب مصیبت پہنچیگی۔ تو وہ خدا کی طرف سے مخلوق پر حجت نہیں۔

ــــــــــ

حاشیہ بقیہ صفحہ ۱۶۸۔ اس منطق کی رو سے تو رعیت کا ایک ادنیٰ شخص بھی بادشاہ سے بڑھ جائے۔ یوں کہکر ہمارا بادشاہ آپ جیسا جلیل القدر بادشاہ ہے لیکن آپکا کوئی ایسا بادشاہ نہیں ہے۔ یا ایک زندیق شان الٰہی میں یوں کہہ سکے کہ ہمارا خدا جامع صفات کمالیہ اور وحدہٗ لا شریک ہے۔ لیکن خدا کا کوئی ایسا خدا نہیں ہے اس لئے نعوذ باللہ میں خدا سے فضیلت میں بڑھا ہوا ہوں۔

ہر شے میں اے شیعہ عجیب با صواب ہے ۔ جو بات کی خدا کی قسم لاجواب ہے

نواں مسئلہ: یہ مسلہ بھی مسلّم ہے۔ کہ علم ما کان و ما یکون خاصۂ ذات باری ہے
مگر شیعہ کہتے ہیں۔ کہ ائمہ کو یہ سب معلومات حاصل ہیں۔ اصول کافی ص۱۵۹ میں باب ہی یوں باندھا ہے
باب ان الائمۃ علیہم السلام یعلمون علم ما کان و ما یکون و انّہ لا یخفی علیہم شیٔ
(یہ باب اس کا کہ ائمہ کو علم ما کان و ما یکون حاصل ہوتا ہے۔ اور ان پر کوئی امر کائنات سے مخفی نہیں ہے
کتاب مذکور کے صفحہ ۱۶۱ میں ہے سمعت اباعبد اللہ علیہ السلام یقول انی لاعلم
مافی السموٰت و مافی الارض و اعلم ما فی الجنۃ و اعلم ما فی النار و اعلم ما کان و ما یکون
امام صادقؒ نے فرمایا جو کچھ آسمان و زمین میں ہے سب کچھ جانتا ہوں۔ اور گذشتہ و آئندہ کل واقعات
دنیا کا بھی مجھے علم ہے۔

دسواں مسئلہ: آسمان و زمین و ما فیہا جناب امیر کے تابع حکم۔

شیعہ کا یہ بھی اعتقاد ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کے تابع حکم آسمان و زمین و ما فیہا
سب کچھ ہے چنانچہ حق الیقین ص۲۳۶ میں ہے " میں صاحب عصا و میسم ہوں میں وہ ہوں
کہ خدا نے ابروں و رعدوں اور برقوں کو اور تاریکی و روشنائی اور ہوا اور پہاڑوں اور دریاؤں
اور ستاروں اور آفتاب و مہتاب کو میرا مسخر کیا ہے۔ میں اس امت کا ہادی ہوں۔

گیارھواں مسئلہ: میت پر بد دعا

ایک مشہور کہاوت ہے " مرے ہوئے کو مارے شاہ مدار" مرے شخص سے کسی کو بیر باقی
نہیں رہتا۔ ہر ایک متنفس کو اس کی حالت پر رحم آتا ہے۔ اور اس کے لئے دعائے خیر کرتا ہے لیکن
شیعہ حضرات ایسے صاف باطن ہیں کہ میت شیعہ نہ ہو۔ بلکہ سُنّی ہو۔ تو اس کے جنازہ میں کھڑے
ہو کر بجائے دعا کے بد دعا کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم بروایت تحفۃ العوام ثابت کر چکے ہیں۔ اور غضب
یہ ہے۔ کہ ائمہ طاہرین کے ذمہ بھی الزام عاید کیا کرتے ہیں۔ کہ وہ بھی ایسا کیا کرتے تھے چنانچہ فروع
کافی ص۹۹ جلد ۱ میں ہے۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام ان رجلا من المنفقین مات فخرج الحسین بن

ے تو پھر اصحاب ثلاثہ کے بارے میں قلت اعوان و انصار کا عذر درست نہ ہوا۔ جب آپ کے تابع حکم ہوا اور پہاڑ اور
دریا اور رعد و برق بلکہ ستارے اور آفتاب و مہتاب بھی تھے۔ تو پھر آپ کو ثلاثہ کے مقابلہ سے کیا ڈر تھا۔ ایک پہاڑ کو
حکم دیتے۔ دشمنوں کے سروں کو توڑ پھوڑ دیتا۔ اور رعد و برق کو اشارہ کر دیتے آن کی آن میں انکو جلا کر بھسم کر دیتے۔ مہاجرین
کے [illegible] کو ساتھ لئے فدک۔ کے لئے جانے کی کیا ضرورت تھی۔ افسوس شیعہ صاحبان ایسی خلاف عقل
باتیں کہہ کر جگ ہنسائی کرتے ہیں۔ اور صفات مختصہ باللہ میں جناب امیر کو شریک گردانتے ہیں۔

علیٰ صلوٰت اللہ علیہ یمشی ولقیہ مولیٰ لہٗ فقال لہ الحسین علیہ السلام این تذھب
یا فلان قال فقال لہ مولاہ افرّ من جنازۃ ھذا المنافق ان اصلّی علیھا فقال الحسین انظر
ان تقوم علی یمینی فما سمعتنی اقول فقل مثلہ فلما ان کبّر علیہ السلام اللہ اکبر قال
اللّٰھم العن فلانا عبدک الف لعنۃ مؤتلفۃ غیر مختلفۃ اللّٰھم اخز عبدک فی
عبادک و بلادک و اصلہ حرّ نارک و اذقہ اشدّ عذابک فانہ کان یتولّی اعداءک و
یعادی اولیاءک و یبغض اھل بیت نبیّک۔

ترجمہ: امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے۔ کہ ایک منافق مر گیا حضرت امام حسینؓ
جنازہ کے ہمراہ چلے جا رہے تھے۔ کہ آپ کا غلام رستہ میں مل گیا۔ امام نے پوچھا کہاں جاتا ہے؟
کہا میں اس کے جنازہ سے بھاگتا ہوں۔ اس پر نماز پڑھنا نہیں چاہتا۔ آپ نے کہا دیکھ میری
داہنی جانب کھڑا ہو جانا۔ اور جو کچھ میں کہوں تو بھی کہتے جانا جب تکبیر ہوئی امام حسین نے یوں کہا۔
الٰہی تو اپنے فلاں بندے کو ہزار لعنتیں کر۔ جوڑی ہوئی الگ الگ نہ ہوں الٰہی تو اپنے اس بندے
کو اپنے بندوں اور شہروں میں رسوا کر۔ اور آگ کی گرمی میں تپا۔ اور اس کو سخت عذاب چکھا۔ کیونکہ تیرے
دشمنوں سے دوستی اور تیرے دوستوں سے دشمنی کرتا تھا۔ اور تیرے نبی کی اہلبیت کا دشمن تھا۔
جائے غور ہے۔ کہ حضرت امام حسین جیسے بے رو و ریا شخص کو جس نے یزید کی بیعت نہ کرنے کے
باعث اپنا اور اپنی اہلبیت کا سر کٹا دیا۔ ایک منافق کے جنازہ پڑھنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔
جس کی وجہ سے حاضرین جنازہ دھوکے میں پڑ جائیں۔ کہ یہ تو کوئی بڑا پکا سچا مسلمان تھا۔ کہ اس کے
جنازہ میں امام حسین جیسے برگزیدہ امام بنفس نفیس تشریف لائے۔ اور اس کے جنازہ کی نماز ادا فرمائی
غلام کے سوا کسی اور شخص کو کیا معلوم تھا۔ کہ چپکے چپکے آپ کیا کہہ گئے۔ دعا دی یا بد دعا کرتے تھے۔
دوم: نماز جنازہ تو صرف دعا کے لئے ہوتی ہے۔ اگر جناب امام کو اس کمبخت میت کے لئے بد دعا کرنا ہی
منظور تھی۔ تو گھر میں بیٹھ کر کر سکتے تھے جنازہ پر آنے کی کیا ضرورت تھی۔ امام عالی مقام کی بد دعا
گھر بیٹھے بھی تیر بہدف تھی۔

دیکھئے کیسی کیسی بیہودہ روایات گھڑ کر ائمہ کرام کے ذمے اتہام لگاتے ہیں۔ بھلا جس شخص کے
نانا رسول پاک کی یہ شان ہو کہ ایک منافق کے جنازہ پر جائیں۔ تو اس کے لئے طلب مغفرت کریں
حتیٰ کہ رب العزت فرمائے۔ کہ اگر ستر دفعہ بھی اس نابکار کے لئے استغفار کیجئے۔ تو بھی بخشا نہ جائیگا
قربان جائیں۔ اس نبی رؤف و رحیم کے۔ کہ آپ فرمانے لگے میں اکہتر دفعہ استغفار کرتا۔ اگر اس سے بخشا

جاتا۔ پھر امام حسینؑ اپنے جد امجد کے خلاف ایسی سنگدلی کریں۔ کہ میت کے جنازہ پر بددعا کرنے کے لئے مدعو ہوں۔ اور الٹے بددعا کرنے لگیں۔ استغفر اللہ۔

بارھواں مسئلہ:۔ امام ران سے نکلتے ہیں۔

قرآن کریم ہے۔ کہ تولد ہر ایک انسان کا ماں کی رحم سے ہوتا ہے۔ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ۔ اس پر شاہد ہے لیکن شیعہ کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ امام رحم سے نہیں بلکہ ماں کی ران سے نکلتے ہیں چنانچہ حق الیقین صفحہ ۱۲۱ میں ہے۔ نیز ہر دو روایت کے مطابق حضرت نے فرمایا۔ کہ ہم اوصیاء انبیاء کا حمل پیٹ میں نہیں رہتا۔ بلکہ پہلو میں رہتا ہے۔ اور ہم رحم سے باہر نہیں نکلتے۔ بلکہ ماں کی ران سے نکلتے ہیں۔ کیونکہ ہم خدا کے نور ہیں۔ اور خدا نے چرک و نجاست کو ہم سے دور کیا ہے۔

تیرھواں مسئلہ:۔ خنزیر کے بال و چمڑہ وغیرہ۔

مسلمان خنزیر کو ایسا نجس سمجھتے ہیں۔ کہ اس کا نام لینے سے بھی نفرت ہے۔ لیکن شیعہ حضرات خنزیر کے بال پشم چمڑے کو پاک سمجھتے ہیں چنانچہ خنزیر کے بالوں کی رسی بنا کر کنوئیں سے پانی نکال پینا کوئی حرج نہیں ہے۔ نیز خنزیر کے چمڑے کا ڈول بنا کر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ روایات ذیل ملاحظہ ہوں۔ (۱) فروع کافی جلد ۱ صفحہ ۲ میں ہے۔ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الْحَبْلِ يَكُونُ مِنْ شَعْرِ الْخِنْزِيرِ يُسْتَقَى بِهِ الْمَاءُ مِنَ الْبِئْرِ هَلْ يُتَوَضَّأُ مِنْ ذَلِكَ الْمَاءِ قَالَ لَا بَأْسَ۔ (ترجمہ) زرارہ کہتے ہیں میں امام صادقؑ سے دریافت کیا کہ خنزیر کے بالوں کی رسی سے کنوئیں سے پانی نکال کر اس سے وضو کیا جا سکتا ہے۔ آپ نے کہا کچھ حرج نہیں ہے۔

(۲) فروع کافی جلد ۲ جزو ۲ صفحہ ۱۰۲ میں ہے۔ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ فَشَعْرُ الْخِنْزِيرِ يُعْمَلُ حَبْلًا وَيُسْتَقَى بِهِ مِنَ الْبِئْرِ الَّتِي يُشْرَبُ مِنْهَا أَوْ يُتَوَضَّأُ مِنْهَا قَالَ لَا بَأْسَ بِهِ وَزَادَ فِيهِ عَلِيُّ بْنُ عُقْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ رِبَاطٍ قَالَ وَالشَّعْرُ وَالصُّوفُ كُلُّهُ ذَكِيٌّ۔ راوی کہتا ہے میں نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا۔ خنزیر کے بالوں کی رسی بنا کر کنوئیں سے پانی نکالا جائے جس سے پانی پیا جائے۔ یا وضو کیا جائے۔ کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور علی بن عقبہ اور علی بن حسین بن رباط نے یہ ایزاد کیا ہے۔ کہ فرمایا کہ خنزیر کے بال اور پشم سب پاک ہے۔

(۳) من لا یحضرہ الفقیہ صفحہ ۳۰ میں ہے۔ سُئِلَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَقِيلَ لَهُمَا إِنَّا نَشْتَرِي ثِيَابًا يُصِيبُهَا الْخَمْرُ وَوَدَكُ الْخِنْزِيرِ عِنْدَ حُكْمِهَا أَفَنُصَلِّي فِيهَا قَبْلَ أَنْ نَغْسِلَهَا فَقَالَا نَعَمْ لَا بَأْسَ إِنَّ اللهَ حَرَّمَ أَكْلَهُ وَشُرْبَهُ وَلَمْ يُحَرِّمْ لُبْسَهُ وَمَسَّهُ وَالصَّلَاةَ فِيهِ

(ترجمہ) امام محمد باقر اور جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا۔ کہ ہم ایسے کپڑے خرید لیا کرتے ہیں۔ کہ ان کو خنزیر کی چربی اور شراب لگا ہوا ہوتا ہے۔ کیا ان کو دھو کر سے بغیر نماز ان میں بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ خدا نے خنزیر کا کھانا اور شراب کا پینا حرام کیا ہے۔ ان سے ملوث کپڑے کا پہن لینا یا چھونا اور ان میں نماز پڑھنا منع نہیں ہے۔ خوب یہ شیعہ پاک مذہب کی برکات ہیں۔ کہ کپڑے کو خنزیر کی چربی لگی ہو۔ یا شراب سے آلودہ ہو۔ اس کو خوشی سے استعمال کرنا کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ ان اشیاء کا کھانا پینا حرام ہے۔ ویسے برت لینا منع نہیں ہے۔

چودھواں مسئلہ:۔ مذی۔ ودی۔

عضو مخصوص سے جو رطوبت خارج ہوتی ہے۔ وہ پلید ناقض الوضوء ہے۔ لیکن شیعہ مذہب میں مذی اور ودی جو شرمگاہ سے خارج ہوتی ہے۔ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ نہ نماز فاسد ہوتی ہے اگر ایڑیوں تک بہکر چلی جائے۔ شرمگاہ کو دھونے کی بھی حاجت نہیں ہے۔ چنانچہ فروع کافی جلد ۱ صفحہ ۲۱ میں ہے۔ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِنْ سَالَ مِنْ ذَكَرِكَ شَيْءٌ مِنْ مَذْيٍ أَوْ وَدْيٍ وَأَنْتَ فِي الصَّلَاةِ فَلَا تَغْسِلْهُ وَلَا تَقْطَعِ الصَّلَاةَ وَلَا تَنْقُضْ لَهُ الْوُضُوءَ وَإِنْ بَلَغَ عَقِبَيْكَ فَإِنَّمَا ذَلِكَ بِمَنْزِلَةِ النُّخَامَةِ۔ (ترجمہ) امام جعفر صادق نے فرمایا اگر تیرے ذکر سے مذی یا ودی خارج ہو جب تم نماز پڑھ رہے ہو۔ تو اس کو مت دھوؤ۔ اور نماز کو مت توڑو۔ وضو بھی شکست نہ سمجھو۔ اگرچہ یہ کہ تمہاری ایڑیوں تک جا پہنچے۔ کیونکہ یہ ایسا ہے جیسا ناک کا پانی (۲) من لا یحضرہ الفقیہ صفحہ ۱۳ میں ہے۔ كَانَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَرَى فِي الْمَذْيِ وُضُوءًا وَلَا غَسْلَ مَا أَصَابَ مِنْهُ وَرُوِيَ أَنَّ الْمَذْيَ وَالْوَدْيَ بِمَنْزِلَةِ الْبُصَاقِ وَالْمُخَاطِ فَلَا يُغْسَلُ مِنْهُمَا الثَّوْبُ وَلَا الْإِحْلِيلُ۔ (ترجمہ) امیر المومنینؑ مذی میں وضو کا حکم نہ دیتے تھے۔ اور نہ اس چیز کے دھونے کا جسکو مذی لگی ہو۔ اور روایت کیا گیا ہے۔ کہ مذی اور ودی۔ تھوک یا ناک کے پانی کا حکم رکھتی ہیں۔ پس جس کپڑے کو لگ جائیں۔ اسے دھونے کی حاجت نہیں ہے۔ بلکہ شرمگاہ (جہاں سے یہ پلیدی نکلی ہے۔) کو بھی دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔

واہ شیعہ پاک مذہب کا کیا کہنا۔ منہ۔ ناک اور شرمگاہ کو یکساں بنا دیا۔ جیسے منہ۔ ناک سے رطوبت نکلی ہوئی پاک ہے۔ ویسا ہی اس ناپاک عضو مخصوص سے نکلی ہوئی رطوبت بھی پاک ہے۔

ع۔ کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

پندرھواں مسئلہ:۔ کنوئیں میں کتا۔

کتا نجس العین ہے۔ کنوئیں میں گر پڑے تو کنواں پلید ہو جاتا ہے۔ جب تک سارا پانی نہ نکلے۔ پاک نہیں ہوتا۔ لیکن شیعہ مذہب میں ہے۔ کتا۔ مرغی۔ چوہا۔ بلی وغیرہ کی طرح پانی میں گر جائے۔ تو صرف پانچ ڈول نکال دو۔ کنواں پاک ہو جاتا ہے۔ فروع کافی جلد ۱ صفحہ ۲ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِی الْفَارَةِ وَالسِّنَّوْرِ وَالدَّجَاجَةِ وَالطَّیْرِ وَالْکَلْبِ قَالَ مَا لَمْ یَتَفَسَّخْ اَوْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُ الْمَاءِ فَیَکْفِیْکَ خَمْسُ دِلَاءٍ (ترجمہ) صادق علیہ السلام سے چوہا۔ بلی۔ مرغی۔ پنچھی۔ کتے کی بابت دریافت کیا گیا (جو کنوئیں میں گر پڑیں) آپ نے فرمایا۔ اگر سوج نہ جائیں۔ پانی کا ذائقہ نہ بدلے تو پانچ ڈول نکال دینا کافی ہیں۔

سولھواں مسئلہ: شیعہ مذہب کی کتابوں میں ہے کنوئیں میں گوہ گر پڑے۔ تو دس ڈول نکالنے کافی ہیں۔ اور پگھل جائے تو پچاس ڈول۔ من لا یحضرہ الفقیہ صفحہ ۷ میں ہے۔ حَتّٰی وَقَعَ فِی الْبِئْرِ عَذِرَةٌ اُسْتُقِیَ مِنْهَا عَشْرُ دِلَاءٍ فَاِنْ ذَابَتْ فِیْهَا اُسْتُقِیَ مِنْهَا اَرْبَعُوْنَ دَلْوًا اِلٰی خَمْسِیْنَ دَلْوًا (ترجمہ) جب کنوئیں میں گوہ گر پڑے تو دس ڈول پانی کے نکالے جائیں۔ اور پگھل جائے تو چالیس سے پچاس تک نکال دیں۔

سترھواں مسئلہ۔ کنوئیں میں گوہ سے بھری زنبیل گر پڑے۔ گوہ گیلا ہو۔ یا خشک تو کچھ حرج نہیں ہے وضوء کیا کریں۔ کوئی ڈول کھینچنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ کتاب مذکور کے صفحہ مذکور پر ہے۔ وَاِنْ وَقَعَ فِی الْبِئْرِ زَنْبِیْلٌ مِنْ عَذِرَةٍ رَطْبَةٍ اَوْ یَابِسَةٍ اَوْ زَنْبِیْلٌ مِنْ سِرْقِیْنٍ فَلَا بَاْسَ بِالْوُضُوْءِ مِنْهَا وَلَا یُنْزَحُ مِنْهَا شَیْءٌ (ترجمہ) کنوئیں میں گوہ سے آلودہ گیلا ہو یا خشک زنبیل گر پڑے یا گوبر سے آلودہ تو کچھ حرج نہیں ہے۔ اس کنوئیں کے پانی سے وضو جائز ہے کچھ بھی پانی نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اٹھارھواں مسئلہ: نمازی مرد نماز میں کھڑا ہو۔ اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو اشارہ سے مانگ سکتا ہے عورت کو کسی چیز کی حاجت ہو۔ تو وہ تالی پیٹے یا رانوں پر ہاتھ مارے۔ من لا یحضرہ الفقیہ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِی الرَّجُلِ اَرَادَ الْحَاجَةَ وَهُوَ یُصَلِّیْ فِی الصَّلٰوةِ فَاَشَارَ بِیَدِهٖ وَالْمَرْاَةُ اِذَا اَرَادَتِ الْحَاجَةَ تُصَفِّقُ (ترجمہ) امام صادق نے فرمایا نمازی مرد نماز میں ہو۔ اور کسی بات کی حاجت ہو۔ تو ہاتھ سے اشارہ کر کے مانگ لے اور عورت کو کوئی چیز مطلوب ہو تو وہ تالی بجائے۔

انیسواں مسئلہ۔ گھی یا تیل کے برتن میں کتا گر پڑے اور زندہ ہی نکال لیا جائے۔ تو وہ گھی وغیرہ ناپاک نہیں ہوتا۔ فروع کافی جلد ۲ جزو ثانی صفحہ ۱۵۰ میں ہے۔ وَقَعَ الْفَارُ اَوِ الْکَلْبُ فِی السَّمْنِ وَ

الزَّیْتِ ثُمَّ خَرَجَ مِنْهُ حَیًّا فَلَا بَاْسَ بِاَکْلِهٖ (ترجمہ) چوہا یا کتا گھی یا تیل میں گر پڑیں اور جیتے جی نکل جائیں اس گھی وغیرہ کو کھایا جا سکتا ہے کچھ حرج نہیں۔

بیسواں مسئلہ۔ گوشت کی دیگ پکائی جائے اور اس سے مرا ہوا چوہا نکل پڑے۔ شوربا پھینک دیا جائے اور گوشت کی بوٹیاں دھو کر کھا لو۔ کتاب مذکور صفحہ ۲۵۱ میں ہے۔ قِدْرٌ طُبِخَتْ فَاِذَا فِیْ الْقِدْرِ فَارَةٌ یُهْرَاقُ مَرَقُهَا وَیُؤْکَلُ اللَّحْمُ بَعْدَ اَنْ یُغْسَلَ (ترجمہ) دیگ میں گوشت پکایا گیا اور اس میں سے چوہا نکلا ہو۔ تو شوربا پھینک دیا جائے۔ اور گوشت دھو کر کھا لیا جائے۔

اکیسواں مسئلہ۔ ایک پانی کا پرنالہ دوسرا پیشاب کا جاری ہو۔ آپس میں مل جائیں کپڑا اور چیز جس کو وہ پانی لگ جائے۔ پلید نہیں ہوتے۔ فروع کافی جلد ۱ صفحہ ۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لَوْ اَنَّ مِیْزَابَیْنِ سَالَا اَحَدُهُمَا مِیْزَابُ بَوْلٍ وَالْاُخْرٰی مِیْزَابُ مَاءٍ فَاخْتَلَطَا ثُمَّ اَصَابَکَ مَا کَانَ بِهٖ بَاْسٌ (ترجمہ) صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ دو پرنالے جاری ہوں ایک پیشاب کا دوسرا پانی کا اور دونوں نکلتے ہوئے مل جائیں اور اس میں سے کچھ بدن یا کپڑے کو لگ جائے اس میں کچھ حرج نہیں ہے

بائیسواں مسئلہ۔ شیعہ مذہب میں جنبی شخص قراۃ قرآن کر سکتا ہے۔ فروع کافی جلد ۱ میں ہے۔ عَنِ ابْنِ بُکَیْرٍ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنِ الْجُنُبِ یَاْکُلُ وَیَشْرَبُ وَیَقْرَاُ وَیَذْکُرُ اللّٰہَ مَا شَاءَ (ترجمہ) ابن بکیر نے صادق علیہ السلام سے پوچھا کیا جنبی شخص کھا پی سکتا ہے اور قرآن پڑھ سکتا ہے آپ نے کہا ہاں کھائے پیئے قرآن پڑھے جس قدر ذکر اذکار کرنا چاہے

تئیسواں مسئلہ۔ شیعہ مذہب میں جنازہ بے وضو جائز ہے۔ فروع کافی جلد ۱ صفحہ ۱۸۹ میں ہے۔ عَنْ یُوْنُسَ بْنِ یَعْقُوْبَ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنِ الْجَنَازَةِ اُصَلِّیْ عَلَیْهَا عَلٰی غَیْرِ وُضُوْءٍ فَقَالَ نَعَمْ اِنَّمَا هُوَ تَکْبِیْرٌ وَتَسْبِیْحٌ وَتَحْمِیْدٌ وَتَهْلِیْلٌ (ترجمہ) یونس بن یعقوب نے صادق علیہ السلام سے دریافت کیا میں نماز جنازہ وضو کے بغیر پڑھ سکتا ہوں؟ آپ نے کہا ہاں جنازہ صرف تکبیر اور تسبیح اور حمد و ثنا ہے۔

چوبیسواں مسئلہ۔ شیعہ مذہب کی رو سے اگر کوئی شخص اپنی ساس یا سالی سے یا جورو کی بیٹی سے زنا کرے عورت اس پر حرام نہیں ہوتی۔ فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۶۴ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَّهٗ قَالَ فِیْ رَجُلٍ زَنٰی بِاُمِّ امْرَاَتِهٖ اَوْ بِابْنَتِهَا اَوْ بِاُخْتِهَا فَقَالَ لَا یُحَرِّمُ ذٰلِکَ عَلَیْهِ امْرَاَتَهٗ (ترجمہ) امام باقر علیہ السلام سے دریافت ہوا کہ کوئی شخص اپنی ساس یا جورو کی بیٹی سے یا سالی سے زنا کرے۔ آپ

نے فرمایا۔ اس سے اس کی عورت حرام نہیں ہوتی۔

پچیسواں مسئلہ۔ کوئی شخص اپنے باپ کی عورت یا لونڈی سے زنا کرے تو وہ مزنیہ عورت زانی کے باپ پر حرام نہیں ہو جاتی۔ فروع کافی جلد ۲ ص۱۶۵ میں ہے۔ قال قال ابو جعفر صلوات اللہ علیہ ان زنی رجل بامراۃ ابیہ او جاریۃ ابیہ قال ذلک لا یحرمھا علی زوجھا ولا یحرم الجاریۃ علی سیدھا۔ (ترجمہ) امام باقر نے فرمایا۔ کوئی شخص اپنے باپ کی عورت یا لونڈی سے زنا کرے۔ تو وہ عورت مزنیہ اس کے باپ پر اور وہ لونڈی آقا پر حرام نہیں ہو جاتی۔

چھبیسواں مسئلہ۔ شیعہ کی معتبر کتاب حدیث استبصار ص۱۳۱ میں تصریح ہے کہ اپنی عورت سے خلاف فطرت حرکت کر سکتا ہے۔ بلکہ اس کے متعلق ایک عجیب روایت کتاب مذکور جلد ۲ ص۱۲۱ میں یوں لکھی ہے۔ عن حماد بن عثمان قال سئلت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن الرجل یاتی المرأۃ فی ذلک الموضع وفی البیت جماعۃ فقال لی ورفع صوتہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من کلف مملوکہ ما لا یطیق فلیبعہ ثم نظر فی وجوہ اھل البیت ثم اصغی الی فقال لا باس بہ (ترجمہ) حماد بن عثمان روایت کرتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اپنی عورت کی مقعد میں دخول کرنا کیسا ہے؟ اس وقت چونکہ آپ کے پاس بہت آدمی بیٹھے تھے آپ نے بلند آواز سے فرمایا۔ کہ اپنے غلام سے اسکی طاقت سے بڑھکر خدمت لینی جائز نہیں۔ بلکہ اُسے فروخت کر دینا چاہیے (غرض یہ تھی کہ اور لوگ یہ سمجھیں۔ اس نے غلام کے متعلق مسئلہ پوچھا ہے) راوی کہتا ہے۔ دوسرے لوگوں کے منہ کو دیکھ کر آپ نے اپنا منہ جھکا کر مجھے چپکے سے فرمایا۔ کہ اس میں کچھ حرج نہیں ہے

اس سے معلوم ہوا۔ کہ امام عالی مقام علانیہ طور پر یہ مسئلہ بتلانے سے شرماتے تھے۔ لوگوں کو مغالطہ میں ڈالکر راوی کے کان میں کہدیا۔ کہ ہاں اس فعل میں کچھ حرج نہیں ہے۔

فروع کافی جلد ۳ ص۲۴۳ میں ہے۔ قلت للرضا علیہ السلام ان رجلا من موالیک امرنی ان اسئلک عن مسئلۃ ھابک واستحیی منک ان یسئلک قال وما ھو قلت الرجل یاتی امرأتہ فی دبرھا قال ذلک لہ قلت فانت تفعل ذلک قال انا لا نفعل ذالک (ترجمہ) راوی کہتا ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے عرض کی آپ کا غلام ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہے۔ آپ سے مارے دہشت و شرم کے نہیں پوچھ سکتا۔ فرمایا کیا ہے؟ میں نے کہا مرد اپنی عورت کی مقعد میں اغلام کر سکتا ہے۔ آپ نے کہا۔ ہاں اسے اجازت ہے۔ میں نے کہا آپ بھی ایسا کیا کرتے ہیں؟ کہا ہم ایسا نہیں کیا کرتے۔ خود را فضیحت دیگراں را نصیحت)

ستائیسواں مسئلہ۔ شیعہ مذہب میں اپنی عورت کی شرمگاہ کو بوسہ دینا چومنا جائز ہے۔

فروع کافی جلد ۲ ص۲۱۲ میں ہے۔ عن علی ابن جعفر قال سئلت ابا الحسن عن الرجل یقبل قبل امرأتہ قال لا باس (ترجمہ) حضرت علی بن جعفر سے روایت ہے۔ کہ میں نے امام ابو الحسن سے دریافت کیا۔ کہ مرد اپنی عورت کی شرمگاہ کو چوم سکتا ہے؟ آپ نے کہا کچھ حرج نہیں ہے۔

اٹھائیسواں مسئلہ۔ اپنی عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا بھی مضائقہ ندارد۔ اسی کتاب کے صفحہ مذکورہ میں ہے عن اسحاق بن عمار عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی الرجل ینظر الی امرأتہ وھی عریانۃ قال لا باس بذلک وھل اللذۃ الا ذلک (ترجمہ) اسحاق بن عمار نے صادق سے دریافت کیا۔ کہ مرد اپنی عورت کی شرمگاہ بحالت برہنگی دیکھ سکتا ہے؟ آپ نے کہا کیا مضائقہ بلکہ مزہ تو اسی میں ہے۔" حاشا و کلا۔ ائمہ طاہرین کی طرف ایسے حیا کش مسائل منسوب کرنا۔ ان کی غایت درجہ کی توہین ہے۔ ایسی باتیں تو شہواتی مزاج تماش بین کرتے ہوئے بھی شرماتے ہیں۔

انتیسواں مسئلہ۔ عاریۃ الفرج (شرمگاہ دوسرے کو عاریۃ دیدینا) بھی جائز لکھا ہے۔

استبصار جلد ۲ ص۷۵ میں ہے۔ سألت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن عاریۃ الفروج قال لا باس بہ۔ (ترجمہ) امام صادق علیہ السلام سے مسئلہ عاریۃ الفروج دریافت کیا گیا۔ آپ نے فرمایا مضائقہ نہیں

تیسواں مسئلہ۔ جناب امیر علیہ السلام کی طرف ایک مسئلہ منسوب کیا گیا ہے۔ جو عقلاً و نقلاً قابل تسلیم نہیں۔ وہ یہ کہ ایک عورت اکیلی جنگل میں جا رہی تھی۔ اس کو سخت پیاس لگی۔ ایک اعرابی سے پانی مانگا اس نے کہا اس شرط پر پانی دیتا ہوں۔ کہ مجھ سے ہمبستر ہو۔ مجبوراً عورت نے مان لیا۔ اعرابی نے منہ کالا کیا عورت امیر المومنین عمرؓ کے دربار میں آکر اقبالی ہوئی۔ آپ نے سنگساری کا حکم دیا۔ جناب امیرؓ نے کہا کوئی جرم نہیں ہوا عورت کی رضامندی سے یہ فعل ہوا۔ پس یہ نکاح ہو گیا۔ چلو چھٹی ہو گئی۔ چنانچہ

فروع کافی جلد ۲ ص۱۹۸ میں ہے۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال جاءت امراۃ الی عمر فقالت انی زنیت فطھرنی فامر بھا ان ترجم فاخبر بذالک امیر المومنین صلوۃ اللہ علیہ فقال کیف زنیت فقالت بالبادیۃ فاصابنی عطش شدید فاستسقیت اعرابیا فابی ان یسقینی الا ان امکنہ من نفسی فلما اجھدنی العطش وخفت علی نفسی سقانی فامکنتہ من نفسی فقال امیر المومنین تزویج ورب الکعبۃ۔

(ترجمہ) صادق علیہ السلام سے روایت ہے۔ کہ ایک عورت حضرت عمرؓ کے پاس آئی اور کہا میں نے زنا کیا ہے۔ آپ مجھے پاک کیجئے۔ آپ نے سنگساری کا حکم دیا۔ جناب امیرؓ کو اس بات کی

اطلاع ہوئی آپ نے عورت سے پوچھا۔ تو نے کس طرح زنا کیا۔ اس نے کہا میں جنگل میں جا رہی تھی مجھے سخت پیاس لگی۔ ایک اعرابی سے پانی مانگا۔ اس نے کہا مجھ سے ہمبستری کر لے تو پانی دونگا۔ جب پیاس نے مجھے بیتاب کیا۔ اور مر جانے کا اندیشہ ہوا۔ تو میں نے اسے اپنے نفس پر قابو دیا۔ امیرؑ نے فرمایا بخدا یہ تو نکاح ہو گیا ہے۔

ہائے غورت۔ کہ متعہ تو شیعہ کے ہاں مروج تھا ہی۔ اس روایت پر عمل کیا جائے۔ تو زنا کا بھی دنیا سے نام ہی اٹھ جائے۔ بازاری عورتوں سے جو لوگ زنا کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اس میں بھی عورت و مرد باہم راضی ہو جاتے ہیں۔ یہاں تو صرف پانی پلایا گیا۔ وہاں روپیہ بھی دیا جاتا ہے۔ اور یہاں پیاس کی مجبوری تھی۔ وہاں بھوک ستاتی ہے۔ پھر وہ بطریق اولیٰ ہو گیا۔ زنا نہ رہا۔ تعجب ہے کہ ارکان نکاح دو گواہ و ایجاب و قبول سے ایک بات بھی نہ ہوئی۔ عورت مجبوری سے بدکاری پر راضی ہو گئی اس کا شنس نے اسے شرمندہ کیا۔ وہ سمجھتی تھی۔ کہ میں نے خلاف جرم زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ خوف عقبیٰ سے دربار شریعت میں گئی۔ تا کہ سزا ہو کر عفو جرم ہو۔ امیرؑ نے حکم دیدیا سزا کی ضرورت ہی نہیں ہے بلکہ یہ تو نکاح میں داخل ہو گیا ہے۔ یہ کس قدر بہتان امیر پر ہے۔ مخالف اسلام یہ واقعہ سن لے تو وہ کیا کچھ بکواس کرے۔ یہ شیعیان علی ہیں۔ جو آپ کو یوں مطعون کرتے ہیں۔ ؎

من از بیگاں ہرگز نہ نالم ✤ کہ با من ہرچہ کرد آں آشنا کرد۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ دشمن دانا بہ از ناداں دوست۔

اکتیسواں مسئلہ۔ شیعہ مذہب میں ہے۔ کہ عورت اونٹ پر سوار ہو۔ اور مرد جماع کرنا چاہے۔ تو بھی اسے انکار نہ کرنا چاہیئے۔ تحفۃ العوام[1] ص۲۷۶ میں ہے۔ "شوہر کو منع نہ کرے جماع سے اگرچہ پشت شتر پر ہو۔" اللہ رے بیشرمی۔

بتیسواں مسئلہ۔ لڑکے کو ختنہ تو سب لوگ کیا کرتے ہیں۔ شیعہ مذہب کی رو سے لڑکیوں کو بھی کو بھی ختنہ کرنا چاہیئے۔ فروع کافی جلد ۲ ص۴۷ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اَلْخِتَانُ سُنَّۃٌ فِی الرِّجَالِ وَمَکْرُمَۃٌ فِی النِّسَاءِ (ترجمہ) امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ ختنہ لڑکوں میں تو سنت ہے۔ اور عورتوں میں باعث فضیلت ہے۔) ایسا ہی حق الیقین اردو ص۵۷ میں ہے۔ "ختنہ کا حکم سنت واجبہ ہے پسر کے لئے۔ اور دختر کے لئے شوہر کے نزدیک اس قدر و منزلت کا باعث ہے۔" واہ چہ خوش۔

[1] ایسا ہی فروع کافی جلد ۲ ص۲۱۹ میں ہے۔)

تنتیسواں مسئلہ۔ شیعہ مذہب میں بہ [illegible] مردے عورتوں کو پردہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فروع کافی جلد ۲ [illegible] میں ہے۔ [illegible] اَبَا الْحَسَنِ الرِّضَا عَلَیْہِ السَّلَامُ [illegible] مِنَ الْخَصِیِّ [illegible] کَانُوْا یَدْخُلُوْنَ عَلٰی بَنَاتِ اَبِی الْحَسَنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَلَا یَتَقَنَّعْنَ [illegible] فَکَانُوْا [illegible] اِلَّا [illegible] لَا۔

(ترجمہ) محمد بن اسمٰعیل بیان کرتے ہیں [illegible] سے پوچھا۔ کیا آیا عورتوں کو خصی مردوں سے پردہ کرنا چاہیئے۔ آپ نے کہا خصی مرد ابو الحسن کی لڑکیوں کے سامنے آیا کرتے تھے۔ راوی نے کہا کیا وہ مرد [illegible] تھے۔ کہا نہیں۔ پھر راوی نے کہا کیا اب خصی مردوں سے پردہ کرنا چاہیئے۔ کہا نہیں۔

چونتیسواں مسئلہ۔ جلق و مشت زنی کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ فروع کافی جلد ۲ ص۲۴۴ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ [illegible] قَالَ [illegible] لَا شَیْءَ عَلَیْہِ (ترجمہ) امام جعفر صادق سے دربارہ جلق و مشت زنی دریافت کیا گیا۔ آپ نے کہا۔ اپنے وجود سے فعل کرتا ہے۔ اسے کوئی مواخذہ نہیں ہے۔

پینتیسواں مسئلہ۔ شیعہ کی مستند کتاب فروع کافی جلد ۲ ص۱۵۷ میں لکھا ہے۔ کہ جو شخص محرم عورتوں ماں۔ بہن۔ بیٹی وغیرہ سے نکاح کر کے جماع کرے۔ اس کو زنا نہیں کہتے۔ بلکہ مزو جہ یہ فعل حلال ہے۔ اور من وجہ حرام ہے۔ اس کو سفاح کہیں گے زنا نہیں کہہ سکتے۔ اولاد پیدا ہو۔ ان کو اولاد زنا کہنا جائز نہیں ہے۔ جو ایسے مولود کو ولد الزنا کہے۔ وہ قابل سزا ہے۔ مختص عبارت یوں ہے۔ اَلَّذِیْ یَتَزَوَّجُ ذَوَاتِ الْمَحَارِمِ الَّتِیْ ذَکَرَہَا اللّٰہُ [illegible] فِی الْقُرْاٰنِ مِنَ الْاُمَّہَاتِ وَالْبَنَاتِ اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَۃِ کَانَ ذٰلِکَ حَلَالًا مِنْ جِہَۃِ التَّزْوِیْجِ حَرَامًا مِنْ جِہَۃِ مَا نَہَی اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ [illegible] اَوْلَادُہُمْ [illegible] اَوْلَادُ الزِّنَا وَمَنْ قَذَفَ الْمَوْلُوْدَ [illegible] لِاَنَّہٗ مَوْلُوْدٌ [illegible] بِتَزْوِیْجٍ [illegible]۔ (ترجمہ) جو شخص محرم عورتوں کو جن کی حرمت کا خدا نے قرآن میں ذکر کیا ہے۔ ماؤں۔ بیٹیوں وغیرہ سے جن کا آخر آیہ تک ذکر ہے نکاح کریں۔ یہ سب حلال ہیں نکاح کی جہت سے۔ اور ان کی اولاد اس وجہ سے اولاد زنا نہیں ہے۔ جو شخص ان لڑکوں کو جو اس وجہ سے پیدا ہوں۔ تہمت دے۔ کہ وہ ولد الزنا ہیں۔ اس کو سزائے تازیانہ دی جائے گی۔ کیونکہ وہ نکاح [illegible] سے پیدا ہوئے ہیں۔

اللہ اللہ۔ شیعہ کے [illegible] کا کیا کہنا۔ شاعر کہتا ہے۔ ؎

یا [illegible] [illegible] لَعَمْرِیْ اَنْتَ اَزْکَی الْاَزْکِیَاءِ

چھتیسواں مسئلہ: شیعہ مذہب کے نزدیک سُنی مسلمان ۔ کتے اور ولد الزنا سے بھی برا ہے۔

فروع کافی جلد ۱ صفحہ پر ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لَا تَغْتَسِلْ مِنَ الْبِئْرِ الَّتِیْ یَجْتَمِعُ فِیْھَا غُسَالَۃُ الْحَمَّامِ فَاِنَّ فِیْھَا غُسَالَۃَ وَلَدِ الزِّنَا وَھُوَ لَا یُطَھَّرُ اِلٰی سَبْعَۃِ اٰبَاءٍ وَفِیْھَا غُسَالَۃُ النَّاصِبِ وَھُوَ شَرُّھُمَا اِنَّ اللّٰہَ یَخْلُقْ خَلْقًا اَھْوَنَ مِنَ الْکَلْبِ وَاِنَّ النَّاصِبَ اَھْوَنُ عَلَی اللّٰہِ مِنَ الْکَلْبِ (ترجمہ) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ ایسے کنوئیں کے پانی سے مت نہاؤ جن میں حمام کا مستعمل پانی پڑتا ہے۔ کیونکہ اس میں ولد الزنا کے بدن کا پانی بھی گرا ہوا ہوتا ہے۔ اور ولد زنا سات پشت تک پاک نہیں ہو سکتا۔ اور اس میں ناصبی[1] (سُنی)، کے بدن سے گرا ہوا پانی بھی ہوتا ہے۔ اور وہ ناصبی (سُنی) ۔ ولد زنا اور کتے سے بھی بدتر ہے خدا نے تمام مخلوق سے بُرے کتے کو بنایا ہے۔ اور ناصبی کتے سے بھی برا ہے)

دیکھو! شیعہ صاحبان سُنیوں کو کتے اور ولد زنا سے بھی بُرا سمجھتے ہیں۔ پھر اگر سُنی ان سے بیزار ہوں۔ تو ان سے کون بے غیرت ہو سکتا ہے۔

ستائیسواں مسئلہ: شیعہ کے عقیدہ کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ثلاثہ و ازواج پاک پر لعنت و تبرا افضل ثواب ہے۔ چنانچہ بحوالہ تحفۃ العوام لکھا جا چکا ہے۔ اور نیز حق الیقین صفحہ ۵۱۹ میں ہے۔ اور ہمارا اعتقاد اس برات و تبرا میں یہ ہے۔ کہ بیزاری طلب کرنا چاہیئے۔ چاروں بتوں سے یعنی ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ و معاویہؓ اور چاروں عورتوں سے یعنی عائشہؓ۔ حفصہؓ۔ و ہندہ و ام الحکم سے۔ اور ان کے تمام اتباع و اشیاع سے۔

دیکھو شیعہ ہمارے بزرگان دین اصحاب ثلاثہ کو بت قرار دیتے ہیں۔ ان کو اور امہات المومنین ازواج رسول کو لعنت تبرا دینا ثواب سمجھتے ہیں۔ اور اس لعنت و تبرا میں تمام دوستداران اصحاب ثلاثہ و ازواج پاک کو بھی شریک کرتے ہیں۔ پھر اگر ہم ان لوگوں کو کافر کہیں تو ہمیں متعصب اور نفاق میں مسلسل انداز سمجھا جاتا ہے۔ ؎

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام   وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

اٹھائیسواں مسئلہ: شیعہ کے نزدیک ان ائمہ اہلبیت پر بھی لعنت و تبرا بھیجنا واجب ہے جنہوں نے

[1] شیعہ سُنی کو ناصبی کہتے ہیں جیسے حق الیقین صفحہ ۵۲۱ میں ابن ادریس نے کتاب السرائر میں روایت کی کہ لوگوں نے امام علی نقی کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ آیا ہم ناصبی کے جاننے اور پہچاننے میں اس سے زیادہ کے محتاج ہیں کہ حضرت امیر المومنین پر ابوبکرؓ و عمرؓ کو مقدم جانے۔ اور انکی امامت کا اعتقاد رکھے حضرت نے جواب دیا کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے وہ ناصبی ہے

دعوی امامت کیا چنانچہ حق الیقین صفحہ ۵۳۶ میں لکھا ہے۔ کہ ثلاثہ و دشمنان اہلبیت اور معاویہ و یزید وغیرہم تمام مخالفین اہلبیت سے بیزاری واجب ہے۔ کیونکہ انہوں نے خلافت کا جھوٹا دعوی کیا۔ کیسانیہ۔ اسمٰعیلیہ اور زیدیہ سے بھی بیزاری واجب ہے کیونکہ انہوں نے امامت کا جھوٹا دعوی کیا۔

ہمارے تو یہ ہے۔ کہ شیعان علیؓ کے دست ستم سے اولاد علیؓ (اہلبیت) بھی نہ بچ سکے۔ اور ثلاثہؓ تو کس شمار میں ہیں۔ ؎

صوفی و رند دونوں تیرے غمزہ سے تباہ   خانقاہ گئی ویراں تو خرابات خراب

انتالیسواں مسئلہ: شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ صفحہ ۱۱۸ میں ہے۔ کہ حضرت امام کہ حضرت امام زین العابدین نے یزید کی بیعت کی۔ عبارت یہ ہے۔ ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ عَلَیْھِمَا السَّلَامُ فَقَالَ لَہٗ مِثْلَ مَقَالَتِہٖ لِلْقُرَشِیِّ فَقَالَ لَہٗ عَلِیُّ ابْنُ الْحُسَیْنِ عَلَیْھِمَا السَّلَامُ اَرَاَیْتَ اِنْ لَّمْ اُقِرَّ لَکَ اَلَیْسَ تَقْتُلُنِیْ کَمَا قَتَلْتَ الرَّجُلَ بِالْاَمْسِ فَقَالَ لَہٗ یَزِیْدُ لَعَنَہُ اللّٰہُ بَلٰی فَقَالَ لَہٗ عَلِیُّ ابْنُ الْحُسَیْنِ عَلَیْھِمَا السَّلَامُ قَدْ اَقْرَرْتُ لَکَ بِمَا سَاَلْتَ اَنَا عَبْدٌ مُکْرَہٌ لَکَ فَاِنْ شِئْتَ فَاَمْسِکْ وَاِنْ شِئْتَ فَبِعْ فَقَالَ لَہٗ یَزِیْدُ لَعَنَہُ اللّٰہُ اَوْلٰی لَکَ حَقَنْتَ دَمَکَ وَلَمْ یُنْقِصْکَ ذٰلِکَ مِنْ شَرَفِکَ۔

(ترجمہ) پھر یزید نے امام زین العابدین کے پاس آدمی بھیجا۔ اور ان کو وہی بات کہی جو قریشی مرد کے ساتھ کہی تھی۔ امام نے کہا۔ یہ تو بتاؤ۔ اگر میں تمہاری بیعت کا اقرار نہ کروں تو مجھے قتل کر دیگا۔ جیسا کہ کل مرد قریشی قتل کر دیا گیا ہے۔ یزید نے کہا ہاں ایسا ہی ہوگا۔ امام زین العابدین نے کہا میں تیری خلافت کو تسلیم کرتا ہوں میں تو تمہارا مجبور غلام ہوں۔ خواہ مجھے اپنے پاس رکھو یا فروخت کر دو۔ یزید نے کہا۔ تو نے اچھا کیا ہے۔ اپنی جان بچالی ہے۔ اور تیری شان میں کمی نہیں ہوئی۔)

غور کرو شیعہ کہا کرتے ہیں۔ کہ اہل السنت والجماعت یزید کو خلیفہ مانتے ہیں۔ اہل السنت تو اس فاسق کو کبھی خلیفہ تسلیم نہیں کرتے۔ لیکن شیعہ ہیں۔ کہ امام زین العابدین کی بیعت کے قائل ہیں۔ بھلا یہ کس طرح مانا جا سکتا ہے۔ کہ ایک قریشی تو اس ملعون کی بیعت کرنے پر موت کو ترجیح دے۔ اور امام سجاد زین العابدین جو اس امام عالی مقام کے فرزند تھے جنہوں نے صرف بیعت نہ کرنے کی وجہ سے اپنی اور اپنے اہلبیت کی جان قربان کر دی۔ ان سے یزید کی غلامی کا اقرار اپنی اکیلی جان کی خاطر کب متصور ہو سکتا تھا۔ اس سے تو ثابت ہوتا ہے معاذ اللہ ایک عام قریشی بھی امام موصوف سے استقامت میں بڑھ نکلا۔ کہ ایک فاسق و فاجر کی بیعت پر اپنی جان کی قربانی کو ترجیح دی۔ لیکن امام نے جان کو ایمان سے زیادہ عزیز سمجھا۔ اِنَّ ھٰذَا اِلَّا بُھْتَانٌ عَظِیْمٌ۔

چالیسواں مسئلہ: تمام مسلمانوں کا اعتقاد ہے۔ کہ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔

جس کی ادائیگی پر وہ خود مجبور ہے۔ لیکن شیعہ کا عقیدہ ہے کہ بعض شیعہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا فریضہ ادا کریں۔ تو بعض نہ کرنے والوں کی تلافی ہو جاتی ہے۔ گویا یہ سب امور فرض نہیں بلکہ فرض کفایہ ہیں۔

اصول کافی ص ۱۸۳ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ لَیَدْفَعُ بِمَنْ یُّصَلِّیْ مِنْ شِیْعَتِنَا عَمَّنْ لَّا یُصَلِّیْ مِنْ شِیْعَتِنَا وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی تَرْکِ الصَّلٰوۃِ لَہَلَکُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ لَیَدْفَعُ بِمَنْ یُّزَکِّیْ مِنْ شِیْعَتِنَا عَمَّنْ لَّا یُزَکِّیْ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی تَرْکِ الزَّکٰوۃِ لَہَلَکُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ لَیَدْفَعُ بِمَنْ یَّحُجُّ مِنْ شِیْعَتِنَا عَمَّنْ لَّا یَحُجُّ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی تَرْکِ الْحَجِّ لَہَلَکُوْا وَھُوَ قَوْلُ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَہُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ فَوَاللّٰہِ مَا نَزَلَتْ اِلَّا فِیْکُمْ وَلَا عَنٰی بِہَا غَیْرَکُمْ۔ (ترجمہ) امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے نماز پڑھنے والے شیعوں کے طفیل بے نمازوں کو بچاتا ہے۔ اور اگر یہ سب شیعہ بے نماز ہو جائیں۔ تو سب ہلاک ہو جائیں۔ اسی طرح زکوٰۃ دینے والے شیعوں اور حج کرنے والوں کے طفیل نہ زکوٰۃ دینے نہ حج کرنے والے شیعہ بچ جاتے ہیں۔ ورنہ سب ہلاک ہو جائیں۔ یہی مفہوم ہے اس آیت کا کہ اگر خدا بعض لوگوں کے طفیل بعض کی مدافعت نہ کرے۔ تو زمین تباہ ہو جائے۔ بخدا یہ آیت صرف تم شیعوں کے حق میں نازل ہوئی ہے اس سے غیر بالکل مراد نہیں ہیں۔)

پھر تمام شیعہ کو کیا پڑی ہے کہ نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ کی ادائیگی کا تکلیف کریں۔ آخر دنیا میں کچھ نہ کچھ ایسے شیعہ بھی موجود ہوں گے جو یہ فرائض ادا کر چھوڑتے ہیں۔ پھر ان کی بدولت یہ سب بے نماز بے روزہ حج و زکوٰۃ کے تارکین کو اللہ تعالیٰ امان دے گا۔

خوب! شیعہ صاحبان کے نزدیک تو بہت سے دیگر اعمال ایسے موجود ہیں جن کی بدولت بے تعداد فرشتے پیدا ہو جاتے ہیں جو قیامت تک ان نیک اعمال کے بجا لانے والوں کے لئے تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں۔ اور وہ سب نیکی ان نیک مردوں کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہے۔ جیسا کہ متعہ [illegible] کرنے والے ہیں ([illegible])

یہی کتب شیعہ میں لکھا ہے کہ اگرچہ بنائے اسلام پانچ ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، ولایت سب سے فضیلت ولایت کو ہے۔ جیسا کہ اصول کافی میں ہے۔ نیز جناب امیر علیہ السلام کی ولایت کے قائل ہو جانے سے شیعہ صاحبان بلا حساب جنت میں جا سکتے ہیں۔ بالخصوص جب سال بھر میں ایک دفعہ غم امام حسین رض سینہ کوبی کر لیں۔ پھر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ایسی سعوبات میں پڑنے کی انہیں کیا ضرورت ہے۔

اکتالیسواں مسئلہ: شیعہ حضرات شیخین کو لعنت و تبرا کرنا اتنا بڑا ثواب سمجھتے ہیں کہ ایک دفعہ

لعنت کرنے سے سات کروڑ نیکی کا درجہ ملتا اور سات کروڑ گناہ بخشے جاتے ہیں۔ چنانچہ شیعہ کا فخر المحققین مرزا ابو الفضل اسے یوں نقل کرتا ہے۔

بالجملہ فقیر این بحث را بنقل یک حدیث در ثواب لعن جبت و طاغوت که در عرف اہل بیت عبارت از [illegible] است و نگاہ مطلق تا بسیں حقوق نفرت ذکیہ تا مایل شدہ اختتام میکنم فاضل زاہد و رع آخوند ملا محمد کاظم ہزار جریبی که تلامذہ استاد اعلم آقای بہبہانی قدس سرہ بودہ و خود از فضلای محدثین و اواخر تابعین است۔ در کتاب انیس المتقین از ابو حمزہ ثمالی رضی اللہ عنہ حدیث میکند که وی از امام ہمام زین العابدین و سید الساجدین علیہ السلام روایت کرد قَالَ مَنْ لَعَنَ الْجِبْتَ وَالطَّاغُوْتَ لَعْنَۃً وَّاحِدَۃً کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ سَبْعِیْنَ اَلْفَ اَلْفِ حَسَنَۃٍ وَّمَحٰی عَنْہُ اَلْفَ اَلْفِ سَیِّئَۃٍ وَّرَفَعَ لَہٗ سَبْعِیْنَ اَلْفَ اَلْفِ دَرَجَۃٍ وَّمَنْ اَمْسٰی یَلْعَنُہُمَا لَعْنَۃً وَّاحِدَۃً کُتِبَ مِثْلُ ذٰلِکَ قَالَ مَوْلَانَا عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ فَدَخَلْتُ عَلٰی مَوْلَانَا اَبِیْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ الْبَاقِرِ فَقُلْتُ یَا مَوْلَایَ حَدِیْثٌ سَمِعْتُہٗ مِنْ اَبِیْکَ قَالَ ھَاتِ یَا ثُمَالِیُّ فَاَعَدْتُّ عَلَیْہِ الْحَدِیْثَ قَالَ نَعَمْ یَا ثُمَالِیُّ اَتُحِبُّ اَنْ اَزِیْدَکَ فَقُلْتُ بَلٰی یَا مَوْلَایَ فَقَالَ مَنْ لَعَنَہُمَا لَعْنَۃً وَّاحِدَۃً فِیْ کُلِّ غَدَاۃٍ لَمْ یُکْتَبْ عَلَیْہِ ذَنْبٌ فِیْ ذٰلِکَ الْیَوْمِ حَتّٰی یُمْسِیَ وَمَنْ اَمْسٰی وَلَعَنَہُمَا لَمْ یُکْتَبْ عَلَیْہِ ذَنْبٌ فِیْ لَیْلَتِہٖ حَتّٰی یُصْبِحَ قَالَ فَمَضٰی اَبُوْ جَعْفَرٍ فَدَخَلْتُ عَلٰی مَوْلَانَا الصَّادِقِ فَقُلْتُ حَدِیْثٌ سَمِعْتُہٗ مِنْ اَبِیْکَ وَجَدِّکَ فَقَالَ یَا اَبَا حَمْزَۃَ فَاَعَدْتُّ عَلَیْہِ الْحَدِیْثَ فَقَالَ حَقًّا یَا اَبَا حَمْزَۃَ ثُمَّ قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَیُرْفَعُ اَلْفَ اَلْفِ دَرَجَۃٍ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ وَاسِعٌ کَرِیْمٌ۔

(ترجمہ) جو شخص جبت و طاغوت (ابوبکر و عمر) کو ایک دفعہ لعنت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو سات کروڑ نیکی کا ثواب دیتا ہے۔ اور سات کروڑ گناہ معاف کرتا ہے۔ اور اس کے سات کروڑ درجے بلند کرتا ہے۔ جو شام کو ان دونوں پر ایک دفعہ لعنت کرے۔ اور اسی قدر اس کو ثواب حاصل ہوتا ہے۔ کہا جب حضرت زین العابدین گذر گئے تو میں حضرت امام باقر کے پاس آیا۔ اور کہا کہ جناب میں نے ایک حدیث آپ کے والد ماجد سے سنی ہے۔ فرمایا بتاؤ اے ثمالی۔ میں نے وہ حدیث سنائی۔ تو فرمایا ہاں ٹھیک ہے۔ کیا تو چاہتا ہے۔ کہ میں مزید بتاؤں میں نے کہا ہاں حضور۔ آپ نے فرمایا جو شخص ہر صبح کو ایک دفعہ دونوں پر لعنت کرے اس رات تک اس کا کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا شام تک اور جو شام کو ان دونوں پر لعنت کرے اس رات تک اس کا کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا صبح تک۔ کہا جب محمد باقر گذر گئے تو میں امام صادق علیہ السلام کے پاس گیا۔ اور کہا کہ میں نے آپ کے باپ دادوں سے ایک حدیث سنی ہے آپ نے فرمایا بتاؤ اے ابو حمزہ۔ میں نے حدیث سنائی۔ فرمایا بالکل درست ہے۔ پھر فرمایا اس کے سات کروڑ درجے بھی بلند ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ واسع الرحمت اور کریم ہے۔

ہمارے غور ہے کہ اللہ تعالیٰ تو بتوں کو بھی برا کہنے سے منع کرے اور جناب باقر علیہ السلام فرمائیں کہ سباب المؤمن فسوق وقتالہ کفر یعنی مسلمان کو برا کہنا کبیرہ جرم ہے۔ اور اس سے لڑنا کفر ہے امام ممدوح کے متبع لعنت کو ثواب عظیم اور باعث رفع درجات سمجھیں اگر یہ درست ہے تو شیعوں کو نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ عبادات کی ادائیگی کی ضرورت کیا ہے جب وہ لعنت لعنت کا ورد کر کے پورے لعنتی بن جائیں تو نیکیاں ان کے نامہ اعمال میں درج ہو جاتی ہیں۔ اور کروڑوں گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور کروڑوں درجے بلند ہو جاتے ہیں۔ دن کو لعنت کا وظیفہ کریں۔ تو دن بھر گناہ کرتے پھریں۔ ان کا کوئی گناہ شام تک نہیں لکھا جاتا۔ اور رات کے وظیفہ کے بعد صبح تک کوئی بدی نہیں لکھی جاتی۔ تو چلو چھٹی ہوئی۔ چوری زنا شراب خوری حرامکاری۔ وغیرہ سب بدمعاشیاں کرتے رہیں۔ ان کو کوئی باز پرس نہ ہوگی۔ ایسے عقائد ایسے مذہب کا کیا کہنا۔

بیالیسواں مسئلہ: شیعہ نے حضرت فاتح روم وفارس خسر نبی و داماد علی حضرت عمرؓ کو بھی معاذ اللہ کافر کہتے ہیں۔ بلکہ تمام اہلسنت والجماعت کو جو ان کو اپنا پیشوائے دین سمجھتے ہیں کافر کہتے ہیں۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی اپنی کتاب حیات القلوب میں لکھتا ہے "و شکے نیست در کفر عمرؓ و کسے کہ عمر را مسلمان داند" پھر اگر ہم غالی شیعہ کو کافر کہیں۔ تو ہمیں کیوں ملامت کی جاتی ہے۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام　　وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

آمدم برسر مطلب

مضمون اتنا لمبا ہو گیا ہے۔ کہ اصل مضمون سے ہم بہت دور جا پڑے ہیں۔ حدیث ثقلین کی بحث ہو رہی تھی۔ جو شیعہ خلافت بلافصل جناب امیر رضی اللہ عنہ پر ایک دلیل پیش کرتے ہیں۔ سو ثقل اکبر قرآن کریم سے شیعہ کے انکار کو زبردست دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ پھر ثقل اصغر ائمہ اہلبیت کی ہتک و توہین کی تشریح بھی کر دی گئی ہے۔ اور یہ کہ ائمہ اطہار کے ذمے شیعہ ایسے گندے اور متعفن شرمناک مسائل منسوب کرتے ہیں۔ جو ان کی سراسر ہتک و توہین ہے۔ اس لئے شیعہ کو حدیث ثقلین دائرہ اسلام سے ہی خارج کئے دیتی ہے۔ کجا یہ بات کہ وہ اس سے استدلال کر سکیں۔

شیعہ کی دلیل پنجم

ایک اور دلیل آیت ذیل سے دی جاتی ہے۔

قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی (میں تم سے اس تبلیغ پر اجر نہیں مانگتا ہاں یہ چاہتا ہوں کہ قرابت کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو)۔

اس آیت کا شیعہ حضرات یہ معنی کرتے ہیں کہ میں تم سے اور تو کچھ اجر نہیں مانگتا۔ اتنا اجر مانگتا ہوں کہ میرے قریبیوں (اہلبیت) سے دوستی رکھو۔

اس آیت میں بھی مسئلہ خلافت علیؓ پر کوئی اشارہ تک پایا نہیں جاتا۔ اگر یہی معنی تسلیم کر لیا جائے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقرباء سے دوستی رکھنا ضروری ہے۔ تو اہلسنت کو اس سے کب انکار ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ حضرت علی کو پہلا خلیفہ مان لو جناب شیخ خود اس کو مطالبہ قبل از وقت قرار دیتے ہیں۔ جیسے کہ آگے ذکر ہوگا۔ اور حضرت علیؓ کو خلیفہ رابع تسلیم کرنے سے بھی محبت اور مودت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ اور اگر آیۃ کا وہ معنی کریں جو شیعہ کرتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نبوت پر حرف آتا ہے جب حق تعالیٰ نے تمام دیگر انبیاء کا مقولہ قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے۔ کہ ہم تبلیغ رسالت پر کچھ اجر نہیں مانگتے تو ختم المرسلینؐ کی نسبت یہ اعتقاد کہ آپ اس امر پر اجر طلب کرتے تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس کے منافی ہے۔ نیز یہ آیت دوسری آیۃ کے مخالف ہو جاتی ہے۔ جو یوں ہے۔ قُلْ مَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُتَکَلِّفِیْنَ یعنی کہدے کہ میں تم سے تبلیغ رسالت پر کسی قسم کا اجر نہیں مانگتا۔ نہ کچھ تکلیف چاہتا ہوں۔

اگر آیت کا مضمون یہ ہو کہ میں تم سے اور تو کچھ اجر نہیں چاہتا۔ ہاں یہ ضرور چاہتا ہوں۔ کہ تم میرے رشتہ داروں سے دوستی کرو جس کا دوسرا معنی یہ ہوگا۔ کہ ان سے مروت و سلوک کرو۔ ان کی مالی اور جانی امداد کرتے رہو۔ تو یہ رسالت نہیں۔ بلکہ خود غرضی پیدا ہوگا جس کا آنحضرت کی نسبت گمان کرنا بھی کفر ہے علاوہ اس کے چونکہ قرآن میں اس قسم کے اقوال جو انبیاء کرام کی طرف سے بیان ہوئے ہیں۔ ان سب میں مخاطب قوم کفار ہے۔ پھر اس صورت میں یہ قباحت لازم آتی ہے۔ کہ کفار جبکہ رسالت آپ سے دشمنی رکھتے تھے۔ تو اس حالت میں آپ انکو کس طرح کہہ سکتے تھے۔ کہ تم میرے رشتہ داروں سے محبت و دوستی رکھو۔ نیز آیتہ میں لفظ القربیٰ واقع ہے۔ ذوی القربیٰ نہیں۔ سو قربیٰ کے معنی رشتہ داری ہے۔ رشتہ دار

اعتراض شیعہ

اس پر شیعہ کا یہ اعتراض ہے۔ کہ اگر اہلبیت سے مراد نساء النبی (یا ازواج رسول) ہوتیں تو بجائے عنکم اور یطہرکم ضمائر مذکر کے عنکن و یطہرکن ضمائر مؤنث استعمال ہوتیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ اہلبیت کے لفظ کا مصداق مؤنث (ازواج) ہیں لیکن چونکہ لفظ اہلبیت مذکر ہے۔ اس لئے لفظ مذکر کے لحاظ سے ضمائر مذکر استعمال ہوئیں جیسا کہ دوسری آیت مذکورہ بالا جو اس کے خطاب حضرت سارہؓ زوجہ سے تھا لیکن بلحاظ تذکیر لفظ اہل البیت عَلَیْکُمْ ضمیر مذکر کا استعمال کیا گیا۔ ایسا ہی یہاں بھی ہے۔

دوسرا جواب: یہ ہے۔ کہ اہلبیت میں خود ذات اقدس سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں کیونکہ اس بیت کے رہنے والے آپ بھی تھے۔ اسلئے برعایت ادب و تعظیم حضور والا تغلیباً ضمیر مذکر کی مستعمل ہوئی۔ **تیسرا جواب:** یہ ہے کہ کلام عرب میں بغرض اظہار محبت عورتوں کیلئے مذکر آجایا کرتی ہے جیسا کہ شاعر اپنی محبوبہ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔ لہ فَاِنْ شِئْتِ حَرَّمْتُ النِّسَآءَ سِوَاكُمُ ایسا ہی حضرت موسیٰ کے قصہ میں مذکور ہے۔ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْا (موسیٰ نے اپنی بی بی کو کہا ٹھہر جاؤ) سو یہاں بجائے اُمْکُثِی کے اُمْکُثُوْا ضمیر مذکر کا استعمال ہوا۔ امید ہے کہ اسقدر جوابات سے معترض کی پوری تسلی ہو جائیگی۔

دوسرا اعتراض

شیعہ کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حدیث کساء سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؓ۔ فاطمہؓ۔ حسنینؓ کے متعلق ہی نازل ہوئی ہے یعنی یہ آیت جس وقت نازل ہوئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں چار بزرگوں کو بلا کر چادر کے نیچے کر لیا۔ اور دعا فرمائی۔ اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَآءِ اَهْلُ بَيْتِيْ فَاَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا (اے خدا یہ میرے اہلبیت ہیں پس ان سے گناہ دور کر اور انکو پاک کر جیسا پاک کرنیکا حق ہے) اگر اہلبیت سے مراد ازواج رسول تھیں۔ تو ان کو کیوں نہ بلا کر یوں دعا کی۔

جواب

سو اگر غور و تدبر سے کام لیا جائے۔ تو اس حدیث سے مزید ثبوت اس امر کا ملتا ہے کہ آیت کا مصداق

ازواج ہی تھیں۔ اور چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان چار بزرگوں سے بھی محبت تھی۔ جو کہ اہلبیت میں از بیت نسب و ولادت داخل تھے۔ اس لئے چاہا۔ کہ یہ بھی اس انعام الٰہی سے بہرہ یاب ہو جائیں۔ اس لئے انکو بلا کر یہ دعا فرمائی۔ کہ یا اللہ یہ بھی میرے اہل بیت میں داخل ہیں۔ انکو بھی رجس سے پاک کیجیو۔ ورنہ اگر یہ چاروں آیت کے مصداق ہوتے۔ تو الٰہی حکم آجانے کے بعد چہاروں کیلئے دعا کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی جو تحصیل حاصل تھا

اس کی مثال یہ ہے۔ کہ ان دنوں سرکار نے فوجی خدمات کے عوض فوجی ملازمین کے بیٹوں اور بھائیوں کے لئے فوجی وظائف منظور کر کے آرڈر جاری کیا۔ کہ جن فوجیوں نے جنگ سے پہلے خدمات کی ہیں ان کے بیٹوں اور بھائیوں کو اسقدر ماہوار وظیفہ ملا کریگا۔ سو جن لوگوں کے بیٹے اور بھائی موجود تھے جب انکو یہ انعام ملا۔ تو بعض فوجی احباب نے سرکار کی خدمت میں عرضیاں دیں۔ کہ حضور فلاں لڑکا میرا متبنّٰی ہے جو بیٹے کے قائم مقام ہے۔ اس کو اس انعام سے حصہ ملنا چاہئے۔ چنانچہ سرکار نے ازراہ مہربانی ایسے لڑکوں کو بھی جو بطور متبنّٰی پیش کئے گئے۔ وظائف دیدیئے۔

سو ایسا ہی مَا نَحْنُ فِیْہِ میں خیال کرنا چاہیئے۔ کہ جب اہل بیت النبی (ازواج رسول) کے متعلق تطہیر کا انعام نازل ہوا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بیٹی۔ نواسوں۔ داماد کو بھی پیش فرمایا۔ کہ یہ لوگ بھی میرے اہلبیت میں داخل ہیں۔ انکو بھی یہ انعام عطا ہو۔ اسکی تائید اس حدیث بخاری سے ہوتی ہے۔ کہ ام سلمہؓ نے رسول صلعم سے عرض کی۔ اَلَسْتُ مِنْ اَهْلِكُمْ (کیا میں اہلبیت میں داخل ہوں)۔ آپ نے فرمایا اِنَّكِ عَلٰى خَيْرٍ۔ (تیرا مرتبہ تو پہلے ہی سے بہتر ہے۔ یعنی تو حقیقی طور پر اہلبیت سے ہے۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا ہے۔ چونکہ ام سلمہؓ کے لئے دعا تحصیل حاصل میں داخل تھا۔ اس لئے اسکو آپنے اس دعا میں داخل نہ فرمایا۔

اسی طرح معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس اور ان کی اولاد کیساتھ بھی فرمایا چنانچہ حافظ ابو نعیم اصفہانی نے روایت درج کی ہے۔ عن ابی سعید الساعدی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للعباس لا تبرح انت وبنوك غدا فان لی فیکم حاجة قال فجمعهم العباس فی بیت فاتاهم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال السلام علیکم حییتم قالوا بخیر نحمد اللہ بابینا انت وامنا یا رسول اللہ قال تقاربوا فتقاربوا فزحف بعضهم الی بعض قال فلما امکنوه اشتمل علیهم بملاءته ثم قال صلی اللہ علیہ وسلم هذا عباس عمی وهؤلاء اهل بیتی استرهم من النار کستری ایاهم بملاءتی هذه فامنت اسکفة الباب وحوائط البیت آمین آمین آمین ثلاثا (دلائل النبوة صـ ۱۸ مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن) ابو اسید ساعدی سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس سے فرمایا۔ کل تم اور تمہارے بیٹے گھر سے باہر نہ جائیں۔ کیونکہ مجھے تم سے کچھ کام ہے۔ کہا (راوی نے) ان کے حضرت عباس نے ان کو ایک گھر میں جمع کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا السلام علیکم تم نے صبح کس طرح کی

(باقی صفحہ ۱۹۰ پر)

بر تقدیر تسلیم

تسلیم بھی کر لیں کہ آیت تطہیر کے مصداق ازواج نہیں۔ بلکہ چار اصحاب کساء ہیں۔ تو بھی شیعہ اس سے عصمت جناب امیرؓ اور امامت پر استدلال نہیں کر سکتے۔ کیونکہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ خدا چاہتا ہے کہ اے اہلبیت تمہارے رجس یعنی گناہ کو دور کر دے۔ اگر پہلے ہی سے معصوم تھے۔ تو رجس کا ازالہ بے معنی ہوگا جب ایک چیز کا وجود ہی نہ ہو تو اس کے دور کرنے کا ارادہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر یہ [illegible] کو آیت میں عصمت کی خبر دینی مقصود ہوتی۔ تو بجائے مضارع کے ماضی کا صیغہ مستعمل ہوتا یعنی اذهب الرجس عنکم و طهرکم تطهیرا (خدا نے تم سے رجس کو دور کر دیا ہے۔ اور تمہیں کلی طور پر پاک کر دیا ہے) مضارع کا صیغہ استعمال ہونا اس امر کی صاف دلیل ہے۔ کہ پہلے عصمت نہ تھی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۹: انہوں نے [illegible] خیریت سے حضورؐ نے فرمایا تم ایک دوسرے کے قریب ہو جاؤ۔ پس وہ آپس میں مل کر بیٹھ گئے۔ راوی کہتے ہیں جب وہ حضور کے انتہائی قریب آ گئے۔ تو آپ نے انکو اپنی چادر میں لے لیا۔ اور فرمایا اللہم [illegible] عباس [illegible] یہ لوگ میرے اہلبیت ہیں۔ انکو آگ سے چھپا لے جس طرح میں نے انکو چادر میں چھپا لیا ہے۔ پس اس پر [illegible] کے سائبان اور گھر کی دیواروں نے تین دفعہ آمین آمین کہی۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ ام سلمہ نے عرض کی یا رسول اللہ لست من اهل البیت (یعنی میں بھی اہلبیت سے ہوں) تو حضور نے فرمایا بلی ان شاء اللہ [illegible]
از علامہ ابن حجر ہیتمی۔ اس کے جواب میں علماء شیعہ صحیح مسلم میں زید بن ارقم والی روایت پیش کرتے ہیں۔ کہ آخری الفاظ یہ ہیں فقلنا من اهل بیته نساءه قال لا وایم الله ان المرأة تکون مع الرجل العصر من الدهر ثم یطلقها فترجع الی ابیها وقومها اهل بیته اصله و عصبته الذین حرموا الصدقة بعده (ترجمہ) حضرت زید بن ارقم سے پوچھا گیا کہ آنحضرت کے اہلبیت کون ہیں۔ کیا حضور کی ازواج اہلبیت ہیں۔ تو آپ نے فرمایا نہیں خدا کی قسم عورت زمانے کا [illegible] حصہ شوہر کے ساتھ رہتی ہے پھر وہ اسکو طلاق دیتا ہے پس وہ اپنے باپ اور قوم کی طرف واپس چلی جاتی ہے حضور کے اہلبیت آپکے اہل اور عصبہ ہیں۔ جو آپ کے بعد صدقہ سے محروم کئے گئے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت زید بن ارقم نے جہت نسب والا [illegible] ازواج مطہرات کو اہلبیت سے خارج فرمایا ہے۔ نہ مطلقاً اور مناسب مقام یہی تھا۔ کیونکہ حضرت زید بن ارقم اہلبیت کا محترم و مکرم ہونا ثابت کر رہے ہیں جنکو سلاطین بنو امیہ نے ان حقوق سے محروم کر دیا تھا جو عہد نبوی اور عہد خلفاء راشدین میں [illegible] کرتے تھے۔ ورنہ حضرت زید سے صحیح مسلم کی دوسری روایت میں ازواج رسول کا اہلبیت ہونے کا اعتراف صریحاً ثابت ہے اس روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں۔ فقال اهل بیتی اذکرکم الله فی اهل بیتی فقال له حصین ومن اهل بیته یا زید الیس [illegible]

دوم: اگر یہ آیت دلیل عصمت جناب امیرؓ اور ان کی امامت کی ہے تو پھر وہ آیت جو اصحاب بدر کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ولکن یرید لیطهرکم ولیتم نعمته علیکم (لیکن خدا چاہتا ہے تم کو پاک کرے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کرے) دوسری جگہ ہے۔ ویذهب عنکم رجز الشیطان (اور دور کرے شیطان کی [illegible]) سو یہ آیت اصحاب بدر جن میں ۳۱۳ اصحاب شامل تھے ان کی عصمت کی بھی دلیل ہونی چاہئے ایک ہی قسم کے الفاظ دونوں جگہ ہیں بلکہ اصحاب کی نسبت اتمام نعمت کا مضمون مزید براں ہے۔ اگر اصحاب بدر کی عصمت باوجود ان آیات کے نہیں مانی جاتی۔ تو اہلبیت کی کیوں مانی جائے۔ بہرحال اس آیت سے شیعہ کا استدلال کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۰: نسائه من اهل بیته قال نساؤه من اهل بیته ولکن اهل بیته من حرم الصدقة بعده قال ومن هم قال هم آل علی وآل عقیل وآل جعفر وآل عباس قال کل هؤلاء حرم الصدقة قال نعم (صحیح مسلم کتاب الفضائل) ترجمہ: پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوسری چیز میرا اہلبیت ہے میں تم کو اپنے اہلبیت کے بارے میں اللہ سے ڈراتا ہوں۔ پس حصین نے زید سے پوچھا اے زید حضرت کے اہلبیت کون ہیں۔ کیا آنحضرتؐ کی ازواج آپکے اہلبیت سے نہیں زید نے فرمایا حضور کی ازواج آپکے اہلبیت میں سے ہیں۔ لیکن آپکے اہلبیت وہ ہیں جو آپکے بعد صدقہ سے محروم کئے گئے۔ اسکے بعد حصین نے کہا وہ کون ہیں؟ زید نے جواب دیا وہ آل علیؓ اور آل عقیلؓ اور آل جعفرؓ اور آل عباسؓ ہیں۔ کیا یہ سب صدقہ سے محروم کئے گئے۔ زید نے فرمایا ہاں۔ معلوم ہوا کہ پہلی روایت میں از جہت نسب انکو [illegible] اہلبیت ہونے کی نفی کی گئی ہے لہذا دونوں میں کوئی تعارض نہ رہا۔ علاوہ ازیں ہم کہتے ہیں کہ دوسری روایت بوجہ نص قرآنی کے موافق ہونے کے راجح ہے۔ اور باعتبار اسناد بھی اس سے قوی ہے۔ کیونکہ پہلی روایت کے اسناد میں حسان بن ابراہیم آتا ہے جسکی نسبت میزان الاعتدال میں ہے۔ قال النسائی لیس بالقوی وقال ابن عدی حدث بافرادات کثیرة وهو من اهل الصدق الا انه یغلط یعنی نسائی نے کہا کہ حسان بن ابراہیم قوی نہیں۔ اور ابن عدی نے کہا کہ اسنے بہت سی منفردات روایت کی ہیں۔ اور وہ اہل صدق میں سے ہے لیکن غلطی کرتا ہے۔ لہذا پہلی روایت کے مقابلہ میں دوسری روایت بہرحال قابل حجت ہوگی۔

حاشیہ صفحہ ہذا: علی کرم اللہ وجہہ نے خود بھی اپنے غیر معصوم ہونیکا اعتراف فرمایا ہے۔ چنانچہ جنگ صفین میں حاکم اور رعایا کے حقوق بیان فرماتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا۔ فلا تکفوا عن مقالة بحق او مشورة بعدل فانی لست فی نفسی بفوق ان اخطئ ولا آمن ذلک من فعلی الا ان یکفی الله من نفسی ما هو املک به منی۔ (نہج البلاغۃ مطبوعہ بیروت جزو اول [illegible] مطبوعہ ایران [illegible] کافی کتاب الروضہ [illegible]) (ترجمہ) پس تم سچی بات کہنے یا عدل کیساتھ مشورہ دینے سے باز نہ رہو۔ کیونکہ میں بذات خود غلطی کرنے سے بالاتر نہیں ہوں۔ اور نہ اپنے افعال میں خطا سے محفوظ ہوں۔ مگر یہ کہ اللہ تعالی میری ذات کیلئے ایسا کام بنا دے جس پر وہ میری نسبت زیادہ مالک ہے۔ انتہی۔ ۲۔ بلکہ سورہ مائدہ ع ۲ میں وضو و غسل کرنے والوں کی نسبت بھی اس قسم کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ ما یرید الله لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطهرکم ولیتم نعمته علیکم لعلکم تشکرون (اللہ تعالی نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی کرے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور [illegible] نعمت تم پر تمام کرے تاکہ تم شکر کرو)۔ پس اگر آیت لیطهرکم کے الفاظ سے [illegible] ہر وضو اور غسل کرنے والے کی عصمت پر بھی استدلال کیا جائے گا۔

شیعہ کی ستائیسویں دلیل

قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَنَا وَاَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ط (آپ کہدیں آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو۔ اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو۔ اپنے وجودوں کو اور تمہارے وجودوں کو پھر مباہلہ کریں۔ کہ خدا کی لعنت جھوٹوں پر ڈالیں)

وجہ استدلال یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ نصاریٰ نجران سے جب مباہلہ کی قرارداد ہوئی جیسا کہ آیت سے ظاہر تھا۔ تو حضرت رسولؐ انہیں چار بزرگوں علیؓ۔ فاطمہؓ و حسنینؓ کو ساتھ لیکر نکلے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ ثلاثہ کی رسول پاک کے دل میں کوئی قدر و منزلت نہ تھی۔ اسلئے جناب امیرؓ ہی آپکی وفات کے بعد خلافت کے لائق تھے۔

جواب

اس استدلال کا جواب یہ ہے۔ کہ آیت سے یہ ہرگز مفہوم نہیں ہوتا۔ کہ حضرت علیؓ ہی امامت و خلافت کے مستحق ہیں اور نہیں۔ نہ آیت کا کوئی لفظ اس امر پر دلالت کرتا ہے بلکہ آیت کا مفہوم صاف یہ ہے کہ ہر دو فریق سے حسب ذیل اشخاص مباہلہ کیلئے نکلیں۔ مباہلہ کرنیوالے بذات خود۔ اور ان کی اولاد۔ ان کی مستورات چونکہ مسلمان فریق سے رہبر اسلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے صحابہؓ تھے۔ جو کفار سے جہاد و قتال کرتے تھے۔ اس لئے یہ سب لوگ اَنْفُسَنَا میں داخل تھے۔ انہوں نے ادھر سے میدان مباہلہ میں نکلنا تھا۔ درجہ دوم میں ان کی اولاد احفاد ذکور و اناث۔ درجہ سوم میں ان کی مستورات۔ ایسا ہی کفار کی طرف سے ابو حارثہ۔ اسقف۔ عاقب معہ اپنی اولاد اور عورتوں کے نکلے۔ اب شیعہ کا یہ کہنا۔ کہ سوائے ان چار بزرگوارں کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ کوئی نہ نکلا یا آپ کسی کو ساتھ نہ لے گئے مضمون آیت سے بالکل خلاف ہے کیونکہ اگر حضور علیہ السلام معہ علیؓ۔ فاطمہؓ و حسنینؓ کے نکلے تو اَنْفُسَنَا۔ اَبْنَاءَنَا کا مضمون تو پورا ہو سکتا ہے۔ یعنی رسولؐ معہ علیؓ بذات خود نکلے۔ اولاد رسول سے فاطمہؓ و حسنینؓ ساتھ ہوئے لیکن نساءنا کا مضمون کیونکر پورا ہو سکتا ہے۔ حضرت فاطمہؓ نساء الرسول نہیں۔ بلکہ ابناء الرسول میں داخل تھیں پھر آیت کا مضمون کسطرح صحیح ہو سکتا ہے۔ نیز کفار کا مقابلہ تو رسول اور سرداران فوج اصحاب کبار سے ہو۔ اور صرف مباہلہ کیلئے حضرت رسولؐ ان کے داماد علیؓ۔ آپکی دختر فاطمہؓ اور حسنینؓ کے نکلنے پر راضی ہو جائیں۔ حضرت رسولؐ

اور حضرت علیؓ تو مجاہدین و مقاتلین میں داخل تھے لیکن فاطمہؓ و حسنینؓ جو جدال کے قابل نہ تھے اگر مقابلہ میں کل کر قتیم زخم بھی اٹھائیں۔ تو کفار کی مراد کیسے پوری ہو سکتی تھی جبکہ ان کے استیصال کیلئے عمر فاروقؓ اور ابو بکر صدیقؓ جیسے بطل صحیح سلامت زندہ موجود رہتے۔

غرض عقل و نقل دونوں اس امر کے تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مباہلہ کے لئے حضرت علیؓ۔ فاطمہؓ و حسنینؓ کو ہی ساتھ لیا۔ اور جب آیت سے حضرت علیؓ اور ان کے متعلقین کی خصوصیت ثابت نہیں ہوتی۔ تو اس کے خلاف روایات خواہ کتب شیعہ کی ہوں یا اہل سنت کی قابل استدلال نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ شیعہ حضرات ایسی روایات کے گھڑ لینے میں پورے مشاق ہیں۔ اور کتب اہلسنت میں بھی وحشت اندازی کر لینے سے دریغ نہیں کرتے۔

ایک عجیب روایت

حیات القلوب جلد ۲۔ صفحہ ۴۵۲ میں ہے "چوں ایں آیت نازل شد قرار کردند کہ فردا دیگر مباہلہ کنند ونصاریٰ برائے مباہلہ خود برگشتند پس ابو حارثہ با اصحاب خود گفت کہ فردا نظر کنید اگر محمد با فرزندان و اہلبیت خود می آید پس بترسید از مباہلہ و اگر با اصحاب و اتباع خود می آید از مباہلہ او پروا نکنید (ترجمہ)۔ جب آیت مباہلہ نازل ہوئی اور دوسرا دن مباہلہ کے لئے مقرر ہوا۔ اور نصاریٰ اپنی جگہ پر واپس ہوئے۔ تو ابو حارثہ نے ساتھیوں سے کہنے لگا۔ کہ کل دیکھنا اگر رسول (صلعم) اپنے فرزندوں اور اہلبیت کیساتھ مباہلہ کے لئے نکلیں تو تمہیں ڈرنا چاہیے اور اگر اصحاب و اتباع کے ساتھ نکلیں۔ تو ذرا پرواہ نہ کرنا۔

اب جائے غور ہے۔ کہ نصاریٰ نجران کو جناب امیرؓ اور دیگر اہلبیت سے اعتقاد خوش اعتقادی کس وجہ سے ہو گئی تھی کہ جو اہلبیت کے نکلنے سے ان کو رنج کا نتیجہ بھی ممکن۔ کہ حضرت علیؓ تو انہوں نے دیکھا ہو۔ اور ان کے بشرہ کو دیکھ کر قیافہ سے ایسا حکم لگا لیا ہو۔ لیکن حسنینؓ اور جناب سیدہ انہوں نے کیسے دیکھ لیا۔ کہ ان کے مباہلہ میں شمولیت سے اس قدر خوف پیدا ہوا۔ یہ سب کچھ شیعہ حضرات کی خوش اعتقادی کی باتیں ہیں۔ ورنہ کفار کو دہشت جناب رسول پاک اور ان کے اصحاب کبار جو اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ کے مصداق تھے سے تھی۔ اور ان کے کارناموں سے آگاہ ہو چکے۔ انہیں کے خوف سے انہوں نے نہ مباہلہ منظور کیا۔ نہ مقابلہ بلکہ مصالحت پر مجبور ہو گئے۔

اگر بالفرض مان لیا جائے کہ اہل نجران جناب امیرؓ کی طفیل ہی سر ہوئی۔ تو یہ ایسی کونسی بڑی بات ہے

لیکن ان کو گریبان میں رسی ڈالکر گھسیٹ کر دربار صدیق میں لایا گیا۔ اور اس لئے مجبوراً آپ کو بیعت کرنی پڑی۔ سو کوئی مسلمان جس کے دل میں جناب امیر کرم اللہ وجہہ کی نسبت ذرہ بھی عقیدت ہے ہرگز باور نہیں کر سکتا کہ جناب شجاعت مآب پر کوئی جبر و زیادتی کر کے ان سے بزور بیعت منوا سکتا تھا۔ شیعہ کہتے ہیں کہ آپ پر زیادتی کی گئی۔ آپکو طوق بگردن گھسیٹ کر لایا گیا۔ اور آپ نے بالکل ہاتھ پاؤں نہ ہلائے کیونکہ آپ کو صبر کرنے کا حکم تھا۔ لیکن کوئی عقلمند شیعہ اس رکیک عذر کو ہرگز تسلیم نہیں کر سکتا۔ اس کو صبر نہیں کہتے کہ ایک شخص حق پر ہو جس کا حق زبردستی چھین لیا جائے اور ناحق والے اس سے زبردستی اپنا حق منوائیں۔ اس کو یہاں تک بے عزت و ذلیل کیا جائے کہ گلے میں رسی ڈالکر بازار میں گھسیٹا جائے اس کی عصمت مآب بیوی خاتون جنت کو کوڑوں سے پیٹا جائے۔ بطن مبارک پر لات مار کر اسقاط حمل کیا جائے۔ اور وہ شخص صبر کرتا رہے۔ ایسے شخص کو حلیم اور بردبار نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ ایسے مرد کو پرلے درجے کا بزدل اور بے غیرت کہا جاتا ہے۔ حاشا و کلا کوئی مسلمان ایسے دور از عقل ڈھکوسلوں کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ بلکہ ماننا پڑتا ہے کہ جناب امیرؓ نے خلافت خلفائے ثلاثہ کو صحیح تصور فرما کر خوشی خوشی خود ان کی بیعت کی۔ اور ان کے عہد خلافت میں اپنے مفید مشوروں سے خلفائے اسلام کو مستفید کرتے رہے۔ اور ان سے مل کر کام کرتے رہے ان کے پیچھے نمازیں پڑھا کیں۔ غنائم سے حصہ بخرہ لیتے رہے۔

بیعت کے متعلق شیعہ کے دو مختلف قول

شیعہ کا ایک قول تو یہ ہے۔ کہ جناب امیرؓ کو بذلت و رسوائی باندھ کر کھینچ گھسیٹ کر لے گئے۔ اور آپکا ہاتھ پکڑ کر ابوبکرؓ کے ہاتھ میں دیا گیا۔ اور اس طرح رسم بیعت بزور ادا ہوئی جیسا کہ جلاء العیون اردو جلد ۱ ص۱۵۲ میں رسن بگردن گھسیٹ کر لے جانے کے واقعہ کو لکھنے کے بعد یوں لکھا ہے۔

"پس خالد بن ولید دوڑا۔ اور تلوار غلاف سے کھینچ کر کہا بخدا سوگند اگر بیعت نہ کرو گے۔ تو میں تم کو قتل کرونگا۔ جناب امیرؓ نے گریبان اس شقی کا پکڑ کر حرکت دی اور دور پھینک دیا۔ کہ اس کے ہاتھ سے تلوار بھی گر پڑی۔ ہر چند سعی کی۔ مگر جناب امیرؓ نے بیعت کو ہاتھ دراز نہ فرمایا۔ پس حضرت کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور ابوبکرؓ نے دست نجس دراز کر کے حضرت کے ہاتھ تک پہنچایا۔"

غرض عجیب بات ہے۔ شیعہ حضرات جناب امیرؓ کی شجاعت کے بھی کرشمے دکھاتے ہیں۔ کہ خالد بن ولید کا گریبان پکڑ کر آپ نے ایسی حرکت دی۔ کہ تلوار گر پڑی لیکن آخر کار جناب موصوف کو ایسا مغلوب

بنایا جاتا ہے۔ کہ زبردستی ان کا ہاتھ پکڑا گیا۔ اور ابوبکرؓ کے ہاتھ میں دیا گیا۔

بہرحال اس روایت میں واقعہ بیعت کو جناب امیرؓ کی بے بسی اور مجبوری کی صورت میں پیش کیا گیا لیکن شیعہ کا دوسرا قول یہ ہے۔ کہ آپ نے ملکی مصلحت سے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت بخوشی قبول کر لی چنانچہ فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ ص۱۴۹ میں یوں درج ہے۔ عن زرارة عن ابی جعفر علیه السلام قال ان الناس لما صنعوا اذ بایعوا ابابکر لم یمنع امیر المؤمنین علیه السلام من ان یدعو الی نفسه الا نظرا للناس وتخوفا علیهم ان یرتدوا عن الاسلام فیعبدوا الاوثان ولا یشهدوا ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله وکان الاحب الیه ان یقرهم علی ما صنعوا من ان یرتدوا عن جمیع الاسلام وانما هلک الذین رکبوا ما رکبوا فاما من لم یصنع ذلک ودخل فیما دخل فیه الناس علی غیر علم ولا عداوة لامیر المؤمنین علیه السلام فان ذلک لا یکفره ولا یخرجه من الاسلام فلذلک کتم علی علیه السلام امره وبایع مکرها حیث لم یجد اعوانا۔

(ترجمہ) زرارہ نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ لوگوں نے جب بیعت ابوبکرؓ کی کر لی۔ تو امیرؓ کے لئے اور کوئی امر اس سے مانع نہ تھا۔ کہ اپنی بیعت کی طرف لوگوں کو بلائے سوائے اس کے کہ آپ کو خوف ہو گیا تھا۔ کہ اگر بیعت ابوبکرؓ سے ہٹا کر اپنی بیعت کیطرف بلائیں تو لوگ اسلام ہی سے پھر جائیں۔ اور رسالت محمد صلعم سے منکر ہو جائیں۔ اور آپ اس بات کو زیادہ پسند کرتے تھے کہ ان کو اس (بیعت ابوبکرؓ) پر ٹھہرا رہنے دیں بجائے اس کے کہ وہ سرے سے اسلام ہی چھوڑ بیٹھیں۔ اور بہرحال وہ لوگ ہلاک ہو گئے۔ جو لوگ بیعت ابوبکرؓ پر متفق ہو گئے ہاں جو لوگ اس منصوبہ میں شامل نہ تھے۔ اور لوگوں کو دیکھا دیکھی بغیر علم و عداوت امیر المؤمنین میں داخل ہو گئے۔ وہ کافر نہیں ہوئے۔ نہ اسلام سے خارج ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت علیؓ اپنی خلافت کے استحقاق کو چھپا رکھا۔ اور مجبور ہو کر بیعت کر لی جبکہ اپنے مددگار نہ دیکھے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جناب امیرؓ نے دیکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم بیعت ابوبکرؓ پر متفق ہو گئے ہیں۔ اور آپکا ساتھ بالکل چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور حالت ایسی نازک ہو گئی ہے۔ کہ اگر بیعت ابوبکرؓ سے منحرف

[1] شرح نہج البلاغت مصنفہ سلطان محمود شیری جلد ۲ میں ہے۔ وکانت وجوه الناس الی علی علیه السلام فلما ماتت فاطمة انصرفت وجوه الناس عنه وخرج من بیته فبایع ابابکرؓ (ترجمہ) روایت ہے کہ پہلے لوگوں کی توجہ امیرؓ کیطرف تھی۔ جب جناب سیدہ فوت ہوئیں لوگوں کی توجہ کم ہو گئی۔ تو آپ اپنے گھر سے نکلے اور بیعت ابوبکرؓ کر لی۔

ہو کر آپ اپنی بیعت کروانا چاہتے ہیں۔ تو لوگ اسلام ہی کو خیرباد کہدیں۔ تو آپ نے اپنے استحقاق خلافت کو اپنے سینہ ہی میں مخفی رہنے دیا۔ لوگوں کو ہرگز اپنی خلافت کا استحقاق نہیں جتایا اور بعد میں خود بھی بیعت کرلی۔ نہ کسی نے آپ کو اذیت دی۔ نہ کوئی ناگوار قضیہ پیش آیا۔ آپ نے نہایت عاقل اندیشی سے وقت کی نزاکت کو محسوس کر کے اپنی بیعت کے لئے کسی فرد بشر کو نہیں کہا۔ بلکہ بطیب خاطر خود بیعت کرلی۔ ایسے متعارض اقوال کے ہوتے ہوئے شیعہ اپنے دعویٰ میں کامیاب نہیں ہے۔ اور بلاشبہ تنقیح چہارم بھی حق اہل سنت والجماعت خلاف اہل تشیع ثابت ہوجاتی ہے۔

فیصلہ

جب ہر چہار امور تنقیح بحق اہل السنت والجماعت خلاف شیعہ بدلائل ظاہرہ قرآن وحدیث و احادیث ائمہ اہلبیت و اقوال جناب امیر سے ثابت ہوگئے ہیں۔ تو دعویٰ شیعہ باطل قرار پاکر ڈگری بحق اہل السنت خلاف شیعہ صادر کی جاتی ہے۔ کہ امامت و خلافت ایک ہی چیز ہے۔ اور حضرت امیر کی خلافت بلافصل پر کوئی نص قرآن و حدیث میں ثابت نہیں ہے۔ اور انتخاب خلافت شورای مہاجرین و انصار اور باتفاق اہل حل وعقد سے عین منشاء الٰہی سے درست طور پر ہوا تھا اور امیر ہرگز طالب خلافت نہیں تھے۔ بلکہ وہ وزارت کو خلافت پر ترجیح دیتے تھے۔ اور انہوں نے برغبت بر سہ خلفاء کی بیعت کی۔ اور صداقت بالکل بحق شیعہ یا سب شور و شغب انکی لاطائل اور بیانات اور حدیث روی بھی کیونکہ ہے۔ اور درحقیقت حدیث کے لباس میں یہ جناب امیر اور جملہ اہلبیت کے سخت ترین دشمن ہیں۔ خدا ان کو ہدایت کرے۔ اب خلافت کی بحث ختم ہوچکی۔ اور دلائل سے ہم نے اپنے مدعا کو ثابت کر دیا جس کا جواب شیعہ قیامت تک نہیں دے سکتے۔ اب ہم ان مطاعن کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو شیعہ صحابان آنحضرت کے اصحاب پاک اور ازواج مطہرات کے خلاف کیا کرتے ہیں۔ ہم ان تمام مطاعن کا جواب شافی الزامی اور تحقیقی طور پر دیں گے۔ اور استدلال عقلی نقلی سے شیعہ کے ان ہذیانات کا قلع قمع کر دیں گے۔ واللہ الموفق۔

مطاعن شیعہ

ہر چند شیعہ کے مطاعن کے شافی جواب کتب متقدمین اہل السنت والجماعت میں دیئے جا

چکے ہیں۔ لیکن شیعہ اس سے اغماض کر کے پھر نئے رنگ میں انہی اعتراضات کو دوہرا کرتے ہیں۔ اسلئے یہاں ان کے مطاعن کو ایک ایک کر کے جدا لکھ کر ان کے دندان شکن جواب لکھتے ہیں۔ تاکہ اہل السنت والجماعت کو ان خرافات کی جوابدہی میں سہولت ہو۔

پہلا طعن

پہلا طعن روافض کا جناب صدیق اکبر کی نسبت یہ ہے۔ کہ آپ نے جیش اسامہ سے تخلف کیا حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس لشکر کو خود تیار کر کے اسامہ کی ماتحتی میں روانہ کیا۔ اور سب کو نام بنام متعین کر دیا۔ اور بڑی تاکید و مبالغہ سے فرمایا۔ کہ جہزوا جیش اسامۃ لعن اللہ من تخلف عنہا[1] (اسامہ کے لشکر کو تیار کرو۔ جو شخص اس سے تخلف کریگا وہ ملعون ہوگا)

جواب

اس طعن کا جواب یہ ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تجہیز جیش اسامہ کا جو حکم فرمایا۔ اسکی تعمیل صدیق اکبر نے بوجہ احسن کی تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔

۲۶ صفر کو پیر کے دن آنحضرت نے حکم دیا۔ کہ رومیوں کی سرکوبی کے لئے زید بن حارثہ کے انتقام کی مہم روانہ کیجائے۔ آپ نے اگلے روز اسامہ بن زید کو اس لشکر کا امیر نامزد فرمایا۔ بدھ کو آپ بیمار ہوگئے اس سے دوسرے روز جمعرات کو باوجود بیماری کے آپ نے بدست خود نشان علم کی درستی فرمائی۔ اور اسامہ کو فرمایا۔ اُغْزُ بِسْمِ اللّٰہِ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَقَاتِلْ مَنْ کَفَرَ بِاللّٰہِ۔ (خدا کا نام لے کر خدا کی راہ میں جہاد کرو۔ اور کافروں سے جہاد شروع کر دو)

اسامہ حسب ارشاد نبوی علم لشکر لے کر باہر نکلے۔ اور نشان بریدہ بن حصیب اسلمی کے حوالہ کر دیا۔ اور مقام جرف میں پڑاؤ کیا۔ جو مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ تاکہ تمام لشکر وہاں جمع ہوجائے۔ اصحاب کبار مہاجرین و انصار صدیق۔ فاروق۔ عثمان۔ علی رضی اللہ عنہم اور

[1] جملہ لعن اللہ الخ اہل سنت کی کسی کتاب میں مذکور نہیں ہے۔ یہ روافض کا الحاق ہے۔ صرف محمد بن عبدالکریم شہرستانی نے اپنی کتاب ملل و نحل میں یہ جملہ لکھا ہے۔ شہرستانی حسب تحریر کتب جرح و تعدیل ثقہ نہیں۔ بلکہ وہ شیعہ کی طرف مائل تھا۔ ایسے شخص کی تحریر کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ ۱۲ منہ عفی اللہ تعالیٰ ۱۲ اللهم اغفر لکاتبہ و لوالدیہ۔

دیگر اکابر اصحاب نے بھی ادھر تیاری کر کے اپنے مقام مذکور میں بھیجدیئے۔ لیکن حضورؐ کی بیماری میں تیزی ہوگئی۔ اور عشاق رسول بیقرار ہوگئے جس پر حضور علیہ السلام نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنی جگہ امامت پر مامور فرمایا۔ (کتب فریقین میں اس کا ذکر موجود ہے) ۱۰ ربیع الاول حضور علیہ السلام کو مرض سے کسی قدر افاقہ اور سب مسلمانوں نے جہاد کے لئے روانگی کا قصد کیا۔ حضرت اسامہؓ کو حضورؐ نے قبل کیر فرما کر دعا خیر فرمائی اسامہؓ کوچ کیلئے تیار تھے کہ ام ایمنؓ مادر اسامہؓ ان کے پاس پیغام بھیجنے لگیں۔ کہ حضورؐ کی حالت نازک ہوگئی ہے۔ اسامہؓ اور دیگر اکابر یہ خبر وحشت اثر سن کر ششدر رہ گئے۔ اور کمریں کھولدیں۔ اور نشان دولت نبوی پر نصب کر دیا۔ حضورؐ کے وصال کے بعد جب تجہیز و تکفین سے فراغت ہوئی۔ اور منصب خلافت صدیق اکبرؓ نیابت گزیں ہوئے۔ تو اسامہؓ نے پھر مقام جرف میں جھنڈا گاڑ دیا۔ اور فوج جمع ہونے لگی۔ اسی اثنا میں مدینہ میں خبر پہنچی۔ کہ بعض قبائل عرب مرتد ہوگئے ہیں۔ اور مدینہ منورہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ بعض صحابہؓ نے حضرت ابوبکر صدیق سے عرض کی۔ کہ اس موقعہ پر لشکر اسامہ کی روانگی ہم روم پر ملتوی کر دی جائے۔ تاکہ مدینہ منورہ معرض خطر میں نہ رہے۔ لیکن صدیق اکبرؓ نے نہ مانا۔ اور کہا کہ جس لشکر کو آقائے نامدار حضورؐ تیار فرما چکے ہیں میں اسے کبھی روک نہیں سکتا۔ اور اس مہم کو ضرور روانہ کرونگا۔ اگرچہ منافقین مدینہ و مضافات میں مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ القصہ لشکر اسامہؓ کو آپ نے مکمل ساز و سامان سے لیس کر کے روانہ کیا۔ اور حضرت عمرؓ کو حضرت اسامہ سے اجازت لیکر ہمراہ خود لیا۔ تاکہ ان کی تدبیر کار سے فائدہ اٹھا کر بغاوت کو فرو کر سکیں۔ اسامہؓ منزل مقصود پر پہنچے۔ جدال و قتال کے بعد دو شامر کو مفتوح کیا۔ اور مدینہ میں بافتح و ظفر واپس آئے۔

سو یہ اعتراض صدیق اکبرؓ پر کہ آپ نے لشکر اسامہؓ کی تجہیز میں کوتاہی کی۔ درست نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ نے اس لشکر ظفر پیکر کو پورے ساز و سامان سے تیار کر کے روانہ کیا۔ اور جہز جیش اسامہ کی تعمیل حق ادا کیا۔ اور اگر روافض کا یہ اعتراض ہے۔ کہ آپ نے لشکر اسامہؓ سے تخلف کیا اور خود ساتھ نہیں گئے تو ایسا اعتراض روافض کا ان کی جہالت اور لاعلمی کی دلیل ہے جب خلیفہ یا بادشاہ کسی مہم کو کسی افسر

لہ کتب اہل سنت والجماعت میں تو اس کی تفصیل موجود ہے۔ کہ حضور صلعم کی بیماری کے ایام میں حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھاتے رہے لیکن شیعہ حضرات اس خیال سے کہ حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت اور استحقاق خلافت ثابت ہوتا ہے۔ صاف الفاظ میں اسکا اقرار نہیں کر سکتے۔ لیکن چونکہ اصلیت چھپی نہیں رہتی۔ اس لئے بعض منصف مزاج مصنفین کو اسکا اعتراف کرنا پڑتا ہے چنانچہ ذاکر حسین شیعی امامی اثنا عشری لکھتا ہے کہ ایام مرض میں جب وقت نماز آتا۔ بلالؓ آنحضرت کو اطلاع دیدیتے اور حضرت باہر آکر نماز پڑھاتے۔ مگر آخر مرض میں لکھتا ہے۔ کہ آخری تین نمازوں میں حاضر نہ ہو سکے۔ اس موقعہ پر طبری نے لکھا ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ علی کو بلا بھیجو۔ پس علی کو بلانے گئے۔ عائشہؓ نے کہا۔ اگر ابوبکرؓ کو بلالیں تو کیا حرج ہے۔ اور حفصہؓ نے کہا۔ اگر عمرؓ کو بلالیں تو کیا حرج ہے۔ پس یہ سب آنحضرت کے پاس آکر جمع ہوگئے۔ پس فرمایا رسول اللہ صلعم نے۔ کہ اب تو چلے جاؤ۔ جب مجھے ضرورت ہوگی تو بلاؤں گا۔ پس یہ لوگ چلے گئے۔ اسکے بعد رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ نماز کا وقت آگیا۔ جواب ملا۔ الخ۔ فرمایا تو ابوبکرؓ کو حکم دیدو کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔ (تاریخ اسلام ۱۲۳۳ مولفہ ذاکر حسین صفحہ ۲۴ مطبوعہ مقبول پریس دہلی۔)

ماتحت کر کے کسی جگہ روانہ کرتا ہے۔ تو حقیقت میں قائد فوج وہی سمجھا جاتا ہے۔ لڑتی فوج ہے۔ اور نام بادشاہ کا ہوتا ہے۔ کیونکہ فوج بدوں سامان خوراک و اسلحہ وغیرہ لڑ نہیں سکتی۔ اور یہ سب کچھ بادشاہ کے ذمہ ہوتا ہے فرض حضرت ابوبکرؓ نے باوجود خطرناک حالت کے لشکر اسامہؓ کو بھیجکر زید بن حارثہؓ کا خوب انتقام لیا۔ اور اسامہؓ مہم سر کر کے پوری کامیابی سے مراجعت فرما ہوئے۔ رسول پاک کی منشاء و حکم کو پورا کر دیا گیا۔ علاوہ ازیں یہ الزام حضرت علیؓ پر بھی وارد ہو سکتا ہے۔ کہ آپ بھی لشکر اسامہؓ کیساتھ جانے پر مامور تھے۔ آپ کیوں نہ گئے۔ اگر ایسی نازک حالت میں کہ حضورؐ نزع کی حالت میں ہوں۔ عاشقان دولت والا آپ کو چھوڑ کر لڑائی پر چلے جاتے۔ تو منافقین نابکار کا ہمیشہ کیلئے یہ اعتراض ہوتا کہ ملک گیری کی ہوس میں آقائے نامدار کو مرض الموت میں تنہا چھوڑ کر یاران خاص باہر سفر میں چلدیئے اور جب دوسرا پہلو اختیار کیا گیا۔ تو اعتراض اٹھایا جاتا ہے کہ تعمیل حکم نہیں ہوئی۔ ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد　　عیب نماید ہنرش در نظر

یہ بھی واضح رہے کہ جب حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو خدمت امامت پر مامور کر دیا تھا۔ تو تعمیل حکم اسی صورت میں تھی کہ اس ڈیوٹی میں کوتاہی نہ ہو۔ پھر جب بعد وفات رسولؐ بار خلافت آپکے سر پر ڈالا گیا۔ تو پھر تعمیل ارشاد اسیطرح ہو سکتی تھی کہ خود امور خلافت کو سرانجام کریں۔ اور مسودہ کار فوج کو ماتحتی اسامہؓ پوری تیاری سے روانہ کر کے اس مہم کو سر کریں۔ چنانچہ یہ دونوں کام خدا کے فضل سے پورے ہوئے اور فتح و ظفر کا سہرہ صدیق اکبرؓ کے سر رہا۔ حاسد نابکار جو کہا کریں۔ ؎

بمیر تا برہی اے حسود کیں رنجیست　　کہ از مشقت او جز بمرگ نتواں رست

دوسرا طعن

حضور صلعم نے حضرت ابوبکرؓ کو سورہ برأت کے احکام کی تبلیغ کے لئے مکہ معظمہ میں روانہ کیا تھا بعد میں جبرائیل نازل ہوئے اور پیغام دیا۔ کہ اس کام کیلئے حضرت علی کو روانہ کرو چنانچہ حضرت علیؓ نے جاکر فرض تبلیغ احکام سورہ برأت انجام دیا۔ تو جب آپ صرف ایک سورۃ کی قابلیت نہ رکھتے تھے تو وہ خلیفہ کسطرح ہو سکتے تھے جس کے ذمے تبلیغ جمیع احکام شریعت کا کام ہوتا ہے۔

جواب

روایات اہل سنت اس بارہ میں مختلف ہیں۔ اکثر روایات میں یوں ہے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ کو حضور[۱] علیہ السلام نے پہلے ہی سے امیر حج مقرر فرما کر بھیجا تھا۔ بعد ازاں سورہ براءت کا نزول ہوا۔ تو آپ نے اس کی تبلیغ کے لئے حضرت علی المرتضیٰؓ کو روانہ فرمایا۔ اس صورت میں معترض کا اعتراض سرے سے ہی غلط ٹھیرتا ہے۔ کہ جس کام کیلئے ابوبکرؓ مامور ہوئے تھے یعنی مناسک حج کی تعلیم کے لئے۔ وہ کام آخیر تک انہوں نے ہی انجام دیا۔ اور حضرت علیؓ کو جس ڈیوٹی پر بعد میں روانہ کیا گیا۔ آپ نے ادا کی۔ اس میں اعتراض ہی کیا ہو سکتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے۔ کہ جب حضرت ابوبکرؓ امیر حج مقرر کرکے روانہ کئے گئے۔ تو یہ کام بھی آپ کے سپرد کیا گیا۔ کہ سورۃ براءت کے احکام کی تبلیغ کردی جائے لیکن بعد میں حضرت علیؓ کو دوسرے کام کی انجام دہی کے لئے حضرت ابوبکرؓ کا ہاتھ بٹانے کے لئے روانہ کیا گیا جو انہوں نے بحکم حضرت ابوبکرؓ انجام دیا۔ عادت عرب یہ تھی۔ کہ جب کوئی معاہدہ کرنا یا اس کو توڑنا ہوتا۔ اور صلح یا جنگ کا معاملہ درپیش ہوتا۔ وہ ایسے شخص کے ہاتھ سے انجام پذیر ہو سکتا تھا۔ جو بادشاہ کی قوم میں سے اسکا فرزند یا داماد ہو۔ دوسرا کوئی شخص خواہ کتنی بڑی شخصیت رکھتا ہو۔ اس کام کیلئے منتخب نہیں ہو سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ سورۃ براءت میں اس امر کا اعلان مقصود تھا۔ کہ سابقہ معاہدات ختم ہو چکے۔ اب مشرکین کو مسجد نبویؐ اور حرم محترم میں داخلہ کی اجازت نہیں ہے۔ اس لئے یہ غرض بغیر حضرت علیؓ کے جو آپ کے عمزاد بھائی اور داماد تھے۔ دوسرے سے نہ ہوتا۔ تو کفار کا حسب دستور اعتراض ہوتا۔ کہ اگر ایسا اعلان مقصود تھا۔ تو کسی شاہی خاندان کے خاص آدمی کے ذریعہ اس کا اعلان کیوں نہیں کیا گیا۔ کفار کے اس عذر کے دفع کرنے کے لئے حضرت علیؓ کو اس ڈیوٹی کی انجام دہی کیلئے بھیجا گیا۔ اس میں قابلیت یا عدم قابلیت کا کوئی سوال نہیں ہے۔ اگر حضور علیہ السلام جناب ابوبکرؓ میں قابلیت نہ پاتے۔ تو ابتداء میں آپ ان کو اس کام کیلئے کیوں انتخاب فرماتے۔ بیشک ان سے بھی بڑے بڑے ذمہ داری کے کاموں کے لئے آپ صدیق اکبرؓ کا ہی انتخاب پسند فرمایا کرتے تھے۔ اور یہاں بھی جو کام جناب صدیق اکبرؓ کے سپرد کیا گیا۔ وہ بہت بڑا اہم اور ذمہ داری کا کام تھا۔ کیونکہ حضرت ابوبکرؓ لاکھوں نفوس کے سردار قرار دیئے جاکر احکام حج کی تبلیغ اور انتظام کے لئے بھیجے گئے تھے۔ اور جس قدر واقعات و حوادث وہاں رونما ہونے والے تھے۔ ان سب کا تصفیہ و فصل خصومات کا کام صدیق اکبرؓ کے سپرد تھا جس قدر شرعی مسائل پیش آنیوالے تھے سب کا فتویٰ آپ نے صادر کرنا

[۱] بیضاوی۔ مدارک۔ [illegible] تفسیر نظام نیشاپوری۔ جذب القلوب۔ شرح مشکوٰۃ میں یہی روایت اختیار کی گئی ہے۔

تھا۔ ایسے کام کیلئے ایسی شخصیت کی ضرورت تھی۔ جو بڑا مجتہد بڑا منتظم اور بڑا ہی مدبر اور سلیم العقل ہو۔ بخلاف اس کے سورہ براءت کی چند آیات یاد کرکے پڑھ کر سنا دینا۔ ایک معمولی کام تھا۔ جو ہر ایک حافظ قرآن بخوبی اسکو پورا کر سکتا تھا۔ اس لئے قیاس نہیں ہو سکتا۔ کہ امارت حج کا عظیم الشان کام انجام دینے کی قابلیت جس شخص میں ہو۔ وہ ایک سورۃ قرآن کی یا آیات سنانے کے قابل نہیں۔ غرض اس سے نہ تو حضرت صدیقؓ پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے۔ نہ اس سے حضرت علی المرتضیٰؓ کو آپ پر کوئی فضیلت ثابت ہو سکتی ہے کتب حدیث و سیرت سے ثابت ہے۔ کہ اس موقعہ پر جناب امیرؓ بطور ایک امتی حضرت ابوبکرؓ کی اقتداء کرتے تھے۔ نماز ان کے پیچھے ادا کرتے تھے۔ اور مناسک حج میں بھی ان کی متابعت فرماتے تھے۔

کتب حدیث میں یہ بھی تصریح ہے۔ کہ جب جناب امیر بسواری ناقہ قطع مسافت کرکے بعجلت تمام حضرت ابوبکرؓ کے پاس جا پہنچے۔ تو آپ نے پوچھا۔ اَمِیْرًا جِئْتَ اَمْ مَاْمُوْرًا (کیا آپ امیر ہو کر آئے ہیں یا مامور ہو کر) آپ نے جواب میں فرمایا جِئْتُ مَاْمُوْرًا۔ میں آپ کے ماتحت مامور ہو کر آیا ہوں۔

خلاصہ یہ کہ امیر الحج کے ذمے جو چند لاکھ نفوس کے سردار تھے۔ اتنا بڑا کام تھا۔ کہ ان سے اعلان سورۃ براءت کا جا بجا ہر خیمہ اور ہر ڈیرہ میں جاکر سنانا متعذر تھا۔ اس لئے اس کام کے لئے علیحدہ شخص مقرر ہونا ضروری تھا چنانچہ جناب امیرؓ نے یہ کام بوجہ احسن پورا کیا۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے اپنا کام نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ اور یوں حضور علیہ السلام کی نیابت کا پورا پورا حق ادا کیا۔ پھر کتنی بڑی بے انصافی ہے۔ کہ ان ہر دو ہستیوں میں سے کسی ایک کی بیقدری کی جائے۔

تیسرا طعن

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخین کو ایک دفعہ عمرو بن العاص اور ایک دفعہ اسامہؓ کے ماتحت فرما کر ان کے تابع حکم کر دیا تھا۔ اگر وہ خلافت و امامت کے قابل ہوتے۔ تو ایسے معمولی اشخاص کے تابع حکم نہ کیا جاتا۔

جواب

اس طعن کا جواب دو طرح پر ہے۔ ایک یہ کہ یہ اعتراض تب ہو سکتا ہے۔ کہ شیعہ صاحبان عمرو بن العاص یا اسامہ کی فضیلت کے قائل ہوں حالانکہ اس بات کے وہ بھی قائل نہیں ہیں۔ [illegible]

دوم:۔ کسی خاص امر پر کسی بڑے آدمی کو کسی چھوٹے کے ماتحت رہ کر کام کرنے پر مامور کرنا۔ اس امر کی دلیل نہیں ہے۔ کہ سلطان یا بادشاہ کی نظر میں وہ بڑا آدمی حقیر اور چھوٹا اس سے زیادہ عزت رکھتا ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے۔ کہ بادشاہ کو جب کبھی کسی آدمی کو بڑے رتبہ پر کرنا منظور ہوتا ہے۔ پہلے اسکو کام سکھلانے کے لئے کسی چھوٹے اہلکار کے ماتحت کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً ایسے ذی عزت خاندانی اشخاص کو سول میں پہلے پٹواری کے ماتحت کام سیکھنا پڑتا ہے۔ ایسا ہی جو شخص صیغہ فوج میں ڈائرکٹ کمیشن حاصل کر کے جمعدار یا صوبیدار یا لفٹیننٹ گھر سے ہی بھرتی کیا جاتا ہے۔ اس کو کسی معمولی حوالدار کے ماتحت قواعد پریڈ سکھائی جاتی ہے۔ لیکن یہ ہرگز خیال نہیں ہو سکتا۔ کہ بادشاہ کی نگاہ میں پٹواری یا حوالدار کو ڈی۔ آئی سی۔ یا فوجی سردار پر فوقیت یا فضیلت حاصل ہے۔ بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں جب شیخین نے ایک وقت امامت و خلافت حاصل کرنی تھی۔ اس لئے ان کو ماتحتی کی ڈیوٹی پر لگایا گیا۔ تاکہ کام کی مشق اور ریاضت و تجربہ حاصل ہو اور تابع رہ کر ان کو اپنے زمانہ اقتدار و مرجعیت میں ماتحتوں اور تابعین فرمان کی بھی قدر و منزلت ہو۔

سوم:۔ اسامہؓ و عمرو بن العاصؓ کی امارت ایک ضروری مصلحت کی وجہ سے تھی۔ وہ یہ کہ روم و شام نے اسامہؓ کے باپ زیدؓ کو جنگ موتہ میں بیدردی سے قتل کر دیا تھا۔ اس کا انتقام اسی صورت میں ہو سکتا تھا۔ کہ مقتول کا فرزند (اسامہؓ) خود اپنے باپ کا بدلہ لیکر دل ٹھنڈا کرے۔ اسی طرح عمرو بن العاص منصوبہ اور تدبیر میں طاق تھے۔ اور اس وقت ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا تھا جو بڑے مکار اور حیلہ جو تھے۔ اس لئے اس کے مقابلہ کے لئے ایسے ہی شخص کی ضرورت تھی۔ جو اس فن تدبیر امور میں مہارت رکھتا ہو۔

چہارم:۔ اگر اس خاص امارت سے فضیلت ثابت ہو سکتی ہے۔ تو پھر جناب امیرؓ پر بھی ان کی فضیلت تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ جبکہ حضور علیہ السلام نے ان سے افضل علیؓ کو چھوڑ کر اسامہؓ و عمرو بن العاصؓ کو امیر بنا کر بھیجا۔ غرض یہ طعن محض جہالت کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ جس کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ نہ اس سے شیخین کی تنقیص پر دلیل ہو سکتی ہے۔ نہ افضلیت امیرؓ ثابت ہوتی ہے۔

چوتھا طعن

شیعہ کہتے ہیں۔ کہ ابوبکرؓ نے کہا ہے۔ اِنَّ لِیْ شَیْطَانًا یَعْتَرِیْنِیْ فَاِنِ اسْتَقَمْتُ فَاَعِیْنُوْنِیْ

وَاِنْ زِغْتُ فَقَوِّمُوْنِیْ۔ (میرے لئے بھی شیطان ہے۔ جو وسوسہ ڈالتا ہے۔ پس اگر میں راہ راست پر چل رہا ہوں۔ تو تم میری مدد کرو۔ اور اگر کجی دیکھو تو مجھے سیدھا کر دو۔) پھر ایسا شخص قابل امامت و خلافت کس طرح ہو سکتا ہے۔ جو شیطانی وساوس سے بچ نہیں سکتا۔

جواب

اول تو اہل سنت کی کتابوں میں حضرت ابوبکرؓ کا یہ مقولہ درج نہیں ہے۔ اگر بالفرض یہ درست ہو۔ تو بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہم سوائے انبیاء کے کسی کو معصوم نہیں سمجھتے۔ بلکہ حدیث صحیح میں ہے۔ کہ ہر ایک شخص کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک جن پیدا ہوتا ہے۔ فرشتہ نیکی کی تلقین کرتا ہے۔ اور جن (شیطان) بدی کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ پھر اگر حضرت ابوبکرؓ نے کسر نفسی سے ایسا فرمایا ہو۔ تو یہ آپ کی نیک طینتی اور بے نفسی کا ثبوت ہے۔

انبیاء باوجود عصمت ایسے کلمات فرمایا کرتے ہیں۔ آدمؑ نے فرمایا۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا الآیۃ (اے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ تو ہماری خطائیں معاف کر دے) حضرت یوسفؑ نے فرمایا۔ وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ (میں اپنے نفس کو خطا سے بری نہیں سمجھتا۔ نفس بدی کی رغبت دلاتا ہے۔ ہاں جس پر خدا رحم کر دے) حضرت علیؓ اپنے دیوان میں فرماتے رہے۔ ؎

ذُنُوْبِیْ بَلَائِیْ فَمَا حِیْلَتِیْ اِذَا کُنْتُ فِی الْحَشْرِ حَمَّالَهَا

(ترجمہ) میرے گناہ میری مصیبت ہیں۔ میرا کیا چارہ ہوگا۔ جب قیامت کے روز گناہوں کا بوجھ میری گردن پر ہوگا۔" (دیوان علیؓ)

حضرت زین العابدین فرماتے ہیں۔ قَدْ مَلَكَ الشَّيْطَانُ عِنَانِیْ فِیْ سُوْٓءِ الظَّنِّ وَضُعْفِ الْيَقِيْنِ وَاِنِّیْ اَشْكُوْ سُوْٓءَ الْمُجَاوَرَةِ لَهٗ وَطَاعَةَ نَفْسِیْ لَهٗ (صحیفہ سجادیہ)

(ترجمہ) شیطان نے بدگمانی اور یقین کی کمزوری میں میری باگ پکڑ رکھی ہے اور میں اس کے برے پڑوس اور اپنے نفس کے اس کے مطیع ہونے کی شکایت کرتا ہوں۔

اگر انبیاء کے اقوال اور ائمہ معصومین کے ان مقولوں سے نبوت و امامت میں فرق نہیں آتا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے بطور کسر نفسی سے یوں کہدیا۔ تو کیا مضائقہ۔

پانچواں طعن (جنازۂ رسولؐ)

شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے آنحضرت کا جنازہ نہیں پڑھا۔ اس طعن کو بڑا کھینچ تان کر بیان کیا جاتا ہے۔ تاکہ لوگ گمراہ ہوں۔ کہ جن لوگوں نے اپنے رسولؐ پر نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی وہ خلیفہ کیسے ہو سکتے ہیں۔

جواب

جھوٹ محض جھوٹ۔ اگر آجکل کے شیعہ اپنی کتابوں کا بھی مطالعہ کریں۔ تو ایسے جھوٹ کہنے سے شرم آئے۔ مگر اللہ رے جہالت اپنی کتابوں سے انہیں واقفیت نہیں ہے۔

(۱) شیعہ کی نہایت معتبر کتاب اصول کافی کے ص۴۸۶ میں لکھا ہے۔ عن ابی جعفر علیہ السلام قال لما قبض النبی صلی اللہ علیہ السلام صلت علیہ الملائکۃ والمهاجرون و الانصار فوجا فوجا (ترجمہ) امام باقرؓ نے فرمایا جب نبی علیہ السلام فوت ہوئے آپ پر فرشتوں اور تمام مہاجرین اور انصار نے فوج در فوج نماز پڑھی۔) یہ مانی ہوئی بات ہے۔ کہ الف لام جب صیغہ جمع پر داخل ہو۔ تو استغراق کا معنی دیتا ہے۔ اسلئے بقول حضرت امام جب جمیع مہاجرین انصار کا نماز جنازہ رسول پڑھنا ثابت ہے۔ تو پھر شیعہ کی بکواس کہ شیخین نے آپکا جنازہ نہیں پڑھا۔ کیا وقعت رکھ سکتی ہے؟ تم سچے ہو یا حضرت امام سچے؟

(۲) شیعہ کی ایک دوسری مستند کتاب اخبار ماتم مطبوعہ شیخ حسینی لاہور کی مجلس اول ص۴۵ میں ہے
عن ابی جعفر علیہ السلام قال قال الناس کیف الصلوۃ علیہ فقال علی علیہ السلام ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام حیا و میتا فدخل علیہ عشرۃ عشرۃ فصلوا علیہ یوم الاثنین و لیلۃ الثلثاء حتی الصبح و یوم الثلثاء حتی صلی علیہ صغیرھم و کبیرھم و ذکرھم و انثاھم و نواحی المدینۃ بغیر امام۔ (ترجمہ) حضرت امام باقرؓ نے فرمایا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ حضور علیہ السلام پر کس طرح نماز پڑھیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ آپ ہماری زندگی میں اور بعد وفات بھی امام ہیں دس دس نے داخل ہو کر آپ پر نماز پڑھی۔ پیر کے دن اور منگل کی رات صبح تک نماز ہوتی رہی حتی کہ تمام چھوٹے بڑے مرد عورت نے مدینہ اور ارد گرد کے لوگوں نے بغیر امام کے نماز پڑھی۔

اب شیعہ خود ہی انصاف کریں۔ کہ جب تمہاری کتابوں میں تصریح ہے۔ کہ تمام مہاجرین و انصار چھوٹے بڑے مرد عورت مدینہ و مضافات کے لوگ نماز جنازہ رسولؐ میں شامل تھے۔ تو کیا مہاجرین انصار اور صغیر کبیر اور ذکر و انثی کے عموم سے شیخین خارج ہو سکتے ہیں۔ اگر شیخین نے نماز نہیں پڑھی تھی۔ تو امام نے انکو مستثنیٰ کیوں نہ کر دیا۔

حضرت ابوبکرؓ کا شامل جنازہ ہونا

گو یہ مذکورہ بالا دلائل نہایت صاف ہیں۔ ان سے بالوضاحت ثابت ہے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ بھی شامل مہاجرین و انصار تھے۔ نماز جنازہ رسول میں شامل تھے۔ لیکن ضدی شیعوں کی شاید اس سے تسلی نہ ہو۔ اب ہم وہ روایات لکھے دیتے ہیں جن سے حضرت ابوبکرؓ کا شامل جنازہ ہونا بالصراحت ثابت ہے۔

اصول کافی ص۴۵۰ میں ہے۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال اتی العباس امیر المؤمنین فقال یا علی ان الناس اجتمعوا ان یدفنوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بقیع المصلی وان یؤمھم رجل منھم فخرج امیر المؤمنین الی الناس فقال یا ایھا الناس ان رسول اللہ امام حیا و میتا وقال انی ادفن فی البقعۃ التی اقبض فیھا ثم قام علی الباب فصلی علیہ ثم امر الناس عشرۃ عشرۃ یصلون ثم یخرجون (ترجمہ) امام جعفرؓ نے فرمایا حضرت عباسؓ حضرت امیرؓ کے پاس آئے۔ اور کہا لوگوں نے اتفاق کیا ہے۔ کہ رسول پاک کو جنت البقیع میں دفن کریں۔ اور یہ کہ ان لوگوں سے ایک شخص (ابوبکرؓ) امام ہو۔ پس امیرؓ لوگوں کے پاس آئے۔ اور کہا کہ رسول پاک ہماری زندگی میں اور بعد وفات بھی امام ہیں۔ اور آپ نے فرمایا ہے کہ میں اسی جگہ دفن کیا جاؤں۔ جہاں میرا انتقال ہو۔ امیرؓ دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔ اور خود نماز پڑھی۔ پھر لوگوں کو حکم دیا۔ دس دس آدمی نماز پڑھتے پھر چلے جاتے۔

اس روایت سے ثابت ہے۔ کہ بوقت جنازہ رسولؐ حضرت ابوبکرؓ موجود تھے۔ اور لوگوں کا اس امر پر اتفاق تھا۔ کہ آپکو امام بنایا جائے لیکن امیرؓ کے کہنے پر کہ امام کی ضرورت نہیں۔ دس دس اشخاص نے بلا امامت نماز پڑھی۔ پھر کس طرح کہہ سکتے ہو۔ کہ ابوبکرؓ نے نماز نہیں پڑھی۔ یہ کب ممکن ہے۔ اس سے ایک متعصب شیعی کی تسلی نہ ہو۔ کیونکہ اس روایت میں بالاشارہ حضرت ابوبکرؓ کے امام بنائے جانے کی خواہش کا ذکر ہے۔ آپ کا نام التصریح موجود نہیں ہے۔ تو اب ہم آپ کو وہ روایت دکھائیں جس میں حضرت ابوبکرؓ کا نام بھی درج ہے۔

جلاء العیون اردو مطبوعہ جعفری لکھنؤ جلد ا ص۸۵ میں ہے جناب صادق سے روایت ہے کہ

عباسؓ جناب امیرؓ کی خدمت میں آئے۔ اور کہا لوگوں نے اتفاق کیا ہے۔ کہ حضرت کو بقیع میں دفن کریں۔ اور ابوبکرؓ آگے ہو کر نماز پڑھائے۔ جناب امیرؓ نے کہا۔ بدرستیکہ رسول خدا پیشوا اور امام ہمارے حیات و ممات ہیں۔ اور حضرت نے خود فرمایا تھا۔ کہ میں دفن ہونگا۔ جہاں میری روح قبض کی جائیگی۔ اب تو شیعہ حضرات کی تسلی ہو جائیگی۔ کہ حضرت ابوبکرؓ حسب روایت امام صادقؒ صرف نماز جنازہ میں شامل ہی نہ تھے۔ بلکہ تمام مسلمانوں نے اتفاق کیا تھا کہ آپ ہی امام ہوں (کیونکہ حضور علیہ السلام اپنی زندگی میں آپکو امامت نماز پر مامور فرما چکے تھے۔) پھر کسقدر بے شرمی ہے۔ کہ ائمہ اہلبیت کو جھٹلا کر شیعہ صاحبان تمام لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ کہ یہ اچھے خلیفہ تھے۔ کہ رسول کا جنازہ ہی نہ پڑھا۔

پیارے رسولؐ سے پیارے دوست کی آخری باتیں

رافضی فضائل ابوبکرؓ کو کہاں تک چھپائیں گے۔ ان کی کتابیں بھی آپ کے فضائل کی شاہد ہیں۔ کتاب جلاء العیون اردو جلد اول صـ۷۵ میں تصریح ہے۔ کہ پیارے رسول سے آخری ہمکلامی کا جس شخص کو شرف حاصل ہوا۔ وہ حضرت ابوبکرؓ ہی تھے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے تمام راز کی باتیں اپنے ہمراز یار غار ابوبکرؓ کو ہی بتائیں۔ زہے نصیب ابوبکرؓ۔ زہے قسمت ابوبکرؓ کتاب مذکور صـ۷۵ میں یوں درج ہے۔ "ثعلبی نے روایت کی ہے۔ کہ جس وقت مرض حضرت رسول پر سنگین ہوا۔ اس وقت ابوبکرؓ آئے اور کہا۔ یا حضرت آپ کس وقت انتقال کریں گے۔ حضرت نے فرمایا میری اجل حاضر ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا۔ آپ کی بازگشت کہاں ہے۔ حضرت نے فرمایا جانب سدرۃ المنتہیٰ و جنت الماویٰ و رفیق اعلیٰ و عیش گوارا و جرعہائے شراب قرب حق تعالیٰ میری بازگشت ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا آپ کو غسل کون دیگا۔ حضرت نے فرمایا۔ جو میرے اہلبیت سے مجھ سے بہت قریب ہے۔ ابوبکرؓ نے پوچھا۔ کس چیز میں آپ کو کفن کرینگے حضرت نے فرمایا۔ انہیں کپڑوں میں جو میں پہنے ہوں۔ یا جامہائے یمنی و مصری میں۔ ابوبکرؓ نے پوچھا۔ کس طرح آپ پر نماز پڑھیں گے۔ اس وقت جوش و خروش غلغلۂ آواز مردم بلند ہوا۔ اور در و دیوار کانپنے لگے۔ حضرت نے فرمایا صبر کرو۔ خدا تم لوگوں سے عفو کرے گا۔"

اس روایت سے ثابت ہوا۔ کہ رسول پاک آخری دم تک جناب صدیق اکبرؓ کو اپنا صادق الوداد اور محرم راز دوست سمجھتے تھے۔ کہ تمام راز و نیاز کی باتیں اسی خاص دوست سے فرمائیں۔

شیعہ غور کریں۔ کہ آخری وقت میں رسولؐ پاک ایک منافق کو بھی شرف ہمکلامی بخش سکتے تھے؟

کہ نہ علیؓ کو نہ دیگر اہلبیت کو اس امر کے لئے منتخب فرمایا۔ بلکہ اپنے قدیم دوست پرانے ابتدائی یار غار کو ہی شرف عطا ہوا۔ سچ ہے۔ ؎

این سعادت بزور بازو نیست　　گر نہ بخشد خدائے بخشندہ

اور جب ابوبکرؓ آخری دم تک پروانہ وار شمع جمال احمدی پر اپنی جان نثار کئے ہوئے تھے پھر کیونکر ممکن تھا۔ کہ نماز جنازہ رسولؐ سے غیر حاضر ہوں۔ اب اس باطل طعن کا کما حقہٗ قلع قمع ہو چکا۔ اب ہم شیعہ کے ایک اور مشہور طعن کے دفعیہ کیطرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جو تمام مطاعن کی بنیاد ہے۔

چھٹا طعن (قضیہ فدک)

شیعہ کا یہ طعن ہے۔ کہ ابوبکر صدیقؓ نے فدک بنت رسولؐ (فاطمۃ الزہراؓ) سے چھین لیا۔ ان کو ناراض کیا۔ اور رسول پاک نے خاتون جنت کی ناراضگی کو اپنی ناراضگی سے تعبیر کیا۔ پھر ایسا شخص خلیفہ کس طرح ہو سکتا ہے۔

جواب

چونکہ شیعہ صاحبان اس طعن کو بڑی شدومد سے پیش کیا کرتے ہیں۔ اور طاعنین کے خیال میں بھی یہ ایک بڑا قلعہ ہے۔ جس پر ان کے باقی مطاعن کی دارومدار ہے۔ اس لئے ہم اس کے متعلق شرح و بسط سے کلام کر کے اس ہوائی قلعہ کے پرخچے اڑائیں گے۔ تاکہ اہل بصیرت اس نتیجہ پر پہنچ سکیں۔ کہ طاعنین کہاں تک راہ حق سے بھٹکے ہوئے ہیں اور ہوائی باتیں کر رہے ہیں۔

اس لئے ہم پہلے یہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کہ فدک ہے کیا چیز۔ وہ کس طرح اسلام کے قبضہ میں آیا اور قرآن کا فیصلہ اس کے متعلق کیا ہے۔ اور رسولؐ پاک اور آپ کے صحابہ کرامؓ اور اہلبیت علیہم رضوان کا اس کے متعلق طرز عمل کیا رہا ہے۔

فدک کی تعریف

سو فدک جیسا قاموس میں ہے۔ ایک چھوٹے سے قریہ کا نام ہے۔ جو خیبر کی نواح میں ہے۔ اور

جو یہود کے قبضہ میں تھا۔ جب آنحضرت فتح خیبر سے واپس ہوئے تو محیصہ بن مسعود انصاری کو اہل فدک کے پاس آپ نے تبلیغ اسلام کیلئے بھیجا۔ اس بستی کا سردار یوشع بن نون نام ایک یہودی تھا۔ یہودیوں نے حضور کے پاس صلح کا پیغام بھیجا۔ اور صلح کی شرط فدک کی آدھی زمین دینی منظور کی۔ اسوقت سے یہ باغ [illegible] کے قبضہ میں آیا۔ چونکہ یہ ابتداءً قبضہ اسلام میں بدون لڑائی کے بطور صلح آئی تھی اس لئے اسے فئے کہتے ہیں۔ فئے کے متعلق جو حکم قرآن میں ہے وہی قابل عمل ہوگا۔ فی الحقیقت فدک کی کل کائنات چند کھجوروں کے باغ کے متعلق اسقدر واویلا مچائی جاتی ہے۔ [illegible] بازی کی معتبر [illegible] گذاری [illegible] شیعوں کے نزدیک فدک ایک ملک کا نام ہے جو ایک لاکھ چوبیس ہزار روپیہ کی مالیت کا ہے۔

فدک کی حقیقت شیعی نقطہ خیال سے

شیعوں کی معتبر کتاب اصول کافی صفحہ [illegible] پر ایک [illegible] حدیث لکھی ہے جس میں حضرت ابو الحسن موسیٰ نے خلیفہ مہدی سے فدک کی واپسی کے متعلق مطالبہ کیا ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ فَقَالَ لَهُ الْمَهْدِيُّ يَا اَبَا الْحَسَنِ حُدَّهَا لِيْ فَقَالَ حَدٌّ مِنْهَا جَبَلُ اُحُدٍ وَحَدٌّ مِنْهَا عَرِيْشُ مِصْرَ وَحَدٌّ مِنْهَا سِيْفُ الْبَحْرِ وَحَدٌّ مِنْهَا دَوْمَةُ الْجَنْدَلِ فَقَالَ لَهُ كُلُّ هٰذَا قَالَ نَعَمْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ هٰذَا كُلُّهُ فَقَالَ [illegible] اَنْظُرُ فِيْهِ۔ (ترجمہ) مہدی نے کہا اے ابو الحسن فدک کی حد بتا دیجئے۔ امام نے کہا ایک کنارہ اس کا کوہ احد ہے۔ اور دوسرا عریش مصر ایک گوشہ سمندر اور دوسرا دومۃ الجندل۔ مہدی نے کہا کیا یہ سب فدک ہے۔ امام نے کہا ہاں۔ خلیفہ نے کہا یہ تو ایک ملک ہے۔ اور میں اس بارہ میں غور کروں گا۔ شیعوں کی اس حد شماری سے جو امام کیطرف منسوب کیا جاتا ہے۔ فدک آدھی دنیا کا نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ کہا کرتے ہیں کہ فدک لاکھوں کی جائیداد تھی جو ابوبکرؓ نے دبالی۔

اب قابل غور یہ بات ہے۔ کہ کیا رسول پاک دنیا طلبی کے لئے مبعوث ہوئے تھے کہ نبوت کے

[1] فدک کے حدود جو شیعوں کے امام معصوم موسیٰ کاظم نے خلیفہ مہدی سے بیان کئے حسب تشریح کتب شیعہ یوں ہیں۔ ایک حد کوہ احد ہے جو مدینہ منورہ سے قریباً تین میل مشرق کی جانب ہے۔ دوسری حد عریش مصر جو شام سے مصر کے راستہ میں بحیرہ روم کے کنارے میں سرحد مصر پر ہے (معجم البلدان یاقوت) تیسری حد کنارہ بحر جس کا اطلاق اکثر بحر عمان کے کنارہ پر ہوتا ہے [illegible]۔ چوتھی حد دومۃ الجندل ہے جو دمشق سے جنوب کی طرف پانچ دن کی مسافت پر ہے۔ اور مدینہ منورہ سے ۱۵-۱۶ دن کی راہ ہے۔ (طبقات ابن سعد)

اقتدار سے جن ممالک پر قبضہ ہوا۔ وہ سب دختر نیک اختر کے حوالہ کر دیا۔ [illegible] اسلام اس بارہ میں کیا کہیں گے۔ کہ تمہارے رسول نے دعویٰ رسالت اسی لئے کیا تھا۔ کہ ملک کے ملک اینٹھ کر بیٹیوں کے حوالے کرتے جائیں۔ غور کرو اور پھر غور کرو۔

ہمارے رسول پاک اور آپ کے اہلبیت کی تو یہ حالت تھی۔ کہ باوجود شہنشاہ اعظم ہونے کے تین تین روز فاقے گذر جاتے تھے۔ اور گیہوں کی روٹی کھانے کو نہ ہوتی تھی۔ پھر جب آپکی وفات ہوئی تو آپکی زرہ چند دراہم کے عوض ایک یہودی کے پاس گرو تھی۔ الغرض آپکی صداقت کی یہی بڑی دلیل ہے۔ آپ نے دولت دنیا کو ایک پر پشہ کی وقعت نہ دے رکھی تھی۔ اور آپ کے اہلبیت بھی اسی کے خوگر تھے کہ فاقے میں رہکر یاد خدا میں شب و روز مصروف رہتے تھے۔ پیغمبر علیہ السلام کے ذمے یہ ایک بہت بڑا افتراء ہے کہ آپ نے ایک بڑا ملک جو بغیر فوج کشی ہاتھ لگا تھا۔ فقراء و مساکین امت کو محروم کر کے سارا کا سارا اپنی بیٹی کو دیدیا۔ اور اسیطرح لخت جگر رسول فاطمة الزہراؓ پر یہ بہت بڑا بہتان ہے کہ آپ دنیا حقیر کی اسقدر دلدادہ تھیں۔ کہ متاع الدنیا کیلئے جھگڑوں میں [illegible]۔ استغفر اللہ۔

فدک کے متعلق فیصلہ قرآن

یہ امر مسلمہ و یقینی ہے کہ فدک مال فئے تھا جو بغیر جنگ و جدال ہاتھ آیا تھا۔ اسکے متعلق ہمیں قرآن پاک کیطرف رجوع کرنا چاہیئے کہ مال فئے کے متعلق قرآنی فیصلہ کیا ہے۔ قرآن میں پارہ ۲۸ سورہ حشر میں ہے۔ مَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔ لِلْفُقَرَاءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ۔ وَالَّذِيْنَ جَاءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ۔ (ترجمہ) جو کچھ اللہ نے بطور فئے اہل دیہات سے رسول کو دلایا وہ اللہ، رسول اور قرابتداران رسول اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں اور فقراء مہاجرین اور ان سب مسلمانوں کے لئے (وقف) ہے جو آئندہ دنیا میں آئیں گے۔

اس آیت میں صریح فیصلہ موجود ہے کہ مال فئے (جو بدون لڑائی ہاتھ آئے) جیسے کہ فدک [illegible] ہو تو کسی کی خاص ملکیت نہیں ہے۔ بلکہ اس کے حقدار رسول اور قرابتداران رسول کے علاوہ تمام مسلمان یتیم مسکین یا مسافر ہیں۔ اور وہ مہاجرین محتاج جو اپنے گھروں سے نکالے گئے۔ علاوہ ازیں آئندہ پیدا ہونے والے

یکساں ہیں۔ پھر شیعہ کا یہ خیال برخلاف فیصلہ قرآن کہ فدک (مال فیٔ) رسول پاک نے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی ملکیت میں دیدیا تھا۔ نہ صرف قرآن کو ہی جھٹلاتا ہے۔ بلکہ حضور علیہ السّلام کے ذمے اتہام لگاتا ہے کہ آپ نے حکم خداوندی پس پشت ڈالکر یہ مال وقف جو غریب مسلمانوں کا حق تھا۔ اکیلا خاتون جنت کے قبضہ میں دیدیا۔ کیا فیصلہ قرآن سے بڑھکر کوئی اور فیصلہ ناطق ہو سکتا ہے۔ شیعہ جواب دیں۔ یا تو ثابت کریں کہ فدک مال غنیمت تھا۔ اگر یہ تسلیم ہے۔ تو اسکے مصارف یہ لوگ کیوں نہیں جنکا ذکر آیۃ مذکورہ میں ملفصّلا

کیا فدک رسولِ پاک کی ذاتی جائیداد تھی؟

فدک کا فاطمۃ الزہراؓ کی ملکیت قرار دینے کے متعلق شیعہ کو سخت مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ کبھی کہتے ہیں۔ کہ فدک آپکو بطور ہبہ ملا تھا۔ اور کبھی یہ کہ وراثتاً ترکہ میں آیا۔ لیکن یہ دونوں باتیں تب ثابت ہو سکتی ہیں کہ فدک رسول کی ذاتی ملکیت ہوتی۔ لیکن اسبات کا ثابت کرنا بالکل مشکل ہے۔ اول تو یہ آیت بالا اس کے مخالف ہے۔ دوم یہ مانی ہوئی بات ہے۔ کہ ذاتی جائیداد وہ ہوتی ہے۔ جو کسی شخص کو وراثتاً ملے۔ یا اس نے ذاتی کمائی سے اسے خریدا ہو۔ یہاں دونوں باتیں مفقود ہیں۔ نہ حضور علیہ السلام کو آباؤ اجداد سے فدک ترکہ میں ملا۔ اور نہ حضور نے اس کو اپنی کسی ذاتی آمدن سے پیدا کیا۔ یہ مسلم امر ہے کہ بادشاہ یا امام یا نبی کو جو جائیداد حکومت یا امامت یا نبوّت کے اثر سے حاصل ہوئی ہو۔ وہ بادشاہ یا امام یا نبی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتی۔ بادشاہ حکومت کے اقتدار سے جو ملک یا زمین یا سرحد فتح کرتا ہے وہ اسکی گورنمنٹ کی ملکیت ہوتی ہے۔ نہ بادشاہ کی ذاتی جائیداد۔ ایسی ہی جو اراضیات امام یا نبی کے قبضہ میں آتی ہیں۔ وہ اس کے وارثوں کو وراثت میں نہیں ملا کرتیں۔ بلکہ اسکے خلیفہ یا جانشین کو ملا کرتی ہیں۔

علامہ شبلیؒ نے اس کے متعلق حسب ذیل ریمارک کیا ہے جو ہر ایک ذی البصیرت کی سمجھ میں آسکتا ہے "یہ بحث اگرچہ طرفین کی طبع آزمائیوں میں بہت بڑھ گئی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ بات نہایت مختصر تھی۔ اور اب جبکہ سیاست مدن کے اصول زیادہ صاف اور عام فہم ہو گئے ہیں۔ یہ مسئلہ اس قابل ہی نہیں رہا کہ بحث کے دائرے میں لایا جائے۔ کہ نبی یا امام یا بادشاہ کے قبضہ میں جو مال یا جائیداد ہوتی ہے اسکی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک مملوکہ خاص جس کے حاصل ہونے میں نبوّت اور امامت یا بادشاہت کے منصب کو کچھ دخل نہیں ہوتا۔ مثلاً حضرت داؤدؑ زرہ بنا کر معاش حاصل کرتے تھے۔ یا بادشاہ عالمگیر قرآن لکھ کر بسر کرتا تھا۔ یہ آمدنی ان کی ذاتی آمدنی تھی۔ اور اس پر انکو ہر طرح اختیار تھا

دوسری مملوکہ با حکومت مثلاً حضرت داؤدؑ کے مقبوضہ ممالک جو حضرت سلیمانؑ کے قبضہ میں آئے۔ اس دوسری قسم میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ جو شخص پیغمبری یا امامت یا بادشاہت کی حیثیت سے جانشین ہوتا ہے۔ وہی اسکا مالک یا متولی ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ آج کل کے مذاق کے موافق ایک بدیہی بات ہے۔ مثلاً سلطان عبد الحمید خان کے بعد ان کے ممالک مقبوضہ یا ان کی جاگیر خاصہ ان کے بیٹے بھائی ماں بہن وغیرہ میں تقسیم نہ ہوگی۔ بلکہ جو تخت نشین ہوگا۔ اس پر قابض ہوگا مذہبی حیثیت سے بھی مسلمانوں کے ہر فرقہ میں یہ قاعدہ مسلم رہا۔ مثلاً جو لوگ باغ فدک کو وراثۃ بذریعہ ائمہ اثنا عشر کا حق سمجھتے ہیں۔ وہ بھی اس میں وراثت کا قاعدہ جاری نہیں کرتے۔ مثلاً حضرت علیؓ اپنے زمانہ میں اسکے مالک ہوئے۔ تو یہ نہیں ہوا۔ کہ انکی وفات کے بعد وراثت کا قاعدہ جاری ہوتا۔ اور حسینؓ و عباسؓ و محمد حنفیہ و زینبؓ وغیرہ کو جو حضرت علیؓ کے وارث تھے۔ اس کا کچھ حصہ سہام کے پڑتہ سے ملتا۔ بلکہ صرف امام حسنؓ کے قبضہ میں آیا۔ کیونکہ امامت کی حیثیت سے وہی حضرت کے جانشین تھے۔ (الفاروق جلد دوم)"

پس جب فدک حضور علیہ السّلام کے ذاتی املاک سے ہی نہ تھا۔ تو اس کا ہبہ بحق خاتون جنتؓ کر دینا یا آپ کی وفات پر وراثتاً آپکو ملنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔

ایک عجیب قصہ

ہبہ فدک کے متعلق شیعہ حضرات نے ایک عجیب قصہ تراش رکھا ہے جس کا ذکر اصول کافی صفحہ ۳۵۹ میں ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی لَمَّا فَتَحَ عَلٰی نَبِیِّہٖ صَلَّی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَدَکَ وَمَا وَالَاھَا لَمْ یُوْجَفْ عَلَیْہِ بِخَیْلٍ وَلَا رِکَابٍ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلٰی نَبِیِّہٖ صلعم وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَلَمْ یَدْرِ رَسُوْلُ اللّٰہِ مَنْ ھُمْ فَرَاجَعَ فِیْ ذٰلِکَ جِبْرَائِیْلَ وَرَاجَعَ جِبْرَائِیْلُ رَبَّہٗ فَاَوْحَی اللّٰہُ اِلَیْہِ اَنْ اِدْفَعْ فَدَکَ اِلٰی فَاطِمَۃَ فَدَعَاھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ فَقَالَ لَھَا یَا فَاطِمَۃُ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَدْفَعَ اِلَیْکِ فَدَکَ فَقَالَتْ قَدْ قَبِلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مِنَ اللّٰہِ وَمِنْکَ۔ (ترجمہ) امام ابوالحسنؓ نے کہا۔ خدا نے رسول پاک کے ہاتھ پر فدک وغیرہ فتح کئے جن کے متعلق فوج کشی نہ کی گئی تھی۔ تو خدا نے آیت وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ۔ (دے رشتہ دار کو اس کا حق) نازل کی۔ تو رسول کو معلوم نہ ہو سکا کہ ذوی القربٰی سے کیا مراد ہے۔ آپ نے اس کے متعلق جبرائیل سے استفسار کیا۔ اور جبرائیل نے رب العزت سے استصواب کیا۔ تو خدا نے وحی بھیجی۔ (مراد یہ ہے) کہ فدک فاطمہؓ کو دیجیے۔ تب رسول نے بلا کر کہا۔ فاطمہؓ خدا نے مجھے حکم

دیا ہے۔ کہ فدک تجھے دیدیں۔ فاطمہؓ نے کہا میں نے خدا اور رسول سے یہ عطیہ قبول کیا۔

قصہ تراشنے والوں نے اپنے مطلب کی بات تو وضع کر لی۔ لیکن یہ نہیں سوچا کہ اس سے رسولؐ اکرم پر الزام آتا ہے۔ کہ آپ باوجود علوم اولین و آخرین کے عالم ہونے اور حسب زعم شیعہ ما کان و ما یکون سے آگاہ ہونے کے ذالقربیٰ کا معنی بھی نہ سمجھ سکے۔ پھر اللہ تعالیٰ پر یہ الزام آتا ہے۔ کہ اس نے باوجود اس قول پاک کے وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ (ہم نے قرآن کو ذکر کے لئے بہت آسان کر دیا ہے) یہ حکم ایسے مبہم کے طور پر فرمایا کہ نہ اس کا معنی صاحب الوحی سمجھ سکے۔ نہ حامل وحی ہی کی سمجھ میں آیا۔ کہ اس کے متعلق بلاوجہ نبی علیہ السلام کو اس قدر تردد کرنا پڑا۔ کہ جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا گیا۔ پھر جبرائیل بارگاہ رب العزت میں دوڑے گئے۔ اور وہاں سے آیت کا معنی پوچھ کر پھر رسول کو سمجھایا۔ کتنا آسان تھا کہ پہلے ہی سے یوں فرما دیا جاتا۔ وَآتِ فَاطِمَةَ فَدَكَ (فاطمہؓ کو فدک دیجئے) شیعہ صاحبان ایسی لغو باتیں کہہ کر ناحق جگ ہنسائی کرتے ہیں۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ یہ آیت مکی ہے۔ اور مکہ میں فدک کہاں تھا۔ وہ تو ہجرت مدینہ کے بعد بقبضہ اسلام آیا پھر جب تک ایک چیز بھی ہاتھ ہی میں نہیں آئی۔ تو اس کی بخشش کیسی۔ للعجب

دعویٰ ہبہ فدک

شیعہ کہتے ہیں کہ فاطمۃ الزہراؓ نے فدک کے اپنے حق میں ہبہ ہونے کا مقدمہ دربار صدیقی میں دائر کیا اور دو نہایت ثقہ اور معتبر گواہ حضرت علیؓ و ام ایمنؓ بھی پیش کئے۔ لیکن ابوبکرؓ نے شہادت رد کر دی۔ اور دعویٰ خارج کر دیا گیا۔ سو اول تو اس واقعہ کا ثبوت اہلسنت کی کسی معتبر کتاب سے نہیں ملتا۔ دوم اگر صحیح بھی ہو۔ تو اس سے حضرت ابوبکرؓ کے عامل بالشرع اور بے رو رعایت منصف حاکم ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ کیونکہ بحکم قرآن وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ۔

ترجمہ:۔ دو مرد گواہ رکھو۔ وہ نہ مل سکیں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہوں۔

چونکہ صورت بالا میں نصاب شہادت موجود نہ تھا۔ نہ دو مرد نہ ایک مرد اور دو عورتیں ہی گواہ تھیں۔ اس لئے اگر ابوبکر صدیقؓ اس شہادت پر فیصلہ بحق خاتون جنت کرتے تو لوگ کہتے کہ دختر رسولؐ کی خاطر غلط فیصلہ دے رہا ہے۔ خلافت راشدہ کے زمانہ میں اسقدر آزادی تھی۔ کہ سر اجلاس ایک معمولی عورت بھی خلیفہ وقت کو ٹوک سکتی تھی۔ کیا یہاں نہیں ہونا چاہئے۔ اور خلیفہ وقت خندہ پیشانی سے معترض کے اعتراض کو سنکر اگر واجبی ہوتا۔ تو سر تسلیم خم کر دیتے۔

اے مصنف تحفہ نے کتاب کے نو سو سے اوپر تقریر میں غیر اللہ کیلئے علم ما کان و ما یکون کے عقیدہ کا ابطال فرمایا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۔۔۔ میں ۔۔۔

عدالت و انصاف کا بہترین نمونہ مساوات کامل تھی۔ ایوان عدالت میں شاہ و گدا امیر و غریب شریف و رذیل سب برابر سمجھے جاتے ہیں۔ اور کسی بڑے کی پاسداری سے اصول شریعت نہیں بدل سکتے چونکہ دستور العمل لا علم و اعلم ہے جس سے کوئی مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس کا توڑنا ناممکن ہے۔ کہ احکام شرع کی مہارت رکھنے والے جناب امیرؓ اپنے مدعی مقدمہ کی طرف سے نامکمل شہادت لے کر ایوان عدالت میں حاضر ہوں۔ اگر ایسا تسلیم کیا ہو۔ تو خلیفہ رسول کا اہم فرض تھا۔ کہ بحکم خدائے جلیل اس نامکمل شہادت کی بناء پر خاتون جنتؓ کے حق میں ڈگری نہ دیں۔ ایسے فیصلہ سے جناب امیر اور خاتون جنت کو بجائے اس کے کہ ناراض ہوں۔ حاکم شرع خلیفہ کی داد دینی چاہیئے تھی۔ کہ الٰہی قانون کے مقابلہ میں پاسداری کو ملحوظ رکھا گیا۔ مثال کے طور پر ہم ایک واقعہ کی طرف ناظرین کی توجہ دلاتے ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ نے فصل خصومات کے لئے زید بن ثابتؓ کو قاضی مقرر کیا تھا۔ ایک دفعہ خلیفہ کسی تنازعہ کے لئے جو آپ کا ابی بن کعب سے تھا۔ اور ابیؓ نے دعویٰ زیدؓ کی عدالت میں دائر کر رکھا تھا۔ بطور مدعا علیہ حاضر ہوئے۔ زیدؓ نے خلیفہ وقت کی تعظیم کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ یہ تمہارا پہلا ظلم ہے یہ فرما کر ابیؓ کے برابر بیٹھ گئے۔ اور مقدمہ کی سماعت شروع ہوئی۔ ابیؓ کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا۔ اس نے قاعدہ کے مطابق حضرت عمرؓ سے قسم لینی چاہی۔ زیدؓ نے فاروق اعظم کے رتبہ کا پاس کر کے درخواست کی۔ کہ امیر المومنین کو قسم سے معاف رکھو۔ حضرت عمرؓ اس طرفداری سے سخت رنجیدہ ہوئے زید کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ جب تک تمہارے نزدیک ایک عام آدمی اور عمر دونوں برابر نہ ہوں۔ تم منصب قضاء کے قابل نہیں سمجھے جا سکتے۔ (الفاروق جلد ۲ ص ۔۔)

ایسا ہی شیعہ کی معتبر کتاب کشف الغمہ میں مذکور ہے کہ حضرتؓ نے اپنے عہد خلافت میں اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھی۔ اور اپنا دعویٰ قاضی شریح کی عدالت میں دائر کیا۔ قاضی نے حضرت امیر المومنین سے شہادت طلب کی۔ جناب امیرؓ نے امام حسنؓ اور اپنے غلام قنبر کو شہادت میں پیش کیا۔ قاضی نے گواہی نامنظور کی۔ کیونکہ ایک تو امیرؓ کے صاحبزادے تھے۔ اور دوسرا غلام ہی تھا۔ من لا یحضرہ الفقیہ کتاب قضاء میں مرقوم ہے۔ کہ جناب امیرؓ قاضی مدینہ شریح کے اس فیصلہ سے ناراض نہ ہوئے۔ نہ اس کو قضا سے معزول کیا۔ بلکہ اس نے انصاف کی داد دی۔ اور اس کے حق میں دعائے خیر کی۔

الغرض دعویٰ ہبہ فدک کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ہے۔ نہ حضور علیہ السلام باقی اقرباء کو محروم کر کے اکیلی فاطمۃ الزہراؓ کو یہ جائیداد دے سکتے تھے۔ اور دیتے کس طرح جب جائیداد آپکی ملکیت ہی نہ تھی۔

دعوی وراثت

جب سنیہ کی طرف سے قائل ہوتے ہیں۔ تو شیعہ حضرات وراثت کا سوال پیش کر دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے ابوبکرؓ کے پاس دعویٰ کیا۔ کہ فدک وراثت میں مجھے ملنا چاہیئے۔ یہ سوال پہلے سے بھی زیادہ کمزور ہے۔

(۱) اس لئے کہ وراثت بھی ان ہی اشیاء میں ہوتی ہے جو مورث کی ملکیت ہوں۔ جب فدک بمسئلہ قرآن مال فئی (وقف) تھا۔ اور عامۃ المسلمین کا حق تھا تو وراثت کیسی؟

(۲) اس لئے کہ دیگر ورثاء کو محروم کر کے اکیلے فاطمہؓ کو فدک بطور وراثت لینے کا کیا حق تھا۔ حضرتؐ کی ۹ بیویاں اور حضرت عباسؓ (چچا) بھی موجود تھے۔ پھر ان کو کس طرح محروم الارث کر کے یہ مال اکیلے خاتون جنت کو مل سکتا تھا۔ علاوہ ازیں اگر فدک میں مسئلہ فدک جاری ہو سکتا تھا۔ اور رسول اللہ کے ترکہ میں توریث جائز ہوتی۔ تو حضرت ابوبکرؓ کو اس کی تقسیم میں کچھ عذر نہ ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ اس سے آپکی دختر حضرت عائشہؓ بھی بہرہ یاب ہوتیں۔ اور حضرت عباسؓ بھی جو حضرت ابوبکرؓ کے [illegible] ان کی حق تلفی کس طرح روا رکھی جاتی۔

(۳) اس لئے کہ آنحضرتؐ کی صحیح حدیث موجود ہے۔ نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ (ہم گروہ انبیاء نہ کسی مال دنیوی کے وارث ہوتے ہیں۔ نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے ہمارا متروکہ صدقہ ہوتا ہے)!

سوال شیعہ

آیت یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ عام ہے۔ پھر رسول اللہؐ اس سے کس طرح مستثنیٰ ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ کوئی استثنا نہیں اور حدیث صحیح بھی ہو تو آیت کا ناسخ نہیں ہو سکتی۔

جواب

کئی آیات ایسی ہیں جو بظاہر عام ہوتی ہیں۔ لیکن رسول اس حکم سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ جیسے آیت فَانْکِحُوْا

مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ عام ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ چار بیویاں کر جائز ہیں۔ اس سے زائد نہیں۔ رسول پاک اس سے مستثنیٰ ہیں۔ چنانچہ آپ کے نکاح میں نو بیویاں تھیں۔ پھر جیسے آیت نکاح میں باوجود کسی استثناء کے نہ ہونے کے رسول مستثنیٰ ہیں۔ اسی طرح یوصیکم اللہ سے بھی آپ مستثنیٰ ہیں۔ اور حدیث ناسخ آیت نہیں ہے۔ بلکہ حدیث مذکور سے تخصیص مطلوب ہے اور حدیث مخصص آیت ہو سکتی ہے۔

سوال شیعہ

حدیث لا نرث الخ حضرت ابوبکرؓ نے خود ہی وضع کر لی ہے۔ آیت کی موجودگی میں ایسی حدیث کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟

جواب

شیعہ کی لاعلمی یا ہٹ دھرمی پر افسوس ہے۔ یہی حدیث شیعہ کی اپنی معتبر کتابوں میں بروایت ائمہ اہلبیت موجود ہے۔ پھر اس حدیث کو موضوع کہنا ائمہ اہلبیت کو وضاع حدیث قرار دینا ہے۔ چنانچہ کتاب اصول کافی ص ۱۷ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ وَذٰلِکَ اَنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِرْھَمًا وَّلَا دِیْنَارًا وَّاِنَّمَا وَرَّثُوْا اَحَادِیْثَ مِنْ اَحَادِیْثِھِمْ فَمَنْ اَخَذَ بِشَیْءٍ مِّنْھَا فَقَدْ اَخَذَ حَظًّا وَّافِرًا۔ (ترجمہ) امام جعفر صادق سے روایت ہے آپ نے فرمایا۔ علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ انبیاء ورثہ میں درہم و دینار نہیں چھوڑتے۔ بلکہ اپنی احادیث چھوڑ جاتے ہیں۔ پس جس شخص نے میراث (احادیث الانبیاء) پائی اسکو بہرہ وافر ملا!

اس حدیث میں مدلل طور پر بیان کیا گیا ہے کہ انبیاء مال دنیا کی میراث ہرگز نہیں چھوڑتے بلکہ انکی میراث علم و حکمت ہوتی ہے۔ جس کو یہ میراث ملی۔ وہی کامیاب ہوا۔ اب تو شیعہ یہ کہنے کی مجال نہیں رکھ سکتے کہ حدیث نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ الخ غلط اور موضوع ہے۔ یہ بحث اس وقت چل سکتی تھی جب شیعہ کی کتابیں اہلسنت کے پاس موجود نہ ہوتی تھیں۔ اب تو خدا کے فضل سے شیعہ کی کتابیں علماء اہلسنت کے پاس موجود ہیں اس لئے اب شیعہ کو کچھ سوچ کر بات کرنی چاہیئے۔

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے — جادو وہ جو سر پہ چڑھ کر بولے

لہ۔ دوسری حدیث مسند جو [illegible] العلم ہے ۱۲۔

سوال شیعہ

دوسری آیات سے یہ پتہ چلتا ہے۔ کہ انبیاء مال دنیا ترکہ میں چھوڑ جاتے ہیں۔ اور انکی اولاد وارث ہو سکتی ہے۔ پھر حضرت فاطمہؓ بنت رسولؐ کو کیوں ورثہ نہ ملے۔ آیات یہ ہیں (۱) وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ (سلیمان علیہ السلام داؤد کے وارث ہوئے) (۲) فَہَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ (اے خدا مجھے اپنی بارگاہ سے ولی عطا کر جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو۔)

جواب

شیعہ صاحبان کی سمجھ پر افسوس جن آیات کو وہ اپنی دلیل سمجھتے ہیں حقیقت میں ان سے ان کے دعویٰ کی تردید ہوتی ہے۔ دونوں آیات میں میراث نبوت و حکمت مراد ہے۔ اور یہی ورثا انبیاء سے حاصل کی۔ پہلی آیت میں حضرت سلیمان کا وارث داؤد علیہ السلام ہونا بھی اسی معنی سے ہے۔ کہ داؤدؑ کی میراث نبوت آپ نے سنبھالی۔ ورنہ اگر دنیوی مال کی وراثت ہو تو آیت کا معنی ٹھیک نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت داؤدؑ کے نہ صرف حضرت سلیمانؑ ہی فرزند تھے بلکہ آپ کے اٹھارہ فرزند اور بھی موجود تھے۔ آیت میں مالی وراثت مراد ہوتی ہو تو چونکہ باپ کے مال کے سارے بیٹے وارث ہوتے ہیں۔ اس لئے سب کے سب وارث ہوتے نہ کہ اکیلے حضرت سلیمانؑ وارث ہو سکتے تھے۔ الا چونکہ میراث نبوت حضرت سلیمانؑ ہی کو ملی۔ اس لئے آیت وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ میں اس امر کا فیصلہ کیا گیا کہ نبیوں کی میراث مالی نہیں ہوتی۔ ورنہ سلیمانؑ کے اکیلے وارث ہونے کا مضمون صحیح نہ ہوتا۔ انبیاء کی میراث علم و نبوت ہوتی ہے اس لئے بمطابق اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ ان کے حقیقی وارث وہی ہوتے ہیں۔ جو منصب نبوت و حکمت سنبھالتے ہیں۔ دوسری آیات سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ عِلْمًا (ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم عطا فرمایا) وَقَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ (سلیمانؑ نے کہا لوگو ہمیں جانوروں کی بولی کا بھی علم عطا ہوا ہے۔) فی الحقیقت مال دنیا کا عطا ہونا ایک نبی کی فضیلت کا باعث ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ہزاروں کفار نمرود۔ فرعون جیسے مال دنیا کے مالک گذرے ہیں۔ انبیاء کی دولت علم و حکمت و نبوت ہوتی ہے۔ اور نبی کا صحیح وارث وہی کہلاتا ہے۔ جس کو یہ دولت نصیب ہو۔ ؎

مال دنیا خاکساراں را دہند — عاقبت پرہیزگاراں را دہند

ایک اور حدیث سے بھی یہ عقدہ حل ہوتا ہے کہ وراثت سلیمانؑ کی مالی نہ تھی۔ وہ حدیث یہ ہے۔

اِنَّ سُلَیْمٰنَ وَرِثَ دَاوٗدَ وَاِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرِثَ سُلَیْمٰنَ (اصول کافی ص) (سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث ہوئے اور حضرت محمد صلعم سلیمانؑ کے وارث ہوئے۔) اس حدیث نے تو فیصلہ ہی کر دیا کہ سلیمان کی وراثت مالی نہ تھی ورنہ ان میں اور ہمارے رسول پاکؐ میں کئی پشتیں گذر گئیں اور سلیمانؑ کا وارث حضرت رسول پاکؐ قرار دئیے گئے۔ کون نادان کہہ سکتا ہے۔ کہ حضرت سلیمانؑ کا کوئی دفینہ بچ رہا تھا جو ہمارے رسولؐ کے قبضہ میں آیا۔ چونکہ حضور حضرت سلیمانؑ کے بعد کامل و مکمل نبی ہوئے۔ اس لئے گویا حضرت سلیمانؑ کے ترکہ نبوت کے صحیح معنوں میں آپ ہی وارث سمجھے جاتے ہیں۔

دوسری آیت فَہَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ (اے خدا مجھے ایسا ولیعہد عطا فرما۔ جو میرے بعد میری آل یعقوب کی میراث سنبھالے۔) اس آیت سے تو شیعہ کے خیال کی سخت تردید ہوتی ہے کیونکہ حضرت زکریاؑ نے جو فرزند صالح کی تمنا کی تھی۔ وہ اس لئے نہ تھی کہ آپ بہت سی دولت و مال کے مالک تھے۔ اور آپ کو کھٹکا تھا۔ کہ اس کو دوسرے وارث نہ سنبھال لیں کوئی بیٹا پیدا ہو جائے۔ تو اس کے نصیب ہو۔ کیونکہ انبیاء کو مال و دولت دنیا سے کام ہی کیا۔ اگر کبھی اور وارثوں کو ملنا ہی منظور ہو۔ تو ایک آن میں سارا مال راہ خدا میں صرف کر دیا جا سکتا ہے۔ ادھر آثار موت دکھلائی دئیے۔ ادھر مال راہ خدا میں خرچ کر دیا جاتا۔ اور انبیاء کے دل بخل و حسد سے بالکل پاک ہوتے ہیں۔ دنیا داروں کی طرح انکو اپنے جدیوں سے ضد کیونکر ہو۔ بلکہ انکے مرنے کے بعد انکو کوئی چیز نہ ملے۔ فی الحقیقت آپکی دعا یہی تھی۔ کہ قوم میں آپکو کوئی ایسا نظر نہ آتا تھا۔ جو انکے بعد نبوت یا خلافت پا کر اصلاح خلق کر سکے۔ آپ نے دعا فرمائی۔ کہ یا اللہ مجھے ایسا ولیعہد عطا ہو۔ جو میراث نبوت کا مالک ہو سکے۔ اور اصلاح خلق اللہ کر سکے۔

اگر میراث سے مراد علمی نہیں بلکہ مالی ہو۔ اور یَرِثُنِیْ کا مضمون صحیح بھی ہو۔ تو یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ کا مفہوم درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حضرت یعقوبؑ اور حضرت زکریاؑ کے درمیان دو ہزار سال کا فاصلہ ہے تو کیا اس وقت تک آل یعقوب کا مال غیر منقسم پڑا تھا۔ کہ وہ سب مال حضرت یحییٰ بن زکریا کو ملنا تھا۔ ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے۔ کہ یہاں وراثت علمی مراد ہے۔ یعنی ایسی اولاد عطا ہو۔ جو اس خاندان نبوت کا منصب سنبھال سکے۔ جو آل یعقوب کا ورثہ تھا۔ یا میرے مرنے کے بعد میرا منصب خالی ہوگا۔ غرض دونوں آیات میں وراثت مالی مراد ہونا کسی صورت سے درست نہیں ہو سکتا۔ بلکہ علمی وراثت مراد ہے۔ اور یہ آیت شیعہ کی تائید نہیں۔ بلکہ ان کے دعویٰ کی سخت تردید کرتی ہیں۔

تحقیق بالا سے ثابت ہو گیا کہ فدک ملکِ خاص آنحضرت کا نہ تھا۔ نہ آپ نے فاطمہؓ کو بطور ہبہ دیا۔ نہ بطور وراثت انکو مل سکتا تھا۔ یہ مال فئ تھا۔ مساکین و یتامیٰ و فقراء و غرباء کا حق تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان میں

وہی عمل کیا جو جناب رسالت مآب نے کیا تھا۔ باقی صحابہؓ نے بھی ایسا ہی کیا۔

حضرت علیؓ کا عمل

یہ امر شیعہ کے دعویٰ کے بطلان کی صریح دلیل ہے۔ کہ حضرت علیؓ نے اپنے عہد میں بھی فدک ورثاء فاطمہؓ میں تقسیم نہیں کیا۔ بلکہ بدستور سابق عامۃ المسلمین کیلئے وقف رہا۔ اس بات کو شیعہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں کوئی دست اندازی نہیں کی۔ بلکہ بدستور رہنے دیا۔ اس کے متعلق ہم فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ صفحہ ۲۹ سے ایک خطبہ جناب امیرؓ کا درج کرتے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جناب امیرؓ نے اپنے وقت میں فدک ہی ورثاء فاطمہؓ کو نہ دیا۔ بلکہ اور بھی بہت سی باتیں جو کرنی چاہیے تھیں نہ کیں۔ بلکہ حلت متعہ کا فتویٰ بھی نہ دے سکے۔ پانچ تکبیر جنازہ نہ پڑھا سکے۔ نماز تراویح کو بھی موقوف کرا سکے۔ ثم اقبل بوجھہ وحولہ ناس من اھل بیتہ وخاصتہ وشیعتہ فقال قد عملت الولاۃ قبلی اعمالا خالفوا فیہا رسول اللہ متعمدین لخلافہ ناقضین لعہدہ مغیرین لسنتہ ولو حملت الناس علی ترکہا وحولتہا الی مواضعہا والی ما کانت فی عہد رسول اللہ لتفرق عنی جندی حتی ابقی وحدی او قلیل من شیعتی الذین عرفوا فضلی وفرض امامتی من کتاب اللہ عز ذکرہ وسنۃ نبیہ ارأیتم لو امرت بمقام ابراھیم علیہ السلام فرددتہ الی الموضع الذی وضعہ فیہ رسول اللہ ورددت فدک الی ورثۃ فاطمۃ علیہا السلام ورددت صاع رسول اللہ کما کان الی ان قال وامرت باحلال المتعتین وامرت بالتکبیر علی الجنائز خمس تکبیرات الی ان قال اذا لتفرقوا عنی واللہ لقد امرت الناس ان لا یجتمعوا فی شہر رمضان الا فی فریضۃ واعلمتہم ان اجتماعہم فی النوافل بدعۃ فتنادی بعض اہل عسکری ممن یقاتل معی یا اہل الاسلام غیرت سنۃ عمر ینہانا عن الصلاۃ فی شہر رمضان تطوعا۔ (ترجمہ) جناب امیرؓ لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے جبکہ آپکے گرد آپکے اہلبیت اور شیعہ بیٹھے ہوئے تھے۔ پہلے خلیفوں نے مجھ سے پہلے ایسے کام کئے ہیں جن میں رسولؐ کی مخالفت کی گئی ہے اور دانستہ خلاف کیا ہے۔ عہد توڑ دیا گیا۔ رسولؐ کی سنت تبدیل کی گئی ہے اور اگر میں لوگوں کو وہ کام چھوڑنے کیلئے کہکر اصلی حالت پر لانا چاہوں۔ جیسا کہ رسولؐ کے وقت میں تھا تو میرا لشکر مجھ سے علیحدہ ہو جائے۔ اور میں صرف اکیلا رہ جاؤں یا چند شیعہ رہ جائیں۔ جو میری فضیلت اور میری

خلافت و امامت کی فرضیت قرآن اور حدیث رسولؐ سے جانتے ہیں۔ اگر میں کہوں مقام ابراہیم اصلی طرح کر دیا جائے۔ جیسا کہ آنحضرتؐ کے وقت میں تھا۔ اور باغ فدک کو ورثاء فاطمہؓ کو واپس دلا دوں٭ اور پانچ تکبیر جنازہ پڑھنے کا حکم دوں تو لوگ مجھ سے الگ ہو جائیں۔ بخدا میں نے لوگوں کو کہا کہ ماہ رمضان میں بغیر نماز فرض کے جمع نہ ہوں۔ (نماز تراویح نہ پڑھیں) اور میں نے انہیں بتایا۔ کہ نوافل (تراویح) کیلئے جمع ہونا بدعت ہے۔ تو میرے سپاہیوں نے جو میرے ساتھ ملکر لڑائی کر رہے ہیں۔ منادی کر دی۔ کہ اے مسلمانو! حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کی سنت کو بدلنا چاہتا ہے۔ اور ہمیں ماہ رمضان میں نماز نفل تراویح پڑھنے سے منع کرتا ہے۔)

اس خطبہ سے ثابت ہوا۔ کہ جناب امیرؓ جماعت کے افتراق کے خوف سے نہ تو فدک ورثاء فاطمہؓ کو واپس دلا سکے۔ نہ متعہ جیسے کار ثواب کی ترویج کر سکے۔ نہ پانچ تکبیر جنازہ لوگوں کو پڑھا سکے۔ نہ بدعت کو بھی موقوف کر سکے۔ تو اب سوال یہ ہے۔ کہ جناب امیرؓ کی خلافت و امامت کس کام کی تھی۔ وہی بدعات جو پہلے خلفاء نے جاری کر رکھی تھیں۔ پہلے ان کے احکام جور و جفا جو نافذ کر گئے تھے۔ بدستور جاری رہے یہاں تک بے بس تھے۔ کیا باغ فدک وغیرہ بھی مستحقین کو نہ دلا سکے۔ متعہ جیسے فضیلت کے کام کی گرم بازاری بھی نہ ہو سکی۔ نماز تراویح کو بھی بدستور لوگ پڑھتے رہے پھر آپکی خلافت سے آپکے شیعہ کو فائدہ ہی کیا پہنچا۔ یہ بھی تعجب ہے کہ خلفاء ثلاثہ کی زندگی میں تو دُرّہ عمرؓ یا تیغ صدیقیؓ کا لوگوں پر خوف تھا۔ بعد وفات ان کے لوگوں کو کیا کھٹکا تھا۔ کہ انکے ہی نقش قدم پر چلتے رہے۔ کیا جناب امیرؓ کے خطبات بلیغہ کا بھی ان کے دلوں پر کچھ اثر نہ ہو سکا۔ نہ ذوالفقار حیدری کی ہیبت انکے دلوں پر طاری ہو سکی۔ کیا صداقت تھی جو دلوں کو مسخر کر چکی تھی۔ اور وہ نقش کالحجر کسی تدبیر سے بھی قلوب مومنین سے نہ مٹ سکتا تھا۔

خلاصہ یہ کہ حدیث بالا سے ثابت ہو گیا۔ کہ حضرت علیؓ نے اپنے عہد خلافت میں باغ فدک کے متعلق فیصلہ خلفاء بحال رکھا۔ اس میں کچھ دست اندازی نہ کی گئی۔ نہ ورثاء فاطمہؓ اس سے بہرہ یاب ہوئے اور ظاہر ہے کہ یہ سب حیلے بہانے ہیں۔ کہ لوگوں کے افتراق کا خوف تھا۔ یا مصلحت وقت کا اقتضاء تھا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ فدک کے متعلق جناب امیرؓ کو خوب معلوم تھا۔ کہ فیصلہ خلفاء مطابق قرآن اور حدیث رسول تھا۔ اسی وجہ سے اس میں تغیر و تبدل مشکل تھا۔ تو جناب امیرؓ نے اپنے طرز عمل سے فیصلہ صدیقؓ کی تصدیق کر دی۔ تو اب شیعہ کا کیا حق ہے۔ کہ ناحق شور مچاتے ہیں۔

اس کے جواب میں شیعہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ نے اپنے وقت میں فدک اس لئے واپس نہیں دلایا کہ مغصوبہ چیز کا واپس لینا شان امامت کے خلاف تھا۔

٭ اور صاع کو ایسا ہی کر دیں جیسا کہ رسول کے وقت تھا۔ اور دونوں متعہ کی حلت کا فتویٰ دیدوں۔

یہاں اغضاب نہیں ہے۔ کیونکہ ابوبکرؓ نے یہ معاملہ غضبناک کرنے کیلئے نہیں کیا۔ بلکہ تعمیل ارشاد رسولؐ و
حکم قرآن ایسا کیا۔ اس لئے آپکا یہ فعل حضرت فاطمہؓ کو ناراض کرنے کیلئے نہیں۔ بلکہ نیک نیتی سے تعمیل
حکم خدا و رسولؐ تھا۔ تقاضائے بشریت ہے کہ بعض اوقات خواص اہل اللہ کو بھی کسی غلط فہمی کی بناء پر
رنجیدگی لاحق ہو جاتی ہے۔ اور اس سے کوئی بُرا نتیجہ اخذ کرنا نادانی ہے۔ حضرت موسیٰؑ ایک اولوالعزم
رسول تھے جب کوہ طور سے چالیس دن کے بعد واپس آئے۔ تو قوم کو گوسالہ پرستی میں مبتلا پایا۔ ایسے غضبناک
ہوئے کہ الواح مقدسہ کو زمین پر دے مارا۔ اور اپنے بھائی ہارون (نبی) کو سر اور داڑھی سے
پکڑ کر کھینچا جس پر ہارونؑ نے اپنی بے قصوری کا عذر پیش کر کے بھائی سے کہا۔ کہ مجھے بے عزت کر کے
دشمنوں کو ہنسی کا موقعہ نہ دیں۔ (یہ قصہ قرآن پاک میں بالصراحت موجود ہے بخوف طوالت آیات
نہیں لکھی گئیں) جب ایک رسولؑ کا اپنے بھائی نبی پر اس طرح غضبناک ہو کر دست و گریباں ہونا ان
میں سے کسی کے ظالم ہونے کا باعث نہیں ہو سکتا۔ تو حضرت فاطمہؓ اگر غصہ کریں تو آپ کا [illegible]
صدیق اکبرؓ کا اس سے مجرم ہونا کس طرح ثابت ہو سکتا ہے۔

چہارم: شیعہ کی کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ بارہا حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے مابین ایسے واقعات
ہوئے ہیں۔ کہ جناب خاتون جنت حضرت علیؓ پر غضبناک ہو کر ان کے گھر سے نکل کر اپنے والد ماجد رسالت
مآبؐ کے گھر چلی گئیں۔ اور حضرت رسول خداؐ بھی اس واقعہ سے سخت رنجیدہ خاطر ہوئے۔ اور اسی حالت
میں آپ نے فرمایا فاطمۃ بضعۃ منی من اغضبھا فقد اغضبنی (فاطمہؓ میری جگر گوشہ ہے
جس نے اسے غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا)۔ تو جب حضرت فاطمہؓ کے غضبناک ہونے سے حضرت علیؓ
پر کوئی اعتراض نہیں آتا۔ اور نہ وہ حدیث کی زد میں آسکتے ہیں۔ تو حضرت ابوبکرؓ پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے
جلاء العیون مؤلفہ ملا باقر مجلسی سے ذیل میں ایسے ایک دو واقعات درج کرتے ہیں۔

حضرت علی پر حضرت فاطمہؓ کا ناراض ہونا

جلاء العیون اردو صفحہ ۱۶۳ میں ہے کہ کتاب علل الشرائع و بشارت المصطفیٰ اور مناقب خوارزمی
بسندہائے معتبر ابوذرؓ و ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب جعفرؓ طیار حبشہ میں تھے۔ ان کے لئے
کسی نے ایک کنیز ہدیہ بھیجی کہ اسکی قیمت چار ہزار درہم تھی۔ اور جب جعفر طیار مدینہ میں آئے۔ اس کنیز
کو بطور ہدیہ اپنے بھائی علی ابن ابیطالب کے پاس بھیجا۔ اور وہ کنیز جناب امیرؑ کی خدمت کرتی تھی ایک

جواب الجواب: ہم کہتے ہیں یہ درست نہیں ہے۔ اگر مغصوبہ چیز کا لینا درست نہ تھا۔ تو فدک
مغصوبہ کیوں واپس لی گئی۔ جناب امیرؑ نے اپنے خاندان کی چیز خلافت آتے ہی لے لی۔ لیکن جناب فاطمہؓ کا حق
تھی رد کیوں کی گئی۔ لیکن شیعہ کے خلاف یہ ناطق حجت اور قطعی دلیل ہے کہ فدک خاتون جنت کا
حق نہ تھا۔ ورنہ جناب امیرؑ زمانہ اقتدار میں حق بحقدار رسید کا معاملہ کرتے ہوئے دیگر ورثاء خاتون
جنت کو ضرور ضرور فدک دیدیتے۔ جب آپ نے اور نہ امام حسنؓ نے فدک واپس لیا۔ تو ظاہر ہے۔ کہ
فیصلہ خلفاء سابقین کو ناطق سمجھ کر اس کی مخالفت نہ کی۔ جو۔ علی الاعلان یہ پیاری ہے شہادت تیری
جناب امیرؑ اور حضرت امام حسنؓ کے اس طرز عمل نے شیعہ کا چون و چرا کا راستہ بالکل بند کر دیا ہے۔ انہیں
اب طوعاً و کرہاً یہ کہہ لینا چاہیئے کہ۔

شعر

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔

غضب فاطمہؓ: شیعہ کہتے ہیں کہ صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہے۔ کہ حضرت فاطمہؓ
نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاں فدک کے متعلق دعویٰ کیا۔ ابوبکرؓ نے رد کیا۔ تو فاطمہؓ غضبناک ہوئیں۔ اور حضرت
ابوبکرؓ سے بات چیت نہ کی حتیٰ کہ فوت ہو گئیں۔ غضب فاطمہؓ غضب خدا اور رسول ہے۔ اس لئے
حضرت ابوبکرؓ جن پر حضرت فاطمہؓ کا غضب ہوا قابل خلافت نہ تھے۔

جواب: اول صحیح بخاری کی جو حدیث بیان کی جاتی ہے۔ وہ کوئی حدیث مرفوع نہیں ہے بلکہ
عائشہؓ کا قول ہے۔ اور یہ قصہ درایتاً ناقابل تسلیم ہے۔ اول اس لئے کہ حضرت فاطمہؓ بنت رسولؐ
جن کا لقب ہی بتول (تارک الدنیا) تھا۔ یہ توقع نہیں۔ کہ وہ چند کھجوروں کیلئے مقدمہ بازی شروع کر کے
کچہری میں نامحرموں کے پاس جا کر اصالتاً حاضر ہو کر مخاصمہ کریں اور باغ نہ ملنے پر ہمیشہ کیلئے غضبناک
ہو جائیں۔ کہ آخری وقت تک بول چال بند کر دیں۔ ایسا ہی حضرت عائشہؓ جو راوی اس قصہ کی ہیں
ان کو عدالت میں جانے اور مقدمہ سننے کی کب اجازت تھی۔ کہ انہوں نے یہ واقعہ دیکھ کر روایت کی ہو۔

دوم: بخاری اور مسلم کی حدیث میں لفظ وَجَدَتْ ہے جس کے معنی ملامت (پشیمان ہونا)
کے ہیں۔ یعنی صدیق اکبرؓ سے آپ نے معقول جواب سن لیا۔ تو اپنے دعویٰ کرنے پر آپکو ندامت ہوئی۔
اور پھر اپنے مرنے تک اس کے متعلق کبھی گفتگو نہ کی جن روایتوں میں غضب کا لفظ ہے۔ اسکا
معنی بھی یہ ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے نفس پر خفا ہوئیں۔

سوم: اگر بفرض محال تسلیم کر لیا جائے۔ کہ حضرت فاطمہؓ اس بات پر خفا ہوئیں۔ تو یہ اقتضاء
بشریت ہے۔ جس حدیث میں وعید ہے۔ اس میں لفظ من اغضبھا ہے یعنی جس نے دانستہ آپکو غضبناک کیا۔

۱؎ وَجَدَ بمعنی حزن بھی آتا ہے۔ ملاحظہ ہو قاموس وغیرہ ۱۲۔

دن جناب فاطمہؑ گھر میں آئیں تو دیکھا کہ سر جناب امیرؑ کا اس کنیز کے دامن میں ہے۔ جب وہ حالت ملاحظہ فرمائی متغیر ہو گئیں۔ اور پوچھا آیا اس کنیز سے تم نے کوئی تعلق کیا ہے۔ جناب امیرؑ نے فرمایا بخدا سوگند میں نے اس کیساتھ کوئی امر نہیں کیا۔ اب جو کچھ تمہیں منظور ہو بیان کرو۔ کہ میں بجا لاؤں جناب سیدہؑ نے کہا مجھے میرے پدر بزرگوار کے گھر جانے کی اجازت دو۔ جناب امیرؑ نے فرمایا میں نے اجازت دی۔ پس جناب فاطمہؑ نے سر پر چادر اوڑھی اور اس پر برقعہ ڈالکر متوجہ خانہ پدر بزرگوار ہوئیں۔ اور قبل اسکے کہ جناب فاطمہؑ اپنے باپ کی خدمت میں پہنچیں جبرائیلؑ از جانب خداوند جلیل حاضر ہوئے اور کہا حق تعالیٰ آپکو سلام فرماتا ہے۔ اور ارشاد کرتا ہے۔ کہ جناب فاطمہؑ تمہارے علیؑ ابن ابیطالب کی شکایت کرنے آئی ہیں۔ تم حق علیؑ میں کوئی چیز فاطمہؑ سے قبول نہ کرنا جب جناب فاطمہؑ داخل دولت سرائے پدر بزرگوار ہوئیں حضرت رسول نے فرمایا۔ علیؑ کے پاس پھر جاؤ۔ اور کہو میں تم سے راضی ہوں۔ پس جناب فاطمہؑ جناب امیرؑ کے پاس تشریف لائیں۔ اور تین مرتبہ کہا کہ میں تم سے راضی ہوں۔"

اس روایت سے معلوم ہوا جناب سیدہؑ ایسی زود رنج تھیں۔ کہ کنیز کو جناب کے پاس دیکھ کر خفا ہو گئیں۔ جناب امیرؑ کی قسم پر بھی اعتبار نہ کیا۔ اور ناراض ہو کر میکے چلی گئیں۔ حتیٰ کہ جبرائیلؑ کو جناب امیرؑ کی صفائی کرنے کی ضرورت پڑی۔ اور جناب رسول کے فرمانے پر واپس کاشانہ ہوئیں۔

دوسرا واقعہ ناراضگی فاطمہؑ

جلاء العیون اردو صفحہ ۱۶۳ میں ہے۔ امام صادق سے روایت ہے۔ کہ ایک شقی جناب سیدہؑ کے پاس آیا۔ اور کہا کہ علی ابن ابی طالب نے دختر ابوجہل کی خواستگاری کی ہے۔ جناب سیدہؑ نے اس شقی سے کہا۔ کہ تو قسم کھا۔ اس نے تین دفعہ قسمیں کھائیں۔ کہ میں جو کچھ کہتا ہوں۔ سچ ہے۔ جناب فاطمہؑ کو بہت غیرت آئی۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ نے عورتوں کے ضمیر میں غیرت قرار دی ہے۔ جس طرح کہ مردوں پر جہاد واجب کیا ہے۔ اور اس عورت کیواسطے جو باوجود غیرت صبر کرے۔ ایک ثواب مقرر کیا ہے۔ مثل اس شخص کے جو مسلمانوں کی سرحد پر خدا کیواسطے نگہبانی کرے۔ پس جناب فاطمہؑ کو سخت صدمہ ہوا۔ اور متفکر رہیں۔ یہاں تک کہ رات ہوئی۔ جب رات ہوئی تو امام حسینؑ کو کندھے پر بٹھایا۔ اور بایاں ہاتھ ام کلثوم کا اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور اپنے پدر بزرگوار کے گھر تشریف لے گئیں جب جناب امیرؑ گھر میں آئے۔ اور جناب سیدہؑ کو وہاں نہ دیکھا۔ بہت غم ہوا اور سخت متفکر ہو کر تشریف لیجانے کا سبب نہ معلوم ہوا۔

بزرگوار کے گھر سے بلائیں۔ پس گھر سے باہر نکل آئے۔ اور مسجد میں جا کر بہت نمازیں ادا کیں۔ اور تودۂ خاک کو کر کے اس پر تکیہ فرمایا جب جناب رسول خدا نے جناب فاطمہؑ کو محزون پایا۔ غسل کیا۔ اور لباس پہنکر مسجد میں تشریف لائے۔ اور نمازیں پڑھنی شروع کیں۔ مشغول رکوع و سجود تھے۔ بعد دو رکعت کے دعا مانگتے تھے کہ خداوندا فاطمہؑ کے حزن کو دور کر اس لئے کہ جب گھر سے باہر آئے تھے۔ جناب فاطمہؑ کو دیکھ آئے تھے۔ کہ آپ کروٹیں لیتی تھیں اور نالہ ہائے بلند کھینچتی تھیں جب حضرت رسولؐ نے دیکھا کہ فاطمہؑ کو نیند نہیں آتی۔ اور بے قرار ہے۔ فرمایا اے نور نظر اے فاطمہؑ اٹھو جب فاطمہؑ اٹھیں۔ اور جناب رسول نے امام حسنؑ کو اور جناب فاطمہؑ نے امام حسینؑ کو اٹھایا۔ اور ام کلثوم کا ہاتھ پکڑ کر گھر سے جانب مسجد تشریف لائے یہاں تک کہ نزدیک جناب امیرؑ پہنچے۔ اس وقت جناب امیرؑ آرام فرما رہے تھے پس حضرت رسول خدا نے اپنا پاؤں جناب امیرؑ کے پاؤں پر رکھ کر اور ہلا کر فرمایا۔ اے ابو تراب اٹھو۔ بہت گھر والوں کو تم نے اپنی جگہ سے جدا کیا ہے۔ جاؤ اور ابوبکرؓ و عمرؓ کو بلا لاؤ۔ پس جناب امیر گئے۔ اور ابوبکرؓ و عمرؓ کو بلا لائے جب نزدیک رسول خدا حاضر ہوئے۔ حضرت نے ارشاد کیا یا علیؑ مگر تم نہیں جانتے کہ فاطمہؑ میری پارۂ تن ہے۔ اور میں فاطمہؑ سے ہوں جس نے اسے آزار دیا۔ اس نے مجھے آزار دیا۔ اور جس نے اسے میری وفات کے بعد آزار دیا۔ مثل اس کے ہے۔ کہ میری حیات میں آزار دیا۔ اور جس نے اسے میری حیات میں آزار دیا ایسا ہے۔ جیسا کہ میری وفات کے بعد آزار دیا۔ جناب امیرؑ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ اسی طرح ہے پس جناب رسول خدا نے فرمایا تم کو کیا باعث ہوا۔ کہ ایسا کام کیا۔ امیرؑ نے فرمایا بحق اس خدا کے جس نے آپکو براستی بھیجا ہے قسم کھاتا ہوں۔ کہ جو کچھ فاطمہؑ سے کسی نے کہا ہے۔ فی الواقعہ صحیح نہیں ہے۔ اور میرے دل میں بھی وہ امور نہیں گذرے جناب رسول نے کہا۔ تم بھی سچ کہتے ہو۔ اور وہ بھی سچ کہتی ہے۔ پس جناب فاطمہؑ شاد و خوشحال ہوئیں۔

اس روایت سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت فاطمہؑ کسی کے حلفیہ کہہ دینے سے کہ جناب امیرؑ دختر ابوجہل سے نکاح کرنا چاہتے ہیں غضبناک ہو گئیں۔ اور یہاں تک بے صبری فرمائی کہ جناب امیرؑ سے اس امر کا تفحص بھی نہ کیا۔ اور بدوں اجازت بعدم موجودگی جناب امیرؑ بال بچوں سمیت میکے چلی گئیں۔ اور آپکو اس قدر صدمہ ہوا۔ کہ رات کو نیند نہ پڑتی کروٹیں بدلتی بیقراری اور بیچینی طاری تھی۔ جناب رسول خدا سخت بے آرام ہوئے۔ اور فاطمہؑ اور بال بچوں سمیت مسجد میں جناب امیر کے پاس تشریف لے گئے۔ اور اپنے یاران خاص صدیقؓ و فاروقؓ کو بلا کر جناب امیرؑ کو ڈانٹا۔ اور کلمات وعید فرمائے۔ اگر اس واقعہ سے جناب امیرؑ پر کوئی طعن نہیں آیا۔ اور ناراضگی فاطمہؑ سے

کوئی خراب نتیجہ نکلتا ہے۔ تو حضرت فاطمہؓ کی خفگی کے متعلق جو اپنی طور پر حضرت ابوبکرؓ کی نسبت بیان کی جاتی ہے۔ کیوں اس قدر شور و غل برپا کیا جاتا ہے۔

جنابِ سیدہؓ کی نازک مزاجی

چونکہ جناب سیدہ بوجہ صاحبزادگی نازک مزاج تھیں۔ اس لئے معمولی باتوں سے رنجیدہ خاطر ہو جانا کچھ بڑی بات نہ تھی۔ شیعہ حضرات نے تو جناب سیدہ کے متعلق جو ناجائز روایات لکھی ہیں۔ ان سے آپ کی تنگ حوصلگی غیر مآل اندیشی خفیف الحرکتی کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن ہم اہل سنت والجماعت ایسی روایات کو محض خرافات سمجھتے ہیں۔

وہ ایک شیعہ کی [illegible] شیعہ صاحبان جو نقشہ اخلاق و عادات جناب سیدہ کا پیش کرتے ہیں اس کے لکھنے سے بھی شرم آتی ہے۔ مگر ہم مجبور ہیں کہ نقل کفر کفر نباشد۔ ناظرین کی توجہ کیلئے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

جلاء العیون اردو جلد ۱ صفحہ ۱۴۳ میں ہے۔ پس جب ارادہ تزویج فاطمہؓ ہمراہ علیؓ ہوا جناب فاطمہؓ [illegible] یہاں حضرت نے بیان کیا جناب فاطمہؓ نے کہا امر آپ کو اختیار ہے۔ لیکن زنان قریش کہتی ہیں کہ علی بزرگ شکم اور بلند دست ہے۔ اور بند ہائے استخوان گندہ ہیں۔ آگے سر کے بال نہیں ہیں آنکھیں بڑی ہیں۔ اور ہمیشہ خندہ دہاں اور مفلس ہیں"

کیا ایک شریف شرم مجسم خاتون سے یہ توقع ہو سکتی ہے۔ کہ بحالت کنوارگی اپنے سرور عالم کے سامنے ایسی کلام کریں۔ کہ ابا جان مجھے عذر تو نہیں۔ لیکن آپ کے داماد کی نسبت زنان قریش کہتی ہیں کہ وہ بڑے پیٹو ہیں۔ ہڈیوں کے جوڑ ناموزون ہیں۔ اور سر سے گنجے ہیں۔ یہ تو ایک گنوار لڑکی سے بھی امید نہیں ہو سکتی۔

اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۶ میں ہے۔ کتاب کشف الغمہ میں امام محمد باقرؒ سے روایت ہے۔ کہ ایک دن جناب فاطمہؓ نے رسول خداؐ سے جناب امیرؓ کی شکایت کی۔ کہ جو کچھ وہ پیدا کرتے ہیں فقراء و مساکین کو تقسیم کر دیتے ہیں" اس سے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ جناب سیدہ ایسی طماع حریص تھیں۔ کہ جناب امیرؓ کا خدا کی راہ میں صدقہ و خیرات کرنا بھی انکو ناپسند تھا۔

جب شیعہ جناب سیدہ کی نسبت ایسی ناملائم حرکات کی نسبت کرنے سے دریغ نہیں کرتے

ایک معمولی دنیا دار کی بھی بیٹیوں کے لئے بھی باعث ننگ و شرم ہے۔ تو یہ لوگ باغ فدک کی چند کھجوروں کیلئے جناب سیدہ کو جھگڑوں میں پھنسا لیں۔ کبھی حضرت عمرؓ سے دست و گریباں ہونے کبھی حضرت ابوبکرؓ پر خشمناک ہونے کی روایات کیوں نہ وضع کریں۔

شیعہ کی کتابوں میں یہ روایت موجود ہے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ نے فدک حضرت فاطمہؓ کو دے کر سند بھی تحریر کر دی تھی۔ جیسا کہ جلاء العیون اردو صفحہ ۱۵۴ میں ہے:

بروایت دیگر ابوبکرؓ نے نامہ لکھا۔ اور جناب فاطمہؓ کو دیا۔ عمرؓ نے راستہ میں دست مبارک جناب فاطمہؓ سے نامہ لیکر نامہ پر تھوکا اور نامہ پھاڑ دیا۔ اسی طرح اصول کافی صفحہ ۲۲۳ میں بھی مروی ہے کہ ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کے حق میں فدک کا فیصلہ لکھ دیا۔ علاوہ ازیں شیعوں کے شیخ ابن مطہر حلی نے بھی اپنی کتاب میں اس کا اعتراف کیا ہے جس کی عبارت یہ ہے۔ لما وعظت فاطمة ابابکر فی فدک کتب لها کتابا وردها علیها [illegible] حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو فدک کے مقدمہ میں وعظ و نصیحت کی۔ تو انہوں نے فدک کی بابت نامہ لکھ کر فدک کو انکے حوالہ کر دیا۔

جب تم تسلیم کرتے ہو کہ حضرت ابوبکرؓ نے فاطمہؓ کو فدک دے کر نامہ بھی لکھ دیا۔ تو پھر بھی تم جناب صدیقؓ کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ عجب احسان فراموش ہو۔ خدا تمہیں ہدایت کرے۔

جناب سیدہؓ کی رضامندی حضرت ابوبکرؓ سے شیعہ کی معتبر کتاب حجاج السالکین میں لکھا ہے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ نے جناب سیدہ کو راضی کر لیا۔ اور آپ نے فیصلہ حضرت ابوبکرؓ کو تسلیم کر لیا۔ پھر جب صاحب حق راضی ہو گئے۔ تو اب ناحق والے کیوں شور مچا رہے ہیں۔

روایت یوں ہے۔ ان ابابکر لما رای ان فاطمة انقبضت عنه وهجرته ولم تتکلم بعد ذالک فی امر فدک کبر ذالک عنده فاراد استرضاءها فاتاها فقال لها صدقت یا ابنة رسول الله فیما ادعیت ولکنی رایت رسول الله یقسمها فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد ان یعطی منها قوتکم والصانعین بها فقالت افعل فیها کما کان ابی رسول الله یفعل فیها فقال ذالک الله علی ان افعل فیها ما کان یفعل ابوک فقالت والله لتفعلن فقال والله لافعلن فقالت اللهم اشهد فرضیت بذالک واخذت العهد علیه وقال ابوبکر یعطیهم منها قوتهم ویعطی الفقراء والمساکین (ترجمہ) ابوبکرؓ نے جب دیکھا کہ فاطمہؓ ان سے کشیدہ خاطر ہیں۔ اور بات کرنا چھوڑ دیا ہے۔ تو بہت پریشان ہوا۔ اور جناب سیدہ کو رضامند کرنے کی غرض سے انکے پاس گئے۔ اور کہا آپ نے بیشک سچ کہا ہے۔ لیکن میں نے رسول اللہ کو دیکھا

رسول خدا کو دیکھا ہے کہ آپ فدک کی پیداوار کو تقسیم کر دیا کرتے تھے محتاجوں مسکینوں اور مسافروں کو دیا کرتے تھے۔ جب پہلے تم اہلبیت کو خرچ دیتے تھے۔ اور کام کرنے والوں کو بھی اس سے دیتے تھے جناب فاطمہؓ نے کہا تم بھی ایسا ہی کرو۔ جیسا میرے والد ماجد رسول خدا کیا کرتے تھے۔ تو ابوبکرؓ نے کہا میں خدا کو گواہ کرتا ہوں کہ ایسا ہی کرونگا۔ جیسے رسولؐ خدا کیا کرتے تھے جناب سیدہ نے فرمایا بخدا تم ایسا کرو گے۔ ابوبکرؓ نے کہا بخدا ایسا ہی کرونگا۔ جناب فاطمہؓ نے کہا۔ خدایا اس پر گواہ رہنا۔ پھر جناب سیدہؓ اس بات پر رضامند ہو گئیں۔ اور عہد لے لیا۔ ابوبکرؓ پہلے ان کو خرچ دیا کرتے تھے۔ اور بعد میں غرباء و مساکین کو دیتے تھے)

جنازہ فاطمۃ الزہراؓ

شیعہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا جنازہ حضرت ابوبکرؓ نے نہیں پڑھا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ رضامندی نہ ہوئی تھی۔ یہ لوگ اس کے متعلق بخاری کی ایک حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی وفات کی اطلاع نہ دی تھی۔ میں کہتا ہوں یہ محض غلط ہے جب کتب طرفین سے رضامندی کا ہو جانا ثابت تو جنازہ نہ پڑھنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی بخاری کی حدیث سے شیعہ کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت علیؓ کی اطلاع نہ دینے سے یہ ثابت نہیں کہ خاتون جنت کی وفات کی حضرت ابوبکرؓ کو اطلاع نہ ہوئی ہو۔ جب کسی کے گھر میت ہو جاتا ہے گھر والوں کا یہ فرض نہیں ہے۔ کہ ہر شخص کو اسکی اطلاع دیتے رہیں۔ بلکہ ایسے واقعہ سے شہر کا ہر انسان واقف ہو جاتا ہے۔ یہ کب ممکن ہے۔ کہ بنت رسولؐ والدہ حسنینؓ کی وفات ہو۔ اور خلیفۃ المسلمین اس سے بے خبر رہیں۔ بالخصوص جیسا کہ کتب میں ہے حضرت علیؓ اور اسماء بنت عمیسؓ نے حضرت فاطمہؓ کو غسل دیا۔ اسماء بنت عمیسؓ حضرت ابوبکرؓ کی زوجہ تھیں۔ پھر کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ بیوی میت کو غسل دے رہی ہو۔ اور شوہر کو وفات ہی کی خبر نہ ہو۔ یہ سب باتیں یار لوگوں کی افترائی ہیں نو درست ہے۔ کہ جناب سیدہؓ نے حضرت علیؓ سے یہ وصیت فرمائی تھی۔ کہ انکا جنازہ رات کو اٹھایا جائے تاکہ ستر میں فرق نہ آئے۔ اور اسی وصیت کی بنا پر جنازہ رات کو اٹھایا گیا۔ اور آپ کو جنۃ البقیع میں سپرد خاک کیا گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ہی جنازہ پڑھایا جیسا کہ طبقات ابن سعد جزو ۸ میں ہے۔ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ رَبِيعٍ عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ صَلَّى عَلَيْهَا اَبُو بَكْرٍ

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَنْهَا۔ اَخْبَرَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى ابْنُ اَبِي الْمُسَاوِرِ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ صَلّٰى اَبُوْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقُ عَلٰى فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ عَلَيْهَا اَرْبَعًا۔ (ترجمہ) یعنی فاطمہؓ بنت رسولؐ کی نماز جنازہ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے پڑھائی۔ اور چار تکبیریں کہیں۔)

اب ہم فدک کے متعلق مکمل بحث کر چکے۔ ہر ایک ذی بصیرت شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ رسولؐ کا قبضہ فدک پر منولیانہ تھا۔ آپ صرف امین تھے۔ اور بطور خازن فدک کی آمدنی جمع کر کے اپنے اہلبیت کو سالانہ قوت دیکر باقی غرباء و مساکین امت پر خرچ کر دیا کرتے تھے۔ دائرۃ الاصلاح لاہور نے ایک مختصر رسالہ اس بحث میں لکھا ہے۔ ذیل میں چند کلمات اس رسالے سے درج کر کے بحث کو ختم کیا جاتا ہے۔ جزاہم اللہ۔

معقولی بحث

اب ہم نقلی بحث کو چھوڑ کر اس معاملہ میں عقلی بحث کرتے ہیں۔ کہ کیا رسول خدا نے فدک بیچ حضرت زہراؓ کو ہبہ کر دیا تھا۔ یا یہ ممکن تھا۔ کہ اتنی بڑی جاگیر جس کی آمدنی بقول شیعہ ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ سالانہ بیان کی جاتی ہے پیغمبر خدا نے حضرت فاطمہؓ کے سپرد کر دی ہو۔ اور مسلمانوں کی ضروریات کا کچھ بھی لحاظ نہ کیا۔ یہ اسوۂ حسنہ رسول سے توقع کیا جا سکتا ہے۔ کہ مسلمان تو روٹی کے محتاج رہیں۔ گھروں سے مستغنی ہو کر اصحابؓ صفہ کا لقب پائیں۔ کفار کے حملوں سے ایک لمحہ بھی چین نہ بیٹھیں بلکہ خود رسولؐ کا یہ حال ہو۔ کہ صبح کے طعام کے بعد شام کے کھانے کیلئے توکل پر سہارا ہو۔ امہات المومنین بھی میں بسر کر رہی ہوں۔ تو مسلم فاقوں سے پیٹ کی تواضع کریں۔ اور رحمۃ للعالمین جو کسی مسلمان کی ذرہ بھر تکلیف سے بھی بے چین ہو جاتے تھے۔ یہ سب کچھ ٹھنڈے دل سے برداشت کرتے رہیں اور اتنی بڑی جاگیر نہ تو خود اور نہ کسی اور مسلمان کو متمتع ہونے دیں۔ بلکہ اسے اپنی اولاد کے عیش و آرام کیلئے مخصوص کر دیں۔ کیا اس رسولؐ برحق کیلئے جو فقیروں کا ملجا۔ غرباء کا سہارا۔ غلاموں کا مولا۔ یتیموں کا والی اور اخلاق حسنہ کا مجسم تھا۔ یہ تمام باتیں محالات و غیر ممکنات سے نہ تھیں۔ کیا وہ اپنی امت سے اسقدر مستغنی المزاج ہو گیا تھا۔ کہ ان کے دکھ سکھ سے کوئی تعلق ہی نہ رہا تھا۔ بلکہ جو کچھ کرتا تھا۔ وہ محض نفع ذاتی اور اپنی اولاد کیلئے کرتا تھا۔ کیا احسان کا یہی بدلہ تھا۔ کہ وہ مہاجرین جنہوں نے فی سبیل اللہ اپنے گھروں اور

---

[1] باغ فدک کے متعلق حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند قدس سرہٗ نے ایک مستقل کتاب ہدیۃ الشیعہ تصنیف فرمائی ہے۔ جس میں حضرت قاسم العلوم کے قلم معجز رقم سے عجیب و غریب معارف و حقائق ظاہر ہوئے ہیں اہل علم و بصیرت حضرات کیلئے ایک بہترین مطالعہ ہے۔ (از مترجم محمد حسین نفر لہ)

ماؤں کو راہِ خدا میں قربان کیا۔ ہجرت کے مصائب برداشت کئے اور خوشی سے فقر و فاقہ قبول کر کے اسلام کیلئے شمشیر بکف رہے۔ نانِ جویں کو بھی ترسیں اور رسول کریم کا اکرم اپنی صاحبزادی کے سوا کسی پر نہ برسے۔ کیا اس سالارِ اعظم نے جس کے خیال میں انتہائی درجہ کی وسعت اور اولوالعزمی تھی۔ اور جو گروہِ مسلمین کی خیر خواہی اور ہمدردی کا دعویدار تھا۔ یہ امید کیجا سکتی ہے۔ کہ وہ ان تمام اغراض و مقاصد سے جو اس کے پیش نظر ہوں، اغماض کو کام میں لا کر اوامر الٰہی سے تجاوز کر کے تمام حقوق بلاوجہ تلف کر دے کیا ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ اس زمانہ کے مسلمان اسقدر سادہ لوح تھے۔ کہ باوجود اس صریح بے انصافی کے جو ان کے حق میں روا رکھی گئی ہو۔ ذرہ بھی متاثر نہ ہوتے ہوں۔ کیا دشمنانِ اسلام ان حالات کی موجودگی میں ببانگ دہل اس امر کا اعلان نہ کریں گے۔ کہ وہ نبی جس کا مذہب خود غرضی اور نفس پروری کا دفعیہ اور ایثار و اخلاق مکارم کی تکمیل کا ذریعہ تھا نعوذ باللہ میدانِ عمل میں اس کے خلاف کر گیا ہم حضرت امیر یا فاطمہ جنت کے اخلاق و اسوۂ حسنہ سے یہ امید کر سکتے ہیں۔ کہ انکے باپ کی پیاری بچی تو اس رنج و مصیبت میں گرفتار ہو۔ اور وہ اتنی بڑی صاحب جاگیر ہو کر ذرہ بھر بھی امداد نہ کریں گے

ساتواں طعن

حضرت ابوبکرؓ کا قول ہے۔ لَسْتُ بِخَيْرِكُمْ وَعَلِيٌّ فِيكُمْ اَقِيلُونِي اَقِيلُونِي (میں تمہارے لئے بہتر نہیں ہوں۔ جبکہ علیؓ تم میں موجود ہیں مجھے واپس کرو۔ واپس کرو) اس سے فضیلت حضرت علیؓ حضرت ابوبکرؓ پر ثابت ہوتی ہے۔ اور افضل کی موجودگی میں مفضول خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

جواب:۔ اولاً یہ کہ صرف شیعہ کی گھڑت ہے۔ اہلسنت کی کسی مستند کتاب میں اس کا وجود نہیں ہے اگر اہلسنت کی کسی کتاب میں یہ قول ابوبکرؓ کا درج ہوتا۔ تو ہم پر جوابدہی فرض ہوتی۔ وَاخْلِسُوا تَخْلِيسُ مُلْنِيَا صحابۂ کرام کے اس قسم کے اقوال ان کی کمال بے نفسی اور زہد و اتقاء کی وجہ سے ہوتے تھے۔ جیسا کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کہ میرا وزیر ہونا میرے امیر ہونے سے تمہارے حق میں بہتر ہے۔ وہ اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دیا کرتے تھے اَنَا وَلَا غَيْرِي کا دم بھرنا دنیا داران مغرور النفس کا خاصہ ہوتا ہے۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپکے دل میں طمعِ خلافت و حکومت ہرگز نہ تھی۔ یہ بارِ گراں اہل حل و عقد نے بالاجماع انکی گردن پر رکھ دیا۔ اور انہوں نے باحسن وجوہ اسکو انجام دیا۔ غرض اس قول سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ کہ حضرت علیؓ کو حضرت ابوبکرؓ پر فضیلت تھی۔ یا آپ خلافت کے نااہل تھے۔ ایسے متواضعانہ کلمات

کہنے والے کی عظمتِ شان پر دلالت کرتے ہیں۔ ؎

تواضع کند ہوشمند سے گزیں
نہد شاخ پر میوہ سر بر زمیں

تکبر و غرور شیطانی اوصاف ہیں بزرگانِ خدا باوجود کمال و جلال خود کو سب سے کمتر سمجھتے ہیں تکبر و نخوت نے ہی شیطان کا بیڑہ غرق کیا۔ اور تواضع و منکسر المزاجی ہی آدمؑ مقبول بارگاہ ایزدی ہو سکے۔ ؎

راندہ شد ابلیس از مستکبری
گشت مقبل آدم از مستغفری

آٹھواں طعن

ابوبکرؓ نے اپنے نفاق کا خود اقرار کیا ہے۔ اور ایسا شخص قابل خلافت نہیں ہو سکتا،

جواب

متقدمین شیعہ کسی قدر شرم و حیا سے بھی کام لیتے تھے لیکن آج کل کے شیعہ۔ ع:۔

بے حیا باش ہر چہ خواہی گو،

کے مصداق ہو کر ایسی بے تکی و بے عربی نہ فارسی نہ ترکی۔ نہ تال کی نہ سُر کی۔ ہانک دیا کرتے ہیں۔ اس لئے ہم اصل حقیقت کو بے نقاب کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو۔ کہ معترض اس طعن میں کہاں تک حق بجانب ہے۔ ترمذی میں ایک حدیث یوں لکھی ہے:۔

عَنْ حَنْظَلَةَ الْاُسَيْدِيِّ وَكَانَ مِنْ كُتَّابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ مَرَّ بِاَبِي بَكْرٍ وَهُوَ يَبْكِي فَقَالَ مَالَكَ يَا حَنْظَلَةُ قَالَ نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا اَبَا بَكْرٍ نَكُونُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَاَنَّا رَأْيَ عَيْنٍ فَاِذَا رَجَعْنَا عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالضَّيْعَةَ وَنَسِيْنَا كَثِيْرًا قَالَ فَوَاللّٰهِ اِنَّا لَكَذٰلِكَ فَانْطَلَقْنَا فَلَمَّا رَاٰهُ رَسُولُ اللّٰهِ ... اِلٰی

حنظلہ اسدی سے مروی ہے۔ جو حضور علیہ السلام کے کاتبوں میں سے تھا۔ کہ وہ ابوبکرؓ کے پاس سے گزرا جبکہ وہ رو رہا تھا۔ ابوبکرؓ نے پوچھا تجھے کیا ہوا۔ کہا حنظلہ منافق ہو گیا ہے اے ابوبکرؓ ہم رسول خدا کے پاس ہوتے ہیں۔ جبکہ آپ ہمیں دوزخ و بہشت کی یاد دلاتے ہیں۔ گویا ہم دوزخ و جنت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پھر جب گھروں میں آتے ہیں تو بیبیوں اور کام کاج کے شغل میں ہو جاتے ہیں۔ اور بہت کچھ بھول جاتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما لک یا حنظلہ
قال نافق حنظلہ یا رسول اللہ نکون عندک تذکرنا
بالنار والجنۃ کانا رأی عین فاذا رجعنا عافسنا الا
زواج والضیعۃ ونسینا کثیرا قال فقال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو تدومون علی الحال
التی تقومون بہا من عندی لصافحتکم
الملائکۃ فی مجالسکم وعلی فرشکم وفی طرقکم
ولکن یا حنظلۃ ساعۃ وساعۃ (جامع ترمذی)

ابوبکرؓ نے کہا بخدا میرا بھی یہی حال ہے۔ چل رسول اللہؐ
کے پاس چلیں۔ ہم دونوں رسولؐ کے پاس گئے آپؐ
نے دریافت کیا۔ حنظلہ کیا بات ہے میں نے کہا
حضورؐ حنظلہ منافق ہو گیا ہے۔ ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں
آپ ہمیں دوزخ و بہشت کی یاد دلاتے ہیں۔ گویا ہم
آنکھوں سے مشاہدہ کر لیتے ہیں۔ پھر جب ہم گھر جاتے ہیں
بال بچوں اور کام کاج میں مصروف ہو کر بہت کچھ بھول
جاتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اگر تم اسی حال پر رہو۔ جو میرے
پاس تمہاری حالت ہو جاتی ہے۔ تو فرشتے تم سے تمہاری مجلسوں میں آ کر بلکہ تمہارے بستروں پر اور راستوں میں
مصافحہ کریں۔ لیکن اے حنظلہؓ ساعت بساعت حالات بدلتے رہتے ہیں۔"

نادان معترض نے اس حدیث سے دھوکہ کھا کر یہ طعن پیدا کیا ہے۔ حالانکہ اس قسم کی احادیث ان کی
مستند کتابوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ آگے بھی بیان ہو گا۔

اب اہل انصاف غور کریں۔ کہ اس واقعہ سے حنظلہؓ اور حضرت ابوبکرؓ کے نفاق کا ثبوت ملتا ہے
یا ان کا کمال ایمان اور خوف و خشیت الٰہی ثابت ہوتی ہے۔ کیا وجدان انوار و برکات کے لینے کے جو حضور
علیہ السلام کی پاک صحبت سے انہیں مستفید تھے۔ خوف خدا کی یہ حالت تھی۔ کہ صرف اس بات پر وہ کانپ
رہے تھے۔ کہ جب حضور انورؐ کی مجلس سے اٹھ کر اپنے گھروں میں آتے ہیں۔ تو دنیا کے کام دھندوں میں مشغول
ہو جاتے ہیں ڈر ہے۔ کہ اس کا مواخذہ نہ ہو۔

اب شیعہ سوچیں۔ کہ کیا تمہارے بڑے بڑے لمبے القاب و خطاب والے مجتہد بھی یہی خشیت الٰہی
دل میں رکھتے ہیں۔ کلا و حاشا زردے پلاؤ کھا کر رات ہے تو غفلت میں پڑے رہتے ہیں۔ دن ہے
تو مریدوں میں بیٹھے حقہ گڑگڑاتے رہتے ہیں۔

نہ آداب قرآں نہ داب صلاح — دھواں یکطرف یکطرف ہیں ریاح

بھائی ہم تو دعا کرتے ہیں۔ کہ ایسا نفاق ہم کو بھی نصیب ہوئے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

کاش جاہل معترض کو اپنی کتابوں پر عبور ہوتا۔ تو ایسا بیہودہ اعتراض کرنے کی جرأت نہ کرتا۔ اسی
مضمون کی حدیثیں اصول کافی میں بھی موجود ہیں۔ چنانچہ صفحہ [illegible] میں ہے:—

قال دخل علی ابی جعفر علیہ السلام حمران
بن اعین فقال لہ حمران بالقیام قال
لابی جعفر علیہ السلام اخبرنی اطال اللہ
بقاءک لنا وامتعنا بک انا ناتیک فما نخرج
من عندک حتی ترق قلوبنا وتسلو انفسنا عن
الدنیا ویہون علینا ما فی ایدی الناس من
ہذہ الاموال ثم نخرج من عندک فاذا
صرنا مع الناس والتجار احببنا الدنیا قال فقال
ابو جعفر علیہ السلام انما ہی القلوب مرۃ
تصعب ومرۃ تسہل ثم قال ابو جعفر
علیہ السلام اما ان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم قالوا یا رسول اللہ نخاف علینا
النفاق قال فقال ولم تخافون ذلک قالوا اذا
کنا عندک وذکرتنا ورغبتنا وجلنا ونسینا
الدنیا وزہدنا حتی کانا نعاین الآخرۃ والجنۃ
والنار ونحن عندک فاذا خرجنا من عندک
ودخلنا ہذہ البیوت وشممنا الاولاد ورأینا
العیال والاہل یکاد ان نحول عن الحالۃ
التی کنا علیہا عندک حتی کانا لم نکن علی
شیء افتخاف علینا ان یکون ذلک نفاقا
فقال لہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کلا ان ہذہ خطوات الشیطان فیرغبکم فی
الدنیا واللہ لو تدومون علی الحالۃ التی
وصفتم انفسکم بہا لصافحتکم
الملائکۃ ومشیتم علی الماء۔

حمران بن اعین امام محمد باقرؒ کے گھر گیا۔ جب اٹھنے لگا تو
کہا کہ اے امام خدا آپ کی عمر دراز کرے۔ اور ہمیں آپ کی ذات
سے نفع بخشے۔ ہم آپ کے پاس آتے ہیں۔ تو آپ کی خدمت
سے اٹھتے وقت ہمارے دل بڑے نرم ہوئے ہوتے ہیں اور
دلوں کو دنیا سے قطع تعلق ہو جاتا ہے۔ اور مال و متاع
دنیا کو ہم حقیر سمجھتے ہیں جب آپ کے پاس سے نکل کر لوگوں
بیوپاریوں سے ملتے ہیں۔ پھر ہمیں اہل دنیا سے محبت
ہو جاتی ہے۔ امام باقرؒ نے فرمایا۔ دل کبھی سخت ہو جاتے
ہیں اور کبھی نرم پھر کہا۔ اصحاب رسولؐ کہتے تھے یا رسول اللہ
ہمیں اپنے منافق ہو جانے کا اندیشہ ہے آپ نے فرمایا کیوں
اصحاب نے کہا جب آپ کی خدمت میں ہوتے ہیں۔
اور آپ ہمیں پند و نصیحت کرتے اور ترغیب اور
ترہیب کرتے ہیں۔ ہم ڈر جاتے ہیں۔ اور دنیا بھول
جاتے ہیں حتیٰ کہ اپنی آنکھوں سے آخرت اور بہشت
اور دوزخ کو دیکھ لیتے ہیں۔ پھر جب آپ سے اٹھ کر نکلتے
ہیں۔ اور گھروں میں داخل ہوتے ہیں۔ اور اولاد کو پیار
کرتے ہیں۔ اور اہل عیال کو دیکھتے ہیں۔ تو یہ حالت
ہو جاتی ہے۔ کہ گویا ہماری وہ حالت جو آپ کے حضور
میں ہوتی ہے۔ تبدیل ہونے کو ہے۔ کیا آپ ہم پر نفاق
کا اندیشہ کرتے ہیں حضورؐ نے فرمایا۔ ہرگز نہیں شیطانی
وسوسے ہیں جو تمہیں دنیا کی رغبت دیتا ہے۔ بخدا اگر تم
اس حالت پر رہو۔ جو تم نے ذکر کیا ہے۔ تو آسمان
کے فرشتے تم سے مصافحہ کریں۔ اور تم پانی
پر چلنے لگو۔

دوسری حدیث کتاب مذکور کے صفحہ ۴۲۵ میں ہے۔

عَنْ حُمْرَانَ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اِنَّ رَجُلًا اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ نَافَقْتُ فَقَالَ وَاللّٰہِ مَا نَافَقْتَ وَلَوْ نَافَقْتَ مَا اَتَیْتَنِیْ تُعْلِمُنِیْ مَا الَّذِیْ رَابَکَ اَظُنُّ الْعَدُوَّ الْحَاضِرَ اَتَاکَ فَقَالَ لَکَ مَنْ خَلَقَکَ فَقُلْتَ اللّٰہُ خَلَقَنِیْ فَقَالَ مَنْ خَلَقَ اللّٰہَ فَقَالَ اِیْ وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ لَکَانَ کَذَا فَقَالَ اِنَّ الشَّیْطَانَ اَتَاکُمْ مِنْ قِبَلِ الْاَعْمَالِ فَلَمْ یَقْوَ عَلَیْکُمْ فَاَتَاکُمْ مِنْ ہٰذَا الْوَجْہِ لِکَیْ یَسْتَزِلَّکُمْ فَاِذَا کَانَ کَذٰلِکَ فَلْیَذْکُرْ اَحَدُکُمُ اللّٰہَ وَحْدَہٗ۔

حمران روایت کرتا ہے۔ امام باقر سے ایک شخص آنحضرت کی خدمت میں آیا۔ اور کہا حضور میں نے نفاق کیا ہے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم تو نے نفاق نہیں کیا۔ اور اگر تو نفاق کرتا۔ تو میرے پاس نہ آتا۔ پھر بتا کس چیز نے تجھکو شک میں ڈالا ہے۔ میں گمان کرتا ہوں۔ کہ شیطان تیرے پاس آیا ہے اور تجھے کہا ہے کہ کس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ اور تو نے کہا خدا نے۔ پھر کہا خدا کو کس نے پیدا کیا ہے۔ شخص کہنے لگا بخدا حضور یہی بات ہے۔ آپ نے فرمایا شیطان اعمال کے بارہ میں تمہیں گمراہ کرنا چاہتا۔ تو اسبات پر قادر نہیں ہو سکا۔ پھر اس نے یہ طریق اختیار کیا ہے۔ تاکہ تمہیں پھسلائے جب ایسا ہو۔ تو تم خدائے وحدہٗ کا ذکر کیا کرو۔ تاکہ شیطان دفع ہو جائے۔

ان دو احادیث نے جو شیعہ کی مستند کتاب اصول کافی سے بروایت ائمہ اہلبیت مذکور ہیں حدیث حنظلہؓ کی تشریح کر دی ہے۔ جنکا مضمون بعینہٖ وہی ہے۔ بلکہ اس سے بھی کچھ زائد ہے۔ کہ اصحاب کمال خوف الٰہی سے ذرہ ذرہ باتوں سے کانپ جاتے تھے۔ اور آنحضرتؐ کے حضور میں حاضر ہو کر استفسار کیا کرتے تھے۔ کہ ایسے وسوسوں سے ہماری ایمانی حالت میں کچھ خلل تو نہیں آ گیا۔ حضور انکی تشفی فرمایا کرتے تھے۔ کہ خدا کی قسم تمہاری ایمانی حالت میں ان باتوں سے تغیر نہیں ہوتا۔ اور جنکے ایمانوں میں کچھ خلل ہو انکو ہماری سرکار میں آنے اور استفسار کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ یہ معمولی شیطان کی حرکات ہیں۔ ایک ڈاکو چور کیطرح تمہارے خزانۂ ایمان کو غارت کرنا چاہتا ہے۔ اعمال کیوجہ سے تو تم پر اسکا کچھ بس نہیں چل سکتا کہ تمہیں پھسلا سکے۔ ناچار دلوں میں وسوسہ ڈالنے کیطرف متوجہ ہوتا ہے۔ لیکن ایسی خفیف حرکات سے اسکو کس طرح کامیابی ہو سکتی ہے۔ تم لوگ راسخ الایمان۔ صالح الاعمال ہو۔ اور یہی تمہارے کامل ایمان کی علامت ہے۔ کہ شیطان کے ایسے حملوں کیوقت تم حصن حصین دربار رسالت کی پناہ لے لیتے ہو۔ امید ہے کہ معترض کی کسی قدر تشفی ہو گئی ہوگی۔ ہاں ہم یہ بھی لکھدیں کہ خاصان خدا کا یہ شیوہ ہوتا ہے۔ کہ باوجود عدم صدور ذنب کے وہ خود کو گنہگار کہتے ہیں۔ اصول کافی صفحہ ۴۴۳ میں ایک حدیث ہے

واللّٰہِ مَا یَنْجُوْ مِنَ الذَّنْبِ اِلَّا مَنْ اَقَرَّ بِہٖ۔ (بخدا گناہ سے وہ شخص نجات پاتا ہے جو گناہ کا اقراری ہو۔ دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام جو پیغمبر معصوم تھے کہتے ہیں۔ وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ۔ (میں اپنے نفس کو بری نہیں سمجھتا۔ کیونکہ نفس بدی کی رغبت دلاتا ہے) کیا معترض اس سے یہ استدلال کریگا۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام معاذ اللہ گناہ سے مبرا نہ تھے بلکہ نفس کے تابع حکم تھے۔ ایسا خیال کرنا ایک معصوم نبی کی نسبت کفر ہے۔

ہاں یہ بتاؤ۔ کہ حضور نبی آخر الزمان کو تو تم معصوم مانتے ہو لیکن اصول کافی صفحہ ۴۳۸ میں ایک حدیث ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ... یَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ کُلَّ یَوْمٍ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً۔ (امام جعفر صادقؑ کا قول ہے کہ آنحضرت ہر روز ستر دفعہ اللہ عز وجل سے طلب مغفرت کیا کرتے تھے) کیا اس سے یہ قیاس ہو سکتا ہے کہ العیاذ باللہ آپ گنہگار تھے اس لئے طلب مغفرت فرماتے تھے۔ پھر جناب امیرؑ جنکو شیعہ معصوم سمجھتے ہیں۔ اپنی خطاؤں کا ویل میں اقرار فرما کر طلب مغفرت کرتے ہیں:۔

ذُنُوْبِیْ بِلَائِیْ وَمَا حِیْلَتِیْ ٭ اِذَا کُنْتُ فِی الْحَشْرِ حَمَّالَہَا

اَتَیْتُکَ یَا رَبِّ فَارْحَمْ بُکَائِیْ ٭ رَجَائِیْ بِذَاتِکَ اَکْثَرُ مِنْ خَطَائِیْ

یَظُنُّ النَّاسُ بِیْ خَیْرًا وَاِنِّیْ ٭ لَشَرُّ النَّاسِ اِنْ لَمْ تَعْفُ عَنِّیْ

(ترجمہ) میرے گناہ میرے لئے مصیبت ہیں۔ اور میرا کیا چارہ ہوگا جبکہ قیامت میں انکا بوجھ میرے سر ہوگا۔ الٰہی تیرے حضور میں سوالی ہو کر آیا ہوں۔ میری گریہ زاری پر رحم کیجیو۔ تیرے فضل کی امید میری خطا سے بڑھ کر ہے۔ لوگ مجھے اچھا سمجھتے ہیں۔ اور میں سب سے برا ہوں۔ اگر تو مجھے معاف نہ کرے۔"

اب بتاؤ ان اشعار سے ایک خارجی یہ استدلال کر سکتا ہے۔ کہ آپکی اس منطق کی زد الٰہی آپکے مذہب اور پیشوائے مذہب (حضرت علی المرتضیٰ) پر پڑتی ہے۔ ذرا ہوش کیجئے۔

اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی ٭ یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

بات یہ ہے کہ محبوبان حضرت کبریائی اپنی عبادات کو بھی بمقابلہ انعامات غیر متناہی جو واہب العطایا سے انہیں حاصل ہیں۔ گناہ سمجھکر ہر وقت باعتراف قصور اس کی بارگاہ سے طلب مغفرت کیا کرتے ہیں جیسا کہ ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب صفحہ ۳۰ میں اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے۔

حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ۔ (نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کی بدیاں تصور ہونگی)

اب اس طعن کا ہر طرح سے دفعیہ ہو چکا ہے۔ جو مطاعن حضرت صدیق اکبرؓ کے متعلق تھے۔ ان کے

لکھے جاتے ہیں جو شیعہ صاحبان اپنی جہالت سے فاروق اعظم کی نسبت کیا کرتے ہیں۔

نواں طعن (حدیث قرطاس)

بخاری کی حدیث ہے :۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَوْمُ الْخَمِيْسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيْسِ اشْتَدَّ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلعم وَجَعُهٗ فَقَالَ ائْتُوْنِيْ اَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ اَبَدًا فَتَنَازَعُوْا وَلَا يَنْبَغِيْ عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوْا مَا شَاْنُهٗ اَهَجَرَ اِسْتَفْهِمُوْهُ فَذَهَبُوْا يَرُدُّوْنَ عَنْهُ فَقَالَ دَعُوْنِيْ فَالَّذِيْ اَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مِّمَّا تَدْعُوْنِيْ اِلَيْهِ وَاَوْصَاهُمْ بِثَلٰثٍ قَالَ اَخْرِجُوا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَاَجِيْزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ اُجِيْزُهُمْ وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ اَوْ قَالَ نَسِيْتُهَا۔

ابن عباس نے کہا جمعرات کا دن۔ اور وہ کیسا دن تھا کہ اس میں آنحضرتؐ کو درد کی شدت تھی پس فرمایا لاؤ میرے پاس تمہیں ایک تحریر لکھدوں۔ کہ تم کبھی اس کے بعد گمراہ نہ ہو سکو۔ حاضرین آپس میں جھگڑنے لگے کہنے لگے آپکا کیا حال ہے۔ کیا آپ ہجرت (دنیا سے) کرتے ہیں۔ آپ سے دریافت کرو۔ ان لوگوں نے آپ سے سوالات شروع کئے۔ پھر آپ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو۔ کیونکہ جس حالت میں میں ہوں۔ اس سے بہتر ہے جسکی طرف تم مجھے بلا رہے ہو۔ پھر آپنے تین وصیتیں کیں (۱) یہ کہ کفار مشرکین کو جزیرہ عرب سے باہر نکالدو (۲) کہ وفد کو میری طرح عطیہ دیتے رہنا۔ تیسری سے ابن عباسؓ نے سکوت فرمایا۔ کہا اسے بھول گیا؟

توضیح

بخاری میں یہ حدیث باختلاف الفاظ متعدد جگہ مذکور ہے کسی جگہ ہے۔ ائْتُوْنِيْ بِالْكَتِفِ اَوِ الدَّوَاتِ : میرے پاس شانہ اور دوات یا تختی اور دوات لاؤ۔ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْاٰنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ۔ (بعض نے کہا حضور کو اس وقت تکلیف ہے۔ اور تمہارے پاس قرآن موجود ہے۔ اور ہمیں کتاب اللہ کافی ہے۔ ایک جگہ ہے۔

فَقَالَ عُمَرُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْاٰنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ فَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْبَيْتِ فَاخْتَصَمُوْا مِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ مَا قَالَ قَرِّبُوْا يَكْتُبْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلعم كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ مَا قَالَ عُمَرُ فَلَمَّا اَكْثَرُوا اللَّغْوَ

وَالْاِخْتِلَافَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قُوْمُوْا قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ اِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَبَيْنَ اَنْ يَّكْتُبَ لَهُمْ ذٰلِكَ الْكِتَابَ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ۔

(ترجمہ) عمرؓ نے کہا حضور کو اس وقت تکلیف ہے اور تمہارے پاس قرآن ہے۔ کتاب اللہ ہمیں کافی ہے۔ پس گھر والوں نے اختلاف شروع کر دیا بعض کہتے تھے کہ حضورؐ کو کاغذ دو۔ ایسی تحریر لکھ دیں۔ کہ اس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو جاؤ۔ بعض وہ بات کہتے تھے جو عمرؓ کہتے تھے جب شور و غل بڑھ گیا تو حضورؐ نے فرمایا چلے جاؤ۔ عبد اللہ کہتے ہیں مصیبت بڑی مصیبت تھی جو حضورؐ اور لوگوں میں تحریر کے متعلق رکاوٹ پڑ گئی۔ کیونکہ شور و غل زیادہ ہو گیا تھا۔

خلاصہ طعن شیعہ

اس حدیث کے متعلق شیعہ صاحبان حضرت عمرؓ پر حسب ذیل طعن کرتے ہیں۔

(۱) عمرؓ نے قول آنحضرتؐ کو رد کیا۔ حالانکہ آپ کا قول بحکم آیت مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ وحی تھا۔ اور رد وحی کفر ہے۔

(۲) عمرؓ نے قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہذیان سے تعبیر کیا۔ یہ کمال گستاخی اور بے ادبی ہے۔

(۳) عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں رفع صوت کیا جو بحکم آیت لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ ممنوع تھا۔

(۴) وصیت میں رکاوٹ ڈالکر حق امت تلف کیا۔ وصیت لکھی جاتی تو امت کی بھلائی ہوتی۔

الجواب

اول یہ حدیث جتنے طرق سے مروی ہے سب میں آخری راوی عبد اللہ بن عباسؓ ہیں۔ حالانکہ جس وقت کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ اس وقت انکی عمر تیرہ سال کی تھی۔ کیونکہ آپ ہجرت سے تین سال پہلے یعنی ۶۱۹ء میں پیدا ہوئے۔ اور ۶۸ھ مطابق ۶۸۷ء طائف میں فوت ہو گئے تھے۔ اور تیرہ سال کے نابالغ بچے کی اکیلی شہادت کب قابل قبول ہو سکتی ہے جبکہ حضورؐ کی مرض الموت کے وقت تمام اصحابؓ اور اہلبیت رسولؐ کا موجود ہونا ضروری ہے۔ ناممکن ہے۔ کہ ایسے نازک وقت میں یہ سب لوگ موجود نہ ہوں۔ پھر جب ان اکابر صحابہ میں حضرت علی المرتضیٰؓ بھی شامل ہیں۔ کوئی بھی اس واقعہ کی

روایت نہیں کرتا۔ تو ایک نابالغ بچے کی شہادت کس طرح قابل سماعت ہو سکتی ہے۔ بظاہر ہے کہ ایسے موقعہ پر بڑے بڑے حضوری اشخاص پاس ہوا کرتے ہیں۔ اور چھوٹے بچوں کو وہاں جگہ ملنی مشکل ہوتی ہے پھر جب درایت کے لحاظ سے یہ حدیث صرف عبداللہ بن عباسؓ کے مروی ہونے کے باعث جو اس وقت بالغ بھی نہ تھے۔ ناقابل اعتبار ہے۔ تو اس پر شیعہ صاحبان کے اسقدر ہوائی قلعے تعمیر کر کے حضرت عمرؓ جیسے جلیل الشان خلیفہ کے خلاف الزام قائم کرنا کیا وقعت رکھتا ہے

دوم:۔ الزامات جو حضرت عمرؓ کے ذمے عاید کئے جاتے ہیں۔ الفاظ حدیث میں انکا کوئی وجود نہیں ہے سب سے بڑا الزام جو حضرت عمرؓ کے ذمے تھوپا جاتا ہے۔ یہ ہے کہ انہوں نے قول آنحضرت کو ہذیان سے نسبت دی لیکن حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا جس لفظ سے شیعہ صاحبان خوش فہمی سے ہذیان کا معنی لیتے ہیں۔ وہ اھجر ہے۔ لیکن حدیث یہ نہیں ہے۔ کہ یہ لفظ حضرت عمرؓ نے کہا حدیث فَقَالُوْا مَا شَانُہٗ اَھَجَرَ اِسْتَفْهِمُوْا لکھا ہے یعنی حاضرین نے یہ لفظ کہا پھر اس جمع کے صیغہ کا فاعل واحد (عمرؓ) کو قرار دینا شیعہ حضرات کی بے علمی کی دلیل ہے۔ ع

اے ترک من مناز کہ ترکی تمام شد۔

نیز اھجر کا معنی ہذیان کرنا شیعوں کی نرِی جہالت کی دلیل ہے۔ معنی عبارت یہ ہے۔ حضور کا کیا حال ہے۔ کہ آپ دنیا سے ہجرت فرمانے لگے ہیں۔ آپ سے دریافت تو کرو۔ اگر ہجرت کے معنے ہذیان کیے جائیں۔ تو اِسْتَفْهِمُوْا کا معنی صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جس شخص کی نسبت یہ گمان ہو کہ اس کے حواس مختل ہو گئے ہیں۔ اور ہذیان (بہکی باتیں) کہہ رہا ہے۔ تو کوئی پاگل بھی یہ نہیں کہیگا کہ اس سے پوچھو تو سہی کہ تمہارے اس کلام کا مفہوم کیا ہے۔ کیا مجنون کو مجنون یقین کرنے کے بعد کبھی کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے۔ کہ بتلاؤ تو سہی تمہاری اس بڑ کا مطلب کیا ہے۔ غرض لفظ اِسْتَفْهِمُوْا اہل فہم کو سمجھانے کیلئے کافی ہے۔ کہ یہاں اھجر کا معنی وہ نہیں ہے جو شیعہ کرتے ہیں۔ بلکہ اس کا معنی یہی ہے کہ کیا آپ کا یہ وقت دنیا سے ہجرت (رحلت) کا ہے۔ کہ آپ ایسی شدت درد کی حالت میں لکھنے کی تکلیف برداشت فرمانا چاہتے ہیں۔ کہ پھر یہ موقعہ نہیں مل سکتا جب اس لفظ کا وہ معنی ہی نہیں ہے جو ہمارے شیعہ دوست سمجھ رہے ہیں۔ تو پھر سارے ہوائی قلعے جو اسی لفظ کی بنیاد پر تعمیر کئے گئے ہیں یکسر مسمار ہو جاتے ہیں۔

علاوہ ازیں اگر ہجر کا معنی بفرض محال ہذیان بھی کئے جائیں تو چونکہ لفظ اھجر میں ہمزہ استفہام موجود ہے اور یہ استفہام انکاری ہوگا۔ تو پھر بھی شیعوں کا مدعا پورا نہیں ہو سکتا۔ مطلب قائل کا

یہ ہے۔ کہ جو کچھ حضورؐ فرما رہے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے۔ کہ آپ ہذیان نہیں کہہ رہے ہیں۔ اس لئے آپ سے دریافت کرنا چاہیئے کہ اس تحریر سے بحکم وحی کسی ضروری مسئلہ کا بتلانا مقصود ہے۔ یا بطور استحسان حضور کچھ ارشاد فرمانا چاہتے۔ جو زبانی بھی ہو سکتا ہے۔ یا اس کے بعد بھی ہو سکتا ہے۔ جب حضورؐ کو کچھ افاقہ ہو جائے۔

اور احادیث سے یہ ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں حاضرین دو فریق میں منقسم ہو گئے تھے بعض اصرار کرتے تھے۔ کہ قلم دوات کاغذ حاضر کیا جائے۔ بعض قول عمرؓ سے اتفاق کر کے کہتے تھے کہ مسائل دین و دنیا کی تکمیل بذریعہ قرآن کریم ہو چکی ہے کوئی امر باقی نہیں ہے۔ اس لئے حضور کو ایسے وقت تکلیف میں ڈالنا عشاق ذات احمدی گوارا نہیں کر سکتے۔ پھر ان دو فریق میں ایک طرف حضرت علیؓ اور بنو ہاشم بھی ضرور ہوں گے اور وہ الزامات جو بلا وجہ حضرت عمرؓ کے ذمے لگائے جاتے ہیں۔ ان کے ذمہ دار جناب امیر اور جملہ بنو ہاشم بطریق اولیٰ ہوں گے۔

اگر حضرت عمرؓ اور ان کے طرفداروں نے کاغذ قلم دوات حاضر نہ کر کے فرمان نبوی کی تعمیل نہ کی۔ تو جناب امیر علیہ الرضوان کا فرض تھا۔ کہ فوراً اشیاء مطلوبہ حاضر کر کے تحریر لے لیتے۔

کیا وہ تحریر ضروری تھی؟

اب سوال یہ ہوتا ہے۔ کہ جنابؐ نے جس امر کے لئے کاغذ قلم دوات طلب فرمائے تھے۔ وہ کوئی ضروری امر تھا۔ اور وحی حق کے ذریعہ اس کا حکم تھا۔ یا ویسے مصلحتاً حضور لکھنا چاہتے تھے۔ اور پھر وہ صلاح ملتوی ہو گئی۔ شیعہ کہتے ہیں کہ اس وقت جنابؐ خلافت علی المرتضیٰ کے متعلق وصیت لکھنا چاہتے تھے۔ لیکن یہ بات شیعہ کے سخت برخلاف ہے۔ کیونکہ اس سے شیعہ کے باقی تمام استدلالات پر پانی پھر جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نہ بروز خم غدیر حضورؐ نے خلافت علیؓ کا اعلان فرمایا۔ نہ اور کوئی حدیث یا آیت اس وقت تک خلافت علیؓ پر نص تھی۔ تب ہی تو آپکو یہ فکر دامنگیر ہوئی۔ کہ خلافت علیؓ کی وصیت لکھ دی جائے۔ شیعہ نے اپنا یہ خیال ظاہر کر کے کہ حضورؐ خلافت کا فیصلہ کرنا چاہتے تھے۔ باقی استدلالات کی خود تردید کر دی۔ اور وصیت تحریر بھی نہیں ہوئی۔ شیعہ حضرات کو ناکامی پر ناکامی کا سامنا ہوا۔ ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

علاوہ ازیں اگر یہ تحریر ضروری اور بحکم وحی تھی۔ اور محض چند اشخاص کے اختلاف رائے کے باعث حضورؐ اس ضروری حکم الٰہی کی تعمیل سے قاصر رہے۔ تو آپ کے ذمے سخت الزام عائد ہوتا ہے۔ کہ آپ نے فرض تبلیغ رسالت میں کوتاہی کی۔ اور حضرت علیؓ اور دیگر اہلبیت کے ذمے الزام ہے۔ کہ انہوں نے چند اجنبی اشخاص کی مخالفت کی وجہ سے رسول پاکؐ کی امداد نہ کی کہ وہ گھر کے لوگ ہو کر کاغذ قلم دوات حاضر نہ کر سکے۔ اور اس بات کی شکایت حضورؐ کو بہ نسبت حضرت عمرؓ وغیرہ کے حضرت امیرؑ اور ان کے متعلقین پر زیادہ ہونی چاہیے۔

مردم از دست غیر نالہ کنند ◻ سعدی از دست خویشتن فریاد

اور اس بات کا قطعی ثبوت کہ وہ تحریر کوئی ضروری امر نہ تھا۔ یہ ہے۔ کہ حضورؐ اس کے بعد چار روز تک زندہ رہے۔ اور افاقہ بھی ہوتا رہا۔ لیکن پھر نہ کاغذ قلم دوات طلب فرمایا۔ نہ کوئی تحریر کی۔ دوسرا ثبوت اس کا حدیث میں موجود ہے۔ کہ ان دو فریق سے حضورؐ نے اس فریق کی رائے سے اتفاق فرمایا۔ جو حضورؐ کو یہ تکلیف نہ دینا چاہتے تھے۔ دوسرے فریق کو آپ نے ڈانٹ دیا کہ مجھے بے وجہ تکلیف نہ دو فَذَهَبُوا يُرَدِّدُونَ عِنْدَهُ فَقَالَ دَعُونِي فَالَّذِي اَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونَنِي اِلَيْهِ (حاضرین نے آپ سے بار بار سوال شروع کئے۔ آپؐ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو میں جس حال میں ہوں۔ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے مدعو کرتے ہو یعنی تم مجھے تحریر کرنے کے لئے بار بار مجبور کرتے ہو۔ یہ مجھے پسند نہیں ہے) الفاظ حدیث شیعہ کے مدعا کے سخت برخلاف ہیں جن سے بصراحت مفہوم ہوتا ہے۔ کہ آپؐ کچھ تحریر کرنا نہ چاہتے تھے۔ تو شیعہ اس حدیث سے کس طرح دلیل پکڑ سکتے ہیں۔ کہ خلافت علیؓ کی ہی وصیت لکھنا مقصود تھی۔ ممکن ہے۔ کہ خلافت صدیقؓ کا لکھنا منظور ہو۔ اور چونکہ بنو ہاشم کو حضورؐ کا رجحان معلوم کہ امامت نماز پر بھی آخری وقت ابوبکر صدیقؓ کو ہی مامور کیا گیا۔ اسلئے کاغذ قلم دوات پیش کرنے سے اہلبیت نے تامل کیا۔

حدیث میں اختلاف اور شور و غل کو اہلبیت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ الفاظ ذیل ملاحظہ ہوں فَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْبَيْتِ فَاخْتَصَمُوا (اہلبیت نے اختلاف کیا۔ اور جھگڑنے لگے) پھر تعجب ہے اور تو سب جگہ اہلبیت سے حضرت علیؓ۔ فاطمہؓ و حسنینؓ مراد لئے جاتے ہیں۔ لیکن یہاں اہلبیت سے حضرت عمرؓ اور ان کے طرفداران مراد لئے جا کر اختلاف اور جھگڑے کا ان ہی کو ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے۔ یا للعجب۔ غرض الزامات مذکورہ کو حضرت کی طرف منسوب کرنا شیعہ کی سخت بے انصافی ہے۔ جب کہ حدیث میں تَنَازَعُوا۔ اِخْتَصَمُوا۔ قَالُوا۔ وغیرہ سب جمع کے صیغے استعمال ہوئے ہیں۔ اور اس تنازع و جھگڑا

اور رفع الصوت ردّ قول رسولؐ یعنی امت میں جملہ حاضرین حجرہ جن میں علی المرتضیٰؓ اور بنو ہاشم وغیرہ بھی تھے۔ سب یکساں شریک ہیں۔ اگر قصور ہے تو سب کا۔ نہیں تو کسی کا بھی نہیں۔

حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ

ہاں یہ قصور حضرت عمرؓ کا ہے۔ کہ انہوں نے عشق و محبت رسول کی وجہ سے رائے پیش کر دی کہ جب یہ مسلم امر ہے۔ کہ دین کا کوئی ایسا امر باقی نہیں ہے۔ کہ قرآن میں مذکور نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے بالصراحت فرما دیا ہے۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (آج تمہارا دین کامل مکمل ہو گیا ہے) تو پھر حضورؐ اقدس کو ایسی نازک حالت شدت مرض میں تکلیف دینا شیدایان ذات والا کو مناسب نہیں ہے چنانچہ عمرؓ کی رائے سے نہ صرف اکثر حاضرین نے بلکہ حضور رسول پاکؐ نے بھی اتفاق فرمایا۔ کہ تحریر کی اصلاح ملتوی فرما دی۔ اور باوجودیکہ چار یوم تک حضورؐ زندہ رہے۔ اور مرض سے افاقہ بھی ہوتا رہا پھر کبھی اسکا ارادہ نہیں فرمایا۔ کیا حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ کہنا کوئی جرم تھا۔ اگر یہ کوئی کبیرہ جرم ہے۔ تو تمام مسلمان اسکے مرتکب ہیں۔ جو کتاب اللہ کو ایک کامل و مکمل کتاب ہدایت اور مسائل دین و دنیا کیلئے کافی و وافی سمجھتے ہیں۔ افسوس دشمن کی نگاہ میں ہنر بھی بڑا عیب ہے۔ ع:۔ ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیبے است۔

رَدِّ قَوْلِ رَسُوْل

اگرچہ ردِّ قول رسولؐ کی ذمہ داری زیادہ تر اہلبیت رسول کے ذمے عائد ہوتی ہے۔ لیکن اگر بالفرض محال اس کا مجرم حضرت عمرؓ کو ہی قرار دیا جائے۔ تو چونکہ اقتضائے محبت و عشق اور نیک نیتی پر مبنی تھا اس لئے یہ فعل جرم نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ہر حالت میں خواہ کسی نیت سے ہو۔ ردّ قول جرم ہے۔ تو اس جرم کے مرتکب جناب امیرؑ بھی متعدد دفعہ ہو چکے ہیں چنانچہ شیعہ کی مستند کتاب حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۲۹۹ میں ہے۔ کہ جب غزوہ حدیبیہ میں صلحنامہ لکھنا تجویز ہوا۔ امیر المومنین علی المرتضیٰؑ کو اسکے لکھنے کا حکم دیا گیا۔ اور آپ نے محمدؐ رسول اللہ لکھا۔ تو دوسری طرف سے اعتراض ہوا۔ کہ اگر ہم آپکو رسول مانتے تو جھگڑا ہی کیا تھا۔ آپ محمدؐ بن عبد اللہ لکھیں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا۔ یا علی محو کن آنرا و محمد بن عبد اللہ بنویس چنانچہ او میگوید حضرت امیرؑ فرمود کہ من نام ترا از پیغمبری ہرگز محو نخواہم کرد حضرت رسول بدست خود گرفتہ

محو کرو۔ (ترجمہ) اے علیؓ لفظ محمدؐ رسول اللہ کو مٹا کر بجائے اس کے محمد بن عبد اللہ لکھ دو جیسا کہ مخالف کہتا ہے۔ جناب امیرؓ نے کہا کہ میں آپکا نام پیغمبری سے محو نہ کرونگا۔ تو آپ نے کاغذ لیکر اپنے ہاتھ سے اسکو مٹا دیا۔"

اب شیعہ حضرات انصاف سے بتائیں۔ کہ کیا ردّ قول رسولؐ اور آپکا عدول حکم نہ تھا۔ اگر جناب امیر علیہ الرضوان اقتضائے عقیدت و محبت سے اسکی تعمیل حکم سے انکار کرنے پر مجرم نہیں بن سکتے تو حضرت عمرؓ کو کیوں اس پر الزام دیا جاتا ہے۔ حالانکہ وہاں تو جناب رسولؐ نے اپنے طرز عمل سے حضرت عمرؓ کی رائے سے اتفاق ظاہر فرمایا۔ اور یہاں جناب امیر کے خلاف رائے آپؐ نے کاغذ لیکر خود اس لفظ کو جس کے مٹانے سے جناب امیرؓ نے انکار کیا تھا۔ قلمزن کر دیا۔

دوسرا واقعہ:۔ شریف مرتضیٰ (علم الہدیٰ)، اپنی کتاب غرر الغرر میں یوں لکھتے ہیں:۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَنَفِيَّةَ عَنْ اَبِيْهِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّهٗ قَالَ قَدْ اَكْثَرَ النَّاسُ عَلٰى مَارِيَةَ الْقِبْطِيَّةِ اُمِّ اِبْرٰهِيْمَ ابْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْ اِبْنِ عَمٍّ لَهَا قِبْطِيٍّ كَانَ يَزُوْرُهَا وَيَخْتَلِفُ اِلَيْهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْ هٰذَا السَّيْفَ وَانْطَلِقْ فَاِنْ وَجَدْتَّهٗ عِنْدَهَا فَاقْتُلْهُ فَلَمَّا اَقْبَلْتُ نَحْوَهٗ عَلِمَ اَنِّيْ اُرِيْدُهٗ فَاَتٰى نَخْلَةً فَرَقٰى عَلَيْهَا ثُمَّ رَمٰى بِنَفْسِهٖ عَلٰى قَفَاهُ وَشَغَرَ بِرِجْلَيْهِ فَاِذَا هُوَ مَجْبُوْبٌ اَمْسَحُ لَيْسَ لَهٗ مَا لِلرِّجَالِ لَا قَلِيْلٌ وَّلَا كَثِيْرٌ قَالَ فَغَمَدْتُّ السَّيْفَ وَرَجَعْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ يَصْرِفُ عَنَّا الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ"

(ترجمہ) محمد بن حنفیہ اپنے پدر بزرگوار علی المرتضیٰؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ لوگوں نے ماریہ قبطیہ ام ابراہیم بن نبی علیہ السلام پر بسبب انکے چچا زاد بھائی قبطی کے اعتراض کیا جو اکثر انکے پاس آتا جاتا تھا۔ حضور علیہ السلام نے مجھے حکم دیا۔ کہ تلوار لو وہ اگر تجھے اسکے پاس ملے اسکو قتل کر دو۔ جب میں اس قبطی کے پاس گیا۔ اور اس نے میرا ارادہ سمجھا۔ تو ایک کھجور کے درخت پر چڑھکر نیچے سر کے بل گر پڑا اور پاؤں اوپر کیطرف اٹھا لئے۔ میں نے اسے دیکھا کہ وہ صاف مجبوب (مقطوع النسل) مردوں کی اس میں کچھ بھی علامت نہیں ہے۔ پس میں نے تلوار میان میں کر دی۔ اور واپس ہو کر حضورؐ کے پاس گیا۔ اور ماجرا بیان کیا۔ تو حضورؐ فرمانے لگے۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ اس نے ہم اہلبیت کو رجس سے پاک کیا ہے۔

اس حدیث سے پایا جاتا ہے۔ کہ جناب امیرؓ نے حکم رسولؐ کی تعمیل نہ کی۔ اور قبطی کو تلوار سے نہ قتل کیا۔ بلکہ اس کی حالت کو دیکھکر تلوار نیام میں کر لی جب اس صورت میں جناب امیرؓ پر نافرمانی رسولؐ کا

الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ مصلحت اس میں سمجھتے تھے۔ کہ تعمیل حکم میں ایک بیگناہ کی جان جاتی ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے جب مصلحت اس نازک حالت میں یہی سمجھی۔ کہ حضورؐ کو بے وجہ تکلیف نہ دی جائے۔ تو انہوں نے کیا قصور کیا۔

نوٹ:۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ حضورؐ کی ازواج مطہرات ہی اہلبیت ہیں۔ چنانچہ ماریہ قبطیہ کے حق میں یہ لفظ استعمال فرمایا۔

تیسرا واقعہ:۔ شیعہ کی معتبر کتاب ارشاد القلوب دیلمی نے اور محمد بن بابویہ نے امالی میں یہ روایت لکھی ہے۔ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَعْطٰى فَاطِمَةَ سَبْعَةَ دَرَاهِمَ قَالَ اَعْطِيْهَا عَلِيًّا وَمُرِيْهِ اَنْ يَّشْتَرِيَ لِاَهْلِ بَيْتِهٖ طَعَامًا فَقَدْ غَلَبَهُمُ الْجُوْعُ فَاَعْطَتْهَا عَلِيًّا وَقَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلعم اَمَرَكَ اَنْ تَبْتَاعَ لَنَا طَعَامًا فَاَخَذَهَا عَلِيٌّ وَخَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ لِيَبْتَاعَ طَعَامًا لِاَهْلِ بَيْتِهٖ فَسَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ مَنْ يُّقْرِضُ الْمَلِيَّ الْوَفِيَّ فَاَعْطَاهُ الدَّرَاهِمَ۔ (ترجمہ) رسول پاکؐ نے فاطمہؓ کو سات دراہم دیئے اور فرمایا کہ علیؓ کو دو۔ تاکہ اپنے اہل عیال کے لئے غلہ خرید لائے۔ کہ وہ گرسنہ شکم ہیں۔ جناب سیدہؓ نے حضرت علیؓ کو وہ درہم دے کر فرمائش رسولؐ کی اطلاع کر دی۔ آپ وہ درہم لیکر غلہ خریدنے گئے۔ تو ایک شخص یہ آواز کرتے سنا۔ کہ کون شخص ہے جو غنی راست وعدہ کو قرض دیدے۔ آپ نے وہ درہم اسکے حوالہ کر دیئے۔

اس روایت سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت رسول پاک کے اس ارشاد کی کہ ان دراہم سے گھر کے آدمیوں کے لئے غلہ خرید کیا جائے جو بھوک سے لاچار ہیں تعمیل نہ کرتے ہوئے وہ درہم ایک سائل کو دیدیئے۔ کیا یہ فرمان نبوی کی مخالفت نہیں ہے۔ اور ردّ قول رسولؐ کا جرم امیرؓ پر عائد نہیں ہوتا۔ اگر جناب امیرؓ کا یہ فعل ایثار۔ نیک نیتی پر مبنی تھا۔ ان کو معلوم تھا کہ صاحب حق حضرت زہراؓ اور حسنینؓ اس سے ناراض نہ ہوں گے۔ نہ جناب رسولؐ ناخوش ہوں گے۔ تو انہوں نے تعمیل حکم رسولؐ کے بجائے مصلحت اسی میں سمجھی کہ سائل کی حاجت روائی کی جائے۔ تو پھر حضرت عمرؓ نے یہ مصلحت سمجھکر رسول پاکؐ کو اس تعمیل حکم کی خوشی کی بجائے تکلیف اور دقت ہوگی۔ اور اس تکلیف کے ٹالنے پر جناب والا آخر کار خوش ہوں گے۔ ایسا کر دیا۔ تو کونسی خطا کی۔ غرض شیعہ ہر چند ہاتھ پاؤں مارتے ہیں نخل امید بارور نہیں ہوتا جو ان پاک نفوس اصحاب کرام پر طعن کرتے ہیں۔ اس کے مورد خود بنتے ہیں آخر ان کو کہنا پڑتا ہے۔

نخل امید نہ اک بار بھی سرسبز ہوا لاکھ ارمان کئے پھولنے پھلنے والے

خلاصہ جواب

اول تو حدیث صرف ایک نابالغ طفل سے مروی ہونے کی وجہ سے درایتہً حجت نہیں ہو سکتی۔ دوم: حدیث سے یہ مفہوم نہیں ہوتا۔ کہ حضرت عمرؓ نے رسولؐ کو ہذیان کی نسبت دی۔ کیونکہ لفظ اھجر میں ہجر بمعنی ہذیان لینا سیاق و سباق عبارت کے خلاف ہے۔ بلکہ سیاق و سباق کا بھی اقتضاء ہے۔ کہ یہاں دنیا سے ہجرت کر جانا مراد ہے۔ اور اگر ہجر کا معنی ہذیان ہی لیا جائے۔ تو یہاں استفہام انکاری ہونے کی وجہ سے نفی ہذیان ہو رہی ہے۔ اور کسی حدیث میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے جس سے سمجھا جائے۔ کہ قائل اس لفظ کے حضرت عمرؓ ہیں۔ حسبنا کتاب اللہ کہنا کوئی جرم نہیں ہے۔ نبی علیہ السلام کا یہ فرمانا فیصلہ خلافت لکھنے کے لئے نہ تھا۔ ایسا ہو تو شیعہ کا ادعا نص خلافت علیؓ کی تمام عمارت گر جاتی ہے۔ یہ درست نہیں ہے۔ کہ نبی علیہ السلام کوئی دینی ضروری امر کے متعلق کچھ لکھنا چاہتے تھے۔ ورنہ حضورؐ پر الزام آتا ہے۔ کہ آپ نے تبلیغ حکم الہی میں قصور کیا۔ حضور علیہ السلام کی رائے میں رائے عمرؓ زیادہ پسند تھی۔ اسی وجہ سے دوسرے فریق کو ڈانٹ کر کہا۔ کہ مجھے دق نہ کرو۔ اور پھر چار یوم زندہ رہ کر کچھ تحریر نہیں فرمائی۔ اگر کاغذ قلم دوات حاضر نہ کرنا نافرمانی حکم رسولؐ میں داخل ہے۔ تو اسکے مجرم بہ نسبت حضرت عمرؓ حضرت علیؓ و دیگر اہلبیت زیادہ ہیں۔ کہ اس وقت نہیں تو بعد میں ہی یہ چیزیں مہیا کر کے تحریر حاصل کر لیتے۔ اگر ہر بات میں قول رسولؐ کے ظاہری الفاظ پر عمل کرنا ضروری ہے۔ تو حضرت علی المرتضیٰؓ نے متعدد دفعہ فرمان نبویؐ کی مخالفت کی اسلئے اس بھاری جرم کے مرتکب ہونے کی وجہ سے آپ خلافت و امامت کے اہل نہیں رہتے۔ شیعہ حدیث قرطاس سے خلافت علیؓ پر دلیل قائم کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ حدیث انکے تمام استدلال کی تردید کر دیتی ہے۔ شیعہ بیچارے قدم قدم پر ٹھوکر کھاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ایسی خرافات سے باز نہیں آتے۔

افسوس! ؎ ہرگز نہ ہوئے مغز سخن سے آگاہ   لاحول ولاقوۃ الا باللہ

دسواں طعن

حضرت عمرؓ نے معاذ اللہ جناب سیدہؓ کی سخت توہین کی۔ ان پر دروازہ گرا کر پسلیاں توڑ

دیں۔ ان کو کوڑوں سے پیٹا۔ شکم مبارک پر لات مار کر حمل گرا دیا۔ ان کا گھر جلا دیا۔ جناب امیرؓ کے گلے میں رسی ڈال کر ان کو گھسیٹ لے گئے۔ اور بزور بیعت ابوبکرؓ کرائی۔

جواب

یہ سب باتیں بیہودہ خرافات ہیں۔ جن کو نقل و عقل دونوں تسلیم نہیں کرتے۔ اگر بظاہر اس یاوہ گوئی سے حضرت عمرؓ کی تنقیص شان مطلوب ہے۔ لیکن درحقیقت یہ توہین اہلبیت رسالت کے لئے ایک سخت ناجائز حملہ ہے۔ کیا عقل سلیم اس بات کو تسلیم کر سکتی ہے۔ کہ جناب سیدہؓ خاتون جنت لخت جگر رسولؐ کی طرف کوئی نظر اٹھا کر بھی دیکھے۔ تو شیر میدان حضرت علی المرتضیٰؓ اپنی زوجہ محترمہ جگر گوشۂ رسولؐ کی توہین دیکھ کر خاموش بیٹھے رہیں۔ کیا اسکو صبر کہہ سکتے ہیں۔ یا غایت درجہ کی بے غیرتی ہے۔ ایک معمولی آدمی بھی یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ اسکی عورت کی توہین کی جائے۔ خدانخواستہ ایسا ہوتا تو قیامت برپا ہو جاتی۔ تمام بنو ہاشم داماد رسولؐ اور لخت جگر رسولؐ کی حمایت کیلئے تلوار لیکر اٹھ کھڑے ہوتے۔ نہ خلافت رہتی نہ خلفاء۔ نمونہ محشر برپا ہو جاتا۔ کیا ایسی حرکت کر کے پھر کوئی شخص اپنے ارادہ میں خلافت میں کامیاب رہ سکتا تھا۔ ابھی ابھی رسولؐ خدا جدا ہوئے ہیں۔ طبائع فراق رسولؐ سے پُرسوز ہیں۔ کلیجے دہل رہے ہیں۔ پھر خاندان رسالت کی بے ادبی مسلمان برداشت کر سکتا تھا۔ اور جناب شیر خدا تو ایسی ذلت کب گوارا کر سکتے تھے۔ کہ ان کے گلے میں رسی ڈال کر گھسیٹا جائے۔ اور جبراً بیعت لی جائے۔

شیعہ اس بارہ میں عجیب و غریب قصے تراش کر لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں لیکن اہل بصیرت ان کی باتوں کو پادر ہوا سمجھکر ان کو دھتکار دیتے ہیں۔

جلاء العیون اردو صفحہ میں درج ہے۔ بسند معتبر بسیار جناب صادق سے روایت کی ہے۔ کہ جس وقت ابوبکرؓ نے جناب امیرؓ سے غصب خلافت کی۔ جناب امیرؓ نے فرمایا۔ کیا رسول خدا نے میری اطاعت کا تجھے حکم دیا۔ ابوبکرؓ نے کہا نہیں۔ اگر مجھے حکم اطاعت دیتے۔ تو میں اطاعت کرتا۔ جناب امیرؓ نے فرمایا۔ اگر آپ پیغمبر کو دیکھے۔ اور تجھکو میری اطاعت کا حکم دیں۔ میری اطاعت کریگا۔ ابوبکرؓ نے کہا ہاں۔ جناب امیرؓ نے فرمایا میرے ہمراہ مسجد قبا میں چل جب مسجد قبا میں پہنچے۔ ابوبکرؓ نے دیکھا حضرت رسولؐ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت نماز سے فارغ ہوئے جناب امیرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ابوبکرؓ کو انکار ہے۔ کہ آپ نے میری اطاعت کا حکم اسے نہیں دیا۔ رسول خدا نے ابوبکرؓ سے کہا۔

میں نے مکرر تجھے علیؓ کی اطاعت کا حکم نہیں کیا۔ اس کے حکم کی اطاعت کر۔ ابوبکرؓ خائف و ترساں معاودت کی راہ میں عمرؓ کو دیکھا۔ عمرؓ نے کہا اے ابوبکرؓ تجھے کیا ہو گیا ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا حضرت رسولؐ نے مجھ سے ایسا فرمایا ہے۔ عمرؓ نے کہا وہ گروہ ہلاک ہے۔ جو تجھ ایسے احمق کو اپنا سردار کر لے اگر تو نہیں جانتا یہ سب بنی ہاشم کا سحر ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جناب امیرؑ کو اتنی قدرت تھی۔ کہ جناب رسول خداؐ کو مسجد قبا میں ابوبکرؓ کے سامنے زندہ لا کھڑا کیا پھر وہ اپنی قوت اعجاز سے ابوبکرؓ و عمرؓ کے دلوں کو کیوں نہ مسخر کر لیتے۔

دوم: جب ابوبکرؓ نے حیات میں اپنے مال و اموال و اہل و عیال حضور نبی علیہ السلام پر قربان کر کے خدا اور رسول خدا کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ تو کیا قیاس یا ہو سکتا ہے۔ کہ جناب امیرؑ کے زور کرامت سے رسولؐ کو زندہ دیکھ کر۔ اور آپ سے یہ ارشاد سنکر اطاعت علیؑ تجھ پر فرض ہے حضرت عمرؓ یا کسی اور شخص کے کہنے پر قول رسولؐ سے انحراف کرتے یہ سب کچھ یار لوگوں کی گھڑت ہے کہ خلفاء اسلام کو بدنام کر کے مخالفین مذہب کو اسلام اور ہادیٔ اسلام پر طعن و تشنیع کا موقعہ دیتے ہیں۔ اس ضد اور ہٹ دھرمی کا کیا علاج خدا ہی ہدایت کرے۔

ہٹ دھرم تہمت لگانا چھوڑ دے ۔ راستی پر آ خدا کو مان کر

گیارہواں طعن

عمرؓ نے ایک حاملہ عورت کو بجرم زنا سنگساری کا حکم دیا تھا۔ جناب امیرؑ نے کہا اِنْ کَانَ لَکَ عَلَیْھَا سَبِیْلٌ لَیْسَ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِھَا سَبِیْلٌ (اگرچہ تجھے اس کی ذات پر حکم دینے کا حق ہے۔ لیکن اس کے بچہ شکم کو سزا دینے کا اختیار نہیں ہے) عمرؓ نے حضرت علیؑ کی اس اطلاع پر سزا ملتوی کر دی اور کہا۔ لَوْلَا عَلِیٌّ لَھَلَکَ عُمَرُ۔ (اگر علیؑ نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہو گیا ہوتا) جب وہ دینی مسائل سے جاہل تھے۔ تو خلافت کا استحقاق کس طرح رکھتے تھے۔

جواب

بات یہ ہے۔ کہ عورت محصنہ مرتبہ پر جرم زنا ثابت ہو گیا تھا جس کی سزا رجم ہے اس کے حمل کا جناب امیرؑ کو کسی وجہ سے علم تھا۔ لیکن حضرت عمرؓ کو یہ معلوم نہ تھا کیونکہ پیٹ کی بات (حمل)

کا حال جب تک زیادہ مدت نہ گذر جائے سوائے خدائے علیم کے کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا جب جب حضرت امیرؑ نے بتا دیا۔ کہ یہ حاملہ ہے۔ تو آپ نے سزا ملتوی کی۔ کہ جناب امیرؑ کی اس اطلاع دہی کا شکریہ ان الفاظ سے ادا کیا۔ کہ آج اگر علیؑ حمل کی مجھے اطلاع نہ دیتے اور سزا نافذ ہو جاتی تو بچہ پر اس کا اثر پڑتا۔ وہ مر جاتا۔ اور مجھے جب اس بات کا بعد میں علم ہوتا مجھے اسقدر رنج ہوتا۔ کہ گویا میری ہلاکت کا باعث ہوتا۔ نادان معترض کو یہ معلوم نہیں ہے۔ کہ اس سے جناب فاروق اعظمؓ کی صاف باطنی و حقیت الٰہی اور بے نفسی کا ثبوت ملتا ہے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰؓ سے ہرگز کچھ کدورت نہ تھی۔ وہ آپکو نیک مشورہ دیتے۔ آپ قبول کر کے انکا شکریہ ادا کرتے تھے۔ اگر فی مابین عداوت و دشمنی ہوتی تو ایسے واقعات پیش نہ آتے۔

بارھواں طعن

ایک روز عمرؓ خطبہ میں لوگوں کو گرانیٔ مہر نساء سے منع کر رہے تھے۔ اس اثناء میں ایک عورت کھڑی ہو کر کہنے لگی۔ اے عمرؓ خدا فرماتا ہے۔ اِنْ اٰتَیْتُمْ اِحْدٰھُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْئًا (اگر گرانقدر خزانہ بھی عورتوں کو مہر میں دیدو تو واپس نہ کرو۔) اس پر خلیفہ نے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور کہا كُلُّ النَّاسِ اَفْقَهُ مِنْ عُمَرَ حَتَّى الْمُخَدَّرَاتُ (سب لوگ عمرؓ سے زیادہ فقاہت رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ مستورات بھی۔) تو جب ایک عورت بھی علم و فقاہت میں آپ سے زیادہ تھی۔ آپ امامت و خلافت کے قابل نہ تھے۔

جواب

ع:۔ بریں فہم و دانش بباید گریست

نادان معترض جس بات کو باعث طعن قرار دیتا ہے۔ اہل عقل و دانش اس کو کمال و صفت سمجھتے ہیں۔ کہ باوجود اس جلال و جبروت کے جو فاروق اعظمؓ کو حاصل تھا۔ اور قیصر و کسریٰ کے محل صرف آپکا نام سن کر لرزتے تھے۔ آپکی بے نفسی اور انکساری کی یہ حالت ہے۔ کہ ایک ادنیٰ عورت سر دربار ...... ٹوک دیتی ہے اور قرآن کی آیت کو استدلال میں پیش کرتی ہے۔ تو خلیفہ وقت قرآن پاک کے ادب و لحاظ سے اس کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں۔ اور عورت کی حوصلہ افزائی۔ اور دیگر اشخاص کو

استنباط معانی قرآن کی غرض سے کہتے ہیں۔ کہ عمرؓ کو ادعا افقہ الناس ہونے کا نہیں ہے حتیٰ کہ ایک عورت بھی یہ حق رکھتی ہے۔ کہ قرآن میں تدبر کر کے استنباط مسائل کر سکے۔

اگر حضرت عمرؓ کی جگہ کوئی دنیا پرست مغرور انسان ہوتا۔ تو اس جاہ و جلال کے ہوتے کوئی شخص سر دربار اسکی قطع کلام کرتا۔ تو جانبر ہونا مشکل تھا۔ یہی اصول مساوات ہے جس پر اسلام کو ناز ہے یہی وصف ہے جو خاصان حق میں پائی جاتی ہے۔

راندہ شد ابلیس از مستکبری　　　گشت مقبل آدمؑ از مستغفری

معترض جسکی آنکھ کو تعصب نے اندھا کر رکھا ہے۔ حضرت عمرؓ کی اس بے نظیر وصف کو قابل معائب سمجھتا ہے۔

حضرت عمرؓ باوجود افقہ الناس ہونے کے خود کو سب سے فقاہت میں کمتر سمجھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت علی المرتضیٰؓ باوجود افضل الناس ہونے کے خود کو اشر الناس کہتے ہیں۔

یَظُنُّ النَّاسُ بِی خَیْرًا وَّاِنِّی　　　اَشَرُّ النَّاسِ اِنْ لَّمْ تَعْفُ عَنِّی

حقیقۃً میں عورت کا سوال بے محل تھا۔ اور اس کا استدلال صحیح نہ تھا۔ کیونکہ حضرت عمرؓ فرما رہے تھے۔ کہ سب سے زیادہ آیات قرآنی کے معانی سمجھنے والے رسول پاکؐ تھے۔ لیکن آپ نے اپنی بیٹیوں کے مہور بہت معمولی بندھوائے۔ اور آپ کا ارشاد ہے۔ اَعْظَمُ بَرَکَۃً اَیْسَرُھُنَّ صِدَاقًا۔ (بہت بڑی بابرکت عورت وہ ہے جس کا مہر کم باندھا جائے اور گراں مہر کے نتائج ہمیشہ آخر کار خراب نکلتے ہیں فتنہ و فساد و مقدمہ بازی تک نوبت پہنچتی ہے اپنے قدرسے بڑھ کر جو شخص دکھلاوے کیلئے حق مہر مقرر کردے جس کی ادائیگی کی اس کو قدرت نہیں ہے۔ آخر کار رسوا ہوتا ہے۔ اسلام نے ہر معاملہ میں کفایت شعاری اور میانہ روی کی تعلیم دی ہے آیت قرآن کا یہ مفہوم نہیں ہے۔ کہ مہر میں قنطار گرانقدر خزانہ ہی مقرر کیا جائے۔ بلکہ اس کا معنے یہ ہے۔ کہ کوئی شخص نادانی سے ایسا کر بیٹھے۔ تو پھر دیکر اسے واپس لینے کا اختیار نہیں ہے۔ ہر چند عورت کا استدلال صحیح نہ تھا۔ نہ اس کا اعتراض بجا تھا۔ خلیفہ وقت نے عورت کی فقاہت بلکھ کہ آیت قرآن سے استنباط کا ملکہ رکھتی ہے محض اسکی دلجوئی اور حوصلہ افزائی کے لیئے اسکی داد دی۔ تاکہ آئندہ کے لیئے بھی اس کو اور دیگر اشخاص کو قرآن پاک میں تدبر کا اشتیاق بڑھے اور لوگوں پر یہ بھی ظاہر ہو۔ کہ جانشین رسولؐ نے ہر ایک فرد بشر کو ادنیٰ ہو کہ اعلیٰ رائے زنی کا اختیار دے رکھا ہے۔ سبحان اللہ جاہل معترض کمال نادانی سے ہنر کو عیب سمجھ رہا ہے۔

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد　　　عیب نماید ہنرش در نظر

جناب امیرؓ کی نسبت اسی طرح کا ایک قصہ مشہور ہے۔ چنانچہ ابن جریر اور ابن عبد اللہ نے محمد بن کعب سے یوں روایت کی ہے۔ سَاَلَ رَجُلٌ عَلِیًّا فِیْ مَسْئَلَۃٍ فَقَالَ فِیْھَا فَقَالَ الرَّجُلُ لَیْسَ ھٰکَذَا وَلٰکِنْ کَذَا وَکَذَا فَقَالَ عَلِیٌّ اَصَبْتَ وَفَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ۔ (ایک شخص نے علی المرتضیٰؓ سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے جواب دیا۔ تو اس شخص نے کہا۔ اس کا جواب یہ نہیں بلکہ اس طرح ہے۔ آپ فرمانے لگے تم نے ٹھیک کہا۔ اور ہر دانا کے اوپر کوئی دانا ہوا کرتا ہے)

یہ بھی واضح ہو کہ کسی جزوی بات میں اگر کوئی شخص کسی مسلّم بزرگ سے زیادہ واقفیت پیدا کرے تو اس بزرگ کی شان میں اس سے کوئی کمی نہیں ہوتی۔ جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت سلیمانؑ کا قصہ مذکور ہے کہ حضرت داؤدؑ کے مقابلہ میں جو نبی تھے حضرت سلیمانؑ کا فیصلہ درست نکلا۔ حالانکہ حضرت سلیمانؑ اس وقت نبی نہیں تھے کیا اس سے حضرت داؤدؑ کی نبوت و خلافت میں کچھ نقص واقعہ ہو گیا تھا۔ حاشا وکلا۔

تیرھواں ۱۳ طعن

صحیح مسلم میں ہے۔ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم لَانُوْرَثُ مَاتَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ فَرَاَیْتُمَاہُ کَاذِبًا اٰثِمًا غَادِرًا خَائِنًا وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اَنَّہٗ لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ ثُمَّ تُوُفِّیَ اَبُوْبَکْرٍ فَکُنْتُ اَنَا وَلِیُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلعم وَوَلِیُّ اَبِیْ بَکْرٍ فَرَاَیْتُمَانِیْ کَاذِبًا اٰثِمًا غَادِرًا خَائِنًا وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنِّیْ لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ۔ شیعہ کہتے ہیں۔ کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ و عباسؓ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کو کاذب۔ آثم۔ غادر۔ خائن سمجھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے کہا۔ جو ایسا ہو قابل خلافت کب ہو سکتا ہے۔

جواب

یہ طعن متقدمین شیعہ کو نہیں سوجھا کیونکہ ان میں کسیقدر مادہ انصاف موجود تھا۔ اور شرم و غیرت سے بھی کام لیتے تھے۔ لیکن متاخرین شیعہ ان سب باتوں سے پاک فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ پر عمل پیرا ہیں۔ اسکا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت عمرؓ تنبیہ کے طور پر حضرت عباسؓ و حضرت علیؓ کو کہتے ہیں۔ کہ جو فیصلہ ابوبکرؓ نے مطابق فرمان نبوی کیا۔ یا میں نے اس فیصلہ کو بحال رکھا کیا تم لوگ ابوبکرؓ کو اور مجھکو ایسا سمجھتے ہو۔

کاذب ، آثم ، غادر ، خائن سمجھتے ہو۔ حالانکہ خدا جانتا ہے کہ میں اور ابوبکرؓ اپنے دعویٰ میں سچے بار ، راشد حق کے متبع تھے ۔ یہ روزمرہ کا محاورہ ہے ۔ کہ جو شخص اپنے دعویٰ میں فی الواقعہ سچا ہوتا ہے ۔ وہ اپنی برأت کیلئے ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے ۔ کیا تم مجھے کوئی چور ۔ بدمعاش ، ڈاکو سمجھتے ہو ۔ کہ میں نے تمہاری کچھ چیز دبا رکھی ہے ۔ مطلب یہ ہوتا ہے ۔ کہ جیسا تم جانتے ہو کہ میں ایسا نہیں ہوں ۔ تو مجھ پر اسباب کا اشتباہ کیسے ہو سکتا ہے ۔ کہ میں نے تمہاری کوئی چیز لے لی ہو۔

دوم : حدیث میں لکھا ہے ۔ کہ حضرت عباسؓ نے حضرت عمرؓ کے پاس حضرت علی علیہ السلام کی معیت میں آکر یہ الفاظ کہے تھے ۔ اِقۡضِ بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَ ہٰذَا الۡکَاذِبِ الۡاٰثِمِ الۡغَادِرِ الۡخَائِنِ (میرے اور اس (علی) جھوٹے آثم ۔ غادر ۔ خائن کے مابین فیصلہ کرو) حضرت عباسؓ نے بھی جوش میں آکر یہ الفاظ استعمال فرمائے تھے کیا یہ شخص (حضرت علی) کاذب ، آثم الخ ہے ۔ کہ تم اس کے دعویٰ کو درست نہیں سمجھتے ہو۔ اس لئے جواب میں وہی الفاظ حضرت عمرؓ نے اپنی اور حضرت ابوبکرؓ کی نسبت دوہرا لئے ۔ تاکہ حضرت عباسؓ کا جوش فرو ہو ۔ کہ اگر حضرت علیؓ کاذب ، آثم الخ نہیں ہے ۔ تو ہم بھی تو ایسے نہیں ہیں ۔ بلکہ ہم نے اپنے دعویٰ میں صادق ۔ تابع رشد و ہدایت ہیں ۔ اور پھر تم ہمارے درست فیصلہ اور قضا کے خلاف جو مطابق فرمان رسول پاک ہے کیوں صدائے احتجاج بلند کرتے ہو ۔ کیا معترض کہہ سکتا ہے ۔ کہ حضرت عباسؓ عم رسول نے جو الفاظ کاذب ۔ آثم ۔ غادر ۔ خائن اپنے برادر زادہ حضرت علی علیہ السلام کی نسبت استعمال کئے فی الواقع وہ ان کو ایسا ہی سمجھتے تھے ۔ اگر جواب نفی میں ہے ۔ تو پھر یہاں کس طرح کہہ سکتے ہو ۔ کہ فی الواقع حضرت عباسؓ و علیؓ شیخینؓ کو ان الفاظ کا مصداق سمجھتے تھے ۔

لامذہبوں میں شرم کا کچھ بھی اثر نہیں ہے اعتراض اوروں پہ اپنی خبر نہیں

چودھواں طعن ۱۴

میزان الاعتدال میں ہے ۔ کہ حضرت عمرؓ نے کہا ۔ یَا حُذَیۡفَۃُ بِاللّٰہِ اَنَا مِنَ الۡمُنَافِقِیۡنَ (اے حذیفہ بخدا میں منافقوں سے ہوں) تو پھر حضرت عمرؓ خلیفہ کس طرح ہو سکتے ہیں ۔

جواب سیّد

اول میزان الاعتدال میں اس حدیث کو ضعیف موضوع قرار دیا گیا ہے ۔ اور اس کے راوی زید بن

...ب کی نسبت لکھا گیا ہے ۔ فِیۡ حَدِیۡثِہٖ خَلَلٌ کَثِیۡرٌ (زید کی حدیث مرویہ میں بہت خلل ہے) ...اس روایت کو جھوٹ پر محمول کیا گیا ہے ۔ شیعہ کی خیانت قابل داد ہے ۔ سیاق و سباق کو ...نظرانداز کرکے وَلَا تَقۡرَبُوا الصَّلٰوۃَ کہتے ہیں وَاَنۡتُمۡ سُکَارٰی سے آنکھ بند کر لیتے ہیں۔

دوم : اگر روایت صحیح بھی ہو ۔ تو جیسا کہ طعن ۶ میں مفصل بحث ہو چکی ہے ۔ خوف و خشیتہ الٰہی ...خاصان خدا اپنے آپکو کمترین خلائق سمجھتے ہیں جیسا کہ جناب امیرؓ نے اپنے آپکو شر الناس کہہ دیا ...ذکر ہے ۔ اس اعتراض کا مفصل جواب دیکھنا ہو ۔ تو طعن ۶ کے جواب کو پڑھنا چاہیے جہاں ...کی کتب حدیث سے اسی مضمون کی متعدد حدیثیں لکھی گئی ہیں ۔ کہ دوستداران رسولؐ دیندار دنیا کے ...کاروبار میں مصروف ہو کر دربار رسالت سے لمحہ بھر میں غیر حاضر ہو جاتے تھے ۔ تو اسکو نفاق سے تعبیر ...کیا آنحضرتؐ سے استفسار کرتے تھے ۔ اور حضور انکی تشفی فرمایا کرتے تھے ۔ کہ یہ تمہارے کمال ایمان کی علامت ہے ۔ کہ تھوڑی تھوڑی باتوں سے تمہارے دلوں پر خوف الٰہی طاری ہو جاتا ہے ۔ اور تم میری ...میں دوڑے آتے ہو ۔ ورنہ منافقوں کو دربار رسالت سے کیا کام ۔ کاش اجاہل معترض اپنی کتابوں ...پڑھ ہوتا ۔ تو ایسے واہی تباہی اعتراض کرنے سے شرماتا ۔ بندہ خدا ، منافق تو اسے کہا جاتا ہے ۔ جو نفاق کو چھپاتا ہے ۔ اور اپنے آپکو مومن ظاہر کرتا ہے ۔ یہ مومن کامل کا خاصہ ہے ۔ کہ باوجود کمال ...کے خود کو ناقص تصور کرتا ہے ۔ کیا تمہیں آدم علیہ السلام کی دعا یاد نہیں ہے ۔ رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا (اے اللہ ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے ۔)

...کافی کلینی میں اعتراف الذنوب ۔ ایک مستقل باب باندھ کر احادیث لکھی گئی ہیں ۔ کہ مومن کی شان ...کہ وہ معترف الذنوب ہو کر استغفار کرے ۔ کاش کور مغز معترض جناب امیرؓ کی دعا مندرجہ نہج البلاغہ ...مطبوعہ طہران صفحہ ۱۲۸ پڑھ کر اس کے الفاظ ذیل پر غور کرتا ۔

اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡلِیۡ مَا اَنۡتَ اَعۡلَمُ بِہٖ مِنِّیۡ فَاِنۡ عُدۡتُ فَعُدۡ عَلَیَّ بِالۡمَغۡفِرَۃِ اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡلِیۡ مَا وَاَیۡتُ مِنۡ نَفۡسِیۡ وَلَمۡ تَجِدۡ لَہٗ وَفَاءً عِنۡدِیۡ ۔ اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡلِیۡ مَا تَقَرَّبۡتُ اِلَیۡکَ بِلِسَانِیۡ ثُمَّ خَالَفَہٗ قَلۡبِیۡ ۔ اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡلِیۡ رَمَزَاتِ الۡاَلۡحَاظِ وَسَقَطَاتِ الۡاَلۡفَاظِ وَشَھَوَاتِ الۡجَنَانِ وَھَفَوَاتِ اللِّسَانِ ۔ (پروردگار میرے گناہ کو بخش دے جسے تو مجھ سے بہتر جانتا ہے اگر میں گناہ کیطرف ...لوں ۔ تو اپنی بخشش سے میری طرف عود کر ۔ خداوندا تو اس وعدے کو بخش دے جو میں نے اپنے نفس سے ...کیا ہے ۔ اور تو نے میری طرف سے اس کی وفا کو نہیں پایا ۔ پروردگار میرے اس عمل کو بخش دے جس ...کے سبب میں نے تیرا تقرب حاصل کیا ۔ اور پھر میرے قلب اور میری عقل نے اس کی مخالفت ...

...کافی ...میں ہے ۔ اَلتَّوَاضُعُ اِلَیۡھِمۡ اَحَبُّ مِنَ الشَّرَفِ یَسۡتَکۡثِرُ قَلِیۡلَ الۡمَعۡرُوۡفِ مِنۡ غَیۡرِہٖ وَیَسۡتَقِلُّ الۡمَعۡرُوۡفَ مِنۡ نَفۡسِہٖ ...النَّاسَ کُلَّھُمۡ خَیۡرًا مِّنۡہُ وَاِنَّہٗ شَرُّھُمۡ فِیۡ نَفۡسِہٖ وَھُوَ تَمَامُ الۡاَمۡرِ (ترجمہ) انکسار اور تواضع فخر اور غرور سے بہتر ہے ۔ مومن کی شان ...

کی خداوندا میری آنکھوں کے اشاروں، میری الفاظ کی لغزشوں، دلی خواہشوں اور ہفوات زبان کو بخش دے۔ (نیرنگ فصاحت ص۵۵)

کیا حضرت علی المرتضیٰ کی اس دعا کے الفاظ دیکھ کر کوئی شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ فی الواقعہ آنجناب گنہگار تھے۔ اور بار بار گناہ کیطرف عود کر کے طالب مغفرت ہوتے تھے۔ یا وعدہ کر کے اسکی وفا نہ کرتے تھے۔ یا ان کا دل ان کی زبان کے خلاف کرتا تھا۔ (زبانی کچھ کہتے اور دل میں کچھ اور ہوتا) یا ان کے اشارات بصر۔ الفاظ کی لغزشیں خواہشات قلب ہفوات لسان قابل مواخذہ تھے اگر رحمت الٰہی شامل حال نہ ہو۔

نہیں نہیں یہ سب کچھ اسی خوف خشیۃ کا نتیجہ ہے۔ جو ایک کامل ایمان شخص کے رگ و ریشہ میں کوٹ کوٹ کر بھرا رہتا ہے۔ کہ اپنی عبادتوں کو گناہ اپنے ایمان کو نفاق۔ اپنی حرکات و سکنات کو لغزشیں۔ اپنے کلام اور اذکار کو ہفوات سے تعبیر کر کے طالب مغفرت ہوتا ہے۔ اور ایک کور باطن شخص اس کے ظاہری الفاظ انکسار کو دیکھ کر اسکی پاک باطنی سے اغماض کرتا ہوا اسکو واقعی خطاکار اور گنہگار سمجھتا ہے۔ مگر ایک سیاہ باطن رافضی ان عاشقانہ رموز کو کیا جانے۔ ؎

تو خود مے نشنوی بانگ دہل را　　رموز سر سلطاں را چہ دانی۔

پندرھواں ۱۵ طعن

حضرت عمرؓ نے غزوہ حدیبیہ میں کہا۔ اے رسولؐ جب سے اسلام لایا ہوں مجھے شان نبوت میں ایسا کبھی شک نہیں ہوا۔ جیسا آج ہوا ہے۔

جواب

ہم نے تو کسی کتاب میں یہ نہیں دیکھا۔ مولانا عبدالشکور صاحب نے النجم میں اس کے متعلق پانسو روپیہ انعام دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اگر کسی معتبر کتاب حدیث سے یہ قول دکھلا دیں اس لئے جب تک معترض حوالہ نہ دکھلائے جواب کی ضرورت نہیں ہے۔

دوم:۔ اگر اقتضائے بشریت سے ایک مومن کامل کو کسی امر میں تردد پیدا ہو۔ اور وہ پھر فی الفور رفع ہو جائے۔ تو اس کا کوئی مواخذہ نہیں ہوتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے موحد کامل نے رب العزت

سے احیاء اموات کا نشان اطمینان قلب کیلئے طلب کیا۔ کیا ان کے کمال ایمان میں اس سے کچھ نقص واقع ہوا

ہم شیعہ کی مستند کتاب حدیث فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ صفحہ ۱۲۹ سے ایک روایت پیش کر دیتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام ایک دفعہ خلیفہ منصور کی اردل میں جا رہے تھے خلیفہ بڑے جاہ و جلال سے ایک گھوڑے پر سوار تھا۔ اور آگے پیچھے اسپ سواروں کی گارد تھی۔ لیکن امام ایک گدھے پر سوار ہو کر خلیفہ سے باتیں کرتے جاتے تھے۔ آپ کے ایک خاص الخاص شیعہ نے استفسار کیا۔ جبکہ آپ اپنے دولت خانہ پر تشریف لائے۔ الفاظ حدیث یوں ہیں۔:۔

فَلَمَّا رَجَعْتُ اِلٰی مَنْزِلِیْ اَتَانِیْ بَعْضُ مَوَالِیْنَا فَقَالَ جُعِلْتُ فِدَاكَ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَیْتُكَ فِیْ مَوْكِبِ اَبِیْ جَعْفَرٍ وَاَنْتَ عَلٰی حِمَارٍ وَهُوَ عَلٰی فَرَسٍ وَقَدْ اَشْرَفَ عَلَیْكَ یُكَلِّمُكَ كَاَنَّكَ تَحْتَهٗ فَقُلْتُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ نَفْسِیْ هٰذَا حُجَّةُ اللّٰهِ عَلَی الْخَلْقِ وَصَاحِبُ هٰذَا الْاَمْرِ الَّذِیْ یُقْتَدٰی وَهٰذَا اٰخَرُ یَعْمَلُ بِالْجَوْرِ وَیَقْتُلُ اَوْلَادَ الْاَنْبِیَاءِ وَیَسْفِكُ الدِّمَاءَ فِی الْاَرْضِ بِمَا لَا یُحِبُّ اللّٰهُ وَهُوَ فِیْ مَوْكِبِهٖ وَاَنْتَ عَلٰی حِمَارٍ فَدَاخَلَنِیْ مِنْ ذٰلِكَ شَكٌّ حَتّٰی خِفْتُ عَلٰی دِیْنِیْ وَنَفْسِیْ فَقَالَ لَوْ رَاَیْتَ مَنْ كَانَ حَوْلِیْ وَبَیْنَ یَدَیَّ وَمِنْ خَلْفِیْ وَعَنْ شِمَالِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ لَاحْتَقَرْتَ مَا هُوَ فِیْهِ فَقَالَ الْاٰنَ سَكَنَ قَلْبِیْ۔

(ترجمہ) حضرت امام نے فرمایا۔ جب میں واپس گھر میں آیا۔ تو میرا ایک خاص محب شیعہ مجھے ملا۔ اور کہنے لگا میں آپ پر قربان۔ بخدا میں نے آپکو منصور کی اردل میں دیکھا ہے۔ آپ گدھے پر تھے۔ وہ گھوڑے پر تھا۔ اور آپکی جھانک کر باتیں کر رہا تھا۔ گویا آپ اس کے ماتحت ہیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ کہ (یہ امام) خدا کیطرف سے اس کی مخلوق پر حجت ہے۔ اور صاحب حکم ہے۔ جس کے حکم کی ہم نے اتباع کرنی ہے اور یہ دوسرا منصور ایک ظالم شخص ہے۔ جو اہلبیت رسول کو قتل کرتا۔ اور زمین میں خونریزی کرتا ہے۔ جو خدا کو پسند نہیں ہے پھر تعجب ہے کہ وہ لاؤ لشکر کیساتھ جا رہا ہے۔ اور آپ گدھے پر سوار ہیں۔ اس وجہ سے میرے دل میں شک پیدا ہو گیا حتیٰ کہ مجھے اپنے ایمان کا خوف ہو گیا۔ امام فرماتے ہیں پھر میں نے اسے کہا۔ کاش تو ان فرشتوں کو دیکھتا۔ جو میرے گرد و پیش جا رہے ہیں۔ تو تو منصور اور اس کی جاہ و جلال کو ہیچ سمجھتا۔ اس شیعہ محب امامؑ نے کہا اب میری تسلی ہو گئی ہے۔)

بتلایئے! امام صادق کے خاص الخاص محب شیعہ نے تو یہاں تک کہدیا۔ کہ مجھے آپکی امامت امامت کے متعلق ایسا شک واقعہ ہو گیا ہے۔ کہ مجھے اپنے دین و ایمان کا بھی اندیشہ ہو گیا ہے۔ جب امام نے

زور کرامت سے اس کو صفِ ملائکہ بھی دکھا دی۔ تو اسے پورا اطمینان ہو گیا۔ کیا وہ شیعہ محب امام شک کی وجہ سے کافر ہو گیا تھا۔ یا امام نے اسے فتوی کفر دیدیا تھا۔ نہیں وہ پہلے سے بھی ایمان میں مضبوط ہو گیا۔ سو اسی وجہ سے اگر حضرت عمرؓ نے بھی کہدیا ہو۔ اور پھر اعجاز نبوی سے ہدایت مزید اطمینان قلب کا باعث ہوا ہو۔ تو یہ تو نُورٌ علیٰ نور ہے۔ ایسا شک ہر کسی کو نصیب ہو۔ شیعہ بیچارے۔ ان نکات کو کیا سمجھیں جب عقل ہی نہیں ہے۔ ؎

ہزاروں نکتے یہاں بال سے بھی ہیں باریک کہ جس کی عقل ہو موٹی وہ اس کو کیا جانے

حضرت عمرؓ کے مطاعن کے جواب ہو چکے۔ اب حضرت عثمانؓ پر جو مطاعن کئے جاتے ہیں۔ انکی فہرست شروع ہوتی ہے۔

سولھواں ۱۶ طعن

حضرت عثمانؓ نے قرآن جلوا دیئے۔ اس لئے توہین کلام اللہ کے جرم کے مرتکب ہوئے ایسا شخص قابل خلافت نہیں ہو سکتا ہے۔

جواب

حضرت عثمانؓ نے قرآن جلوائے نہیں۔ بلکہ قرآن کو جمع کر کے حفاظت کلام اللہ کا ثواب حاصل کیا حضرت عثمانؓ کے اس احسان عظیم کی دنیائے اسلام قیامت تک گرویدہ احسان ہے۔ اگر آپ اسلام کی یہ خدمت نہ کرتے۔ تو قرآن پاک میں بھی شیعہ لوگ ایسی ہی تحریف کر دیتے جیسے یہود و نصاریٰ نے تورات و انجیل کی تحریف کر دی ہے۔ آپ نے قرآن کو جمع کر دیا۔ البتہ غیر قرآن جو از قسم تفسیر لوگوں نے قرآن میں شامل کر رکھا تھا۔ ان کو جلا دیا۔ اور سوائے اس صورت کے کلام اللہ کی حفاظت مشکل تھی لیکن شیعہ معترض کو کچھ اپنے گھر کی بھی خبر ہے۔ کہ بقول ان کے ائمہ اہلبیت نے قرآن سے کیا سلوک کیا حضرت علیؓ تو قرآن کو جمع کرنے کے بعد ایسا گم کیا۔ کہ اس کا کہیں پتہ ملنا بھی مشکل ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ آپ نے اپنی اولاد کے سپرد کیا۔ اور آخر امام مہدی کے ہاتھ آیا۔ لیکن وہ بقول شیعہ قرآن کو لیکر کہیں ایسے بھاگ گئے۔ کہ تلاش کرنے سے بھی کہیں کھوج نہیں چل سکتا۔ حضرت عثمانؓ نے تو وہ حصہ جلایا ہوگا۔ جو نہ تھا۔ لیکن حضرت امیرؓ اور ان کی ذریت نے قرآن کو کہیں غائب غلہ کر کے اس کا نشان ہی مٹا دیا۔ کیا اس سے

بڑھکر توہین کلام اللہ ہو سکتی ہے؟ کہ وہ قرآن جو خلق خدا کی ہدایت کیلئے تھا اور جس کے جمع و ترتیب کی ذمہ داری بقول شیعہ جناب امیرؓ نے اٹھائی تھی۔ جمع کر کے نہایت بیدردی سے گم کر دیا گیا۔ جس کا کوئی ورق ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملسکتا۔ شیعہ بیچارے مجبوراً اسی غلط ملط سنیوں کے قرآن سے کام لیتے ہیں۔ اس کو نمازوں میں پڑھنا ہوتا ہے۔ اسی کی تعلیم اپنے اطفال کو دلانی پڑتی ہے۔ اسی کا ثواب اپنے مردوں کی روحوں کو بخشوایا جاتا ہے۔ شیعہ بجائے اس کے ائمہ اہلبیت کو کوسیں۔ کہ انہوں نے قرآن جمع کردہ علیؓ تیرہ سو سال سے ان سے چھپا رکھا ہے۔ الٹا حضرت عثمانؓ کو ملعون کہتے ہیں جنکی بدولت ان کو قرآن ملا۔ (غلط اور ناقص ہی سہی) اس سے بڑھکر کفران نعمت کیا ہو سکتا ہے۔ شیعہ بیچاروں کی حالت قابل رحم ہے۔ نہ اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ نہ اس کو چھوڑ سکتے ہیں۔ ؎

دو گونہ رنج و عذابست جان مجنوں را بلائے صحبت لیلیٰ و فرقت لیلیٰ۔

توہین قرآن کا ایک واقعہ

اصول کافی صـ۳۰ میں ہے۔ کہ حضرت صادق علیہ السلام نے قرآن کی آیت یوں پڑھی۔ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اَئِمَّةٌ اَزْكٰى مِنْ اَئِمَّتِكُمْ (قرآن موجودہ میں یوں ہے۔ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ) قَالَ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ اَئِمَّةٌ قَالَ اِيْ وَاللهِ اَئِمَّةٌ قُلْتُ فَاِنَّا نَقْرَاُ اَرْبٰى قَالَ فَقَالَ مَا اَرْبٰى وَاَوْمٰى بِيَدِهٖ فَطَرَحَهَا۔

(ترجمہ) راوی کہتا ہے۔ میں نے حضرت امام سے پوچھا۔ کہ یہ اَئِمَّةٌ ہے۔ آپ نے کہا ہاں خدا کی قسم اَئِمَّةٌ ہے۔ پھر میں نے کہا ہم اَرْبٰى پڑھا کرتے ہیں۔ آپ نے کہا اَرْبٰى کیا ہے۔ پھر آپ نے جوش میں آ کر ہاتھ سے اشارہ کیا ہے۔ اور قرآن کو زمین پر پھینک مارا۔

اب دیکھئے اس سے بڑھکر توہین قرآن کیا ہو سکتی ہے۔ کہ حضرت اتنی بات پر کہ قرآن میں بجائے اَئِمَّةٌ کے اُمَّةٌ اور اَزْکٰی کی بجائے اَرْبٰى لکھا تھا۔ آپ نے غصہ میں آ کر قرآن کو زمین پر پھینک دیا کیا شیعہ حضرات اس کا کوئی جواب دیں گے۔ کہ امام معصوم کا یہ فعل صریح توہین کلام پاک نہیں ہے۔

سترھواں طعن

حضرت عثمان نے حکم بن ابی العاص کو مدینہ منورہ بلا لیا۔ حالانکہ آنحضرت نے اس کو اسکی شرارتوں کی وجہ سے مدینہ منورہ سے نکال دیا تھا۔ اور شیخین نے بھی اس کو واپس آنے کی اجازت نہ دی تھی۔

جواب

حضور صلعم نے حکم کو اس لئے مدینہ سے نکالدیا تھا۔ کہ اسکی منافقین اور کفار سے دوستی تھی۔ اور احتمال فتنہ و فساد تھا۔ اور چونکہ حکم بنو امیہ سے تھا۔ اور شیخین تیم اور عدی سے تھے۔ اس لئے انہوں نے اس کو واپس آنے کی اجازت نہ دی تھی۔ کہ مبادا پرانی عداوت جو زمانہ جاہلیت سے ان قبائل میں چلی آتی تھی۔ پھر عود کرے۔ اور حکم کسی قسم کا شر و فساد کا باعث ہو۔ لیکن حکم چونکہ حضرت عثمانؓ کا رشتہ دار ابن العم تھا۔ اور نیز مرض الموت میں حضرت عثمانؓ نے رسول پاک سے سفارش کرنے اس کا قصور معاف کرا لیا ہوا تھا۔ جس کی اطلاع شیخین کو نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنے عہد خلافت میں اسکو واپس بلا لیا تھا۔ کیونکہ اس کا عفو قصور اور اجازت دخول مدینہ کا ان کو ذاتی علم تھا۔ اور حکم نے اس کے بعد کسی قسم کا کوئی فتنہ و فساد نہ کیا۔ اور وہ ایک ضعیف العمر بڈھا فرتوت ہو چکا تھا کسی قسم کے شور و شر کے قابل ہی نہیں رہا تھا۔ اس کے واپس بلانے میں کچھ حرج نہ تھا۔

اٹھارھواں طعن

حضرت عثمان نے مروان بن الحکم کو اپنا وزیر اور میر منشی بنا رکھا تھا۔ جو بڑا مفسد تھا۔ چنانچہ اسی کی شرارت آخر کار شہادت آنجناب کا باعث ہوئی جب آپ نے محمد بن ابوبکرؓ کو مشورہ علی المرتضیٰ حاکم بنا کر روانہ کیا تھا پیچھے سے مروان نے جو میر منشی تھا۔ ایک دوسرا خط حضرت عثمانؓ کی مہر لگا کر ایک سوار کے ہاتھ دیکر بھیجدیا۔ کہ محمد ابن ابوبکرؓ مصر آئیں تو ان کو قتل کر دیا جائے خط پکڑا گیا۔ اور محمد بن ابوبکرؓ واپس آئے اور فتنہ و فساد ہوا

جواب

مروان بن حکم نے عہد نبوی یا عہد خلافت شیخین میں کوئی فتنہ و فساد نہیں کیا تھا جس سے معلوم ہو سکتا کہ وہ مفسد و شریر ہے۔ اور اہل سنت والجماعت کے نزدیک حضرت عثمان کوئی عالم الغیب نہ تھے کہ آئندہ کے حالات انکو معلوم ہوتے۔ انہوں نے صلہ رحمی کے لحاظ سے اسکو ملازم رکھ لیا۔ آخر کار اس نے شرارت کی لیکن شیعہ صاحبان کے پاس اسکا کیا جواب ہے۔ کہ مروان کے متعلق باوجود اسکی شرارت ظاہر ہو جانے کے جنگ جمل میں جب وہ گرفتار ہو گیا تھا حسنینؑ نے جناب امیر علیہ السلام کے پاس سفارش کی اور اسے چھوڑ دیا جیسا کہ نہج البلاغہ میں ہے۔ اُخِذَ مَرْوَانُ ابْنُ الْحَكَمِ اَسِيْرًا يَوْمَ الْجَمَلِ فَاسْتَشْفَعَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ اِلَى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ فَكَلَّمَاهُ فَخَلّٰى سَبِيْلَهٗ (مروان جنگ جمل میں گرفتار ہو گیا۔ اور اس نے حسنین سے سفارش چاہی انہوں نے جناب امیر علیہ السلام کے پاس سفارش کی اور اسے چھوڑ دیا)

خود جناب امیر علیہ السلام نے اپنے عہد امارت میں زیاد جیسے ولد الزنا کو فارس کا امیر بنا رکھا تھا اور اسکی بہت کچھ عزت افزائی کیگئی تھی لیکن اس بد نہاد نے آخر کار بد حرامی کی اور جان اہلبیت پر طرح طرح کے ظلم کیے۔ حالانکہ شیعہ کے نزدیک جناب امیرؑ عالم ما کان و ما یکون بھی حاصل تھا۔

نیز آپ نے عبد الرحمن بن ملجم کو اپنی بیعت سے مشرف فرمایا۔ اور اس پر طرح طرح کے احسان کئے چنانچہ جلاء العیون اردو صلا۱ میں ہے! اسوقت عبد الرحمن بن ملجم بھی آیا۔ کہ حضرت سے بیعت کرے حضرت نے اسکی بیعت قبول نہ فرمائی۔ یہاں تک کہ تین مرتبہ حضرت کی خدمت میں آیا۔ مرتبہ سوم میں حضرت نے اس کی بیعت لی۔ جب اسنے پیٹھ پھیری حضرت نے پھر اسے بلوایا اور قسمیں دیں۔ کہ بیعت سے انحراف نہ کرنا۔ اور عہد ہمارے مکر اس ملعون سے لئے۔

اس ملعون نے جو بیعت جناب امیرؑ کی مریدان خاص میں جب اپنا نام لکھوالیا تھا۔ جناب ممدوح کو آخر کار شہید کیا تو جب امیر علیہ الرضوان نے بقول شیعہ عالم الغیب ہو کر ایسے ملعون کی بیعت قبول فرمائی۔ اور اس پر طرح طرح سے احسان بھی کرتے رہے۔ جیسا کہ آپ نے اخیر میں اسے فرمایا۔ اے بدبخت! تو نے امر عظیم پر اقدام کیا۔ آیا میں تیرا برا امام تھا۔ کہ مجھے ایسی سزا دی ہیں تجھ پر مہربان نہ تھا کہ تجھے اور وں پر میں نے اختیار نہیں کیا۔ آیا تجھ سے میں نے احسان نہیں کیا۔ اور لوگوں سے زیادہ عطا نہیں کی۔ آیا لوگوں نے تجھ سے نہیں کہا کہ تجھے قتل کر دوں۔ اور میں نے تجھے آسیب پہنچایا۔ اور تیرے ساتھ زیادہ عطا و بخشش کی"

کیا شیعہ کچھ جواب دے سکتے ہیں۔ کہ حضرت امیرؑ نے جو بقول ان کے انجام کار سے واقف تھے کیوں اس

بد نہاد پر اتنے احسانات کئے۔ اور مہربانی کرتے رہے۔ اور عطا و بخشش فرماتے رہے۔ پھر حضرت عثمانؓ پر کیا طعن ہے۔ جو علم غیب بھی نہ رکھتے تھے۔ کہ انہوں نے مروان کو کیوں ملازم خاص رکھا۔

اُنیسواں ۱۹ طعن

حضرت عثمان کی نعش تین دن بے گور و کفن پڑی رہی اور نماز جنازہ بھی نہ ہوئی۔

جواب

اول تو یہ بات سراسر بہتان و افترا ہے۔ جب آپکے بڑے بڑے معتقد و رشتہ دار حضرات طلحہؓ و زبیرؓ عمرو بن العاص وغیرہ موجود تھے۔ جنہوں نے قصاص کیلئے جنگ کیلئے علم اٹھائے۔ اور نیز صدہا زر خرید جان نثار غلام بھی تھے۔ تو یہ کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ کہ آپکی نعش تین روز بے گور و کفن پڑی رہی ہو۔ اگر فرض کرو۔ کہ ایسا ہی ہوا۔ تو اس سے آپکی شان اقدس میں کیا کمی آسکتی ہے۔ کیا شہدائے کربلا کے ساتھ اشرار نے اس سے بڑھکر سلوک نہیں کیا۔ بلکہ مرثیہ خوان لوگ بڑی آب و تاب سے مجلسوں میں جھوم جھوم کر واقعات ذلت اہلبیت (شہیدان کربلا) بیان کیا کرتے ہیں۔ کیا اس سے معاذ اللہ ان کی شان والا میں کچھ نقص واقع ہو سکتا ہے۔ ایسے اعتراضات کرتے وقت شیعوں کو یہ خیال کر لینا چاہیے۔ کہ کیا اس سے ہم پر زد تو نہیں پڑتی۔ مگر انکا تو یہ اصول ہے۔ کہ پرائی شگون کیلئے اپنی ناک کٹوا دی جائے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ آپکی نعش مبارک بڑی عزت و احترام سے جنت البقیع میں دفن کی گئی۔ جو مدفن ازواج مطہرات و اولاد و امجاد و اکثر اصحابؓ باصفا ہے۔ اس امر کی تصدیق شیعہ کی مستند تفسیر جامع عباسی باب دوم میں درج ہے۔

غرض عثمان غنیؓ برگزیدہ خلیفہ رسول تھے۔ جنکو دوہری دامادی رسول و مقبول کا فخر حاصل تھا۔ آپ کے اخلاق طیبہ سے اسلام کو بہت بڑی مدد ملتی رہی۔ آپ کے عہد خلافت میں جانب غرب اندلس تک اور جانب شرق کابل و بلخ تک اسلامی مقبوضات کی وسعت ہوئی۔ اور بری و بحری بیڑہ عظیم کر کے اہل روم کو مسخر کیا گیا۔ عراق و عجم و خراسان زیر نگین سلطنت ہوئے پس آپکی شہادت سے ترقی اسلام کا خاتمہ ہوگیا۔ عہد امارت جناب امیر علیہ السلام میں صرف خانہ جنگیاں ہوتی رہیں۔ اور بہت سے اسلامی نفوس حفاظ و اصحابؓ نے جام شہادت نوش کیا۔ کسی شاعر نے آپکی منقبت میں یوں در فشانی کی ہے۔

نبی کی بہن کے تھے عثمانؓ بیٹے ؎ ہو کیا اس سے بڑھ کر نجابت غنیؓ کی
سب اسلامیوں سے ہوئی ور زبر دست ؎ ہوئی نفع بخش ایسی دولت غنیؓ کی
ہوئی فوت اک دوسری دین بیٹی ؎ یہ دل میں نبیؐ کے تھی وقعت غنیؓ کی
نبیؐ نے سفارت پہ بھیجا جو ؎ تو لی ہاتھ اپنے سے بیعت غنیؓ کی
علیؓ ان کے ہم زلف نہ کرتے سالا ؎ یہ سبطینؓ سے تھی قرابت غنیؓ کی
ہے اوراق تاریخ میں ثبت اب تک
شجاعت علیؓ کی سخاوت غنیؓ کی

(دائرۃ الاسلاح لاہور)

مدائح اصحاب ثلاثہؓ پر مکمل بحث ہو چکی۔ آپکے فضائل بشہادت کتاب اللہ و کتب شیعہ ثابت کر دیئے گئے ہیں۔

اب ہم تھوڑا سا تذکرہ اس امر کا کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ کہ جناب امیر علیہ الرضوان اور انکے اہلبیت کو اصحاب ثلاثہؓ سے کہاں تک محبت و پیار تھا۔ کہ زندگی میں تو ان سے شیر و شکر رہے۔ انکی وفات کے بعد ان کے اسمائے گرامی پر اپنی اولاد کے نام رکھے۔ تاکہ اگر ان کی صورتیں موجود نہیں۔ تو انکے نام پکار کر یاد تازہ کرتے رہیں۔

اصحاب ثلاثہؓ کے نام پر فرزندان علیؓ کے نام

کتب معتبر و تواریخ فریقین سے ثابت ہے۔ کہ جناب امیر نے اپنے ایک صاحبزادہ کا نام ابوبکرؓ رکھا۔ جو لیلیٰ بنت مسعود کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ ایک صاحبزادہ کا نام عمرؓ رکھا۔ جو حبیبہ بنت ربیعہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ ایک کا نام عثمانؓ رکھا۔ جو ام البنین بنت حزام بن خالد سے متولد ہوئے تھے۔ ایک صاحبزادی کا نام ام المومنین زوجہ رسول خدا کے نام پر میمونہ رکھا۔ دوسری دو صاحبزادیوں کا نام رقیہؓ و ام کلثومؓ رکھا۔ جو رسول پاک کی دو صاحبزادیوں کے نام تھے۔ جو حضرت عثمانؓ کی زوجیت میں آئی تھیں۔ ایسا ہی امام حسنؓ نے ایک صاحبزادہ کا نام ابوبکرؓ رکھا۔ ایک کا نام عمرؓ رکھا۔ جو آپکی جاریہ کنیز کے شکم سے پیدا ہوا تھا۔ یہ دونوں حضرت امام حسینؓ کیساتھ معرکہ کربلا میں شہید ہوگئے تھے۔ علیٰ ہذا القیاس امام زین العابدینؒ نے بھی اپنے ایک فرزند کا نام عمرؓ رکھا۔ اور حضرت امام موسیٰ کاظمؒ نے بھی اپنے ایک صاحبزادہ کا نام ابوبکرؓ رکھا۔ حضرت امام رضاؒ نے اپنی دختر کا نام عائشہ رکھا۔ اور حضرت علی نقیؒ نے بھی اپنی نور چشمی کا یہی نام رکھا۔

اب شیعہ حضرات سے ہم دریافت کرتے ہیں۔ کہ اگر جناب امیر علیہ الرضوان اور ان کے فرزندان گرامی کو حضرات ثلاثہؓ اور ازواج رسول مطہرات سے محبت و پیار نہ تھا۔ تو اپنی اولاد کے نام ان کے ناموں پر کیوں رکھے قاعدہ کی بات ہے کہ فوت شدگان سے جو بزرگ واجب الاحترام اور نیک شرافت سمجھا جاتا ہے۔ اس کا نام تبرکاً اولاد کا رکھا جاتا ہے۔ کوئی شخص دشمن کے نام پر اپنی اولاد کے نام نہیں رکھیگا۔ چنانچہ واقعہ کربلا کو مدتیں گذر گئیں لیکن اب تک کسی مسلمان نے اپنے فرزند کا نام یزید یا شمر نہیں رکھا۔ یہ ایک ایسی زبردست دلیل ہمارے ہاتھ میں فضیلت و عظمت صحابہؓ ثلاثہ ثابت کرنے کیلئے ہے۔ جس کا کوئی جواب شیعہ سے قیامت تک نہیں ہو سکتا پس تمام نزاع کے فیصلہ کیلئے یہی ایک بات کافی ہے۔ بشرطیکہ شیعہ احباب میں کوئی صاحب انصاف موجود ہو۔

ذرا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا ۔۔۔ بس اک نگاہ پہ ٹھیرا ہے فیصلہ دل کا

لطیفہ

ہمارے ایک شیعی دوست حکیم جمشید علی نامی جہلم میں رہتے ہیں۔ جو شیعوں کے لیڈر بنے ہوئے ہیں۔ ایک دفعہ ہم نے انکے سامنے اس امر کا تذکرہ کیا۔ کہ جناب امیرؓ نے اپنے فرزندوں کے نام اصحاب ثلاثہ کے نام پر کیوں رکھے۔ آپ تھوڑی دیر خاموش رہ کر کہنے لگے۔ کہ اس لئے ایسا کیا۔ تاکہ ان بیٹوں کے نام لیکر بوقت گالیاں تو دیا کریں۔ میں نے کہا آپ تو ماشاء اللہ عالم الغیب تھے۔ اور آپکو معلوم تھا۔ کہ آپکے لخت جگر امام حسینؓ کو یزید ملعون شمر بدبخت کے ذریعہ شہید کرائیگا۔ اس لئے آپکو اپنے بیٹوں کے نام یزید اور شمر رکھدینے چاہیئے تھے تاکہ انکو گالیاں دیکر دل کی بھڑاس نکالتے رہیں۔ نیز اگر یہی منطق درست ہے۔ تو اب آپ ہی اس کمی کو پورا کریں اپنے عزیزوں میں سے کسی کا نام یزید یا شمر رکھا کریں خوب تبرا بازی کیا کریں۔ بس آپ خاموش ہو گئے۔ افسوس یہ لوگ ان مقدس نفوس کو اپنے جیسا سمجھتے ہیں۔ گالی گلوچ کرنا مومنوں کی شان سے بہرحال بعید ہے۔ کافی کلینی کی حدیث دیکھو منافق کی علامات میں سے ایک یہ علامت لکھی گئی ہے۔ اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ۔ جب جھگڑتا ہے فحش گوئی کرتا ہے۔ جناب امیرؓ تو وہ پاک باطن تھے۔ کہ اپنے دشمن قاتل ابن ملجم لعین پر بھی رفق و مدارات کرنے کی سفارش فرمائی جیسا کہ جلاء العیون اردو ص ۲۷ میں ہے۔

"جب امیر کرم اللہ وجہہ نے اپنے قاتل کی امام حسنؓ سے سفارش کی۔ اور ارشاد کیا۔ اسے کھانا پانی دو اور اس کے پاؤں میں زنجیر نہ ڈالو۔ بلکہ اسکے ہمراہ رفق و مدارات کرو۔ اور جب میں دنیا سے رحلت کروں۔ اس پر ایک ضرب سے قصاص کرنا۔ اور جسم اسکا آگ سے نہ جلانا۔ اور مثلہ نہ کرنا یعنی ہاتھ پاؤں کان ناک اور جمیع اعضاء اس کے نہ کاٹنا۔

[1] ملاحظہ ہو نہج البلاغت صفحہ ۴۶۷۔

کہ جناب پیغمبرؐ نے فرمایا مثلہ ہرگز نہ کرو۔ اگرچہ سگ دیوانہ ہو۔ اور اگر میں اچھا ہو گیا سزاوار زیادہ ہوں۔ کہ اسے عفو کر دوں۔ اسلئے کہ ہم اہلبیت صاحب کرم و عفو و رحمت ہیں۔ پھر تعجب ہے کہ جمشید جیسے شیعہ آپ کی نسبت خیال کریں کہ اپنے بیٹوں کے نام اصحابؓ کے نام پر اس لئے رکھتے تھے۔ کہ انکو گالیاں دیکر دل کے بخار نکالتے رہیں جب زندہ ہیں تو انکی مدحت سرائی کرتے رہے۔ وظائف لیتے رہے۔ غنائم سے حصہ وصول کرتے رہے۔ اور ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔ ان کو نیک مشورے دیتے رہے۔ اپنی لخت جگر حضرت کو نکاح کر دی۔ تو ان کی وفات کے بعد گالیاں دینی کونسی جوانمردی ہے۔ خیر یہ ایک لطیفہ تھا۔ جو درج کیا گیا۔ فی الواقع اس کا جواب شیعہ کے پاس ہرگز ہرگز نہیں ہے۔

شیعہ سے چند سوالات

ہم شیعہ سے چند سوالات ...... کرتے ہیں۔ امید ہے کہ کوئی صاحب جواب باصواب سے مطلع کریں گے۔ اور اگر جواب نہ دیں سکیں۔ اور ہرگز نہیں دے سکتے۔ تو خدارا راہ راست پر آجائیں۔ اور اصحاب رسولؐ کی بدگوئی سے باز آجائیں۔

(۱) پہلا سوال یہی ہے۔ کہ اگر صحابہؓ ثلاثہ معاذ اللہ منافق و کافر تھے ...... انکو اہلبیت سے بغض و عداوت تھی۔ تو جناب امیر علیہ السلام اور ان کے اہلبیت نے اپنی اولاد کے نام انکے ناموں پر کیوں رکھے،

(۲) اگر نعوذ باللہ وہ کافر و منافق تھے۔ تو رسول پاکؐ نے اپنی بیٹیوں کے ناطے انکو کیوں دیئے۔ اور انکی بیٹیاں اپنی زوجیت میں کیوں لیں۔ حالانکہ قرآن نے اس سے صریح ممانعت کر دی ہے۔ کہ کفار کو ناطے دیئے جائیں یا ان سے لئے جائیں،

(۳) اگر معاذ اللہ وہ کافر و منافق تھے۔ تو جناب امیر علیہ السلام نے اپنی بیٹی ام کلثوم کیوں حضرت عمرؓ کو نکاح کر دی۔ اگر کہا جائے کہ انہوں نے جبراً چھین لی۔ تو آپکی شجاعت و غیرت پر حرف آتا ہے۔ اگر رضامندی سے دی تو انکی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

(۴) اگر وہ منافق و کافر تھے۔ تو جناب رسول پاک نے اور حضرت امیرؓ نے ان سے لڑائی کیوں نہ کی۔ حالانکہ قرآن کا حکم ہے۔ یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے۔ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰهِ اور کافروں سے قتال کیجئے تاکہ فتنہ مٹ جائے۔ اور دین حق پھیل جائے۔

(۵) جب بقول شیعہ صحابہؓ ثلاثہ نے جناب امیر علیہ السلام سے خلافت چھین لی۔ فدک دبا لیا۔ جناب سیدہؓ

کی بحث جنگ کی۔ جناب امیر علیہ السلام نے کیوں تلوار نہ اٹھائی۔ اگر کہو کہ صبر کیا۔ تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ امیر معاویہؓ سے کیوں جنگ کی کیوں ہزارہا مسلمانوں کی جانیں تلف کرائیں۔ اور پھر صبر کا حکم تھا۔ تو حضرت امام حسینؓ نے کیوں یزید سے لڑ کر اپنی اور معصوم بچوں کی جانیں قربان کیں۔

(۶) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا ۔ منافق لوگ نبی کی ہمسائگت میں زیادہ عرصہ تک نہیں ٹھہر سکیں گے۔ حالانکہ صحابہؓ ثلاثہ زندگی میں ہمیشہ جناب رسولؐ کے مصاحب خاص رہے۔ اور بعد وفات بھی ان کو ایسی مجاورت ہمنشینی حاصل ہے۔ کہ دیار آپ کے پہلو بہ پہلو سوئے ہوئے ہیں۔ ایسا کیوں ہوا۔

(۷) قرآن میں ہے لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ یار میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تو جب بقول شیعہ اصحاب ثلاثہ جناب رسولؐ اور جناب امیرؓ کے دشمن تھے تو کیوں رسول اکرمؐ نے ان کو دوست بنائے رکھا حتیٰ کہ سفر و حضر میں آپ کے رفیق رہے۔ اور پھر بعد وفات رسول جناب امیرؓ کیوں ان سے یارانہ گانٹھے رہے۔ اگر کہو کہ بے بس تھے۔ تو پھر ان سے ہجرت کیوں نہ کی جو ایسے موقع پر لازم ہے[1]

(۸) قرآن میں ہے۔ إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا ۔ (ہم اپنے رسولوں اور مومنوں کو نصرت بخشا کرتے ہیں۔) اگر اصحاب ثلاثہ مومن نہ تھے تو کیوں نصرت الٰہی ان کے شامل حال رہی۔ قیصر و کسریٰ کی حکومت الٹ دی، ملک بھر میں اسلامی سلطنت قائم ہو گئی۔ ہر ایک معرکہ میں مظفر و منصور ہوئے حتیٰ کہ خلافت بھی

(۹) اگر خلافت اصحاب ثلاثہ حق نہ تھی۔ تو حضرت شہربانو بنت یزدجرد دختر شاہ فارس جو غنیمت میں مقید ہو کر آئی تھی۔ اور حضرت عمرؓ نے امام حسینؓ کو دی۔ آپ نے کیوں قبول کی جبکہ یہ غنیمت درست اور حلال ہی نہ تھی تو امام معصوم نے کیوں عطیہ ناجائز اور نادرست میں تصرف کیا جو منافی عصمت ہے۔

(۱۰) جب متعہ اتنا بڑا ثواب کا کام ہے۔ کہ متعی مرد اور ممتوعہ عورت جب غسل کرتے ہیں۔ تو ہر ایک قطرہ سے ستر ستر فرشتے پیدا ہوتے ہیں۔ جو ان کے لئے قیامت تک استغفار کیا کرتے ہیں۔ تو ائمہ اہلبیت کیوں اس کار ثواب سے محروم رہے۔ کتب شیعہ سے ثابت ہے۔ کہ کسی امام نے متعہ نہیں کیا۔

(۱۱) کتب شیعہ سے ثابت ہے کہ علی المرتضیٰ رضؓ کے تین فرزند جن کا نام ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ تھا۔ وہ بھی امام حسینؓ کے ساتھ معرکہ کربلا میں شہید ہوئے۔ مرثیوں میں ان کا نام کیوں ذکر نہیں کیا گیا جبکہ وہ

[1] چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (النساء ع) اس آیت کے تحت میں شیعوں کی مشہور تفسیر صافی میں یوں لکھا ہے۔ أقول وفي الآية دلالة على وجوب الهجرة من موضع لا يتمكن فيه من إقامة دينه (منظور حسین غفرلہ)

علی المرتضیٰ رضؓ کے فرزند تھے اور اپنے بھائی جناب امام حسینؓ پر انہوں نے بھی جانیں قربان کر دی تھیں۔

(۱۲) کتب شیعہ میں تصریح ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام نے قرآن جمع کر کے اصحابؓ کو دکھلایا تھا۔ انہوں نے قبول نہ کیا۔ تو آپ نے کہا اب تم لوگ اس قرآن کو تا قیامت نہ دیکھو گے۔ وہ قرآن اس وقت کہاں ہے۔ اگر وہ ہدایت خلق کے لئے تھا۔ تو اس کے اتنا عرصہ گم رکھنے کی کیا وجہ ہے۔ اور ایسے قرآن سے مسلمانان عالم کو کیا فائدہ ہے۔ اگر امام غائب علیہ السلام نے اس کو چھپا رکھا ہے۔ تو کیا وہ کتاب ہدایت چھپا رکھنے کے مجرم نہیں ہیں۔

کافی کلینی میں تصریح ہے۔ کہ رسول پاک کے فوت ہوتے ہی تمام اصحابؓ سوائے تین چار کے اسلام سے پھر گئے پھر بعثت رسولؐ اور نزول قرآن سے کیا فائدہ ہوا۔ کیا خدا نے ان تین چار آدمیوں کیلئے اتنا بڑا سامان کیا۔ اور پھر سوال یہ ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام صرف ان ہی تین چار بزرگوں کے اجماع سے خلیفہ ہوئے۔ تو آپ امیر المومنین نہیں کہلا سکتے۔ بلکہ آپ تو صرف تین چار کے امیر ہوئے۔

کیا کوئی شیعہ بزرگ ان چند سوالات کا کوئی معقول جواب دیں گے۔ ہمیں تو امید نہیں ہے۔ ؎

عاشق ہوئے ہیں یار کے ہم کس امید پر — جز آہ نارسا کوئی امید ہی نہیں

اصحابؓ ثلاثہ کے متعلق کافی بحث ہو چکی۔ اب ہم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا تذکرہ کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ

یوں تو حضرات شیعہ کی زبان طعن سے انسان تو کیا۔ خدا اور رسول بھی نہیں بچے۔ لیکن اصحابؓ ثلاثہ کے بعد زیادہ تر غیظ و غضب شیعہ اصحاب کو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضؓ سے ہے۔ اور آپ کے خلاف چند الزامات لگائے گئے ہیں جن کا جواب دینا فرض ہے۔

پہلا طعن۔ قرآن مجید میں ہے۔ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ (اپنے گھروں میں بیٹھی رہو۔ اور زمانہ جاہلیت کی طرح باہر نہ نکلا کرو) حضرت عائشہؓ نے اس حکم کی مخالفت کی۔ کہ معرکہ کارزار میں نکل کر شریک جنگ ہوئیں۔ جہاں کہ ہزارہا کی تعداد میں نامحرم اشخاص موجود تھے۔

جواب۔ نادان معترض جن کو تدبر فی القرآن نصیب نہیں۔ آیات قرآن کے معنی کرتے وقت ہمیشہ ٹھوکر کھاتا ہے۔ کیا اس کا یہ معنی ہے۔ کہ گھر کی چار دیواری میں عمر بھر ایسی محبوس و مقید رہیں کہ گھر سے باہر نکلنا کسی دینی ضرورت کیلئے بھی جائز نہ ہو۔ ہرگز نہیں۔ آنحضرتؐ ازواج مطہرات کو حج و عمرہ کے لئے ساتھ لیجایا کرتے تھے۔ میکے جانے، عیادت مریض، تعزیت قریبی میت کی ممانعت نہ تھی۔ غزوات میں بھی ساتھ لیجانے کی اجازت

تھی۔ پھر آیت سے مخالف کا استدلال صحیح نہیں ہے۔ آیت کا معنی یہ ہے۔ کہ زمانہ جاہلیت میں جیسے عورتیں بے حجاب ہو کر زیورات زرق برق لباس پہنے بازاروں میں پھرتی تھیں۔ اب اسطرح بے پردہ پھرنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے اس کی تشریح ہوتی ہے۔ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (اے نبی اپنی عورتوں بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں کو کہدیجیے۔ کہ اپنے منہ پر چادر (نقاب) ڈال لیا کریں۔ یہ اسبات کے قریب تر ہے۔ کہ پہچانی نہ جائیں۔ اور ایذا نہ اٹھائیں۔) حدیث میں ہے۔ کہ اس آیت کے بعد آنحضرت ؐ نے فرمایا۔ اُذِنَ لَكُنَّ اَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ (اب تمہیں اجازت دیگئی ہے۔ کہ اپنی حاجت کیلئے نکل سکو)

حضرت عائشہ ؓ صدیقہ رضؓ چونکہ مظلوم خلیفہ عادل کے قصاص کیلئے سفر میں نکلنے پر مجبور ہوئی تھیں۔ اس لئے یہ سفر جہاد، حج، عمرہ کے سفر کیطرح ایک دینی ضرورت تھی۔ جس پر طعن نہیں ہو سکتا۔ پھر آپکے ساتھ آپکے اقارب میں سے عبداللہ بن زبیر ؓ آپکے ہمشیرہ زاد اسماء بنت ابوبکر ؓ اور انکی اولاد سب محرم تھے۔ علاوہ ازیں آپ ام المومنین ہونے کیوجہ سے تمام مسلمانوں کی ماں اور سب ان کے فرزند تھے۔ اس لئے آپکے اس سفر پر معترض ہونا شیعہ کی سخت حماقت ہے۔ ابن قتیبہ اپنی تاریخ میں جو شیعہ کی معتمد علیہ ہے۔ رقمطراز ہے۔ لَمَّا بَلَغَهَا بَیْعَةُ عَلِیٍّ اَمَرَتْ اَنْ یُّحْمَلَ لَهَا هَوْدَجٌ مِّنْ حَدِیْدٍ جُعِلَ فِیْهِ مَوْضَعُ الدُّخُوْلِ وَالْخُرُوْجِ فَخَرَجَتْ وَاَبْنَاءُ الطَّلْحَةِ وَالزُّبَیْرِ مَعَهَا۔ (جب حضرت عائشہ ؓ کو بیعت علی المرتضیٰ ؓ کی اطلاع ملی۔ حکم دیا کہ آپ کیلئے ایک آہنی کجاوہ بنایا جائے۔ اور اس میں اندر آنے اور نکلنے کا راستہ رکھا جائے۔ پس آپ نکلیں جب طلحہ ؓ و زبیر ؓ کے فرزند آپکے ہمراہ تھے۔ اب بتلایئے ایک اہم دینی ضرورت کیلئے اپنے محرموں کیساتھ سفر کرنے پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ جبکہ پردہ کا بھی اس قدر اہتمام کیا جائے۔

غالباً شیعہ صاحبان اہلسنّت پر ایسے اعتراض کرتے کے وقت اپنے گھر سے بیخبر ہو جاتے ہیں۔ شیعہ کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ حضرت فاطمۃ الزہرا ؓ گھر سے باہر نکل کر حضرت عمر رضؓ سے دست و گریبان ہوئیں۔ فَاَخَذَتْ بِتَلَابِیْبِ عُمَرَ وَجَذَبَتْهُ اِلَیْهَا۔ (جناب سیدہ ؓ نے عمر ؓ کا گریبان پکڑ لیا اور اپنی طرف کھینچا) کیا ایک پردہ نشین خاتون کو ایک نامحرم شخص سے یوں دست و گریبان ہونا جائز ہے۔ شیعہ اسبات کے بھی قائل ہیں۔ کہ جناب سیدہ نے باغ فدک کیلئے دربار خلافت میں اصالتاً جاکر دعویٰ کیا۔ یہ بھی شیعہ کی کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ غصب خلافت و دیگر حقوق پر جناب امیر علیہ السلام خاتون جنت ؓ کو سوار کرکے مہاجرین و انصار کے گھر پھر

لہ اصول کافی ص۲۱۱ ۲ہ حق الیقین ص۲۱۲ میں ہے بیں نے تمام قرآن جمع کیا۔ ابدا سکے فاطمہ ؓ حسنین کا ہاتھ تھام کر تمام اہل بدر

(باقی ص۲۶۵ پر)

کیا یہ باتیں جائز تھیں؟

دوسرا طعن: حضرت عائشہ رضؓ نے جناب امیر ؓ سے بغاوت کی اور جنگ کیا۔ حالانکہ خلیفہ کی بغاوت جائز نہیں اور جرم کبیرہ ہے۔

جواب: اسی قسم کا اعتراض جناب امیر علیہ السلام پر عائد ہوتا ہے۔ کہ بحکم وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ رسول کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔ حضرت عائشہ ؓ حضرت علی رضؓ کی ماں تھیں۔ آپکو ان سے جنگ کرنا ہرگز جائز نہ تھا۔ قرآن میں ہے۔ فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ (ماں باپ کو اف تک بھی نہ کہو)

حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ جنگ و جدل طرفین کی کسی بدنیتی پر مبنی نہ تھا۔ بلکہ ہر دو فریق کی اجتہادی غلطی تھی۔ حضرت عائشہ ؓ اور ان کے طرفدار حضرت عثمان کا قصاص لینے کیلئے ان کے قاتلین کو امیر علیہ السلام سے مانگتے تھے۔ جناب امیر علیہ السلام انکی شرارت کے اندیشہ سے انکو حوالہ نہ کر سکے۔ دوسری طرف سے سمجھا گیا۔ کہ قتل عثمان رضؓ میں آپکا بھی کچھ ہاتھ ہے۔ حالانکہ امیر علیہ السلام اس الزام سے پاک تھے جس کا اظہار بار بار آپ بذریعہ خطوط و خطبات کرتے رہے۔ اسی طرح جناب امیر علیہ السلام اور انکے معاونین نے خیال کیا۔ کہ دوسرا فریق خلیفہ سے باغی ہو کر جنگ کرنا چاہتا ہے۔ طرفین سے معرکہ کی جنگ ہوئی۔ بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔ آخر کار صلح و صفائی ہوئی۔ حضرت عائشہ ؓ اپنے کئے پر پشیمان ہوئیں جناب امیر علیہ السلام نے انکو بڑی عزت و تکریم سے گھر پہنچایا۔ اور دلی صفائی ہو گئی۔ اب اسبات پر طعن کرنا خود مورد طعن بننا ہے۔ اعتراض ہر دو فریق پر یکساں عائد ہوتا ہے۔ فَمَا هُوَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا۔

حضرت عائشہ رضؓ مومنوں کی ماں ہیں۔ آپکو یہ فضیلت حاصل ہے۔ کہ آپکے حجرہ میں آپ کی گود میں حضور ؐ کا وصال ہوا۔ آپ کی نسبت قرآن کریم میں آپ کی برأت کے متعلق آیات نازل ہوئیں۔ اور آپکے قاذفین (اور بہتان لگانے والوں) کو عتاب ہوا۔ پھر جو لوگ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی بدگوئی کرتے ہیں۔ وہ خدا و رسول سے [illegible]

(بقیہ ص۲۶۴) اور ان لوگوں کے گھر گیا۔ کہ راہ دین میں سعی و کوشش کی تھی۔ اور ان کو قسم دی تھی۔ کہ میرے حق کی اعانت کریں۔ اور ان کو اپنی نصرت و اعانت کے لئے طلب کیا۔ مگر ان میں سے چار شخصوں کے سوا کسی نے میرا قول قبول نہ کیا۔ اور وہ چار شخص یہ ہیں سلمان۔ ابوذر۔ مقداد اور عمار رضی اللہ عنہم اور ایسا ہی منار الہدیٰ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت علی ؓ نے حضرت فاطمہ ؓ کو گدھے پر سوار کیا اور اپنے ہمراہ امام حسن ؓ اور امام حسین ؓ کو لیکر حضرت ابوبکر ؓ کے خلاف امداد حاصل کرنے کیلئے مہاجرین و انصار کے دروازوں پر پھرتے رہے۔ اصل عبارت یہ ہے۔ [illegible] علی ابی بکر ورکب فاطمۃ علی حمار [illegible] الحسن والحسین [illegible] الی دور المھاجرین والانصار [illegible] علی ابی بکر [illegible] الاربعۃ او خمسۃ [illegible]

[illegible]

ہیں۔ اعاذنا اللہ منہم۔

تیسرا طعن ۔ حضرت عائشہ رضؓ نے روضہ مطہرہ میں اپنے باپ اور حضرت عمرؓ کو دفن کرنے کی اجازت دی حالانکہ اس مکان کی آپ اکیلی مالک نہ تھیں۔ تمام ورثاء کا حق تھا۔

جواب ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ازواج مطہرات کو الگ الگ مکان دیکر ان کو ان کا مالک کر دیا ہوا تھا۔ چنانچہ یہ حجرہ جو مدفن ..... رسولؐ و خلفائے رسولؐ ہے حضرت عائشہؓ کا حجرہ تھا جو انکی ملکیت تھا۔ اس لئے انکو اختیار تھا۔ کہ اپنے باپ اور حضرت عمرؓ کی منزلت کی وہاں اجازت دیں۔ اگر عائشہؓ کی ملکیت نہ تھی تو حضرت امام حسنؓ نے اپنے مزار کیلئے حضرت عائشہ سے کیوں اجازت طلب فرمائی۔ یہ روایت کتب شیعہ میں موجود ہے۔ قرآن سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ حجرات ازواج مطہرات کی ملکیت تھے۔ جہاں وہ بستی تھیں۔ قرآن میں ہے۔ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ (اور اپنے گھروں میں ٹھیری رہو) غرض یہ اعتراض نہ تو جناب امیر علیہ السّلام نے ہی نہ دیگر ائمہ اہلبیت کو سوجھا۔ اب شیعہ ایسے بیہودہ اعتراضات اٹھانے لگے ہیں ہم تو یہی کہیں گے ؎

کون سنتا ہے کہانی تیری او یار غلط   کیوں لغل میں لئے پھرتا ہے یہ طومار غلط

اب ہم حضرت امیر معاویہ رضؓ کا ذکر کرتے ہیں جن کو شیعہ صاحبان سخت ملعون کرتے ہیں۔

حضرت امیر معاویہؓ

شیعہ صاحبان حضرت معاویہ رضؓ کو بہت کوستے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے جناب امیر علیہ السلام سے جنگ کی اس کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے۔ کہ یہ ناگوار واقعہ طرفین کی اجتہادی رائے کیوجہ سے ہوا۔ وہ باہم مذہبی بھائی تھے۔ اصحابؓ رسول تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ کاتب وحی بھی تھے حضورؐ کے سالہ بھی تھے آپکی شان میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ حضورؐ سے آپ نے بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔ پھر اس ایک واقعہ سے جسکا خاتمہ صلح پر ہوا۔ آپکو برا کہنا۔ اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرنا ہے۔ بھائیوں کے درمیان تنازعات ہوا کرتے ہیں۔ اور صلح و صفائی بھی ہو جاتی ہے لیکن ایک اجنبی شخص کا حق نہیں ہے۔ کہ اس تنازعہ کیوجہ سے ایک کو برا بھلا کہے۔

حضرت یوسفؑ پر انکے بھائیوں نے کسقدر مظالم توڑے اور تکلیف دی تھی۔ لیکن آخر یوسفؑ نے انکی خطا کو معاف کر دیا۔ باہم بغلگیر ہوئے۔ ایسا ہی یہ واقعہ ہے۔ دیکھنا یہ ہے۔ کہ جناب امیر علیہ السّلام نے اس بارہ میں کیا فتویٰ دیا ہے انکو مسلمان اپنا بھائی قرار دیا ہے۔ یا کافر و منافق اور انکو لعن طعن کرنیکا حکم دیا ہے۔ یا اس سے منع فرمایا ہے۔

سو آپ نے ایک گشتی چٹھی بدستخط خاص تحریر فرما کر مختلف بلاد و امصار میں شائع کی تھی جو نہج البلاغت مطبوعہ طہران ۱۳۰۲ھ میں ہے۔ درج ذیل کیجاتی ہے جس سے امیر علیہ السلام کے خیالات کا پتہ چلتا ہے۔ جو امیر معاویہ اور انکی جماعت کی نسبت بعد واقعہ جنگ تھے۔ وَمِنْ کِتَابٍ لَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَتَبَہٗ اِلٰی اَھْلِ الْاَمْصَارِ یَقْتَصُّ بِہٖ مَا جَرٰی بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اَھْلِ صِفِّیْنَ وَکَانَ بَدْءُ اَمْرِنَا اِنَّا الْتَقَیْنَا وَالْقَوْمَ مِنْ اَھْلِ الشَّامِ وَالظَّاھِرُ اَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ وَدَعْوَتَنَا فِی الْاِسْلَامِ وَاحِدَۃٌ وَلَا نَسْتَزِیْدُھُمْ فِی الْاِیْمَانِ بِاللّٰہِ وَالتَّصْدِیْقِ بِرَسُوْلِہٖ وَلَا یَسْتَزِیْدُوْنَنَا الْاَمْرُ وَاحِدٌ اِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِیْہِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَنَحْنُ مِنْہُ بُرَآءٌ (ترجمہ) حضرت علیؓ نے ایک دستخطی چٹھی لکھکر مختلف بلاد و امصار میں مشتہر فرمائی۔ اس میں جنگ صفین کا واقعہ درج تھا۔ کہ ہمارے معاملہ کی ابتدا یوں ہے۔ کہ ہماری اور اہل شام کی آپس میں جنگ چھڑ گئی۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ ہم دونوں فریق کا ایک خدا اور ایک رسولؐ ہے۔ اور ہمارا اسلام میں بھی دعویٰ ایک سا ہے۔ ہم ان سے دربارہ اعتقادات توحید و رسالت کچھ زیادتی نہیں چاہتے اور نہ اس بارہ میں وہ ہم سے کچھ زیادتی کے طالب ہیں۔ بات ایک ہی ہے۔ اختلاف صرف خون عثمان رضؓ کے متعلق تھا۔ حالانکہ ہم اس الزام سے بری ہیں)

حضرت امیر علیہ الرضوان کا یہ مکتوب امر متنازعہ کے متعلق ایک قاطع النزاع صریح فیصلہ ہے۔ آپنے اس میں بالتصریح تحریر فرمایا۔ کہ ہمارا اور اہل شام (حضرت معاویہ اور ان کے گروہ) کا اسلام اور ایمان کے بارے میں کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔ وہی خدا اور رسولؐ انکا ہے۔ جو ہمارا ہے۔ اور اسلام بھی ہر ایک فریق کا ایک سا ہی ہے۔ اعتقادات میں بھی کوئی نزاع نہیں ہے۔ ہم انکو توحید و رسالت میں کامل الایمان سمجھتے ہیں۔ اور وہ ہم کو بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ ہمارا اور ان کا صرف یہ اختلاف تھا۔ کہ انہوں نے اپنے خیال میں حضرت عثمانؓ کے قتل کا ذمہ دار ہمیں قرار دیا۔ حالانکہ ہم اس الزام سے بالکل بری الذمہ ہیں۔

بتائیے ایسے صریح فیصلہ کے بعد حضرات شیعہ ہم سے کیا ثبوت چاہتے ہیں جناب امیرؓ جن سے جنگ ہوئی وہ تو تمام اسلامی عقائد میں امیر معاویہؓ کو اپنے جیسا مسلمان سمجھتے ہیں لیکن شیعہ صاحبان برخلاف فیصلہ جناب امیرؓ انکو کافر و منافق قرار دیتے ہیں۔ اب ناظرین خود ہی انصاف کریں۔ کہ قول امیرؓ کو معتبر سمجھا جائے یا شیعہ کو۔ ہر ایک منصف شخص اس مکتوب کے پڑھنے کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کو ایسا ہی کامل الایمان سمجھیگا جیسے امیر علیہ الرضوان انکو سمجھتے تھے۔ ہاں جن کے دلوں پر خدا نے مہر کر دی ہے۔ وہ مجبور ہیں۔

اگر حضرت امیر معاویہؓ معاذ اللہ فاسق و منافق ہوتے۔ تو حضرت امام حسنؓ ہرگز ان کی بیعت نہ کرتے۔ بلکہ تلوار اٹھا کر ان سے مقابلہ کرتے۔ جیسا کہ بعد میں امام حسینؓ نے یزید لعین سے مقابلہ کیا۔ اہل انصاف کیلئے اسقدر بحث اس بارہ میں کافی ہے۔ ہاں ضد کا کوئی علاج ہی نہیں۔

حضرت معاویہؓ کے فضائل کے متعلق اخبار النجم[1] لکھنؤ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۳۴ء سے ایک مضمون ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو جمیع اصحاب رسولؐ کی محبت و عقیدت عطا فرمائیں۔

سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

حامداً و مصلیاً۔ ارباب بصیرت و اہل فہم و فراست پر اظہر من الشمس ہے۔ کہ ابتدائے آفرینش سے لے کر زمان نبوت تک جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام اور اللہ رب العزت کی برگزیدہ ہستیاں دنیا کی ہدایت کیلئے تشریف لائیں۔ اور اپنے اپنے نور ہدایت سے عالم میں اجالا پھیلایا۔ اور جیسا کہ حق تھا تشنگان ہدایت کو سیراب فرمایا۔ اور طالبان فیض کو فیض پہنچایا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے بھٹکے ہوئے راستہ سے صراط مستقیم پر آگئے۔ اور بھولے ہوئے منعم حقیقی کو پہچان لیا۔ لیکن پھر بھی ان مقدس ہستیوں کو مطعون کیا گیا جہاں تک ہو سکا انکی ایذا رسانی کی گئی۔ اتہامات اور الزامات کا طوفان برپا ندھا گیا۔ انکے پاک دامن کو گالم گلوچ اور سب و شتم سے ملوث کیا گیا ایسے ہی جتنے اولیاء کرام و مشائخ عظام آج تک پیدا ہوئے۔ ان پر بھی طعن و تشنیع کا بازار گرم کیا گیا۔ اور کتنے جلا وطن اور شہر بدر کر دیئے گئے اور کتنوں کے لیے خانماں کیا گیا۔ خود ہمارے آقا تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر کہا گیا۔ مفتری اور کذاب کے خطاب سے یاد کیا گیا حتیٰ کہ مجنون اور پاگل بھی بنائے گئے والله عزیز ذو انتقام۔ اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ خود اللہ جل جلالہ پر بھی اعتراض کیا گیا۔ اسی سلسلہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مبارک ہستیاں ہیں کہ ایک گروہ نے انکو بھی برا کہا۔ ان کی توہین اور ان پر تبرا اور سب و شتم کرنے کو اپنا دین سمجھا۔ حالانکہ صحابہ کرام کو خدا وند قدوس نے جو فضیلت بخشی اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی جو عزت کی اور تعریف فرمائی قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں انکے متعلق دفتر کا دفتر موجود ہے۔ مگر ایک گروہ جو اپنی دریدہ دہنی سے باز نہیں آتا برابر ان پر لعن و طعن کرتا رہتا ہے۔

اور ان سے ہمیں کیا شکوہ خود ہمارے یہاں بعض ایسے حضرات موجود ہیں جو بظاہر سنی حنفی اپنے کو کہتے ہیں لیکن در حقیقت حجازی شعار یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فاسق و فاجر تھے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ حجازی شعار میں نے اس وجہ سے کہا کہ اصل میں شعار اس کو کہتے ہیں جو کھلم کھلا ہو۔ مگر بظاہر اہلبیت رضی کی محبت۔ اور بزرگان دین کی مودت ظاہر کرتا ہے۔ جب تمام لوگ اس کے دام فریب میں پھنس جاتے ہیں تب اس عقیدہ باطلہ کا زہر لوگوں میں پھیلا کر ذخر ایمان کو تباہ و برباد کر دیا کرتا ہے۔ العیاذ باللہ ہمارے

[1] یہ اخبار زیر سرپرستی حضرت مولانا عبد الشکور صاحب انکے صاحبزادگان کے زیر ادارت لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے جس کو اہلسنت والجماعت کا واحد آرگن کہنا چاہیئے۔ جو اہل تشیع کے زہریلے اخبارات و رسائل کا اکیلا ڈٹ کر مقابلہ کر رہا ہے۔ اس کے علمی محققانہ مضامین قابل داد ہیں۔ ہر ایک ذی علم سنی مسلمان کے گھر ہونا چاہیئے۔ ۱۲

دیار میں بھی ایسے نام نہاد سنی حنفی جماعت کا وجود پیدا ہو چلا ہے اس لئے اس مسئلہ پر کچھ لکھنے کی جرأت ہوئی۔ واللہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم ط

حضرات! معلوم نہیں کس دل سے یہ لوگ بدزبانی کرتے ہیں قلم لرزتا ہے۔ اور دل دہلتا ہے۔ کہ وہ مقدس ہستیاں جنکی شان میں تمام امت کا اتفاق ہو۔ الصحابۃ کلهم عدول (یعنی اصحاب رسول سب عادل ہیں) جن کے فضائل میں احادیث نبویہ کا خزانہ معمور ہو۔ اور قرآن کریم جن کے ایمان اور قوت ایمان پر شاہد عدل ہو کیسے ان کی تفسیق کی جائے۔ خواہ کیسا ہی ادنیٰ درجہ کا صحابی کیوں نہ ہو۔ بالخصوص جب تمام اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہو۔ کہ کتنا ہی بڑا غوث قطب کیوں نہ ہو ایک ادنیٰ درجہ صحابی کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا جیسا کہ بزرگان دین کے مقالات گرامی قدر سے ظاہر ہو رہا ہے۔

چنانچہ از غوث الثقلین قدس سرہ منقول است کہ اگر در رہ گذر حضرت امیر معاویہؓ نشینم و گرد سم اسپ بر من افتد باعث نجات می شناسم (فتاوی امدادیہ صفحہ ۱۲۳۔ جلد ۴)

"غوث الثقلین حضرت شیخ عبد القادر قدس سرہ سے منقول ہے۔ کہ اگر حضرت امیر معاویہؓ کے رہگذر میں بیٹھوں اور آپ کے گھوڑے کے سم کا غبار میرے اوپر پڑ جائے تو میں اسکو باعث نجات خیال کروں۔ سبحان اللہ کیا جلالت شان ہے۔ اور سنیئے۔

امام ہمام عبد اللہ بن مبارکؒ سے سوال کیا گیا۔ کہ حضرت معاویہؓ افضل ہیں۔ کہ عمر بن عبد العزیز۔ ان کی شان میں بس اتنا ہے۔ کہ ان کو عمر ثانی کہا گیا۔) تو جواب دیا۔ واللہ ان الغبار الذی دخل فی انف فرس معاویۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل من عمر بالف مرۃ (شفق معاویہ من فرقۃ الغاویہ صفحہ ۲۵) یعنی خدا کی قسم وہ غبار جو حضرت امیر معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گھسا ہے۔ عمر بن عبد العزیزؒ سے ہزار درجہ افضل ہے۔ اسی طرح بہت سے بزرگوں کے اقوال حضرت امیر معاویہؓ کی فضیلت میں منقول ہیں۔ مگر منصف مزاج حضرات کیلئے انہیں دونوں بزرگوں کی شہادت کافی ہے۔ اب آئیے کتب فن رجال کی بھی سیر فرمایئے۔

تقریب التہذیب میں ہے۔ معاویہ بن ابی سفیان رضؓ خلیفۃ صحابی اسلم قبل الفتح وکتب الوحی۔ (حضرت معاویہ بن سفیان رضؓ خلیفہ صحابی ہیں۔ فتح کے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ اور آپ نے وحی لکھی ایک شاعر اسی کے متعلق کہتا ہے ؎

قد کان کاتب وحیہ وامینہ ؛ سند الامانۃ حاصل لمعاویۃ رضؓ

یعنی حضرت معاویہؓ کاتب وحی تھے جسکی وجہ سے آپکو امین ہونیکی سند حاصل ہے۔ کہ وحی جیسا

مہتم بالشان کام آپ کے سپرد کیا گیا۔ علامہ صفی الدین اپنی کتاب خلاصہ میں تحریر فرماتے ہیں معاویۃ بن ابی سفیان صخر بن حرب الاموی ابو عبد الرحمٰن اسلم زمن الفتح لہ مائۃ وثلثون حدیثًا۔ امیر معاویہؓ فتح مکہ کے زمانہ میں اسلام لائے اور آپ سے ۱۳۰ حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔
تاریخ الخلفاء میں ہے۔ کہ حضرت معاویہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۶۳ احادیث روایت کی ہیں۔ اور آپ سے بہت سے صحابہؓ مثلاً ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ، ابو الدرداءؓ، جریر البجلیؓ، نعمان بن بشیر وغیرہم اور تابعی مثلاً ابن المسیبؒ، حمید بن عبد الرحمٰنؒ وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین نے روایت کی ہے۔ آپ ہوشیاری، دانائی، اور بردباری میں بہت زیادہ مشہور تھے۔ آپکی فضیلت میں بہت زیادہ احادیث وارد ہیں۔ آپکا حلم ضرب المثل تھا چنانچہ ابن ابی الدنیاؒ اور ابوبکر بن ابی عاصمؒ نے تو آپ کے حلم پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ حضرت امیر معاویہ لمبے قد خوبصورت اور وجیہہ آدمی تھے آپکی طرف عمر رضی اللہ عنہ دیکھکر فرمایا کرتے تھے کہ یہ عرب کے کسریٰ ہیں۔ نیز حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ معاویہؓ کو برا نہ سمجھو جس وقت یہ تمہارے پاس سے اٹھ جائیں گے تو تم دیکھو گے کہ بہت سے سر تن سے جدا کئے جائیں گے۔ مقری کہتے ہیں۔ کہ لوگوں پر تعجب ہے۔ کہ کسریٰ اور ہرقل کا تو ذکر کرتے ہیں مگر امیر معاویہ کو بھول جاتے ہیں۔ (بیان الامراء ترجمہ تاریخ الخلفاء ص ۲۰۰-۲۰۲)

حافظ شمس الدین ذہبی میزان الاعتدال میں ارقام فرماتے ہیں۔ ولی الشام عشرین سنۃ وملک عشرین سنۃ وکان حلیمًا کریمًا سائسًا عاقلًا للامارۃ کامل السؤدد۔ کہ حضرت امیر معاویہؓ بیس سال شام کے والی اور بیس سال مالک رہے۔ اور حلیم کریم تھے۔ اور مسلمین کے مالک تھے عقلمند امیر ہونے کے لائق اور سرداری کے لئے کامل تھے۔

حضرات! حضرت امیر معاویہؓ بہت بڑے مجتہد تھے۔ اگر انکی شان فقاہت اور اجتہاد بھی ملاحظہ فرمانا ہو تو بخاری اور مشکوٰۃ ملاحظہ فرمائیے۔ ابن عباسؓ سے سوال کیا گیا۔ کہ امیر المومنین معاویہؓ وتر ایک رکعت پڑھتے ہیں۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا۔ اصاب انہ فقیہ کہ معاویہؓ صاحب الرائے شخص ہیں۔ اور فقیہ ہیں۔ اور ایک اور روایت میں ہے۔ دعہ انہ صحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم (مشکوٰۃ ص ۱۱۲) یعنی معاویہؓ کو کچھ نہ کہو۔ وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ بخاری میں ہے۔ عن حمید بن عبد الرحمٰن انہ سمع معاویۃ بن ابی سفیان یوم عاشوراء عام حج علی المنبر یقول یا اھل المدینۃ این علماؤکم سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ھذا یوم عاشوراء ولم یکتب اللہ علیکم صیامہ وانا صائم فمن شاء فلیصم ومن شاء فلیفطر (بخاری شریف جز ا ص ۲۶۸) حمید بن عبد الرحمٰن نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو حج کے سال میں عاشورہ کے دن منبر پر کہتے ہوئے سنا۔ کہ اے اہل مدینہ کہاں ہیں تمہارے علماء میں نے رسول اللہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔ کہ یہ یوم عاشورہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کا روزہ فرض نہیں کیا۔ البتہ میں روزہ دار ہوں پس جس کا جی چاہے روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے افطار کرے حضرات اس طرح سے مجمع عام میں تمام علماء کو دعوت دیکر حکم شرعی بیان فرمانا مجتہد ہی کی شان ہے اور شما کا کام نہیں۔ پھر بھی باوجود اتنے فضائل وکمالات کے فسق کا فتویٰ دینا اور حضرت معاویہؓ سے بدگمانی کرنا کہ اہلبیت کے نعوذ باللہ آپ دشمن تھے حضرت علیؓ حضرت حسنؓ اور امیر معاویہؓ میں جو کچھ ہوا یا اور جتنے واقعات مابین صحابہؓ اس قسم کے واقع ہوئے۔ یہ محض خطا اجتہادی پر مبنی تھے۔ اور ہر فرد اپنے آپ کو حق پر سمجھتا تھا بغض وعناد کی وجہ سے بالخصوص جب تینوں حضرات میں صلح ہو گئی۔ جیسا کہ تمہید شرح عقائد میں ہے۔ لا یجوز اللعن علی معاویۃؓ لان علیًا صالح معہ وفیہ ان الحسنؓ بن علیؓ صالح معہ ولو کان مستحقا للعن لکان لا یجوز الصلح معہ (الفرقۃ الغاویہ ص ۵ شرح عقائد ص ۱۱۶) یعنی حضرت معاویہؓ پر لعن جائز نہیں۔ کیونکہ حضرت علیؓ نے ان سے صلح کر لی تھی۔ اور اسی حاشیہ میں ہے کہ حضرت حسنؓ نے بھی آپ سے مصالحت فرمالی تھی۔ اور اگر حضرت امیر معاویہؓ لعن کے مستحق ہوتے تو البتہ ان کے ساتھ صلح جائز نہ ہوتی۔ (وفی امداد لا یجوز الطعن فی المعاویۃ لانہ من کبار الصحابۃؓ (حوالہ بالا) حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں طعن جائز نہیں کیونکہ وہ کبار صحابہ میں سے ہیں۔ علامہ نووی شارح مسلم رقمطراز ہے واما معاویۃؓ فہو من العدول الفضلاء والصحابۃ النجباء (نووی شرح مسلم جلد ۲ ص ۲۷۲ وترجمہ مظاہر حق ص ۲۴۲ جلد ۴) یعنی حضرت امیر معاویہؓ فضلاء عادلین اور صحابہ اخیار میں سے ہیں۔ صاحب تاریخ الخلفاء چند واقعات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جب ہمارے اصحاب کا ذکر کیا جائے تو خاموش ہو جاؤ۔ اس لئے مجال دم زدنی نہیں۔ (بیان الامراء ص ۱۸۵) بہر کیف اگر ذاتی عداوت ان باہمی لڑائیوں کا سبب ہوتی تو صلح مشکل ہوتی۔ اس کے علاوہ بیہقی اور ابن عساکر نے ہشام کے والد سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت معاویہؓ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت حسنؓ کو ایک لاکھ سالانہ وظیفہ ملا کرتا تھا۔ (بیان الامراء ص ۲۰۲) کیا کوئی خلیفہ اپنے دشمن کے ساتھ بھی ایسا معاملہ کرتا ہے۔ حاشا وکلا ان کے آپس میں ذاتی عناد نہیں تھا۔ اس لئے کسی پر بھی لعن جائز نہیں۔ بلکہ اہلسنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ جیسا کہ علامہ نووی اور علامہ نسفی تحریر فرماتے ہیں۔ واما الحروب التی جرت فکانت لکل طائفۃ شبہۃ اعتقدت تصویب انفسہا وکلہم عدول ومتاولون فی حروبہم وغیرہا ولم یخرج شئ من ذالک احدًا من العدالۃ لانہم مجتہدون اختلفوا فی مسائل من محل الاجتہاد کما یختلف المجتہدون بعدہم فی مسائل من الدماء

وغیرھا ولم یلزم من ذالک نقص احد منھم (نووی جلد ۲ صفحہ ۲۷۲ مظاہر حق جلد ۴ صفحہ ۲) اور بہر حال وہ لڑائیاں جو مابین صحابہؓ جاری ہیں۔ اور اپنے کتب وغیرہ میں متداول ہیں۔ اور ان اشیاء میں سے کوئی شئے عدالت سے انکو نہیں نکالتی۔ اسواسطے کہ صحابہؓ مجتہد ہیں۔ مسائل میں اختلاف محل اجتہاد میں فرمایا ہے جیساکہ ائمہ مجتہدین صحابہؓ کے بعد دعا وغیرہ کے مسائل میں مختلف ہوئے ہیں۔ اور اس اختلاف سے ان میں سے کسی کا نقص نہیں لازم آتا۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم امیر معاویہؓ کے متعلق فرماتے ہیں۔ عن عبد الرحمٰن بن ابی عمیرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال المعاویۃ اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا واھد بہ رواہ الترمذی (مشکوۃ شریف ص ۵) ابو عمیرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کیلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اے اللہ معاویہ کو ہدایت کرنیوالا۔ اور ہدایت یافتہ بنادے اور معاویہ کے ذریعے سے لوگوں کو ہدایت دے اسی روایت کے تحت میں علامہ طیبی فرماتے ہیں۔ ولا ارتیاب ان دعاء ہ صلی اللہ علیہ وسلم مستجاب فمن کان ھذا حالتہ کیف یرتاب فی حقہ (حاشیہ حوالہ بالا) یعنی آں بات میں شک نہیں ہے کہ جو دعا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہؓ کے لئے فرمائی وہ عند اللہ مقبول ہے پس جبکی یہ حالت ہو کہ حضورؐ اس کے حق میں دعا فرمائیں اور وہ مقبول بھی ہو تو اس کے حق میں کیونکر شک کیا جائے

حضرت امیر معاویہ رضؓ کے نجی حالات: صاحب مظاہر حق بھی اسی روایت کی شرح میں لکھتے ہیں۔ کہ حضرت امیر معاویہ کاتب وحی تھے۔ اور بعض نے کہا کاتب وحی نہیں تھے۔ بلکہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط نویس تھے اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں شام کے حاکم ہوئے اور بیس سال تک حکومت کی۔ اور اٹھتر سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔ آپکے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تہبند اور چادر اور قمیص تھی۔ اور کچھ حضورؐ کے موئے مبارک اور ناخن تھے۔ حضرت معاویہ رضؓ نے وصیت فرمائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص میں مجھکو کفنانا اور چادر میں لپیٹنا اور تہبند باندھنا۔ اور میرے سجدہ کی جگہوں میں اور میرے حلق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک اور ناخن باندھکر اور رکھکر اور ارحم الراحمین کے درمیان تخلیہ کر دینا۔ (تتمہ مظاہر حق طبع ج ۴ ص ۱۹۹ تا ۲۰۰) اور احمد نے مسند میں عرباض بن ساریہ سے روایت کی ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے۔ کہ الٰہی معاویہؓ کو حساب و کتاب کھلادے۔ اور اپنے عذاب سے انکو بچالے۔ نیز مصنف ابن ابی شیبہ میں اور طبرانی کبیر میں عبد الملک بن عمیر سے روایت کرتے ہیں۔ کہ خود حضرت معاویہؓ نے کہا کہ مجھے خلافت کی اس وقت سے امید تھی جس وقت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ معاویہ رضؓ جب تو بادشاہ ہو جائے تو لوگوں سے اچھی طرح پیش آنا۔ (بیان الامراد ص ۲۰۶ و ۲۰۷) چنانچہ لوگوں کے ساتھ وہ جتنی الوسع عدل و انصاف کیساتھ پیش آئے۔ حضرت معاویہ رضؓ کو برا کہنے والا حضور صلی اللہ کے مبارک ارشاد لا تسبوا اصحابی

(مسلم) اور حدیث اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ علی شرکم (ترمذی) کی وعید میں داخل ہے کہ جب تم ان کو دیکھو جو میرے صحابہؓ کو گالیاں دیتے ہیں۔ تو کہدو کہ تمہارے شر پر خدا کی لعنت ہے۔ سب صحابہؓ (گالی دینا) حرام ہے۔ جیساکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نہی سے ظاہر ہے۔ اور علامہ نووی تحریر فرماتے ہیں۔ واعلم ان سب الصحابۃ حرام من فواحش المحرمات سواء من لابس الفتن منھم وغیرہ لانھم مجتہدون فی تلک الحروب ومتاولون الخ (اور جان لو کہ یہ حرام ہے صحابہؓ کو گالی دینا فواحش محرمات میں سے ہے۔ چاہے وہ صحابہ ہوں جو فتنہ میں ملابس ہوئے۔ (جیسے حضرت امیر معاویہؓ وغیرہ) کیونکہ وہ باہمی جنگوں میں مجتہد اور متاول ہیں وقال القاضی وسب احدھم من المعاصی الکبائر اور قاضی نے فرمایا کسی صحابی کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہیں سے ہے۔ آپکا اگر کوئی بد طینت بدبخت ایسا ہو جو لغو بادشاہ صحابہ کو گالیاں دے۔ تو اس کا کیا حکم ہے۔ آگے فرماتے ہیں۔ ومذھبنا ومذھب الجمھور انہ یعذر ولا یقتل وقال بعض المالکیۃ یقتل (نووی ص ۳۱۰) اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اسکی تعزیر کی جائے اور بعض مالکیہ نے فرمایا کہ قتل کیا جائے۔

علماء کرام کے ارشادات مبارک ملاحظہ ہوں۔ ویکف عن ذکر الصحابۃ الا بخیر (شرح عقائد ص ۱۱۱) یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذکر سے رکنا چاہئے۔ مگر خیر کے ساتھ۔ اس عبارت کے حاشیہ پر محشی بحر الشرح فقہ اکبر تحریر فرماتے ہیں۔ ولذا ذھب جمھور العلماء الی ان الصحابۃ کلھم عدول قبل فتنۃ عثمانؓ وعلیؓ کذا بعدھا۔ یعنی اسی لئے جمہور علماء اس طرف گئے ہیں۔ کہ تمام صحابہؓ عادل ہیں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے فتنہ سے پہلے بھی اور ایسے ہی بعد فتنہ بھی۔ علامہ نسفی بھی اسی متن کی شرح میں فرماتے ہیں۔ وبالجملۃ لم ینقل عن السلف المجتہدین والعلماء الصالحین جواز اللعن علی معاویۃ واحزابہ (شرح عقائد ص ۱۱۶) الحاصل سلف مجتہدین اور علماء صالحین سے حضرت معاویہ رضؓ اور ان کے لشکر پر جواز لعن منقول نہیں لہٰذا اب محقق ہوگیا کہ علماء اہلسنت والجماعت کے نزدیک حضرت معاویہ کو فاسق کہنا یا ان پر لعن طعن کو جائز قرار دینا بدعت ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

چوالیسواں مسئلہ طینت

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ انسانوں کی سزا و جزا نیک و بد اعمال پر موقوف ہے۔ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝ یعنی جو شخص ذرہ بھر نیکی کرے گا۔ اسکو دیکھ لیگا اور جو شخص ذرہ بھر بدی کریگا۔ وہ بھی اسکو دیکھ لیگا۔ قرآن میں دوسری جگہ ہے۔ الْيَوْمَ تُجْزَىٰ ... الْأَمَانِيِّ

اِنَّ سَعْیَہٗ سَوْفَ یُرٰی۔ یعنی انسان کو اسکی سعی عمل کا ہی ثمرہ ملے گا۔ اور اسکی سعی کا نتیجہ قریب ہی ملجائیگا۔ نیز قرآن کریم میں ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ یعنی خدا کے نزدیک فضیلت اسی شخص کی ہے جو متقی ہے۔ لیکن شیعوں کا عجیب وغریب عقیدہ ہے کہ انکی پیدائش اس طینت (مٹی) سے ہے جس سے ائمہ کرام اور انبیاء پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے وہ قطعی جنتی ہیں۔ خواہ کیسے ہی بداعمال کیوں نہ ہوں اور کافروں اور سنیوں کی پیدائش دوزخ کی آگ سے ہے۔ اسلئے وہ یقیناً دوزخی ہیں خواہ کتنے ہی نیک عمل کرنے والے ہوں۔

اصول کافی صفحہ ۲۵۳ میں باب طینۃ المومن والکافر میں اس کے متعلق بہت سی احادیث درج ہیں۔ ہم ان کا صرف مختصر بیان کرتے ہیں علی بن حسین فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے ابدان و قلوب علیین سے پیدا کئے ہیں۔ اور مومنین یعنی شیعہ کے قلوب بھی اسی طینت سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور کفار کے ابدان و قلوب سجین سے پیدا کئے ہیں۔ دوسری حدیث میں امام جعفر صادق فرماتے ہیں۔ کہ مومن کی طینت جنت سے ہے۔ اور کافر کی طینت دوزخ سے ہے۔ اسی حدیث کی آخیر میں تصریح ہے۔ طِیْنَۃُ النَّاصِبِ مِنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ناصبی یعنی سنی کی طینت سڑے گارے سے ہے) یعنی دوزخ کی آگ سے ہے۔ ایک اور حدیث ہے۔ کہ صالح بن سہل نے امام جعفر صادق سے پوچھا۔ کہ میں قربان جاؤں خدا نے مومن کو کس طینت سے پیدا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ انبیاء کی طینت سے پس یہ کبھی پلید نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ شیعہ کی اصطلاح میں مومن سے مراد شیعہ ہی ہوتا ہے جب اس احادیث سے ثابت ہوا کہ شیعوں کی طینت انبیاء کی طرح جنت سے ہے۔ اور اس وجہ سے ان کا نجس ہونا بالکل محال ہے۔ تو اسکا صاف نتیجہ یہی ہے۔ کہ شیعہ ہر چند بداعمالیاں کرتے رہیں جنت ان کی میراث ہے۔

کتاب مذکور کے صفحہ ۲۵۹ میں ایک اور حدیث ہے۔ کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق سے کہا کہ حضور میں آپکا غلام عبداللہ بن کیسان ہوں۔ آپ نے فرمایا میں آپکی نسب سے تو واقف ہوں۔ لیکن تجھے نہیں پہچانتا اس نے کہا میری پیدائش تو پہاڑ میں ہوئی ہے۔ لیکن پرورش ملک فارس میں ہوئی ہے۔ میں اکثر تجارت لوگوں سے ملتا رہا ہوں۔ بعض ایسے شخص ملا کرتے ہیں کہ ان کے اخلاق وعادات اچھے ہوتے ہیں۔ اور وہ بڑے امین ہوتے ہیں جب انکی تفتیش کی جاتی ہے۔ تو ان کے دلوں میں آپ سے عداوت ہوتی ہے۔ اور بعض اشخاص ایسے ہوتے ہیں جو بڑے بداخلاق اور خائن ہوتے ہیں لیکن وہ آپ کے محب ہوتے ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک طینت جنت سے کی اور دوسری دوزخ سے پھر ان دونوں طینتوں کو آپس میں ملا دیا۔ تو ہمارے دشمنوں میں جو حسن خلق اور کثرت امانت پائی جاتی ہے وہ اس جنت کی طینت کی ملاوٹ کیوجہ سے ہوتی ہے۔ اور ہمارے شیعوں میں جو بداخلاقی اور بددیانتی پائی جاتی ہے۔ وہ دوزخ کی طینت کی

ملاوٹ کیوجہ سے ہوتی ہے لیکن انجام کار اوّل الذکر کا حشر دوزخ میں اور موخر الذکر کا جنت میں ہوتا ہے۔ تعجب ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو جنت اور دوزخ کی ہر دو طینتوں کو ملا دینے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ دھوکہ سے ایسا کیا گیا۔ ایسا تو کوئی معمولی کاریگر بھی نہیں کر سکتا۔ کہ اچھی اور بری چیز کو باہم ملا کر اپنی مصنوعات کی قدر ومنزلت گھٹوا دے۔ عجیب

نوٹ۔ ہم نے احادیث مندرجہ اصول کافی کا ملخص لکھا ہے۔ جو شخص پوری حدیث دیکھنا چاہے کتاب مذکور سے دیکھ لے۔

جلاء العیون (اردو) جلد اول صفحہ ۱۴۳ میں ہے۔ بسند معتبر جناب امام محمد باقر سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا نے علی ابن ابیطالب سے کہا یا علی تم چاہتے ہو کہ تم کو میں بشارت دوں جناب امیر نے کہا ہاں یا رسول اللہ پس حضور نے فرمایا ہم اور تم ایک طینت سے مخلوق ہوئے۔ اور ہماری زیادتی طینت سے ہمارے شیعہ پیدا ہوئے جب قیامت ہوگی لوگوں کو انکی ماں کے نام سے پکاریں گے۔ مگر تمہارے شیعوں کو انکے باپ کے نام سے طلب کریں گے اس لئے کہ حلال زادہ ہیں۔

جائے غور ہے کہ حسب اعتقاد شیعہ تمام بھنگی چرسی شرابی۔ ڈوم میراثی۔ تلنگے کنجر جو اکثر شیعہ کہلاتے ہیں بمنطوق احادیث مندرجہ اصول کافی چونکہ انکی پیدائش طینت انبیاء کی زیادتی سے ہے۔ اس لئے قطعی جنتی ہیں۔ اور حسب روایت مندرجہ جلاء العیون یہی لوگ حلال زادہ ہیں۔ اور تمام بزرگان دین اہلسنت والجماعت و اولیاء کرام ومشائخ عظام غوث وقطب وابدال معاذ اللہ دوزخی اور غیر صحیح النسب ہیں ایسے اقوال ایک یہودی بے ایمان عبداللہ بن سبا نے خود گھڑ کر ائمہ پاک سے منسوب کر دیئے ہیں تاکہ شیعہ لوگ اعمال سے بے خوف ہو کر کہ جنت ان کے لئے واجب ہوگئی ہے۔ تمام بداعمالیاں شراب خوری۔ زناکاری۔ چوری بلا فکر کرتے رہا کریں۔ ان کی کوئی پرسش نہ ہوگی۔ شیعو غور کرو اور پھر غور کرو۔

۴۵ پینتالیسواں مسئلہ رجعت

شیعہ کا ایک یہ بھی ایک عجیب وغریب اعتقاد ہے۔ کہ جب امام مہدی کا ظہور ہوگا۔ اور حکومت کی تلوار ان کے ہاتھ میں ہوگی۔ وہ پہلا کام یہ کریں گے کہ مدینہ منورہ میں جا کر دریافت کرینگے کہ۔ ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ بعد

سلہ: فروع کافی کتاب الروضہ صفحہ ۱۳۵ میں لکھا ہے۔ عن ابی جعفر علیہ السلام قال قلت لہ ان بعض اصحابنا یفترون ویقذفون من خالفهم فقال الکف عنهم اجمل ثم قال واللہ یا ابا حمزۃ ان الناس کلهم اولاد بغایا ما خلا شیعتنا یعنی حمزہ نے امام علیہ السلام سے کہا کہ یا حضرت بعض آدمی ہمارے مخالفین پر افترا کرتے ہیں اور ان پر حرامی ہونے کی تہمت لگاتے ہیں۔ اس پر امام صاحب نے فرمایا کہ [illegible] رہنا اچھا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اے ابو حمزہ خدا کی قسم ہمارے شیعوں کے سوا تمام لوگ حرامی ولد الزنا ہیں العیاذ باللہ ——— علمائے شیعہ سے سوال؟

الحمد للہ اگر خواستہ صحیح ہو تو پھر جو سنی المذہب شیعہ ہو جائے تو اس کے حلال زادہ اور جنتی ہونے کی کیا صورت ہوگی۔ راقم مظہر حسین غفرلہ

ان کی بابت اور حضرت عائشہ رضؓ و حفصہ رضؓ کہاں کہاں مدفون ہیں جب لوگ ان کی قبروں کا نشان دیں گے تو وطن سب کو کھینچ کر زندہ کریں گے۔ اور حضرت علی رض و حسنین رض اور ان کی ذریت اور شیعوں کو بھی زندہ کریں گے۔ اور ان کے روبرو اصحاب و ازواج رسول اور ان کے اتباع کو طرح طرح کی اذیت پہنچا کر پھر ان کو مار دیں گے۔ اور ان کی لاشوں کو درختوں سے لٹکا دیں گے۔ حضرت علی رض و حسنین رض اور ان کی ذریت اور شیعہ یہ انتقامی منظر دیکھ باغ باغ ہو جائیں گے۔ اس مسئلے کے متعلق ملا باقر مجلسی نے ایک رسالہ رجعت لکھا ہے۔

ہم پوچھتے ہیں کہ جب علی المرتضیٰ رض باوجود اسد اللہ الغالب ہونے کے ان حضرات پر غالب نہ ہو سکے اور اپنی تمام عمر ان سے ڈر کر تقیہ میں گذار دی۔ ان کی گردن میں رسا ڈال کر کھینچا گیا معاذ اللہ خاتون جنت کے بطن مبارک پر ضرب لگا کر محسن کو شہید کیا گیا۔ دیکھو (جلاء العیون ص ۱۵۲) اور ان کی زندگی میں ہی نہیں بلکہ ان کی وفات کے بعد بھی ان کے دل پر ایسا رعب طاری رہا کہ ان کے خلاف کوئی عمل بھی کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ نہ وہ باغ فدک فاطمہ رض پر رد کر سکے۔ اور نہ نماز تراویح کو موقوف کرنے کی ہمت ہوئی نہ متعہ جیسے کار ثواب کو رواج دے سکے تو اب آپ کے پوتے امام مہدی جنہوں نے اپنی تمام عمر ہی ملوک و سلاطین سے ڈر کر غار سُر من رای میں میں محبوس رہے۔ اور غار سے قدم باہر نہ نکالا۔ اب ان میں ایسی جرأت کہاں سے جاگی کہ ان بزرگان اسلام کی ملامت کریں اذیتیں پہنچا کر حضرت علی رض و حسنین رض اور تمام شیعوں کا دل ٹھنڈا کریں گے۔ اِنْ ھٰذَا اِلَّا بُہْتَانٌ عَظِیْم

اب مناظرہ کی بحث ختم ہو چکی۔ فضائل صحابہ کلام پاک قرآن کریم اقوال ائمہ اہلبیت بحوالہ کتب معتبرہ شیعہ دیا جا چکا۔ شیعہ کے عجیب و غریب عقائد و مسائل بھی بیان ہو چکے جن کو ناظرین پڑھ کر حیران ہو گئے کہ اس عجیب و غریب مذہب کی ابتداء کس طرح ہوئی۔ اس لئے اب اس کے متعلق بھی کچھ تذکرہ کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ ناظرین کی حیرت رفع ہو جائے۔ کتب تاریخ میں تصریح ہے کہ اس مذہب کا موجد عبداللہ بن سبا یہودی ہے۔

عبداللہ بن سبا

یہ شخص ملک یمن (صنعاء) کا باشندہ تھا۔ یہودی تھا۔ بعد بظاہر اسلام لایا لیکن اندر سے اسلام کا سخت دشمن تھا۔ یہ تخریب اسلام کی جدوجہد میں سرگرم تھا۔ اور اسلام لانے کی غرض ہی یہ تھی کہ دوستوں کے بھیس میں دشمنی کرے۔ تاریخ طبری میں اس کا یوں حال لکھا ہے۔ عبداللہ ۲۵ ھ میں مسلمان ہوا تھا کہ حضرت عثمان رض اس کی کچھ عزت کریں۔ مگر حضرت عثمان رض نے کچھ بھی اس کے حال پر توجہ نہ کی۔ اس لئے وہ بد نصیب ازلی حضرت عثمان رض کی مخالفت پر بیان کرتا تھا۔ اس نے مذہب رجعت کا ایجاد کیا۔ (ملخص ترجمہ تاریخ طبری باب اول)

شیعہ کی مستند کتاب الطواق الصحابیہ بحث امامت پر سوید بن غفلہ سے یہ روایت درج ہے۔

اِنَّہٗ قَالَ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ یَنْتَقِصُوْنَ اَبَابَکْرٍ وَّعُمَرَ فَاَخْبَرْتُ عَلِیًّا وَقُلْتُ لَوْلَا اَنَّھُمْ یَرَوْنَ اَنَّکَ تُضْمِرُ مَا اَعْلَنُوْا مَا اجْتَرَءُوْا عَلٰی ذٰلِکَ مِنْھُمْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ سَبَا ھُوَ کَانَ اَوَّلَ مَنْ اَظْھَرَ ذٰلِکَ فَقَالَ عَلِیٌّ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ رَحِمَھُمَا اللّٰہُ ثُمَّ نَھَضَ وَاَخَذَ بِیَدِیْ وَاَدْخَلَنِی الْمَسْجِدَ وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ ثُمَّ قَبَضَ عَلٰی لِحْیَتِہٖ وَجَعَلَ یَنْظُرُ لِلْبِقَاعِ حَتَّی اجْتَمَعَ النَّاسُ ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ مَا بَالُ قَوْمٍ یَذْکُرُوْنَ اَخَوَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَوَزِیْرَیْہِ وَصَاحِبَیْہِ وَسَیِّدَیْ قُرَیْشٍ وَاَبَوَی الْمُسْلِمِیْنَ وَاَنَا بَرِیْءٌ مِّمَّا یَذْکُرُوْنَ اُعَاقِبُھُمْ صَحِبَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْجِدِّ وَالْوَفَاءِ وَالْجِدِّ فِیْ اَمْرِ اللّٰہِ یَاْمُرَانِ وَیَنْھَیَانِ وَیَقْضِیَانِ وَیُعَاقِبَانِ لَا یَرٰی رَسُوْلُ صلعم کَرَاْیِھِمَا رَاْیًا وَلَا یُحِبُّ کَحُبِّھِمَا حُبًّا لِمَا یَرٰی عَزْمَھُمَا فِیْ اَمْرِ اللّٰہِ فَقُبِضَ وَھُوَ عَنْھُمَا رَاضٍ وَالْمُسْلِمُوْنَ رَاضُوْنَ لَمَا تَجَاوَزَا فِیْ اَمْرِھِمَا وَسِیْرَتِھِمَا رَاْیَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلعم وَاَمْرَہٗ فِیْ حَیَاتِہٖ وَبَعْدَ مَوْتِہٖ فَقُبِضَا عَلٰی ذٰلِکَ رَحِمَھُمَا اللّٰہُ فَوَالَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّۃَ وَبَرَاَ النَّسَمَۃَ لَا یُحِبُّھُمَا اِلَّا مُؤْمِنٌ فَاضِلٌ وَلَا یُبْغِضُھُمَا اِلَّا شَقِیٌّ مَارِقٌ وَحُبُّھُمَا قُرْبَۃٌ وَبُغْضُھُمَا مُرُوْقٌ۔

راوی کہتا ہے میں ایک گروہ کو ملا جو شیخین کی تنقیص شان کرتے تھے میں نے حضرت علی کو اطلاع دی۔ اور آ کر کہا۔ کہ اگر تم خفیہ طور سے ان لوگوں سے متفق نہ ہو۔ تو ان کو ایسا کرنے کی جرأت نہ ہو۔ عبداللہ بن سبا پہلا شخص ہے جس نے اپنا خبث باطن ظاہر کیا حضرت علی رض نے کہا میں ان لوگوں سے پناہ مانگتا ہوں خدا شیخین پر رحمت کرے۔ پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مسجد میں داخل کیا خود منبر پر چڑھے پھر اپنی ریش مبارک مٹھی میں پکڑ لی اور وہ سفید تھی۔ آپ کے آنسو ڈاڑھی پر گرنے لگے۔ آپ مسجد کے مکانات دیکھنے لگے حتیٰ کہ لوگ جمع ہو گئے۔ پھر خطبہ شروع کیا کیا حال ہے اس گروہ کا جو رسول اللہ کے بھائیوں آپ کے دو وزیروں۔ آپ کے دو یاروں۔ قریش کے دو سرداروں مسلمانوں کے دو باپوں کا اہانت سے ذکر کرتے ہیں۔ میں انکی اس جرأت سے بیزار ہوں اور میں انہیں اس بات پر سزا دوں گا۔ رسول خدا کے دونوں اصحاب تھے جو جد و جہد اور وفاداری سے احکام الٰہی کی تبلیغ کرتے تھے۔ امر و نہی کرتے اور فیصلہ خصومات کرتے اور مجرموں کو سزا دیتے تھے۔ رسول خدا ان کی رائے کے برابر کسی کی رائے نہ سمجھتے تھے۔ اور ان کی محبت کے برابر کسی کی محبت تصور نہ فرماتے تھے۔ کیونکہ آپ نے ان کو کام میں مستعد و مضبوط پایا۔ آپ ان سے راضی گئے۔ اور تمام مسلمان ان سے راضی ہیں۔ انہوں نے اپنے کام و دستور میں حضور کی مرضی مبارک سے آپکی زندگی میں تجاوز نہ کیا اور آپکی وفات کے بعد بھی آپکی ہی اتباع کی اسی بات پر دونوں کی وفات ہوئی

خدا کی ان دونوں پر رحمت ہو جیو مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے دانہ کو چیرا اور روح کو پیدا کیا۔ انکا دوست مومن کامل ہے۔ اور ان کا دشمن بدنصیب خارج از اسلام ہے۔ ان کی محبت باعث قرب الٰہی ہے۔ اور ان کی عداوت موجب زوال ایمان۔

اسی کتاب میں دوسری جگہ یوں لکھا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اَضْمَرَ لَهُمَا اِلَّا الْحَسَنَ الْجَمِيْلَ وَسَيَرَىٰ ذَالِكَ اِنْشَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَرْسَلَ اِلَى ابْنِ سَبَا فَسَيَّرَهُ الْمَدَائِنَ وَقَالَ لَا تُسَاكِنِّيْ فِيْ بَلْدَةٍ اَحَدًا۔

خدا اس کو لعنت کرے جو ان کی نسبت سوائے خیر و خوبی کے اپنے دل میں رکھتا ہے۔ اور وہ اس کا ثمرہ جلد دیکھ لیگا۔ پھر آپ نے ابن سبا کی طرف حکم بھیجکر اسکو مدائن کی طرف نکال دیا۔ اور حکم نافذ فرمایا۔ کہ کسی ایک بستی میں اقامت نہ کرنے پائے۔

* * * * * * * * * * *

ان روایات سے ثابت ہوا کہ بغض عداوت اصحابؓ کا بیج اسی یہودی عبداللہ بن سبا کا بویا ہوا ہے۔ اس نے اپنے ہم خیال آدمی پیدا کر لئے تھے۔ اور ان کو کہتا تھا کہ امیر علیہ السلام کا حقیقتاً مذہب یہ ہے بظاہر تقیہ کر کے ان کی مدح سرائی کرتے ہیں چنانچہ اس امر کی شکایت امیر علیہ الرضوان تک پہنچی تو آپ لاحول پڑھنے لگے اور مسجد میں عام مجمع کے سامنے بر سر منبر ایک فصیح خطبہ پڑھکر فضائل شیخینؓ کا اعتراف فرمایا کہ رسولؐ کے بھائی۔ راست باز و یاران غار۔ سرداران قریش جملہ مسلمانوں کے روحانی باپ تھے انکے دشمنوں سے سخت بیزار اور انہیں سزا دینے پر تیار ہوں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ شیخینؓ نے رسول خدا کا پورے طور پر حق صحبت ادا کیا۔ امر تبلیغ احکام الٰہی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا حضورؐ انکی رائے ہر حالت میں ترجیح دیتے تھے۔ اور ان سے سب سے بڑھکر محبت و پیار فرماتے تھے حضورؐ ان سے راضی و خوشنود ہو کر فوت ہوئے۔ اور کافۃ المسلمین ان کے کارناموں پر خوش و خرم رہے۔ انہوں نے رسولؐ پاک کی زندگی میں اور بعد وفات پورے طور اتباع کی۔ اور سر مو سیرت الرسول سے تجاوز نہ کیا حتیٰ کہ اسی پر ان کی وفات ہو گئی۔ جناب امیر علیہ السلام نے اپنے اس بلیغ خطبہ میں بالآخر حلفیہ طور پر فرمایا۔ کہ جو شیخین سے محبت رکھے وہی مومن کامل ہے۔ جو بدنصیب ان سے بغض و عناد رکھے وہ خارج از اسلام ہے۔

کیا شیعہ صاحبان جناب امیر علیہ السلام کے صریح فیصلہ پر صاد کریں گے۔ یا اس کو بھی تقیۃً نامرضیہ پر محمول کریں گے۔

دوسری روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ نے اس نابکار ابن سبا کو اس جرم پر کہ وہ لوگوں کو شیخینؓ کی بدگوئی کی تعلیم دیتا تھا۔ ملک بدر فرما دیا۔ اور اس کے لئے یہ سزا تجویز کی کہ وہ مردود کسی ایک بستی میں رہنا نہ

پائے۔ تاکہ اپنا شر پھیلا سکے۔ بلکہ ہمیشہ دربدر مارا پھرے۔

ایک اور روایت کتب شیعہ سے لکھی جاتی ہے جس سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے۔ کہ اس مذہب کا بانی درحقیقت وہی ابن سبا ہے چنانچہ ایک شیعہ مجتہد استر آبادی اپنی تصنیف منہج المقال میں لکھتا ہے۔

فَانْظُرُوْا اِلَى عِبَارَةِ الْكَشِّيْ ذَكَرَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ سَبَا كَانَ يَهُوْدِيًّا وَاَسْلَمَ وَوَالٰى عَلِيًّا وَكَانَ يَقُوْلُ وَهُوَ عَلٰى يَهُوْدِيَّتِهٖ فِيْ يُوْشَعَ وَصِيِّ مُوْسٰى بِالْغُلُوِّ فَقَالَ بَعْدَ اِسْلَامِهٖ بَعْدَ وَفَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عَلِيٍّ مِثْلَ ذَالِكَ وَكَانَ مَنْ اَشْهَرَ بِالْقَوْلِ بِفَرْضِ اِمَامَةِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاَظْهَرَ الْبَرَاءَةَ مِنْ اَعْدَائِهٖ وَكَاشَفَ مُخَالِفِيْهِ وَاَكْفَرَهُمْ فَمِنْ هٰهُنَا قَالَ مَنْ خَالَفَ الشِّيْعَةَ اَهْلَ التَّشَيُّعِ وَالرَّفْضِ مِنَ الْيَهُوْدِيَّةِ۔ (رجال کشی ص۷۱)

عبارت کشی دیکھو۔ بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے۔ کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ اسلام لایا۔ اور علیؓ کا محب بنا وہ اپنے یہودیت کے زمانہ میں یوشع وصی موسیٰ کی نسبت غلو کرتا تھا۔ پھر اسلام کے بعد رسول خدا کے فوت ہو جانے پر علیؓ کے بارے میں ایسا خیال رکھتا تھا اور پہلا شخص ہے جس نے فرضیت امامت علیؓ کا اعلان کیا اور ان کے اعداء سے تبرا کیا علیؓ کے مخالفین کو برا کہتا۔ اور انکو کافر قرار دیتا تھا یہی وجہ ہے کہ مخالفین شیعہ کہتے ہیں کہ تشیع اور رفض کی اصل بنا یہودیت پر ہے۔

اس روایت سے جو فاضل مصنف منہج المقال نے بحوالہ رجال کشی بیان کی ہے سارا بھانڈا ہی پھوڑ دیا۔ کہ عبداللہ بن سبا ایک غالی شیعہ تھا۔ یہودیت کیوقت یوشع خلیفہ موسیٰؑ کی نسبت غالیانہ اعتقاد رکھتا تھا۔ اسلام کے بعد بعد وفات رسولؐ حضرت علیؓ کی نسبت ایسا غلو کرنے لگا۔ اس روایت سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ امامت علیؓ (خلافت بلا فصل) کی فرضیت کا پہلا اعلان عبداللہ بن سبا کیطرف سے ہوا۔ اور لعنت تبرا کی سنت کا بھی وہی امام ہے۔ اس بات کا اعتراف ہے۔ کہ انہی وجوہات سے شیعہ کے مخالفین (اہلسنت) کہتے ہیں کہ تشیع و رفض کا بانی وموجد عبداللہ بن سبا یہودی ہے۔ اور رفض و تشیع یہودیت کی شاخ ہے۔ مبارک! مبارک!!

ـــــــــ

سلہ ابن سبا کا یہی عقیدہ تھا۔ کہ حضرت علیؓ قتل نہیں ہوئے۔ آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ قریب قیامت میں واپس تشریف لائینگے بلکہ اس نے معتقدین میں یہ عقیدہ بھی پھیلا دیا تھا کہ حضرت علی رضؓ میں جزو الٰہی پائی جاتی ہے۔ اور وہ معبود برحق ہیں فاعلموا اَنَّ عَلِيًّا هُوَ الْاِلٰهُ وَاِنْ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ علامہ مقریزی نے خطط و آثار میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضؓ نے اس قسم کے غالیوں کو آگ میں جلا دیا تھا۔ لوقت یہ آگ میں پڑے ہوئے تھے۔ کہ الخ۔ یقینا بالنار الہ ثبت ان النار (یعنی آگ کا عذاب سوائے خدا کے اور کوئی نہیں دیتا۔ اور بخاری شریف میں حضرت عکرمہؓ سے مروی ہے اُتِيَ عَلِيٌّ بِزَنَادِقَةٍ فَاَحْرَقَهُمْ۔ یعنی زندیق لوگ حضرت علی کے پاس لائے گئے۔ اور آپ نے

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے　　　جادو وہ جو سر چڑھ بولے

حضرات شیعہ کو جب کہا جائے کہ مذہب پاک شیعہ کا موجد عبد اللہ یہودی ہے۔ وہ سخت گھبرا کر برا بھلا کہنے لگتے ہیں۔ ان حضرات کو بات بالا پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے۔ بہرحال بقول شخصے ع

ساتھ انکار کے پردہ میں کچھ اقرار بھی ہے۔

شیعہ حضرات لاکھ چھپائیں حق بزبان جاری اس امر کا انکو اعتراف کرنا پڑا ہے۔ بیشک عبد اللہ بن سبا یہودی نے موالات علی رض کے بھیس میں حضرات شیخین رض سے بغض و عناد کی تعلیم خفیہ و علانیہ دی جلاوطنی کی سزا بھی پائی جناب امیر علیہ السلام نے برسر منبر اسکو اور اسکی ذریت کو پھٹکار بھی کی لیکن جو شرارت کا تخم بو چکا اس نے آخر بار ور ہونا تھا۔ پہلے تقیہ کی صورت میں مریدان ابن سبا سب صحابہ رض کرتے رہے۔ اب علانیہ ہونے لگی۔ اعاذنا اللہ منہ۔

شیعہ کے مختلف فرقے

چونکہ بانی مذہب شیعہ عبد اللہ بن سبا کی اصل غرض تخریب اسلام اور مسلمانوں میں نااتفاقی پیدا کرنی تھی اس نے اپنے زمانہ جلاوطنی میں مختلف بلاد میں مختلف قسم کی تعلیم دی۔ بعض کو یہ کہا۔ کہ علی خدا ہیں۔ انسان کی شکل میں دنیا میں آئے۔ بعض کو کہا۔ کہ وہ نبی ہیں۔ وحی ان کے پاس آتی تھی۔ لیکن غلطی سے جبرئیل محمد کے پاس لے گیا تھا۔ بعض کو کہا۔ کہ وصی نبی ہیں۔ اور خلیفہ بلا فصل۔ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ شیعہ کے بے تعداد فرقے پیدا ہو گئے۔ انکی تفصیل تحفہ اثنا عشریہ و دیگر کتب مبسوط موجود ہے۔ لیکن ہم نے چونکہ اسی قدر بیان کرنا ہے جس کا ثبوت کتب شیعہ میں موجود ہو۔ اس لئے ہم کل فرقہ جات کی تشریح کرنا ضروری نہیں سمجھتے کتب شیعہ میں تصریح ہے۔ کہ ایسے بھی شیعہ ہیں کہ جو جناب امیر علیہ السلام کی الوہیت کے قائل ہیں بعض ان کی نبوت کے معتقد ہیں۔ اور وہ زیادہ ہیں۔ جو ان کو وصی نبی اور خلیفہ بلا فصل مانتے ہوئے ان کی تعریف میں غلو کرتے ہیں۔ کہ رسول پاک سے بھی انکو زیادہ فضیلت دیتے ہیں۔ یا کہ خدائی صفات سے ان کو متصف گردانتے ہیں۔

حق الیقین اردو صفحہ ۳۷۱ میں ہے۔ کہ ان بزرگوں کے غرائب احوال و محاسن صفات اور حالات غیب کی خبر دینے اور تمام معجزوں کے سبب جو کہ ان کے سبب مشاہدہ کرتے تھے۔ غالیوں میں سے بعضوں کو ان کی پیغمبری کا اور بعضوں کو ان کی خدائی کا اعتقاد ہے۔

اسی کتاب کے صفحہ ۱۶ میں ہے بعض غالیوں کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ حق تعالیٰ نے ائمہ ہدیٰ کو پیدا کر کے خلقت عالم کو ان بزرگواروں پر چھوڑ دیا۔ پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۹ میں لکھا ہے بعض غالیان شیعہ کہتے ہیں۔ کہ حق تعالیٰ نے حضرت رسول خدا صلعم اور ائمہ ہدیٰ میں حلول کیا ہے۔ یا ان کے ساتھ متحد ہوا ہے۔ یا ان کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔

نیز حق الیقین صفحہ ۵ میں ہے بعض غالیوں کا یہ قول ہے۔ کہ حضرت امیر ع حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل تھے۔

حق الیقین کی ان روایات سے ثابت ہوا کہ شیعہ میں ایسا فرقہ بھی موجود ہے جو جناب امیر علیہ السلام کو پیغمبر بلکہ خدا مانتے ہیں۔ ایک فرقہ کا اعتقاد ہے کہ امیر علیہ السلام بلکہ تمام اہلبیت مخلوق خدا کے جملہ امور کے کفیل ہیں۔ رزق دینا۔ نفع و نقصان پہنچانا۔ موت و حیات سب ان کے اختیار میں ہے۔ خدا نے صرف انکو پیدا کیا ہے۔ پھر معطل ہو گیا۔ اور خدائی کے کل اختیارات ائمہ اہلبیت کو مل گئے۔ ایک فرقہ اس امر کا معتقد ہے۔ کہ خدا نے رسولؐ اور حضرت علی رض اور ائمہ اہلبیت میں حلول کیا ہے۔ اور ان سے متحد ہو گیا ہے یا ان کی شکل میں ظاہر ہوا ہے۔ ایک فرقہ کا یہ بھی عقیدہ ہے۔ کہ جناب امیر رض حضرت رسول ص سے افضل ہیں حق الیقین میں تصریح ہے۔ کہ یہ سب شیعان علی رض ہیں۔ اور ان کے اور دیگر ائمہ ہدیٰ کے معجزات اور صفات قدرت اور علم غیب کے مشاہدات کی وجہ سے ان کی الوہیت کے قائل ہوئے ہیں۔ بقول شخصے۔ ع۔

اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

یہ ساری مہربانی یہودی مینی صنعائی (ابن سبا) کی ہے۔ جس نے اس نئے نرالے مذہب کی ایجاد کر کے اپنی تاثیر صحبت اور تعلیم ظاہری اور باطنی سے اپنے متبعین (شیعہ) میں یہ سپرٹ پیدا کی۔ اور سچ پوچھو تو بعض نہیں بلکہ تمام شیعہ جناب امیر علیہ السلام اور ائمہ اہلبیت کو اگر خدا نہیں تو شریک خدا ضرور مانتے ہیں۔ کیونکہ کافی کلینی میں ایسی احادیث موجود ہیں۔ کہ ائمہ ہدیٰ علم ما کان و ما یکون رکھتے ہیں۔ مرنا جینا انکے اختیار میں ہے۔ چاہے مریں چاہے زندہ رہیں۔ آسمان و زمین و ما فیہا کا انکو کلی علم ہے۔ حق الیقین صفحہ ۲۳۶ میں جناب امیر علیہ السلام کا قول درج ہے۔ کہ بادل اور برق و رعد و نور و ظلمت ہوا اور پہاڑ اور دریا سورج چاند سب کچھ میرے تابع حکم ہیں اب بتایئے خدا کی کونسی صفت باقی رہجاتی ہے۔ غرض وہ تمام خیالات جو دوسرے فرقوں میں پائے جاتے ہیں۔ فرقہ امامیہ۔ اثنا عشریہ کی کتب حدیث و تفسیر میں انکی تصدیق موجود ہے۔

ہمارے ملک کے شیعہ کے اعتقادات غالی شیعوں سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ اور اٹھتے۔ بیٹھتے۔ چلتے

ہوتے یا اللہ کہنے کے بجائے یا علی مدد کا ورد پکارتے ہیں۔ السلام علیکم کی بجائے انہوں نے مسلمانوں سے الگ سلام بنالیا ہے۔ یا علی مدد۔ اس سے ان کے عقیدہ کی کہ وہ حضرت علی رض کو خدا سمجھتے ہیں پوری تصدیق ہوتی ہے۔ اور آپکی نبوت یا افضل النبی ہونے کا یقین تو رگ ریشہ میں سمایا ہوا ہے چنانچہ اشعار ذیل ان کے اندرونی صحیح خیالات کی ترجمانی کرتے ہیں۔

(۱) غلط الامین فجازها عن حیدرا یعنی جبرئیل امین نے غلطی کرکے نبوت علی رض کو نہ دی۔

(۲) جبرئیل کہ آمد ز بر خالق بیچوں … در پیش محمد شد و مقصود علی بود۔

وجبرئیل جو درگاہ الٰہی سے آیا اور محمد کے پاس چلا گیا۔ دراصل مقصود تو علی رض تھے۔

چونکہ شیعہ کے تمام فرقے اسی یونیورسٹی کے درس یافتہ ہیں جو عبداللہ بن سبا نے قائم کی۔ اسلئے معتقدات میں ان کا متحد ہونا قدرتی اور لازمی بات ہے۔ غرض یہ سب کچھ مہربانی اسی استاد ازل (ابن سبا) کی ہے۔

بر خس و خار کہ در راہ موسے وارد … آخر ز باد صبا این ہمہ آوردہ است

خدا ہمیں ایسے مشرکانہ خیالات سے بچائے۔ اور تمام مسلمانوں کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے آمین ثم آمین۔

شیعہ کا ادعائے قدامت

شیعہ کہتے ہیں ہمارا وجود قدیم سے ہے۔ تمام پیغمبر شیعہ تھے۔ آدمؑ۔ نوحؑ۔ ابراہیمؑ موسیٰؑ سب شیعہ تھے۔ رسول پاک بھی شیعہ تھے۔ ع

برین فہم و ادراک باید گریست

ان کو اتنی سمجھ بھی نہیں کہ شیعہ خارجی کا وجود تو اس وقت سے ہے جب بقول انکے غصب خلافت ہوا۔ جو لوگ تین یاروں کو نہیں مانتے اور صرف ایک حضرت علی رض کو مانتے ہیں۔ وہ شیعہ اور رافضی کہلاتے ہیں پھر پہلے پیغمبروں نوحؑ ابراہیمؑ موسیٰؑ کا شیعہ ہونا چہ معنی دارد جب نہ حضرت علی رض تھے۔ نہ باقی یاران نبیؐ اور حضرت رسول پاک اگر شیعہ ہوتے تو تین یاروں کو ان کے نزدیک کبھی جگہ کاہے کو ملتی۔ وہ رسولؐ کے شام و سحر کے رفیق سفر و حضر کے ہمدم کیوں ہوتے حضورؐ انکو اپنی بیٹیاں نہ دیتے نہ ان کی بیٹیاں لیتے یہ تو فیصلہ ہو گیا۔ کہ آپ شیعہ نہ تھے۔ ورنہ تینوں بزرگوار یاران نبیؐ کہلاتے۔ ہاں حضرت علی رض بھی شیعہ نہ تھے۔ وہ اپنے سے پیشتر کا ہر امر میں انکے معین

ومددگار رہا کرتے تھے۔ ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے۔ غنائم سے حصہ لیتے۔ اپنے فرزندوں کے نام ان کے نام پر رکھتے۔ اپنی بیٹی ام کلثوم خلیفہ دوم حضرت عمر رض کو نکاح کر کے دیتے۔ انکی مدح و توصیف میں رطب اللسان رہتے۔ غرض دربار رسالت ہو یا دربار مصطفوی کسی طرح شیعیت کو جگہ نہ ملی۔ بلکہ آپ مجمع صحابہ پر بیٹھ کر اصحاب رسولؐ کی تعریف کرکے شیعیت کی مذمت فرماتے رہے۔ ہر چند تلاش کیا جائے شیعیت کا سراغ چلتا ہے تو اسی ابن سبا سے جس کو حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے دھتکار کر مدینہ رسولؐ سے نکال دیا تھا۔ اور وہ ملک بہ ملک مارا مارا پھرتا رہا۔

اب ہم قرآن پاک کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ کہ قرآن کریم میں شیعیت کی کیا فیصلہ ہے۔ شیعہ بڑا ناز کیا کرتے ہیں۔ کہ ہمارا نام قرآن مجید میں بھی ہے۔ لیکن سنیوں کا نام ونشان قرآن میں نہیں ملتا یہ معلوم نہیں کہ قرآن میں جہاں کہیں لفظ شیعہ لکھا ہے۔ اس سے مراد کفار اشرار ہیں۔ اور پس آؤ قرآن پاک کی ورق گردانی کریں کچھ شیعہ تفاسیر سے اس کا معنی تلاش کریں۔ شاید شیعہ حضرات میں سے کسی کو سمجھ آجائے کہ یہ منحوس نام قرآن پاک میں نیکوں کے بجائے بدوں کے حق میں استعمال ہوا ہے۔

لفظ شیعہ کی مذمت قرآن میں

(۱) اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا (پارہ ۲۰ پاؤ ۱) یعنی فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور اہل ملک کو شیعہ بنا دیا۔ (شیعہ مبارک)

(۲) اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ (پارہ ۸ پاؤ ۱) یعنی جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور ہو گئے شیعہ شیعہ اے میرے حبیب تیرا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ شیعہ کی مستند تفسیر عمدۃ البیان جلد ۱ صفحہ ۲۶۹ میں اس کا خلاصہ یوں لکھا ہے۔ کہ اس جگہ شیعہ شیعہ کا لفظ یہود اور نصاریٰ وغیرہ پر استعمال ہوا ہے۔

(۳) قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا (پارہ ۷ پاؤ ۲) یعنی اللہ اس بات پر قادر ہے کہ بھیجے عذاب تم پر اوپر سے اور تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تم کو شیعہ شیعہ بنا کر آپس میں لڑائے یعنی ایسے عذاب میں اللہ تم کو خراب کرے عمدۃ البیان جلد ۱ صفحہ ۴۵۳ میں ہے۔ کہ یہاں شیعہ شیعہ کا لفظ شریروں فتنہ بازوں اور فسادیوں پر استعمال ہوا ہے۔

(۴) وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا (پارہ ۲۱ پاؤ ۷) یعنی

اے لوگو نہ ہو تم ان شیعوں سے کہ جنہوں نے فرقہ فرقہ ہو کر اپنے دین کو برباد کر دیا۔ عمدۃ البیان جلد ۲ صـ۱۲۱ میں لکھا ہے۔ کہ یہاں شیعہ شیعہ مشرکوں بت پرستوں اور مخالفان دین یہود و نصاریٰ کو کہا گیا ہے۔

(۵) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (پارہ ۱۴ پاؤ ۱) یعنی ہم بھیج چکے ہیں۔ اے رسول تجھ سے پہلے اگلے شیعوں میں نہیں آیا ان کے پاس کوئی رسول مگر کرتے رہے ان سے ٹھٹھے۔ عمدۃ البیان جلد ۲ صـ۱۲۱ میں ہے۔ کہ اس آیت میں شیعہ ان لوگوں کو کہا گیا ہے جو خدا کے پیغمبروں کو ٹھٹھہ مخول کرنے والے کافر تھے۔

(۶) كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ یعنی ایسا کیا گیا۔ اگلے شیعوں کے ساتھ بلاشبہ وہ شک و بدگمانی میں پڑے ہوئے تھے۔ عمدۃ البیان جلد ۲ صـ۹۳ میں ہے۔ کہ یہاں شیعہ ان کافروں کو کہا گیا ہے۔ جو خانہ کعبہ کو گرانے آئے تھے۔ اور جن پر عذاب نازل ہوا۔

(۷) وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ (پارہ ۲۷ پاؤ ۲) یعنی ہم نے ہلاک کیا ہے۔ اگلے شیعوں کو۔ اشیاع جمع شیعہ کی ہے۔ عمدۃ البیان جلد ۲ صـ۳۱۳ میں ہے۔ یہاں شیعہ اگلے کافروں کو کہا گیا ہے۔

(۸) فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا (پارہ ۱۶ پاؤ ۶) یعنی قسم ہے تیرے رب کی۔ کہ قیامت کو ہم ضرور حشر کریں گے۔ ان کو شیطانوں کے ساتھ پھر حاضر کریں گے انہیں گرداگرد دوزخ کے جب وہ زانوؤں کے بل چل کر آئیں گے۔ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا پھر ہم نکالیں گے دوزخ میں ڈالنے کو پہلے ان شیعوں سے جو ہوگا ان سے سخت خدا سے سرکش یعنی کفار شیاطین سے جو بڑا کافر نافران شیعہ ہوگا پہلے ہم اس کو دوزخ میں ڈالیں گے۔ عمدۃ البیان جلد ۲ صـ۱۷ میں ہے۔ فرمایا اللہ عزوجل نے کہ ان شیعوں میں سے جو بڑا سرکش ہوگا پہلے ہم اسکو دوزخ میں ڈالیں گے،

ان تمام آیات میں لفظ شیعہ کا اطلاق کفار مشرکین۔ فتنہ باز۔ فسادیوں۔ یہود و نصاریٰ سرکش شیطان صفت گروہ پر ہوا ہے۔ پھر شیعہ خود ہی غور کریں۔ کہ کیا وہ اس لفظ کا مصداق بننا چاہتے ہیں۔ اگر لفظ شیعہ پر نازاں ہے تو لیجیے ان آیات کا مصداق بننا گوارا کیجیے آخر قرآن کے الفاظ تو ہیں۔ بقول شخصے۔ ؎

کعبے سے ان بتوں کو بھی نسبت ہے دور کی گو وال نہیں تو وال سے نکالے ہوئے تو ہیں

ہاں ان دو آیات میں لفظ شیعہ کا اطلاق بظاہر اچھے معنی میں نظر آتا ہے جس سے شیعہ اپنی قدامت پر استدلال بھی کیا کرتے ہیں۔

(۱) هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ (پارہ ۲۰ پاؤ ۲) یہ اس گروہ سے ہے۔ اور یہ اس کے دشمنوں سے شیعہ کہتے ہیں۔ کہ یہاں شیعہ کا معنی دوست و رفیق ہے جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت موسیٰؑ کے

رفقا کو بھی شیعہ کہا جاتا تھا لیکن یہ محض شیعہ کی ناسمجھی اور عدم تدبر فی القرآن کا نتیجہ ہے۔ وہ پہلا شخص کہ حضرت موسیٰؑ کے قبیلے بنی اسرائیل میں سے تھا۔ مگر منافق و مشرک تھا۔ اسی گروہ میں سے تھا۔ جو اس سے پہلے گوسالہ پرستی میں مبتلا ہوئے تھے۔ بلکہ مفسرین فرماتے ہیں کہ اسی کا نام سامری تھا جو گئو سالہ پرستوں کا استاد تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے پہلے دن بھی اسی شیعہ کو لفظ مجرمین میں شمار کیا۔ پھر دوسرے دن تو اسکی نسبت صاف صاف فرما دیا۔ اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ۔ (یعنی تو ایک مفسد پرغواء بڑا گمراہ ہے) پھر یہاں بھی لفظ شیعہ کا اطلاق اچھے شخص پر نہیں بلکہ برے شخص پر ہوا ہے۔ یہ شخص موسیٰؑ کا دوست نما دشمن (منافق) تھا جسکی وجہ سے آپکو شہر چھوڑ کر مدین کیطرف بھاگ جانا پڑا۔ بڑی صعوبات سفر برداشت کرتے ہوئے ایک نیک مرد شعیبؑ کے ہاں جا کر پناہ لی۔ کئی سال اپنے وطن سے جلاوطن رہے۔ غرض اس آیت سے بھی شیعہ کا مدعا پورا نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کی تردید ہوتی ہے۔

(۲) وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ۝ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ (یعنی اس کے گروہ میں سے تھا ابراہیمؑ جبکہ آیا رب اپنے کیطرف سے سلامت دل لیکر) شیعہ کہتے ہیں۔ کہ یہاں شیعہ کا لفظ ابراہیمؑ پیغمبر پر اطلاق ہوا ہے۔ اور ابراہیمؑ شیعہ تھے لیکن یہ بھی ان کی خوش فہمی اور قرآن دانی کا نتیجہ ہے یعنی آیت کا یہ ہے۔ کہ ابراہیمؑ کا تولد قوم شیعہ (کفار) میں ہوا جس سے نکل کر آپ اپنے رب کی طرف صاف صاف دل ہو کر آ گئے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ خود شیعہ تھے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ قوم شیعہ یعنی اس قوم سے نکل کر آپ ہدایت یافتہ ہو کر اپنے رب کے پاس آ گئے۔ جو نوحؑ کے مخالف گمراہ قوم چلی آتی تھی اور نوحؑ کے وعظ و نصیحت سے انکو کچھ اثر نہ ہوا تھا یہ اس آیت کی تصدیق ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ اے رسول تجھ سے پہلے اگلے شیعوں میں بھی ہم رسول بھیج چکے ہیں۔ جو پیغمبروں کو ایذا پہنچاتے تھے۔

یہ دونوں آیات بھی پہلی آیات کیطرح شیعوں کے سخت مخالف ہیں۔ ہاں ان کی سمجھ کا فرق ہے۔ ؎

ہرگز نہ ہوئے مغز سخن سے آگاہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

ـــــــــــــــــــ

[۱] قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ (موسیٰؑ نے کہا اے رب جیسا تو نے مجھ پر فضل کیا پھر کبھی گنہگاروں کا مددگار نہ ہونگا) یعنی ایک مدد کار کی مدد کر کے ایک جان کو ضائع کیا ہے۔ پھر ایسا کبھی نہ کرونگا

[۲] فَاَصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ۚ قَالَ لَهٗ مُوْسٰٓى اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ صبح کو موسیٰ اٹھا۔ اس شہر میں گھبرایا ہوا راہ دیکھتا۔ اچانک وہی شخص نظر آیا جس نے کل مدد مانگی تھی۔ اس سے فریاد کرتا ہے موسیٰ نے کہا۔ بیشک تو صریح گمراہ ہے یہ وہی شیعہ تھا جس نے پہلے روز اشتعال دلا کر ایک آدمی مروا ڈالا۔ دوسرے روز پھر اسی طرح چلاتا ہوا آپ کو اکسانے کے لئے آیا۔ تو آپ نے اسے کہدیا۔ ہٹ جاؤ تم ایک مفسد صریح گمراہ آدمی ہو۔ ۱۲-

شیعہ یہی کہتے ہیں کہ سنیوں کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں۔ اسلئے ہم لفظ سنت کی قرآن میں تلاش کرتے ہیں۔

قرآن میں لفظ سنت کی تعریف

(۱) سُنَّۃَ اللہِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَکَانَ اَمْرُ اللہِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا (عمدۃ البیان جلد۳ ص[illegible]) میں ہے۔ کہ سنت طریقہ اللہ کا ہے جو چلا آیا ہے اگلے پیغمبروں میں۔

(۲) یُرِیْدُ اللہُ لِیُبَیِّنَ لَکُمْ وَیَہْدِیَکُمْ سُنَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَیَتُوْبَ عَلَیْکُمْ (پارہ ۵ پاؤ ۱) عمدۃ البیان جلد۱ ص۲۲۳ "ہدایت کرے اللہ تم کو طریقے ان لوگوں کے جو پہلے تم سے مثل ابراہیمؑ اور اسمعیلؑ کے گذرے۔"

(۳) سُنَّۃَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِیْلًا ۔ سنت طریقہ ان رسولوں کا ہے جو پہلے بھیجے ہم نے اور نہ پائے گا تو میری سنت و دستور میں تفاوت یعنی سب رسولوں میں اسی طرح میری سنت کا طریقہ چلا آیا ہے عمدۃ البیان جلد۲ ص۲۸۵ میں ہے طریقہ رکھنا ان رسولوں کا کہ تحقیق بھیجا ہم نے ان کو تجھ سے پہلے پیغمبروں سے کہ جو کوئی پیغمبروں کو جھٹلاوے۔ تو ہم ہلاک کر دیتے ہیں اسکو اور نہ پائیگا تو اے محمدؐ واسطے اس سنت اور طریقے ہمارے کے پھر جانا۔

(۴) سُنَّۃَ اللہِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِنَا تَبْدِیْلًا (پارہ ۲۶ پاؤ ۲) عمدۃ البیان جلد۳ ص۲۷۷ میں ہے یعنی سنت طریقہ اللہ کا ہے اس کو کوئی تغیر کرنے والا نہیں ہے۔

(۵) قَدْ خَلَتْ سُنَّۃُ الْاَوَّلِیْنَ (پارہ ۱۴ پاؤ ۱) گذر چکا طریقہ پہلے لوگوں کا۔

(۶) اِلَّا اَنْ تَاْتِیَہُمْ سُنَّۃُ الْاَوَّلِیْنَ (پارہ ۱۵ پاؤ ۴) عمدۃ البیان جلد۲ ص۲۸۵ میں ہے یعنی پہنچا ان کو طریقہ خدا کا ہلاک کرنے والا اگلے لوگوں کو۔

(۷) سُنَّۃَ اللہِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِہٖ وَخَسِرَ ہُنَالِکَ الْکٰفِرُوْنَ عمدۃ البیان جلد۳ ص۱۱۰ میں ہے۔ سنت طریقہ خدا کا ہے اس کے اگلے بندوں میں چلا آیا ہے

(۸) قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِنْ یَّنْتَہُوْا یُغْفَرْ لَہُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ وَاِنْ یَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ ۔ کفار کو کہدیجئے اگر وہ باز آجائیں۔ ان کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اگر انہوں نے پھر وہی گناہ کیا۔ تو پہلوں کا طریقہ گذر چکا ہے۔ (یعنی خدا ان سے وہی سلوک کرے گا۔ جو پہلے سے اس کا دستور چلا آتا ہے۔)

(۹) فَہَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِیْنَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللہِ تَبْدِیْلًا (پ ۲۲) یعنی وہ نہیں دیکھیں گے مگر پہلوں کے طریقے کو اور خدا کے طریقہ میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

ان تمام آیات قرآن میں لفظ سنت کی خدا یا رسولؐ کی طرف اضافت ہے۔ اور پھر سُنّی اور اہلسنت وہ لوگ ہیں جو سنت الرسولؐ کے پیرو ہیں۔ یہی رسولی گروہ متبع السنت ہے۔ اس کی تاکید رسول پاک اور ائمہ ہدیٰ کرتے رہے۔ کہ سنت الرسول کو کبھی نہ چھوڑنا۔ لیکن آج مدعیان اسلام سے ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا ہے جو جہالت سے لفظ سنت اور اہل سنت پر تمسخر کرتے ہیں۔

ہم اس امر کا ثبوت کتب شیعہ سے دینا چاہتے ہیں۔ کہ رسول پاک اور ائمہ اہلبیت سنت الرسولؐ کے اتباع کی تاکید فرماتے رہے!

اتباعِ سنت کی تاکید

(۱) جلاء العیون اردو جلد۱ ص۱۲۴ میں ہے شیخ مفید و شیخ طوسی نے روایت کی ہے۔ کہ جب حضرت رسولؐ نے حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی اور حضرتؐ کو معلوم ہوا کہ اب زمانۂ وفات قریب ہے ہمیشہ خطبہائے بلیغ فرماتے تھے۔ اور لوگوں کو اپنے احکام کی مخالفت اور اپنے بعد فتنہ و فساد کرنے سے منع فرماتے اور ڈراتے تھے اور وصیت فرماتے تھے۔ کہ میرے **طریقہ سنت** سے دست بردار نہ ہونا۔

(۲) کتاب مذکور جلد۱ ص۱۵۸ میں جناب امیرؑ کی آخری وصیت کے الفاظ یوں درج ہیں۔ میری وصیت تم سے یہ ہے کہ شریک نہ جانو خدائے بزرگوار کا۔ اور کسی چیز کو اس کی عبادت میں شریک نہ کرنا۔ اور سنت و طریقہ **حضرت رسولؐ کو ضائع نہ کرنا۔**

(۳) نہج البلاغت ص۱۲۵ میں ہے۔ میں تم کو دو چیزوں کی وصیت کرتا ہوں۔ ایک خدا کو واحد سمجھنا دوسری **محمدؐ کی سنت کو ضائع نہ کرنا۔**

(۴) کتاب مذکور ص۱۴۲ میں ہے۔ امام وہ ہے جو سنت نبوی کا عامل ہو۔

اسی کتاب کے ص۱۹۳ میں ہے۔ وہ امام قرآن و سنت پیغمبرؐ کو زندہ کرے گا۔

(۵) فروع کافی جلد۲ ص۲۱۳ میں ہے۔ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ ۔ جو شخص میری سنت سے رُو گردان ہوا۔ وہ مجھ سے نہیں ہے۔

دیکھئے رسولؐ پاک اور جناب امیرؓ نے جو وصیت بوقت وفات فرمائی۔ وہ اتباع سنت رسولؐ ہے۔

امام کی تعریف ہی یہ بیان کی۔ کہ جو سنت نبوی کا عامل ہو۔ اور جو سنت پیغمبر کو زندہ کرے۔ پھر جو لوگ لفظ سنت یا اہلسنت پر تمسخر کرتے ہیں۔ وہ رسول پاک اور حضرت علی المرتضیٰ کے اقوال کو جھٹلاتے ہیں بیشک بقول رسول ؐ وائمہ اہلبیت رضی بشہادت کتب شیعہ وہی فرقہ حقہ ناجی ہے جو اہل سنت کہلاتا ہے۔ ہاں شیعہ کی ہسٹری قرآن سے پڑھ چکے ہو۔ اور یہ بھی کہ لفظ شیعہ کا اطلاق قرآن میں جا بجا فرعونی گروہ کفار و مشرکین یہود و نصاریٰ پر ہوا ہے پھر تعجب ہے کہ شیعہ کہتے ہوئے نہیں شرماتے۔ کہ شیعہ کا ذکر تو قرآن میں ہے لیکن اہل سنت کا قرآن میں نام و نشان تک نہیں۔ ٹھیک ہے۔ ؎

اول ہی سے بشر کو ہے رغبت خلاف سے ؎ لیتا تھا کام منہ کا شکم میں یہ ناف سے

شیعوں کی احادیث

اس سے پہلے ہم کافی بحث کر آئے ہیں۔ کہ شیعوں کا اس قرآن پر ایمان نہیں ہے۔ اور جس قرآن جمع کردہ علی ؓ پر ان کا ایمان ہے۔ وہ ابھی غار سے باہر نہیں نکلا اور ظاہر ہے تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود۔ لاکھوں شیعے اس قرآن کی انتظار میں مر گئے اور کروڑوں آئندہ مریں گے لیکن اس موہوم قرآن کا ملنا محال۔ اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ حدیث کا سرمایہ شیعہ کے ہاں کہاں تک پایا جاتا ہے۔ ہم دلائل سے بیان کریں گے۔ کہ صحیح حدیث کی طرف سے بھی ان بیچاروں کو صاف جواب ہے۔ اول اس لئے کہ رُواۃ حدیث ایسے ملے ہیں۔ کہ ان کے سرغنوں پر ائمہ اہلبیت کو اعتبار نہ تھا۔ انہوں نے ائمہ ہدیٰ کو سخت سست کہا۔ ائمہ نے ان کو کیسا کہا کتب شیعہ میں تصریح ہے۔ کہ وہ عمداً ائمہ ہدیٰ پر جھوٹ باندھتے اور جھوٹی حدیثیں بنا بنا کر ان سے منسوب کیا کرتے تھے۔

راویان حدیث

احادیث شیعہ کا بہت بڑا راوی زرارہ بن اعین ہے۔ کتاب کافی کی ثلث احادیث اسی کی روایت ہیں اور منجملہ مبشرین بالجنت ہے۔ (رجال کشی ص۱۱۱) اس کی نسبت امام جعفر صادقؓ فرماتے ہیں زُرَارَۃُ شَرٌّ مِنَ الْیَھُوْدِ وَالنَّصَارٰی (رجال کشی ص۱۱۱) یعنی زرارہ یہود و نصاریٰ سے بھی بدتر ہے۔ یہ بھی فرمایا۔ کَذَبَ عَلَیَّ وَاللّٰہِ لَعَنَ اللّٰہُ زُرَارَۃَ (رجال کشی ص۱۰۵) خدا کی لعنت ہو زرارہ پر اس نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے۔ یہی زرارہ

صاحب ہیں۔ جنہوں نے امام محمد باقرؓ کو بڈھا بے علم کہا جیسا کہ اصول کافی ص۵۵ میں ہے کہ زرارہ کو امام محمدؒ سے ایک مسئلہ میں تکرار ہو گئی جب امام نے زرارہ کو اس پر تنبیہ کی تو کہنے لگا شَیْخٌ لَا عِلْمَ لَہٗ بِالْخُصُوْمَۃِ۔ اس بڈھے کو خصومت کا علم نہیں ہے۔)

رجال کشی کی بعض روایات میں یہ بھی ہے۔ کہ زرارہ پر امام نے اور امام پر زرارہ نے لعنت کی (معاذ اللہ) دوسرا راوی ابو بصیر ہے جس نے امام جعفر صادق کو طمع بتایا جس پر کتے نے اس کے منہ میں پیشاب کر دیا۔ امام موسیٰ کاظم کو ناقص کہا۔ (تنقیح ص۱۶۲)

ایک اور راوی مختار بن ابی عبیدہ ہیں جن کی نسبت امام جعفر صادق نے فرمایا۔ کَانَ الْمُخْتَارُ یَکْذِبُ عَلٰی عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ۔ (مختار امام زین العابدینؓ پر جھوٹ باندھا کرتا تھا یعنی ان کے نام پر جھوٹی حدیثیں وضع کرتا تھا۔ ایک اور راوی حکم بن عیینہ ہے۔ زرارہ نے امام جعفر صادق سے کہا کہ حکم بن عیینہ نے آپ کے والد سے یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا نماز مغرب مزدلفہ سے ورے پڑھ لے اس پر امام جعفر صادق نے تین بار قسم کھا کر فرمایا۔ مَا قَالَ اَبِیْ ھٰذَا قَطُّ کَذَبَ الْحَکَمُ ابْنُ عُیَیْنَۃَ عَلٰی اَبِیْ عَلَیْہِ السَّلَامُ (رجال کشی ص۱۲۸) میرے باپ نے یہ ہرگز نہیں فرمایا حکم بن عیینہ نے میرے والد پر جھوٹ باندھا ہے۔ امام جعفر صادق فرماتے ہیں۔ کَانَ لِلْحَسَنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَذَّابٌ یَکْذِبُ عَلَیْہِ وَکَانَ لِلْحُسَیْنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَذَّابٌ یَکْذِبُ عَلَیْہِ وَکَانَ الْمُخْتَارُ یَکْذِبُ عَلٰی عَلِیِّ ابْنِ الْحُسَیْنِ عَلَیْھِمَا السَّلَامُ وَکَانَ الْمُغِیْرَۃُ ابْنُ سَعِیْدٍ یَکْذِبُ عَلٰی اَبِیْ (رجال کشی ص۱۵۰) یعنی امام حسن کے لئے ایک کذاب تھا جو ان پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ ایسا ہی ایک اور کذاب تھا جو امام حسینؓ پر جھوٹ باندھتا تھا مختار امام زین العابدین پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ اور مغیرہ بن سعید میرے والد محمد باقر پر جھوٹ باندھنے والے تھے) پھر بتلایئے جب ایک ایک امام کے لئے ایک ایک شخص ایسا مقرر تھا جس کی ڈیوٹی امام والا مقام کی طرف سے جھوٹی حدیثیں وضع کر کے لوگوں میں مشتہر کرنے کی تھی۔ چنانچہ امام حسینؓ اور امام زین العابدین اور امام محمد باقر تک حضرت صادقؓ نے ان کذابوں کی تشریح کر دی۔ تو پھر احادیث شیعہ کا اعتبار کیا رہا۔

اور سنئے امام ابو الحسن رضا علیہ السلام کذابوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کَانَ بَنَانٌ یَکْذِبُ عَلٰی عَلِیِّ ابْنِ الْحُسَیْنِ عَلَیْھِمَا السَّلَامُ فَاَذَاقَہُ اللّٰہُ حَرَّ الْحَدِیْدِ وَکَانَ مُغِیْرَۃُ ابْنُ سَعِیْدٍ یَکْذِبُ عَلٰی اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَاَذَاقَہُ اللّٰہُ حَرَّ الْحَدِیْدِ وَکَانَ مُحَمَّدُ ابْنُ بَشِیْرٍ یَکْذِبُ عَلٰی اَبِی الْحَسَنِ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ فَاَذَاقَہُ اللّٰہُ حَرَّ الْحَدِیْدِ وَکَانَ اَبُو الْخَطَّابِ یَکْذِبُ عَلٰی اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَاَذَاقَہُ اللّٰہُ حَرَّ الْحَدِیْدِ وَالَّذِیْ یَکْذِبُ عَلَیَّ مُحَمَّدُ ابْنُ فُرَاتٍ (رجال کشی ص۹۵)

یعنی بنان امام زین العابدین پر جھوٹ باندھا کرتا تھا۔ خدا اسے گرم لوہے کا عذاب چکھائے۔ مغیرہ بن سعید امام باقر پر۔ محمد بن بشیر موسیٰ رضا پر۔ ابو الخطاب امام صادق پر جھوٹ باندھا کرتے تھے۔ خدا انکو گرم لوہے کا عذاب چکھائے۔ اور محمد بن فرات جھوٹ باندھا کرتا ہے) دیکھئے امام صادق نے تو صرف امام باقر تک ان پر جھوٹ باندھنے والوں کی فہرست دی تھی لیکن امام رضا نے اپنے زمانہ تک کے کذابوں تک کی تشریح کر دی جو اپنے اپنے وقت کے امام کی طرف سے جھوٹی حدیثیں گھڑ کر لوگوں کو سنایا کرتے تھے۔ پھر بقول شخصے۔ ع

این خانہ تمام آفتاب است

جب تمام رواۃ کی حالت یہ ہو۔ کہ انہوں نے ائمہ کرام پر جھوٹ باندھنے۔ ان کی طرف سے جھوٹی حدیثیں وضع کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہو۔ تو پھر احادیث شیعہ کا کیا اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی ایسی احادیث کتب شیعہ کافی۔ تہذیب۔ استبصار وغیرہ میں بھری ہیں جو کبھی عقل باور نہیں کر سکتی کہ ائمہ طاہرین نے ایسا فرمایا ہو۔ کہ ائمہ تقیہ اب ناظرین خود ہی خیال فرمائیں۔ کہ قرآن تو پہلے ہی سے گم تھا۔ حدیث کا بھی اعتبار جاتا رہا۔ تو مذہب شیعہ کی تمام بنیاد ہی متزلزل ہو جاتی ہے۔ یہ سب کچھ سبائی ٹولی کی کارگزاری ہے۔ کہ جنکو زرارہ۔ ابو بصیر محمد بن مسلم۔ مغیرہ جیسے سرگرم ممبر مل گئے۔ جو کوفہ میں بیٹھ کر ائمہ کرام کی طرف سے حدیثیں گھڑ کر سبائی مذہب کی ترویج کرتے تھے چونکہ شیعہ مذہب میں تنقید رجال کا کوئی سامان نہیں۔ نہ اسناد کا اوپر تک پہنچنا ضروری ہے۔ روایت حدیث کیلئے راوی کا اتنا ہی فرض ہے۔ کہ کسی امام کے ذمہ لگا کر روایت سے سبکدوش ہو جائے اسلئے یہ طوفان بے تمیزی برپا ہو گیا۔ تقیہ (جھوٹ) جزو ایمان سمجھا گیا۔ متعہ کی فضیلت کی حدیثیں بنائی گئیں۔ تعزیہ داری کو باعث نجات تصور کیا گیا۔ وقس علیٰ ھذا۔

روایت حدیث

شیعہ کے ہاں روایت حدیث کا بھی عجیب طریق ہے۔ الفاظ حدیث میں کمی بیشی کر لینے کا بھی اختیار دیا گیا ہے۔ اور جس حدیث کو بیٹے سے سنا ہو وہ باپ سے اور جو باپ سے سنی ہو۔ وہ بیٹے سے روایت ہو سکتی ہے۔ یہ بھی اختیار ہے۔ کہ حدیث کے الفاظ یاد نہ ہوں تو اول و آخر درمیان کے کچھ الفاظ لکھ کر حدیث کی روایت کیجائے۔ اور کسی کی کتاب میں کوئی حدیث لکھی ہوئی ملجائے۔ تو صاحب کتاب کی طرف سے بغیر دریافت کئے روایت کر سکتے ہیں۔ اور جو شخص کوئی حدیث سچ جھوٹ روایت کر دے۔ اسکی روایت قبول کر لینا جائز ہے سچ ہو تو راوی کو ثواب ورنہ مروی عنہ کو گناہ ہوگا۔ یہ جملہ امور حدیث ذیل سے ثابت ہیں۔

(۱) عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ مُسْلِمٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ اَسْمَعُ الْحَدِیْثَ مِنْکَ فَاَزِیْدُ وَاَنْقُصُ قَالَ اِنْ تُرِیْدُ مَعَانِیَہٗ فَلَا بَاْسَ بِہٖ (اصول کافی صفحہ ۲۹) محمد بن مسلم نے کہا میں نے امام جعفر سے دریافت کیا کہ جو حدیث میں نے آپ سے سنی ہو کیا مجھے اس میں کمی بیشی کرنے کا اختیار ہے۔ آپ نے کہا۔ اگر معانی مطلوب ہیں تو کچھ حرج نہیں (۲) عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ الْحَدِیْثُ اَسْمَعُہٗ عَنْکَ اَرْوِیْہِ عَنْ اَبِیْکَ اَوْ اَسْمَعُہٗ عَنْ اَبِیْکَ اَرْوِیْہِ عَنْکَ قَالَ سَوَآءٌ اِلَّا اَنَّکَ تَرْوِیْہِ عَنْ اَبِیْ اَحَبُّ اِلَیَّ وَقَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ لِجَمِیْلٍ مَا سَمِعْتَ مِنِّیْ فَارْوِہٖ عَنْ اَبِیْ۔ اصول کافی صفحہ ۲۹) ابو بصیر نے امام جعفر سے کہا جو حدیث میں نے آپ سے سنی ہو۔ وہ آپ کے والد سے اور جو آپکے باپ سے سنوں وہ آپ سے روایت کر سکتا ہوں یا نہ؟ آپ نے کہا دونوں سے روایت کرنا یکساں ہے۔ مگر میرے والد سے روایت کرنا بہتر ہے۔

(۳) عَنْ ابْنِ مَحْبُوْبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ یَجِیْئُنِی الْقَوْمُ فَیَسْمَعُوْنَ مِنِّیْ حَدِیْثَکُمْ فَاَضْجَرُ وَلَا اَقْوٰی قَالَ فَاقْرَءْ عَلَیْہِمْ مِنْ اَوَّلِہٖ حَدِیْثًا وَمِنْ وَسْطِہٖ حَدِیْثًا وَمِنْ اٰخِرِہٖ حَدِیْثًا (اصول کافی صفحہ ۲۹)

(عبد اللہ نے امام جعفر سے کہا میرے پاس لوگ حدیث سننے آتے ہیں اور میں بیان حدیث پر قادر نہیں ہو سکتا۔ آپ نے کہا اوّل و آخر اور درمیان سے حدیث بیان کر دیا کرو)

(۴) عَنْ اَحْمَدَ بْنِ عُمَرَ الْحَلَّالِ قَالَ قُلْتُ لِاَبِی الْحَسَنِ الرِّضَا اَلرَّجُلُ مِنْ اَصْحَابِنَا یُعْطِیْنِی الْکِتَابَ وَلَا یَقُوْلُ اِرْوِہٖ عَنِّیْ یَجُوْزُ لِیْ اَنْ اَرْوِیَہٗ عَنْہُ قَالَ اِذَا عَلِمْتَ اَنَّ الْکِتَابَ لَہٗ فَارْوِہٖ عَنْہُ اصول کافی صفحہ ۲۹)

احمد بن عمر حلال نے امام رضا سے پوچھا۔ ایک شخص نے میرے احباب سے کوئی کتاب دی ہو اور یہ نہ کہا ہو۔ کہ مجھ سے روایت کرو۔ کیا مجھے اس سے روایت کرنے کا اختیار ہے۔ یا نہ۔ آپ نے کہا کہ اگر تجھے معلوم ہے کہ کتاب اسی کی ہے۔ تو اس سے روایت کرنا جائز ہے۔

(۵) عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا حَدَّثْتُمْ بِحَدِیْثٍ فَاَسْنِدُوْہُ اِلَی الَّذِیْ حَدَّثَکُمْ فَاِنْ کَانَ حَقًّا فَلَکُمْ وَاِنْ کَانَ کِذْبًا فَعَلَیْہِ (اصول کافی صفحہ ۲۹)

امام جعفر صادقؓ نے کہا۔ امیر علیہ السلام کا قول ہے کہ جب تم سے حدیث بیان کی گئی ہو تو تم اس کے راوی تک اس کا اسناد پہنچا دو۔ اگر وہ حدیث سچی ہے۔ تو تمہیں ثواب ہوگا جھوٹی ہو تو اس کا گناہ بگردن راوی ہے ایسے سمجھئے۔ اسناد حدیث میں اسقدر بے پرواہی کرنا روا ہو۔ تو حدیث کا کیا اعتبار۔ اصول کافی صفحہ ۲۶ میں روۃ حدیث چار قسم کے بیان کئے گئے ہیں۔ اوّل منافق۔ دوم مخطی صادق فی الوہم۔ سوم مصیب ولیکن حدیث منسوخ

بیان کرتا ہے) چہارم مصیب (جو حدیث غیر منسوخ بیان کرتا ہے۔) پھر جب منافق اور مخطی اشخاص سے بھی روایت حدیث جائز ہو۔ تو حدیث کسطرح معتبر سمجھی جائیگی۔ علاوہ ازیں چونکہ شیعہ مذہب میں تقیہ جائز بلکہ باعث ثواب ہے۔ اس لئے یہ پتہ لگنا مشکل ہے۔ کہ راوی نے حدیث کو سچے دل سے سچ سمجھ کر بیان کیا ہے۔ یا کسی خوف اور مصلحت سے تقیۃً جھوٹ لکھ دیا ہے؛

ائمہ اہلبیت رضؓ پر جھوٹ کا الزام

ایک مسئلہ کے تین متعارض جواب: اہلبیتؓ کے ذمے رواۃ حدیث شیعہ نے یہاں تک بہتان باندھا ہے۔ کہ انہوں نے ایک ہی مسئلہ کے متعلق تین مختلف اشخاص کو الگ الگ مختلف و متعارض جواب دیئے ہیں جن میں سے ایک سچ ہو سکتا ہے۔ باقی سب جھوٹ چنانچہ احادیث ذیل سے جو اصول کافی ص۲۱ میں درج ہیں۔ اس کا انکشاف ہوتا ہے،

(۱) عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ حَازِمٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ مَا بَالِیْ اَسْئَلُکَ عَنِ الْمَسْئَلَۃِ فَتُجِیْبُنِیْ فِیْھَا بِالْجَوَابِ ثُمَّ یَجِیْئُکَ غَیْرِیْ فَتُجِیْبُہٗ فِیْھَا بِجَوَابٍ اٰخَرَ فَقَالَ اِنَّا نُجِیْبُ النَّاسَ بِزِیَادَۃٍ وَّنُقْصَانٍ (منصور بن حازم کہتا ہے میں نے امام جعفر علیہ السلام سے کہا وجہ ہے۔ کہ میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں۔ آپ مجھے اس کا جواب دیتے ہیں۔ پھر ایک دوسرا شخص آکر وہی مسئلہ پوچھتا ہے۔ اور اس کو اس کے خلاف جواب دیتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ ہم لوگوں کو بڑھا گھٹا کر جواب دیتے ہیں۔

(۲) عَنْ زُرَارَۃَ ابْنِ اَعْیُنٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ ؑ قَالَ سَئَلْتُہٗ عَنْ مَسْئَلَۃٍ فَاَجَابَنِیْ ثُمَّ جَآءَہٗ رَجُلٌ فَسَئَلَہٗ عَنْھَا فَاَجَابَہٗ بِخِلَافِ مَا اَجَابَنِیْ ثُمَّ جَآءَ اٰخَرُ فَاَجَابَہٗ بِخِلَافِ مَا اَجَابَنِیْ وَاَجَابَ صَاحِبِیْ فَلَمَّا خَرَجَ الرَّجُلَانِ قُلْتُ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ رَجُلَانِ مِنْ اَھْلِ الْعِرَاقِ مِنْ شِیْعَتِکُمْ قَدِمَا یَسْئَلَانِ فَاَجَبْتَ کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا بِخِلَافِ مَا اَجَبْتَ بِہٖ صَاحِبَہٗ فَقَالَ یَا زُرَارَۃُ اِنَّ ھٰذَا خَیْرٌ لَّنَا وَاَبْقٰی لَنَا وَلَکُمْ وَلَوْ اجْتَمَعْتُمْ عَلٰی اَمْرٍ وَّاحِدٍ لَصَدَّقَکُمُ النَّاسُ عَلَیْنَا وَلَکَانَ اَقَلَّ لِبَقَائِنَا وَبَقَائِکُمْ ثُمَّ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ شِیْعَتُکُمْ لَوْ حَمَلْتُمُوْھُمْ عَلَی الْاَسِنَّۃِ اَوْ عَلَی النَّارِ لَمَضَوْا وَھُمْ یَخْرُجُوْنَ مِنْ عِنْدِکُمْ مُخْتَلِفِیْنَ قَالَ فَاَجَابَنِیْ بِمِثْلِ جَوَابِ اَبِیْہِ (اصول کافی ص۳۷) زرارہ ابن اعین کہتا ہے کہ میں نے امام باقر علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھا جس کا جواب انہوں نے مجھے دیا۔ پھر دوسرے شخص نے آکر وہی مسئلہ ان سے پوچھا۔ اس کو میرے برخلاف اور جواب دیا۔ پھر ایک تیسرا شخص آگیا۔ اور وہی مسئلہ پوچھا۔ اور اس کو مجھ سے اور اس دوسرے شخص

سے بھی مخالف جواب دیا۔ جب وہ دونوں چلے گئے۔ تو میں نے پوچھا حضرت یہ دونوں عراقی مرد آپ کے شیعہ ہیں۔ جنہوں نے آکر ایک ہی مسئلہ پوچھا۔ آپ نے دونوں کو مختلف جواب دیئے۔ آپ نے کہا۔ اے زرارہ یہی بات ہمارے لئے بہتر ہے۔ ہماری اور تمہاری بقا کا باعث ہے۔ اگر تم ایک ہی بات پر متفق ہو جاؤ۔ تو لوگ ہمارے بارہ میں تم کو سچا سمجھ لیں گے۔ اور یہ ہماری اور تمہاری زندگی کیلئے مضر ہوگا۔ زرارہ کہتا ہے۔ کہ میں نے جعفر علیہ السلام سے عرض کی کہ یہ لوگ تمہارے راسخ الاعتقاد) شیعہ ہیں۔ اگر تم ان کو نیزوں پر یا آگ پر برانگیختہ کرو۔ تو کبھی پیچھے نہ ہٹیں گے۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ آپ سے یہ لوگ مختلف و متعارض جواب سن کر جاتے ہیں پھر امام جعفر علیہ السلام نے بھی وہی جواب دیا۔ جو ان کے والد نے دیا تھا)

ناظرین غور کر سکتے ہیں۔ کہ ائمہ معصومین کی نسبت کوئی یقین کر سکتا ہے۔ کہ وہ ایک مسئلہ میں تین ایسے اشخاص کو جو ان کے راسخ الاعتقاد مرید (شیعہ) ہوں تین مختلف متعارض جواب دیں مثلاً ایک کو کہیں کہ یہ چیز حرام ہے۔ دوسرے کو کہیں حلال ہے۔ تیسرے کو کہیں نہ حلال نہ حرام۔ یقیناً ان تینوں میں سے ایک سچ ہوگا۔ دو صریح جھوٹ اور ایسا جھوٹ کہنا موجب درازیٔ عمر اور بقائے حیات سمجھا جائے۔ پاک لوگوں کے منہ سے کبھی جھوٹ نکل نہیں سکتا۔ ان کا اس بات پر ایمان ہوتا ہے۔ کہ اَلصِّدْقُ یُنْجِیْ وَالْکِذْبُ یُھْلِکُ (راستی موجب نجات اور جھوٹ باعث ہلاکت ہے) اگر بفرض محال ائمہ اہلبیتؓ کا یہ حال تھا۔ کہ راستی کی کوئی پابندی نہ تھی۔ بلکہ مصلحت وقت کے مطابق سچ جھوٹ کہدیتے تھے۔ تو پھر ان کی حدیث کا کیا اعتبار ہوگا اور وہ کیونکر قابل عمل ہونگی۔ جب ایک ہی مسئلہ میں دو مختلف احادیث ایک ہی راوی سے مروی ہوں۔ تو بحکم اِذَا تَعَارَضَا تَسَاقَطَا۔ پایۂ اعتبار سے ساقط ہو جائیں گی؛

اہلسنّت سے عداوت

ایک اور بات بھی از بس عجیب ہے۔ جو بذمہ اہل بیت افترا کیا گیا ہے۔ کہ ان کا فتویٰ ہے۔ کہ اہلسنّت کا قول کیسا ہی کتاب اللہ اور سنت الرسول ؐ کے مطابق کیوں نہ ہو۔ اسکی مخالفت ہی کرنا چاہیے جیسا کہ اصول کافی صفحہ ۳۲ میں ہے:۔ قُلْتُ فَاِنْ کَانَ الْخَبَرَانِ عَنْکُمْ مَشْھُوْرَانِ قَدْ رَوَاھُمَا الثِّقَاتُ عَنْکُمْ قَالَ یُنْظَرُ فَمَا وَافَقَ حُکْمُہٗ حُکْمَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ وَخَالَفَ الْعَامَّۃَ فَیُؤْخَذُ بِہٖ وَیُتْرَکُ مَا خَالَفَ حُکْمُہٗ حُکْمَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ قَالَ جُعِلْتُ فِدَاکَ اَرَاَیْتَ اِنْ کَانَ الْخَبَرَانِ عُرِفَ حُکْمُھُمَا مِنَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ وَجَدْنَا اَحَدَ الْخَبَرَیْنِ اَحَدُھُمَا مُوَافِقًا لِلْعَامَّۃِ وَالْاٰخَرُ مُخَالِفًا لَّھُمْ بِاَیِّ الْخَبَرَیْنِ یُؤْخَذُ قَالَ مَا

خلف العامة ففيه الرشاد فقلت جعلت فداك فان وافقهما الخبران جميعاً قال ينظر الى ما
هم اميل حكامهم وقضاتهم فيترك ويوخذ بالاخر راوی نے امام جعفر علیہ السلام سے کہا۔ کہ اگر
دو حدیثیں آپ سے مشہور ہیں۔ اور ان کے راوی بھی ثقہ اشخاص ہیں۔ تو کس کو لیا جائے۔ کہا جس کا حکم کتاب اللہ
و سنت الرسول ؐ کے مطابق ہو اور عامہ (اہلسنت) کے مخالف ہو اسکو لیا جائے۔ اور جو کتاب و سنت کے
مخالف ہو اسکو چھوڑ دیا جائے۔ راوی نے کہا اگر دونوں حدیثیں کتاب و سنت سے ماخوذ ہوں اور ایک اہلسنت
کے مطابق اور دوسری انکے مخالف ہے ہم کس کو لیں۔ کہا جو اہلسنت کے مخالف ہو اسکو لینا بھلائی ہے۔ میں نے
کہا اگر دونوں حدیثیں اہلسنت کے قول کے مطابق ہوں۔ کہا پھر یہ دیکھا جائے کہ ان میں سے جسکی طرف ان کے
حکام اور قاضیوں کا میلان ہے۔ اسکو چھوڑ دیا جائے۔ اور دوسری پر عمل کیا جائے۔) جائے غور ہے کہ اہلبیت
کو اہلسنت سے اسقدر دشمنی تھی۔ کہ اگر ان کا قول مطابق کتاب اللہ اور سنت الرسول ؐ بھی ہو اور اسی کے مطابق ائمہ
کی حدیث بھی ہو۔ تو پھر بھی حتی الامکان اسکی مخالفت ہی کرنا چاہیئے۔ حاشا و کلا۔ پاک لوگوں کی کسی سے
عداوت نہیں ہوتی۔ جہاں حق مل گیا سر جھکا دیا۔ انظر الى ما قال ولا الى من قال۔ ایک مسلم مقولہ ہے یہ
سب کچھ سبائی کمیٹی کے ممبران کی گھڑت ہے۔ جو اسلام میں تفرقہ کی بناء ڈالنے کیلئے ایسے ایسے خرافات لکھدیئے گئے۔

شرم باید از خدا و از رسول ؐ
نے تفرعت محکم آمد نے اصول

اب شیعہ کے بعض مسائل کیطرف متوجہ ہوتے ہیں۔ منجملہ ان کے تعزیہ داری، ماتم، سینہ کوبی اور مرثیہ خوانی
کا مسئلہ ہے جس کو شیعہ نے باعث نجات سمجھ رکھا ہے۔

تعزیہ و مرثیہ خوانی

واضح ہو کہ اسلام میں بدعات محرم کی ایجاد و اختراعات شیعہ سے ہے۔ جو سنت یزید تازہ کرنے
کیلئے۔ سال بسال ماہ محرم میں کیجاتی ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ شیعیان حسین ؑ کیلئے نجات اخروی کیلئے
اسی قدر کافی ہے۔ کہ سال بھر میں ایک دفعہ غم حسین ؑ میں سینہ کوبی کرلیں ماتمی لوگ بغیر کسی پرسش کے
سیدھے جنت میں چلے جائیں گے۔ اور ان سے نہ پوچھا جائے گا کہ تم نے دنیا میں نماز۔ روزہ۔ حج۔
زکوٰۃ و فرائض ادا کئے ہیں یا نہیں۔ شیعوں کا یہ مسئلہ عیسائیوں کے مسئلہ صلیب سے کم نہیں ہے۔ جیسا کہ
انکا اعتقاد ہے کہ مسیح ؑ ہمارے تمام گناہوں کا کفارہ ہو چکے ہیں۔ اسی طرح حضرات شیعہ کہتے ہیں۔ کہ ہمارے گناہوں
کا کفارہ شہادت امام حسین ؑ ہے۔ ہمارے لئے صرف اتنا ضروری ہے کہ اس واقعہ کی یادگار میں مجلس ماتم قائم کرکے خوب

روئیں اور پیٹیں ہم بخشے جائیں گے۔ اور جنت ہمارے ہی لئے ہے سنیوں کی کیا مجال کہ جنت کا نام بھی لیجائیں۔
ہم نے قرآن و حدیث اور دینی کتب کو چھان مارا ہے ہمیں اس مسئلہ کا کہیں کھوج نہیں مل سکا۔ شیعہ
کی اپنی کتابیں بھی اس مسئلہ کی سخت مخالف ہیں۔ پھر معلوم نہیں کہ شیعہ نے یہ مسئلہ کہاں سے نکالا ہے ہم شیعہ
بھائیوں سے پوچھتے ہیں۔ کہ تعزیہ مرثیہ خوانی کا شروع کس پیغمبر یا امام سے ہوا۔ اگر کسی نبی ؑ یا امام یا صحابی ؓ سے اس
کی ابتدا ثابت نہیں ہے۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ سب کچھ بدعات محرمہ سے ہے۔ اور بس۔ اگر کہا جائے کہ واقعہ
شہادت حسین ؓ کے بعد اسکی ایجاد کی ضرورت ہوئی۔ تو ہم کہیں گے کہ اس سے پیشتر بھی کئی بزرگان دین شہید
ہو چکے ہیں۔ پھر کیوں سلف صالحین نے ایسا نہیں کیا۔

جناب امیر علیہ السلام نہایت بیدردی سے مسجد میں شہید کئے گئے۔ حسنین ؓ نے ان کے غم میں مجالس
ماتم قائم نہیں کیں۔ پھر حضرت امام حسن ؓ بھی زہر خورانی سے شہید کئے گئے۔ حضرت امام حسین ؓ نے اپنے بڑے
بھائی کے غم میں کبھی ماتم نہیں کیا۔ حضرت زین العابدین نے محشر خیز واقعہ کربلا اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ انہوں
نے بھی ماتم نہیں کیا۔ نہ پیٹنے کی رسم ادا کی۔ ایسا ہی دیگر ائمہ عظام نے بھی کبھی تعزیئے نہیں نکالے پھر ان سے بڑھ
کر کس شخص کو شہداء کربلا کا غم ہو گا۔ کہ بغیر سوانگ نکالنے کے تسکین نہیں ہو سکتی اسلام میں پہلا سانحہ
عظیمہ وفات رسول ؐ مقبول کا ہوا۔ مگر اہلبیت یا صحابہ ؓ نے کبھی نوحہ کیا۔ مرثیہ خوانی اور سینہ کوبی کی رسم
ہونے نہ دی۔ پھر کیونکر کہا جائے کہ یہ بدعات باعث ثواب اور موجب نجات ہو سکتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جا بجا قرآن کریم میں مومنین کو صبر کی ترغیب دی ہے۔ اور مومنوں کی یہ صفت بیان
فرمائی ہے کہ جب انکو کوئی مصیبت پہنچ جائے۔ وہ صبر سے کام لیتے اور معاملہ خدا کے سپرد کر دیتے ہیں۔ وبشر
الصبرين الذين اذا اصابتهم مصيبة قالوا انا لله وانا اليه راجعون (اے رسول ان صبر
کرنیوالوں کو بشارت دیجئے۔ کہ جب انہیں کوئی دکھ درد پہنچتا ہے۔ کہتے ہیں ہم خدا کے لئے ہیں۔ اور ہماری
بازگشت اسی کی طرف ہے۔

مسلمانوں کو ارشاد ہے۔ يا ايها الذين امنوا استعينوا بالصبر والصلوة انها لكبيرة
الا على الخشعين الذين يظنون انهم ملاقوا ربهم وانهم اليه راجعون (صبر اور نماز کے
وسیلہ سے مدد مانگو۔ اور یہ صبر و نماز بڑی شاق ہے۔ ہاں ان ڈرنیوالوں پر جن کو اس بات کا یقین ہے
کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں۔ اور وہ اسی کی طرف واپس جانیوالے ہیں۔

پھر معلوم نہیں قرآن کے کس پارہ میں یہ آیت لکھی ہے۔ کہ کوئی واقعہ ہائلہ (مصیبت) پیش آجائے
تو سوانگ بنا کر خوب جزع فزع کیجیو۔ کپڑے پھاڑو۔ رخسارے طمانچوں سے لال کرو۔ سینہ کوٹ کوٹ کر لہولہان

کردہ شاید اس قرآن میں یہ حکم ہو۔ جو ستر ہزار آیت کا ہے۔ اور جو ابھی گوشۂ غار میں مدفون ہے۔ یہ قرآن تو آیات صبر سے پُر ہے اور کسی ایک جگہ بھی جزع فزع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

اصول کافی صلا میں یہ حدیث ہے عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ الصَّبْرُ مِنَ الْاِیْمَانِ بِمَنْزِلَۃِ الرَّاْسِ مِنَ الْجَسَدِ فَاِذَا ذَھَبَ الرَّاْسُ ذَھَبَ الْجَسَدُ کَذٰلِکَ اِذَا ذَھَبَ الصَّبْرُ ذَھَبَ الْاِیْمَانُ۔ امام صادقؑ نے فرمایا صبر ایمان کے سر کے بجائے ہے جب سر کٹ جائے۔ تو جسد بیکار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب صبر چھوڑ دیا جائے ایمان جاتا رہتا ہے۔) پھر جو لوگ برخلاف اس حدیث کے جزع فزع کرتے اور روتے پیٹتے سینہ کوبی کر کے بے صبری دکھلاتے ہیں بشہادت حضرت امام موصوف وہ بالکل بے ایمان ہیں۔ ائمہ اہلبیت نے جزع فزع سے یہاں تک منع فرمایا ہے۔ کہ مصیبت کے وقت رانوں پر ہاتھ مارنا بھی موجب حبط اعمال قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ فروع کافی جلد ا صلا۲۲ میں درج ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ضَرْبُ الْمُسْلِمِ یَدَہٗ عَلٰی فَخِذِہٖ اِحْبَاطٌ لِاَجْرِہٖ۔ اب برخلاف اس کے جو لوگ منہ پر طمانچے رسید کرنا اور سینہ کوبی کرنا موجب ثواب سمجھتے ہیں۔ وہ امام صادقؑ کے قول کی تکذیب کرتے ہیں۔

اس بارہ میں قول فیصل جناب امیر علیہ السلام کا قول ہے۔ جو نہج البلاغت صلا۹۱ و صلا۲۳ مطبوعہ طہران میں یوں درج ہے۔ وَمِنْ کَلَامٍ لَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَہٗ وَھُوَ یَلِیْ غُسْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَتَجْھِیْزَہٗ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ لَقَدِ انْقَطَعَ بِمَوْتِکَ مَا لَمْ یَنْقَطِعْ بِمَوْتِ غَیْرِکَ مِنَ النُّبُوَّۃِ وَالْاِنْبَاءِ وَاَخْبَارِ السَّمَاءِ خَصَّصْتَ حَتّٰی صِرْتَ مُسَلِّیًا عَمَّنْ سِوَاکَ وَعَمَّمْتَ حَتّٰی صَارَ النَّاسُ فِیْکَ سَوَاءً وَلَوْلَا اَنَّکَ اَمَرْتَ بِالصَّبْرِ وَنَھَیْتَ عَنِ الْجَزَعِ لَاَنْفَدْنَا عَلَیْکَ مَاءَ الشُّئُوْنِ امیر علیہ السلام نے رسول پاک کے غسل اور تجہیز کے وقت فرمایا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپکی وفات سے وہ امور منقطع ہوئے ہیں۔ جو کسی اور کی وفات سے نہ ہو سکتے تھے۔ وہ امور نبوت اور آسمانی وحی ہیں۔ آپ ایسے خاص ہو گئے کہ ماسوائے سے قطع کر دیا۔ اور آپکا فیض ایسا عام ہوا۔ کہ تمام لوگ اس سے یکساں مستفیض ہوئے اگر آپنے ہمیں صبر کرنے کا حکم اور جزع فزع سے منع نہ کر دیا ہوتا۔ تو آج ہم آپکی وفات پر اتنا روتے کہ رطوبت بدن خشک ہو جاتی)

دیکھئے جناب امیر علیہ السلام کا ایسے دردناک موقعہ وفات رسول پر جزع و فزع چھوڑ کر صبر سے کام لینا اور اس پر رسول پاک کے امر بالصبر و نہی عن الجزع جزع فزع کرنا اور بے صبری دکھانا ہرگز جائز نہیں ہے۔ کیونکہ وفات رسول سے بڑھکر کوئی سخت صدمہ مسلمان کے لئے بالخصوص اصحابؓ و اہلبیتؓ رسول کیلئے ہو نہیں سکتا اور جیسا غم حضور علیہ السلام کی وفات سے حضرت علی المرتضیٰ رضؓ کو تھا۔ کسی اور شخص کی وفات سے کسی دیگر شخص کو نہیں ہو سکتا۔ پھر ایسے دردناک وقت میں جزع فزع اور سینہ کوبی تو کجا آنسو بہانے تک کو بھی

ا۔ کسو دلیل پیش کرنا اس امر کی قبیحہ کن دلیل ہے کہ بعد الرسول اور کسی شخص کی وفات یا شہادت پر جزع [illegible]

خلاف صبر تصور کر کے صبر و تحمل سے کام لیا گیا۔ تو پھر کس طرح کسی اور شخص کی وفات یا شہادت پر اسکے خلاف رونا پیٹنا اور سینہ کوبی کرنا روا ہو سکتا ہے۔ یہ کسی ایسے ویسے شخص کا فیصلہ نہیں ہے۔ بلکہ جناب امیر علیہ السلام اور حضرت امام صادق علیہ السلام کے فیصلہ جات ہیں جن پر شیعہ مذہب کا دارو مدار ہے۔ اس لئے کہ شیعہ کو انکے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے بغیر ہرگز چارہ نہیں ہو سکتا۔ ؎

گل و گلچیں کا گلہ بلبل خوش لہجہ نہ کر ؎ تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

رسول پاک کی وصیت دربارہ ممانعت جزع فزع

اس بارہ میں ناطق فیصلہ آنحضرت کی آخری وصیت ہے جو بوقت وفات آپنے اپنی جگر گوشہ حضرت فاطمہؓ کو فرمائی چنانچہ شیعہ کی معتبر کتاب جلاء العیون اردو جلد ا صلا۶۹ میں لکھا ہے۔

اے فاطمہؓ واضح ہو کہ پیغمبر کیلئے گریبان چاک نہ کرنا چاہیئے۔ اور بال نوچنے نہ چاہئیں۔ اور واویلا نہ کہنا چاہیئے۔ ولیکن وہ کہنا جو تیرے باپ نے اپنے بیٹے حضرت ابراہیمؑ کے مرنے میں کہا کہ آنکھیں روتی ہیں اور دل درد میں آتا ہے اور میں نہیں کہتا ہوں۔ کہ جو موجب غضب پروردگار ہو۔ اور اے ابراہیمؑ میں تجھ پر اندوہناک ہوں۔

نیز اسی کتاب کے صلا۶۷ میں یوں لکھا ہے۔

"ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت رسولؐ نے بوقت وفات جناب سیدہؓ سے کہا۔ اے فاطمہؓ جب میں مر جاؤں۔ اس وقت تو اپنے بال میری مفارقت سے نہ نوچنا اور اپنے گیسو پریشان نہ کرنا۔ اور واویلا نہ کہنا۔ اور مجھ پر نوحہ نہ کرنا۔ اور نوحہ کرنیوالوں کو نہ بلانا۔"

اس سے زیادہ صریح فیصلہ ماتم کے متعلق کیا ہو سکتا ہے۔ کہ حضور اپنی پیاری بیٹی جناب سیدہ کو وصیت فرماتے ہیں۔ کہ میری وفات کا ماتم کہ صدمہ عظیم ہوگا۔ یہی خیال کیطرح جزع فزع مت کرنا۔ سر پیٹنا۔ نہ گریبان چاک کرنا۔ نہ واویلا۔ نہ نوحہ کرنا۔ نہ نوحہ گروں کو گھروں میں داخل ہونے دینا۔ اگر یہ امور باعث ثواب ہوتے تو حضور علیہ السلام بجائے ممانعت کے جناب سیدہ کو اذن عام دیتے۔ کہ اپنے والد بزرگوار کا ماتم خوب زور شور سے کرنا۔ نوحہ بھی ... کرو اور سینہ زنی کر کے قیامت برپا کرنا۔ اطمینان سے نوحہ کرنا۔

ا۔ ایسا ہی شیعہ کی [illegible] حدیث فروع کافی جلد ۲ صلا [illegible] ہے سوال [illegible] فاطمۃ ... عَلَیَّ وَجْھًا وَلَا تُرْخِیْ عَلَیَّ شَعْرًا وَلَا تُنَادِیْ بِالْوَیْلِ وَلَا تُقِیْمِیْ عَلَیَّ نَائِحَۃً رسول نے بوقت وفات حضرت فاطمہؓ کو فرمایا۔ میرے لئے منہ نہ پیٹنا۔ بال نہ بکھیرنا۔ واویلا نہ کرنا اور نوحہ [illegible]

کو جمع کر کے خوب حق ماتم ادا کیا۔ جب آپ نے ان امور سے سخت ممانعت فرما دی۔ تو معلوم ہوا کہ یہ جملہ حرکات ممنوعہ ناجائز داخل معصیت ہیں۔ ان کے کرنے سے بجائے ثواب کے عذاب ہوتا ہے۔ بلکہ میت کو بھی ایذا ہوتی ہے جلاء العیون ص۶۴ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری وصیت اہلبیت و اصحاب کو فرمائی اس میں یہ الفاظ بھی تھے۔

"پس تم لوگ فوج فوج اس گھر میں آنا۔ اور مجھ پر صلوٰت بھیجنا اور سلام کہنا۔ اور مجھکو نالہ فریاد و گریہ و زاری سے آزار نہ دینا"

ایک اور حدیث فروع کافی جلد ا میں یوں درج ہے۔

امام جعفر صادق کا فتوے کفر

حضرت امام جعفر صادق رض نے ماتمیوں کے لیے فتویٰ کفر صادر فرمایا۔ چنانچہ فروع کافی جلد ا ص۱۲۱ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ اِنَّ الصَّبْرَ وَالْبَلَاءَ یَسْتَبِقَانِ اِلَی الْمُؤْمِنِ فَیَاْتِیْہِ الْبَلَاءُ وَھُوَ صَبُوْرٌ وَاِنَّ الْجَزَعَ وَالْبَلَاءَ یَسْتَبِقَانِ اِلَی الْکَافِرِ فَیَاْتِیْہِ الْبَلَاءُ وَھُوَ جَزُوْعٌ (امام صادق رض نے فرمایا صبر اور مصیبت مومن کے پیش آتے ہیں۔ اسے مصیبت آجاتی ہے اور وہ صبر کرتا ہے۔ اور گھبراہٹ اور مصیبت کافر کے پیش آتی ہے۔ اور اسے مصیبت آجاتی ہے۔ اور وہ جزع فزع کرنے لگتا ہے۔) اس حدیث میں حضرت امام رض نے مومن اور کافر کی شناخت یہ بتائی ہے۔ کہ مومن کو مصیبت آجائے۔ تو اس پر وہ صابر ہوتا ہے لیکن جب کافر کو مصیبت پیش آجائے۔ تو وہ جزع فزع کرنے لگتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں حدیث کا مطلب صاف یہ ہے کہ جو مصیبت پر صبر کرے وہ مومن ہے۔ اور جو جزع فزع کرے وہ کافر ہے۔

جزع کی تعریف

جزع کی تعریف بھی حضرت امام نے بتادی ہے۔ چنانچہ دوسری حدیث میں ہے۔ عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَالَ قُلْتُ لَہٗ مَا الْجَزَعُ قَالَ اَشَدُّ الْجَزَعِ الصُّرَاخُ بِالْوَیْلِ وَالْعَوِیْلِ وَلَطْمُ الْوَجْہِ وَالصَّدْرِ وَجَزُّ الشَّعْرِ مِنَ النَّوَاصِیْ وَمَنْ اَقَامَ النُّوَاحَۃَ فَقَدْ تَرَکَ الصَّبْرَ وَاَخَذَ فِیْ غَیْرِ طَرِیْقِہٖ (فروع کافی جلد ا ص۱۲۱) جابر کہتا ہے میں نے حضرت صادق سے پوچھا جزع کیا ہے۔ فرمایا انتہائی جزع

ویل و عویل کی پکار کرنا۔ اور منہ پر طمانچے لگانا۔ سینہ زنی کرنا۔ بال نوچنا۔ اور جس نے نوحہ (ماتم) کیا۔ اس نے صبر چھوڑ دیا۔ اور غیر شرع کام کیا۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے۔ کہ ماتمی لوگ یہ جملہ حرکات ویل و عویل کیا کرتے۔ منہ پیٹتے۔ سینہ کوٹتے۔ اور بال اکھیڑتے۔ اور نوحہ کرتے ہیں۔ اس لئے حسب فتویٰ امام والا مقام یہ کافر ہیں۔ اور خلاف شرع کام کرتے ہیں۔ کیا ماتمی لوگ ان صریح احادیث ائمہ اہلبیت کو بغور پڑھکر اس فعل شرع سے باز آئیں گے؟

ہم نے ممانعت ماتم پر قول خدا، قول رسول، قول جناب امیر اور اقوال امام جعفر صادق رض پیش کر دیئے ہیں۔ کہ خدا و رسول خدا نے صبر کا حکم دیا۔ اور جزع سے منع کیا ہے۔ اور جناب امیر علیہ السلام نے اپنے قول و فعل سے اختیار صبر و ترک جزع کا فتویٰ دیدیا ہے۔ پھر حضرت صادق رض نے تصریح الفاظ میں جزع کی تشریح فرما کر فتویٰ دے دیا ہے۔ کہ جزع و فزع کرنے والے سب کافر ہیں۔ ایسا ہی جناب امام حسین رض نے بھی اپنے عمل سے بتا دیا۔ کہ خواہ کیسی ہی مصیبت پیش آئے۔ صبر کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے۔ چنانچہ فروع کافی جلد ا ص۱۲۱ میں ہے لَمَّا اُصِیْبَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ صَلَوٰتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نَعَی الْحَسَنُ اِلَی الْحُسَیْنِ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ وَھُوَ بِالْمَدَائِنِ فَلَمَّا قَرَأَ الْکِتَابَ قَالَ یَا لَھَا مِنْ مُصِیْبَۃٍ مَا اَعْظَمَھَا مَعَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ قَالَ مَنْ اُصِیْبَ مِنْکُمْ بِمُصِیْبَۃٍ فَلْیَذْکُرْ مُصَابَہٗ بِیْ فَاِنَّہٗ لَنْ یُّصَابَ بِمُصِیْبَۃٍ اَعْظَمَ مِنْھَا وَصَدَقَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ (جب جناب امیر رض کی شہادت کا واقعہ ہوا حضرت امام حسن رض نے اپنے بھائی حسین رض کو آپ کی وفات کی اطلاع بھیجی۔ جب امام حسین رض نے خط پڑھا۔ فرمانے لگے کیسی بڑی مصیبت پیش آئی ہے لیکن آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ جس شخص کو کوئی مصیبت پیش آجائے۔ وہ میرے واقعہ ہائلہ وفات کی مصیبت کو یاد کرے۔ کیونکہ وفات رسول سے بڑھکر مسلمانوں کے لئے کوئی بڑی مصیبت نہ ہوگی اور حضور علیہ السلام نے سچ فرمایا ہے) یعنی حضرت امام حسین رض نے اس خبر وحشت اثر کو سنکر ذرہ بھر جزع فزع نہ کی بلکہ صبر و شکیب سے کام لیا۔ اور یہ فرمایا۔ کہ وفات رسول سے بڑھکر بقول آنحضرت مسلمانوں کیلئے کوئی مصیبت نہیں ہے۔ پھر جب اس پر بھی صبر کا حکم ہے۔ تو پھر کس مصیبت پر بےصبری کرنا جائز ہو سکتا ہے

امام حسین رض کی آخری وصیت

شیعہ کی معتبر کتاب انارۃ البصائر جلد [illegible] ص۲۹۵ میں ہے کہ جناب سید الشہداء امام حسین رض نے کربلا میں اپنی ہمشیرہ حضرت زینب رض علیہا السلام کو فرمایا کہ اے بہن جو میرا حق تم پر ہے۔ اسی کی قسم دے کر کہتا ہوں۔ کہ میری مصیبت و مفارقت پر صبر کرو۔ پس جب میں مارا جاؤں۔ تو ہرگز منہ نہ پیٹنا اور بال اپنے

نہ نوچنا اور گریبان چاک نہ کرنا۔ کہ تم فاطمہ زہرا کی بیٹی ہو۔ جیسا انہوں نے پیغمبر خدا کی مصیبت میں صبر فرمایا تھا۔ اسی طرح تم بھی میری مصیبت میں صبر کرنا الخ۔

اس سے زیادہ واضح دلیل اس امر کی کہ شہداء کربلا کی مصیبت میں منہ پیٹنا سینہ کوبی کرنا ناجائز ہے اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ خود سید الشہداء نے اپنی ہمشیرہ کو آخری وقت میں یہ وصیت فرما دی۔ کہ میری شہادت پر جزع و فزع نہ کرنا۔ نہ پیٹنا۔ نہ بال نوچنا۔ نہ گریبان چاک کرنا۔ بلکہ ایسا ہی صبر کرنا جیسا جناب سیدہؓ نے وفات رسولؐ پر صبر کیا۔ پھر جو لوگ اس کے خلاف ماتم حسین میں اسقدر طوفان بے تمیزی برپا کرتے ہیں۔ کہ عورتیں مرد جمع ہو کر سینہ کوبی کرتے منہ پیٹتے ہائے ہائے کی دہائی سے زمین ہلا دیتے ہیں یہ سید الشہداء حضرت امام حسینؓ کے حکم کی نافرمانی کرتے اور خدا و رسولؐ کو ناراض کرتے ہیں۔ ع

نہ اس پر بھی اگر سمجھو تو پھر تم سے خدا سمجھے

فی زمانہ جو رواج ہو گیا ہے۔ کہ مجالس ماتم میں جوان مرد اور جوان عورتیں زرق برق پوشاکیں پہنے آنکھوں میں کاجل لگائے بالوں کو معطر تیل لگا کر کنگھی پٹی سے ایک دوسرے کی دید بازی کیلئے جمع ہو جاتے ہیں۔ اور راگ ممنوع میں سر اور تان سے مرثیہ خوانی ہوتی اور سینہ زنی کیجاتی ہے۔ اور تعزیہ پر نذر نیاز چڑھائے جاتے ہیں۔ سجدے ہوتے عرضیاں گذاری جاتی ہیں۔ یہ سب شرک و بدعت ہے جسکی مخالفت نہ صرف کتب اہلسنت بلکہ کتب اہل تشیع میں بھی بالتشریح لکھی ہے۔ چنانچہ شیعہ کی ایک نہایت معتبر تفسیر عمدۃ البیان مطبع یوسفی دہلی کے صفحہ ۲۴۵ میں ذیل آیت وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ الخ یوں لکھا ہے۔

یہ آیت حقیقت میں امام حسین رضؓ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اسواسطے جو کچھ آیت میں ہے۔ وہ ان کے حال پر صادق آتا ہے۔ اور دوسرے شخص کو ہم ایسا نہیں کہتے ہیں۔ اور یہ خبر کہ آنحضرتؐ کا بڑا معرکہ ہے اور رونا رلانا انکی مصیبت پر ثواب عظیم رکھتا ہے۔ لیکن اکثر آدمی محرم میں بدعت کر کے ثواب کو ضائع کرتے ہیں جیسے باجے بجاتے اور بجواتے ہیں۔ اور مرثیوں میں جھوٹی حدیثیں اپنی طرف سے ایجاد کر کے داخل کرتے ہیں۔ اور [...] اور تنقیص کی روایتوں کو مجلسوں میں بیان کر کے لوگوں کے ایمانوں کو خراب کرتے ہیں۔ اور جو راگ کہ شرع میں حرام ممنوع ہیں۔ اس میں مرثیوں کو پڑھتے ہیں۔ اور عورتیں بلند آواز سے مرثیوں کو پڑھتی ہیں۔ اور نامحرم انکی آواز کو سنتے ہیں۔ ان امور میں مومنین کو اجتناب لازم ہے۔ اور تعزیوں پر محتاج آدمی تو اپنی احتیاج کی عرضیاں باندھتے ہیں۔ اور ریا کاغذ کی [...] کتر کر باندھتے ہیں۔ اس مراد سے کہ اگر میری آسودگی اور فراغت ہوئی۔ تو یہ چاندی کی [...] گھڑوا کر تعزیہ پر چڑھاؤں گا۔ اور بے اولاد آدمی کاغذ کا لڑکا کتر کر تعزیہ پر باندھتے ہیں۔ اس ارادہ سے کہ اگر ہمارے بیٹا پیدا ہو گا تو چاندی کا گھڑوا کر تعزیہ پر چڑھائیں گے۔ اول یہ کہ تصویر انسانی ہے اور تصویر کے بنانے

اجتناب لازم ہے۔ اور سوا اس کے حاجت کا طلب کرنا پروردگار سے چاہئے۔ کہ وہ قاضی الحاجات ہے۔ نہ غیر سے۔ ہاں حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام سے شفاعت کا چاہنا کہ خدا تعالیٰ ہماری شفاعت کروائے اور ان کیواسطے سے دعا مانگنا موجب قضاء حاجات اور باعث حصول مقصد ہے۔ جیسے کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ اور بعض جہلاء تعزیہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ یہ طریقہ کفار و مشرکین کا ہے۔ اس سے پرہیز کرنا واجب ہے۔ اور تعزیہ کے علم پر زیارت کا پڑھنا نہ چاہیئے۔ البتہ اگر کربلائے معلی کیطرف منہ کر کے حضرت امام حسینؓ کے روضہ کی نیت سے زیارت پڑھے تو مضائقہ نہیں ہے۔"

دیکھئے سید عمار علی جو ایک غالی شیعہ ہے۔ وہ بھی اپنی کتاب میں بدعات تعزیہ کی سخت مذمت کرتا ہے کیا شیعہ ان بدعات سے باز آئیں گے۔

یہ ماتم بھی عجیب ہے۔ کہ ڈھول بجا کر گتکہ بازی کی جاتی ہے۔ تعزیہ کے ساتھ شاہدان بازاری کا اجتماع ہوتا ہے۔ جو سر و پا برہنہ تعزیہ کے آگے سلامی کرتی جاتی ہیں۔ دیدہ باز لوگ اس دلفریب منظر کو غنیمت سمجھکر حظ اٹھاتے ہیں۔ کیا یہ یزیدی گروہ کے جشن کی نقالی نہیں ہے جنہوں نے امام حسین رضؓ کو شہید کر کے ڈھول و باجے بجائے۔ اور جشن طرب کے شادیانے قائم کئے۔ ہاں ہمیں یہ تو بتایا جائے۔ کہ قاتلان حسینؓ کون لوگ تھے جس پر کتب شیعہ بالاتفاق شاہد ہیں۔

قاتلان حسینؓ شیعہ تھے

شیعہ کی کتابوں میں بالتصریح لکھا ہے۔ کہ حضرت امام حسینؑ کو اہل کوفہ نے جو شیعیان علی رضؓ [...] مسکن تھا۔ بے تعداد تاکیدی خطوط لکھکر بلوایا۔ آپ نے پہلے اپنے عم زاد بھائی حضرت امام مسلمؒ [...] روانہ کیا۔ ان کو معہ ان کے صغیر السن دو صاحبزادوں کے بڑی بیدردی سے شہید کیا گیا۔ پھر جب امام والا مقام پہنچے۔ آپکو بھی انہی شیعوں نے جو آپ کی بیعت کر چکے تھے۔ شہید کیا۔

شیعان کوفہ کی خط و کتابت

شیعہ کی مستند کتاب اخبار ماتم مطبوعہ رامپور صفحہ ۲۱۲ میں لکھا ہے۔ بَلَغَ اَهْلَ الْكُوفَةِ هَلَاكُ مُعَاوِيَةَ وَعَرَفُوا خَبَرَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاجْتَمَعَتِ الشِّيعَةُ فَكَتَبُوا إِلَيْهِ

بِالْكُتُبِ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مِسْمَعٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ وَالٍ فَخَرَجَا مُسْرِعَيْنِ حَتّٰى قَدِمَا عَلَى الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِمَكَّةَ لِعَشْرٍ مَضَيْنَ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ۔ (جب امیر معاویہ کی خبر وفات اہل کوفہ کو پہنچی اور امام حسینؓ کی ہجرت مکہ کا حال معلوم ہوا تو تمام شیعہ نے مجتمع ہو کر بالاتفاق آپکی طرف خط لکھا۔ اور عبد اللہ بن مسمع اور عبد اللہ بن وال کے ہاتھ وہ خط روانہ کیا۔ یہ دونوں قاصد دوڑتے ہوئے مکہ معظمہ میں ۱۰ رمضان کو امام صاحب کی خدمت میں پہنچے۔) یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہا۔ کہ ایک دن میں ۶۰ خطوط آپ کی خدمت میں پہنچے یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہا کہ ایک دن میں ۶۰ خطوط آپکے پاس جا پہنچے اور بالآخر انکی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ گئی چنانچہ کتاب مذکور کے صفحہ مذکورہ میں ہے "وَوَرَدَ عَلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ وَاحِدٍ سِتُّمِائَةِ كِتَابٍ وَتَوَاتَرَتِ الْكُتُبُ حَتّٰى اجْتَمَعَ عِنْدَهٗ اِثْنَا عَشَرَ اَلْفَ كِتَابٍ" یعنی امام صاحب کے پاس متواتر خطوط شیعوں کے مختلف جگہ سے بارہ ہزار جمع ہو گئے۔ اور شعبی نے روایت کی ہے "وَبَايَعَ الْحُسَيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَرْبَعُوْنَ اَلْفًا مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ عَلٰى اَنْ يُّحَارِبُوْا مَنْ حَارَبَ وَيُسَالِمُوْا مَنْ سَالَمَ" (یعنی چالیس ہزار کوفے کے شیعیان نے امام صاحب کی بیعت اس بات پر کی۔ کہ اگر وہ لڑیں گے۔ تو ہم لڑیں گے۔ اگر وہ صلح کریں۔ تو ہم ہر حال میں انکے تابعدار اور مطیع ہیں۔ آخر الامر امام صاحب نے مجبور ہو کر ان کی آرزو کے مطابق خط روانہ کیا)

"فَعِنْدَ ذٰلِكَ رَدَّ جَوَابَ كُتُبِهِمْ وَمَنَّاهُمْ بِالْقَبُوْلِ وَوَعَدَهُمْ بِسُرْعَةِ الْقُبُوْلِ" (یعنی امام صاحب نے انکے خطوط کا جواب مطابق ان کی دلی خواہش کے روانہ فرمایا۔ اور وعدہ بہت جلدی کوفہ میں تشریف فرمانے کا دیا۔ اور سفر کوفہ کا قصد مصمم امام صاحب کا ہوا۔۔۔ الخ)

شیعہ کی معتبر کتاب خلاصۃ المصائب صفحہ ۱۷ میں ہے۔ کہ جب امام حسینؓ ظلم اعداء سے تنگ آکر مرقد مطہر رسول اللہ صلعم سے جدا ہوئے تیسری تاریخ شعبان کو مکہ معظمہ میں کوفیان پر دغا نے نامے علی الاتصال حضرت کی خدمت میں بھیجے بعض ناموں کا مضمون یہ تھا۔ "لَيْسَ عَلَيْنَا اِمَامٌ فَاَقْبِلْ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّجْمَعَنَا بِكَ عَلَى الْحَقِّ" (یعنی اے حضرت ہم امام و پیشوا نہیں رکھتے۔ جلدی تشریف لائیے۔ شاید خدا حق کو ہمارے ہاتھ جاری کر دے اور شیث بن ربعی وغیرہ شیعہ نے بایں طور خط لکھ کر روانہ کیا۔ "اَمَّا بَعْدُ فَقَدِ اخْضَرَّتِ الْجَنَّاتُ وَاَيْنَعَتِ الثِّمَارُ فَاقْدِمْ عَلَيْنَا فَاِنَّمَا تَقْدَمُ عَلٰى جُنْدٍ لَكَ وَالسَّلَامُ" (بعد حمد و صلوٰۃ کے تحقیق صحرا و بیابان سرسبز ہو گئے ہیں۔ اور درخت میوہ جات بار ور ہیں پس آپ ہماری طرف تشریف لائیے۔ کہ فوج کثیر آپ کی نصرت و امداد کے لئے تیار ہے۔ اور شب و روز انتظار کرتے ہیں۔ الخ) نیز کتاب مذکور صفحہ ۵۶ میں ہے۔ کہ جب امام علیہ السلام کو راستہ میں خبر شہادت امام رضؓ کی ہوئی۔ تو آپ نے تمام لشکر کو جمع کیا۔ اور فرمایا۔ "وَقَدْ خَذَلَنَا شِيْعَتُنَا فَمَنْ اَحَبَّ مِنْكُمُ الْاِنْصِرَافَ فَلْيَنْصَرِفْ فِيْ غَيْرِ حَرَجٍ لَيْسَ عَلَيْهِ ذِمَامٌ" الخ (اس عبارت سے صاف معلوم ہوا

را آپکو ذلیل و خوار کر دیا یہ شہری لوگ تھے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا بیشک ہمارے شیعہ نے ہاتھ کر خوار کیا اور نصرت سے ہاتھ اٹھا لیا پس اب جو چاہے چلا جائے جو چاہے ہمارے ساتھ رہے جو چلا جائے۔ اسکے کچھ حرج نہیں ہوگا" اس کے آگے لکھا ہے کہ امام صاحب سے یہ بات سنکر بہت سے تیار پرست لوگ آپ سے علیحدہ ہو گئے جو مدینہ سے آپکے ساتھ آئے۔ انہوں نے شہادت پائی۔

امام علیہ السلام نے بعد نماز جو خطبہ پڑھا۔ اس میں یہ الفاظ تھے "يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ لَمْ اٰتِكُمْ حَتّٰى اَتَتْنِيْ كُتُبُكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ كَارِهِيْنَ لِقُدُوْمِيْ اِنْصَرَفْتُ عَنْكُمْ" (یعنی اے اہل کوفہ میں نہیں آیا مگر جب تمہارے بہت نامے میری طلب کو پہنچے۔ اگر تم عہد پیمان پر ثابت ہو۔ تو تازہ عہد کرو۔ تاکہ مجھے اطمینان ہو۔ اور اگر تم میرے آنے سے منکر ہو۔ تو میں جہاں سے آیا ہوں۔ وہاں پھر جاؤں۔۔۔ الخ)

شیعہ کا ایک خط

شیعہ کی مستند کتاب جلاء العیون صفحہ [illegible] میں ایک خط شیعیان کوفہ کا بدیں مضمون مسطور ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ یہ نامہ سلیمان بن صرد و مسیب بن نجبہ و رفاعہ بن حبیب بن مظاہر اور جمیع شیعیان مومنین و مسلمین اہل کوفہ کی جانب سے بخدمت امام حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہے۔ آپ پر سلام خدا ہو۔ اور ہم آپ کے سامنے اس خدا کی جس کے سوا کوئی خدا نہیں حمد کرتے ہیں۔ اور ہم خدا کا شکر کرتے ہیں۔ کہ اس نے آپ کے دشمن جبار و معاند کو کہ جو جفا سے اس امت پر حاکم ہوا تھا ہلاک کیا۔۔۔ اور وہ بجور و عدوان امت پر حاکم ہوا اور ان کے اموال میں ناحق تصرف کیا اور نیکان امت کو قتل کیا اور بدکاروں کو نیکوں پر مسلط کیا اور اموال خدا کو مالداروں اور جباروں پر تقسیم کیا خدا سے دور کرے جس طرح قوم ثمود دور ہوئی اس کی اصلاح ہو کہ اس وقت ہمارا کوئی امام و پیشوا نہیں پس آپ ہماری طرف توجہ کیجئے۔ اور ہمارے شہر میں قدم رنجہ فرمائیے۔ کہ ہم سب آپکے مطیع ہیں۔ شاید حق تعالیٰ حق کو آپکی برکت سے ظاہر کرے اور نعمان بن بشیر حاکم نہایت ذلیل و خوار دار الامارت میں بیٹھا ہے اور ہم جمعہ و عیدین کو اسکے پیچھے نہیں جاتے ہیں۔ اور جب آپکی خبر تشریف آوری کی ہم کو ملیگی۔ تو ہم اسے کوفہ سے نکال دیں گے۔

دوسرا خط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ یہ عریضہ شیعوں اور فدویوں و مخلصوں کی طرف سے بخدمت

امام حسینؑ بن علی بن ابیطالب سے۔ اما بعد بہت جلد آئیے۔ دوستوں، ہوا خواہوں کے پاس تشریف لائیے کہ جمیع مردان ولایت منتظر قدوم میمنت لزوم ہیں۔ اور بغیر آپکے دوسرے شخص کی طرف لوگوں کو رغبت نہیں۔ البتہ بتعجیل تمام ہم مشتاقوں کے پاس تشریف لائیے۔

امام حسین علیہ السلام کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط حسینؑ ابن علی کا مومنوں مسلمانوں شیعیان کیطرف ہے۔ اما بعد قاصدوں اور بے شمار خطوط آنے کے بعد جو تم نے مجھے خط ہانی اور سعید کے ہاتھ بھیجا مجھے پہنچا تمہارے سب خطوط سے مطلع ہوا۔ تم نے سب خطوط میں مجھے لکھا ہے۔ کہ ہمارا کوئی امام نہیں۔ آپ بہت جلدی تشریف لائیے۔ خدا آپ کی برکت سے ہم کو حق پر ہدایت کرے۔ واضح ہو کہ میں بالفعل تمہارے پاس اپنے برادر پسر عم محل اعتماد مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ اگر مسلم نے مجھے لکھا۔ کہ جو تم نے مجھے خطوط میں لکھا ہے۔ بشیوۂ عقلا و اشراف و بزرگان قوم لکھا ہے۔ اسیوقت میں انشاء اللہ بہت جلدی تمہارے پاس چلا آؤنگا میں اپنی جان کی قسم کھاتا ہوں۔ امام وہی ہے جو درمیان مردم کتاب خدا کا اور آئین کا قیام کرے اور قدم جادۂ شریعت مقدسہ سے باہر نہ رکھے۔ اور لوگوں کو دین حق پر مستقیم رکھے۔ (جلاء العیون ص۳۳۶)

اس تمام خط و کتابت کے پڑھنے سے واضح ہوتا ہے کہ شیعیان کوفہ نے کس منت و سماجت سے درخواستیں اور مخلصانہ خطوط لکھ کر امام علیہ السلام کو بلوایا۔ اور آخر انہی بلانے والے مخلص شیعوں نے آپکو تیغ جفا سے شہید کیا۔ جیسا کہ جلاء العیون جلد ۲ ص۴۰۰ میں تصریح ہے۔

[illegible] ہشتاد [illegible] مردم عراقی نے امام حسینؑ سے بیعت کی تھی خود انہوں نے بر امام حسینؑ تیغ کھینچی اور ہنوز بیعت امام حسینؑ ان کی گردنوں میں تھی۔ کہ امام حسینؑ کو شہید کیا۔

اسی کتاب کے ص[illegible] میں لکھا ہے۔ کہ امام نے شیعیان کوفہ کو میدان کربلا میں کہا۔ کہ تم نے مجھے طلب کیا اور تمہاری محبت کے سبب میں آیا۔ اور اب میری جان کو قتل کرنا چاہتے ہو اور حالانکہ میری طرف سے کوئی اب تک بیوفائی کی بات بنسبت تمہارے واقعہ نہیں ہوئی۔

ماتم حسینؑ کی ابتداء

کتب شیعہ میں اس امر کی بھی تصریح ہے کہ امام مظلوم کو شہید کر دینے کے بعد امام حسینؑ کو بلانے والے

بھی وہی آپکے قاتل شیعہ غداران کوفہ تھے۔ چنانچہ شیعہ کی معتبر کتاب اخبار ماتم ص۸۰۲ میں ہے:۔

جب امام شہید ہوگئے۔ تو اہل کوفہ وغیرہ نے اسقدر ماتم کیا کہ کسی کو ضبط کرنے کی تاب نہ تھی۔ فجعل اهل الكوفة ينوحون ويبكون۔ تب ابن حسینؓ نے فرمایا۔ فقال علی ابن الحسین بصوت ضئیل ابتبكون من اجلنا فمن ذا الذی قتلنا۔ (یعنی جب شیعیان کوفہ نے ماتم برپا کیا۔ تو فرمایا زین العابدینؓ نے باریک آواز سے اب تم لوگ روتے اور چلاتے ہو۔ ہمارے لئے یہ تو بتاؤ۔ کہ ہمیں ذبح کس نے کیا۔ (یعنی تم ہی تو قاتل ہو۔ پھر رونے چلانے کے کیا معنے۔)

اسی کتاب کے ص۸۱۸ میں ہے۔ کہ حضرت ام کلثومؓ نے اہل کوفہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

ثم ان ام کلثوم اطلعت راسها من المحمل وقالت لهم مه يا اهل الكوفة يقتلنا رجالكم وتبكينا نساؤكم فالحاكم بيننا وبينكم الله يوم الفصل للقضاء۔ یعنی مائی صاحبہ ام کلثومؓ نے محمل سے اپنا سر نکال کر فرمایا۔ کہ چپ رہو۔ اے کوفیو! تمہارے مردوں نے ہمیں قتل کیا۔ اور تمہاری عورتیں ہم پر روتی ہیں۔ عجیب ہے۔ بروز قیامت ہمارے اور تمہارے درمیان خدا خود فیصلہ کرے گا اور بدکرداروں کو جہنم واصل کرے گا۔)

اخبار ماتم ص۸۲۲ میں ہے۔ کہ حضرت امام زین العابدینؓ نے فرمایا۔

ايها الناس ناشدتكم بالله هل تعلمون انكم كتبتم الى ابي وخدعتموه (یعنی اے گروہ مردان قسم ہے پروردگار کی تم کو۔ سچ کہو۔ جو میں کہتا ہوں۔ کہ تم نے کس قدر خط میرے والد بزرگوار کے نام تحریر کئے تھے۔ پھر تم نے میرے باپ کا ساتھ چھوڑ دیا اور ظلم و ستم پر کمر باندھ لی۔

حضرت زینبؓ کا خطبہ

اخبار ماتم ص۸۳ میں ہے۔ کہ حضرت زینبؓ نے اہل کوفہ کا رونا پیٹنا دیکھا۔ تو آپ نے ایک خطبہ پڑھا جس میں ان بے وفا شیعوں قاتلان حسینؓ کو بددعا کی تھی۔

قالت الحمد لله والصلوة على ابي محمد وآله الطيبين اما بعد فيا اهل الكوفة اتبكون وتلحون اي والله فابكوا كثيرا واضحكوا قليلا [illegible]

بعد حکایت چلو تم کہ اے اہل کوفہ اب تم روتے اور رقت کرتے ہو۔ اللہ کی قسم روتے رہو، پھر تم بہت روؤ۔ اور تھوڑا ہنسو۔ (یعنی ہمیشہ روتے پیٹتے رہو۔ اور ہنسی کبھی تمہارے نصیب نہ ہو) کسی پنجابی شاعر نے مائی صاحبہ کے خطبہ کا ترجمہ پنجابی شعروں میں حسب ذیل کیا ہے۔

مائی صاحبہؓ کی بددعا

جس ماتم قائم کیتا کوفیاں نے بیاناں
خاطر کارن اہل البیتا کھلیاں خوب بالاں

کھلیاں بانہیں بین الائے ماتم سخت اٹھایا
مرثیے پڑھدے جھوا وچھا تے سخت شور مچایا

بھین الحسین نوں بین سنکے ایہہ فرماتے
کہیا شور کلکارا کوفہ وچہ کناں دے آوے

ماتم والیاں بول سنایا سن توں سیدزادی
دین دنی دے اندر دائم عزت رہے تساڈی

ماتم ویر تیرے دا کرکے روندے نال زاری
بی بی کہیا چپ کرو تاں آکھاں حقیقت ساری

سن کے سخن ہوئے اوہ ساکت بی بی نے فرمایا
واہ سبحان اللہ کیا مطلب بی بی کھول سنایا

میں تعریف کراں اس رب دی جس نے ملک سجایا
پڑھیاں درود رسول اللہ تے جس داشان سوایا

جس نے سچیاں خبراں رب تھیں ظاہر کر دکھایا
جس نے خبراں صبراں والیاں سانوں کھول سنایا

کداں دعا شاد اوندا کے سچے دلوں بجانوں
شاد رہندے پٹے جاؤ سارے ایس جہانوں

خوشی تساں نوں کدے نہ ہووے نہ رب کدے ہساوے
روز حشر تک وقت تساڈا ایویں ہی لنگھاوے

پئی قبول دعا مائی دی کیتی پاک الٰہی
ویکھو منہ تک سالا ٹولہ ہے اندر گمراہی

پچھدے سال ایہہ ماتم کردے رب تھیں مول نہ ڈردے
دل وچہ ہتک امام مکرم عشرہ عشرہ کردے

پہلا ماتمی یزید ہے

اخبار ماتم میں لکھا ہے کہ سب سے اول ماتم یزید علید کے گھر ہوا۔ اس لئے ماتم گویا یزید کی سنت ہے باقی سب ماتمی اس کے متبع ہیں۔ چنانچہ اخبار ماتم ص۹۶ میں ہے۔

فلما جیء بنا بین یزید رق لنا والطفنا وامر باهل بیت حسین ان یدخلوا داره فلما دخلت النسوة دار یزید لم یبق من ال معاویة وابی سفیان احد الا استقبلهن بالبکاء والصراخ والنیاحة علی الحسین فخرجت هند زوجته حتی شقت الستر وهی حاسرة فقالت یا یزید راس ابن فاطمة مصلوب علی فناء بابی فوثب الیها یزید فغطاها وقال نعم فاعولی علیه یا هندة والقین علیهن من الثیاب والحلی واقمن الماتم علیه ثلاث ایام وجاء اهل الکوفة ینوحون ویبکون فقالت زینب ما هذا البکاء فقالوا لاجل اخیک فاشارت الی الناس اسکتوا فسکتت الاجراس وارتدت الانفاس فقالت الحمد لله الخ.

(ترجمہ) جب اہلبیت یزید کے سامنے لائے گئے تو یزید نرمی اور مہربانی سے پیش آیا۔ اور اہلبیت کے لئے حکم کیا میرے گھر داخل کئے جائیں۔ جب مستورات یزید کے گھر داخل ہوئیں۔ بنو سفیان کی تمام عورتیں چیخنے لگیں۔ اور امام حسین رض پر نوحہ شروع کر دیا۔ ہند زوجہ یزید پردہ پھاڑ کر برہنہ بدن باہر نکل پڑی اور کہنے لگی اے یزید جگر گوشہ فاطمہ (حسین) کا سر ایک نیزہ پر تانا ہوا میرے گھر کے دروازہ پر رکھا ہوا ہے۔ یزید اپنی عورت کے پاس کود کر گیا۔ اور اس کو کپڑوں سے ڈھانکا۔ اور کہا ہاں تم اس پر ماتم کرو۔ کپڑے اور زیور اس پر اتار پھینکو۔ اور تین دن عورت ماتم کیلئے رکھو۔ اس پر اہل کوفہ ماتم کرنے اور رونے پیٹنے لگے۔ تو حضرت زینبؓ (ہمشیرہ امام حسین رض) نے کہا یہ شور و فغاں کیسا ہے۔ لوگوں نے کہا۔ تمہارے بھائی کا ماتم ہے۔ بی بی صاحبہ نے کہا چپ کرو۔ گھڑیال چپ کرائے گئے۔ اور شور بند ہوا۔ تو آپ فصیح و بلیغ خطبہ پڑھنے لگیں۔ (جس میں یہ دعا کی گئی)

شیعہ غور کریں۔ کہ وہ ماتم کرنے میں کس کی اتباع کرتے ہیں۔ اور پہلا ماتمی کون شخص ہے۔ اور کس کے گھر سے پہلے یہ رسم شروع ہوئی۔ جب شیعہ کی معتبر کتب میں تصریح ہے۔ کہ ماتم کرنے والوں کا پہلا امام یزید عنید ہے۔ تو ان کو شرم کرنا چاہیئے۔ کہ کس کی تقلید کر رہے ہیں۔ ایک شخص نے کیا عبرت آموز مضمون

اس کے متعلق نظم میں بیان کیا ہے۔

نظم اُردو

بے ادب کون تھا اور ظلم کمایا کس نے — ابن حیدرؑ کو تھا کوفہ میں بلایا کس نے
کس نے خط بھیجے ذرا دیکھ کتابیں اپنی — سچ کہو جھوٹ نہ کہنا کہ رلایا کس نے
آل سرورؐ کو دلاسے پہ بلا کر غضب — دشت پر کرب و بلا میں تھا لٹایا کس نے
وہ حسین ابن علیؑ لخت جگر لیک نبیؐ — نور زہراؑ کی شعاعوں کو بجھایا کس نے
تھا جو گلزار محمدؐ کا وہ تازہ پودا — آتش جور و جفا سے تھا جلایا کس نے
فخر اسلام کو بل بیعت ثانی کو وہاں — قتل کر رتبۂ اسلام گھٹایا کس نے
قتل احمدؐ تھا وہ بے عیب جو تھا قتل حسینؑ — سچ کہو خون پیغمبرؐ کا بہایا کس نے
کس نے تشنوں پہ کیا بند تھا پانی پینا — بہتی نہروں سے پھر ان کو ہٹایا کس نے
خانۂ زہراؑ کے جلانے کی تہمت کن پر — خیمہ کو کرب و بلا میں تھا جلایا کس نے
حضرت خانۂ زہراء کے جگر کی وحلت — دشت پُر خار میں لی لوٹ لٹایا کس نے
ایک کو ایک سے دعویٰ تھا محبت بڑھ کر — حیف اس عہد محبت کو بھلایا کس نے
اہل تطہیر جو تھیں پردہ نشینان امامؑ — در بدر خاک بسر ان کو پھرایا کس نے
گھر میں بیٹھے تھے یہ آرام جو مردان خدا — لکھ کے خط مکہ سے تھا ان کو بلایا کس نے
پر جبریل کسا میں جو رہتے تھے سدا — خاک اور دھوپ میں تھا ان کو گرایا کس نے
ہو گیا تیروں سے چھلنی تھا وہ جسم اطہر — دوش نورانی پہ تھا گھوڑا دوڑایا کس نے
بوسہ گاہ پاک محمدؐ تھے جو انور شفیق — لے کے لکڑی کو تھا ان پہ چلایا کس نے
دوش سرور پہ سواری تھے جو کرتے رہتے — بیچ پاؤں کے گرا ان کو روندایا کس نے

دیگر

تھا شیعان علیؑ کا سب جور و جفا — معتبر انکی کتابوں میں جو ہے لکھا ہوا
دیکھ لو تم کوفے کے وہ جملہ شیعان علیؑ — قلب کے کھوٹے تھے وہ اور دغا تھے وہ سدا
چلتے سب خطوات پہ جن کے مع اہل حسینؑ — روتے ہیں اور سینہ کوبی سے نہیں تھکتے ذرا
کام انکا ہے یہی آباؤ اور اجداد سے — چل بسیں گے آپ جا سکتے یہ ہو گا

ایک اور دلیل

ماتم کے ناجائز ہونے پر ایک دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم پارہ (۲) میں ہے۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ (یعنی جو لوگ خدا کی راہ میں شہید ہوں۔ ان کو مردے مت کہو) نیز پارہ (۴) میں ہے۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا۔ (یعنی جو خدا کی راہ میں شہید ہو جائیں ان کی نسبت مُردے ہونے کا گمان بھی نہ کرو) پھر سید الشہداء کو مردہ قرار دے کر ان کا ماتم کرنا۔ قرآن پاک کی ان آیات کی تکذیب کرنا ہے۔ تعزیہ کے عدم جواز پر ایک اور دلیل یہ ہے کہ کتاب من لا یحضرہ الفقیہ صفحہ میں ہے من جدد قبرا او مثل مثالا فقد خرج عن الاسلام۔ (یعنی جس شخص نے کسی قبر کی تجدید کی یا اس کی مثال بنائی وہ اسلام سے خارج ہو گیا) جب بحکم حدیث قبر کی تجدید اور اس کی مثال بنانا بھی کفر ہے۔ تو پھر تعزیہ بنانا بطریق اولیٰ موجب ضلالت ہوا۔

شیعہ کا استدلال

جب قرآن و حدیث اور کتب شیعہ پیٹنے اور سینہ کوبی کو حرام قرار دیتے ہیں۔ اور شیعہ کو اس کے جواز کی کوئی دلیل نہیں ملتی تو بقول الغریق یتشبث بالحشیش (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا) وہ عجیب مضحکہ خیز دلائل پیش کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو جب بشارت فرزند کی دی گئی۔ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا (اس نے منہ پر ہاتھ رسید کیا) اس سے پیٹنے پر استدلال کیا جاتا ہے کوئی ان عقل کے اندھوں سے پوچھے۔ کہ فرزند پیدا ہونے کی بشارت ملنے پر لوگ خوشی کیا کرتے ہیں۔ یا ماتم۔ دوسری جگہ بیوی صاحبہ کے ہنسنے کا بھی ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ ماتم کا ایک طریق ہنسنا کودنا بھی ہے۔ ع:- آفریں باد بریں عقل و بریں دانش تو۔

سب لوگ جانتے ہیں۔ کہ عورتوں کا قاعدہ ہے۔ کہ جب وہ بات کرنے لگتی ہیں۔ منہ پر ہاتھ رکھ لیتی ہیں۔ اسی طریق کے مطابق بیوی صاحبہ نے منہ پر ہاتھ رکھا۔ حالانکہ آپ کو اس بشارت کے ملنے سے کمال مسرت تھی۔ اور یہی قلبی مسرت ان کے ہنسنے کا باعث ہوئی۔ لیکن شیعہ کی خوش فہمی قابل داد ہے۔ کہ اس سے جواز ماتم پر استدلال کیا جاتا ہے۔

دوسری دلیل

شیعوں کی دوسری دلیل یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام فراق یوسف میں بہت روئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ (یعقوب علیہ السلام کی دونوں آنکھیں غم سے سفید ہوگئیں۔ اور ان کو بہت رنج تھا) معلوم نہیں کہ اس آیت میں رونے پیٹنے کا کس لفظ سے استدلال کیا جاتا ہے۔ اور کس لفظ کا معنی رونا پیٹنا لیا جاتا ہے۔ یہ آیت انکی دلیل نہیں۔ بلکہ انکی صریح تردید ہے۔ آیت کا مفہوم یہ ہے۔ کہ حضرت یعقوبؑ کو یوسفؑ کے فراق کا اس قدر رنج و غم تھا۔ کہ غم کو چھپانے کا داغ گہرا ہو کر بصارت جاتی رہی تھی۔ اگر شیعہ کا خیال صحیح ہو۔ تو من الحزن کی جگہ من البکاء والصیاح ہونا چاہیے تھا۔ حالانکہ آیت میں ایسا نہیں ہے۔ اگر رونا پیٹنا بصارت کے زوال کا باعث ہوتا تو آج دنیا کے کل ماتمی شیعہ جو زیادہ نہیں تو سال میں ایک دفعہ اس قدر پیٹا کرتے ہیں کہ نوحہ برپا ہو جاتا ہے۔ تمام اندھے نظر آتے۔ حالانکہ ہم نے کوئی ماتمی ماتم کی وجہ سے اندھا ہوا نہیں دیکھا۔ یہ اس امر کا صریح ثبوت ہے۔ کہ ماتمی لوگوں کے دلوں میں رنج و غم کا ذرہ بھی موجود نہیں ہے۔ ان کا یہ گریہ و بکا۔ ان کی سینہ کوبی و طمانچہ زنی صرف چاول پلاؤ اور حلوے کی خاطر ہے۔ اگر شیعہ لوگ اس موقعہ پر دیگ نہ پکایا کریں۔ تو مجلس ماتم میں الو بولا کریں۔ صرف پلاؤ زردہ کی خاطر ہی۔ قلندر۔ اور ملنگ وغیرہ ماتم حسین کے بہانہ سے جمع ہو جاتے ہیں۔ اور مجلس کی رونق ہو جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ کارنامہ یزید کو اس شان و شوکت سے ہمیشہ تازہ کیا جاتا ہے۔ کہ روح یزید کو اس سے کمال خوشی ہوتی ہوگی۔ اور یوں تو نیا آتا ہے۔ مرثیہ خوانوں پر یزید علیہ ما علیہ کا ایسا احسان عظیم ہے۔ کہ اس کا شکریہ ان سے ادا ہونا محال ہے۔ اگر یزید لعین یہ حرکت نہ کرتا۔ تو ان گداؤں کو کون پوچھتا۔ ماہ محرم ان لوگوں کے لئے گویا ماہ عید ہوتا ہے۔ پہلے سے تیاریاں شروع کر دیتے ہیں بیاضیں لئے رات بھر مرثیہ یاد کیا کرتے ہیں۔ حلق سنوارتے۔ منہ بناتے۔ اور تال سُر لگاتے رہتے ہیں۔ ادھر ماہ محرم نمودار ہوا۔ ادھر ان پر چاندی برسنے لگی۔ جا بجا ان کی آؤ بھگت ہونے لگتی ہے۔ روٹیاں مفت کی ملتی ہیں۔ اور روپے پیسے الگ۔ ان کو تو یزید کے ... نام کی تو مالا ہمیشہ ہی دینی چاہیئے۔ اور اس کے نام کا سجدہ کرنا چاہیئے۔

غرض کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔ کہ ماتم کی رسم کسی پیغمبر یا کسی امام یا ولی کی ایجاد ہے۔ اگر یہ ماتم

باعث ثواب ہوتا۔ تو ائمہ معصومین اس سے کبھی دریغ نہ کرتے جب کسی امام نے ایسا نہیں کیا۔ تو اسکو شیطانی ایجاد سمجھنا چاہیئے۔ خدا کرے۔ شیعہ حضرات اس بدعت سیئہ سے باز آجائیں۔ اور مسلمان بلا سوانگ بنا کر توہین اہلبیت کرنے سے اجتناب کریں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق مفصل بحث ہو چکی اب ہم شہدائے کربلا کی مکمل فہرست ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ جس سے یہ حقیقت منکشف ہوگی کہ میدان کربلا میں حضرت امام حسین کے ساتھ حضرت علی کے دوسرے صاحبزادگان یعنی ابوبکرؓ۔ عثمانؓ اور حضرت حسن کے صاحبزادہ عمرؓ نے بھی جام شہادت نوش فرمایا۔ حالانکہ شیعان محبت اہلبیت نے اپنی مجالس میں کبھی انکا نام تک نہیں لیا اصحاب ثلاثہ کے مبارک ناموں پر اولاد کے نام رکھنے سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت علی و حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کو اصحاب ثلاثہ سے کس قدر محبت و عقیدت تھی۔ (رحماء بینہم)

شہداء کربلا کے اسماء گرامی

(۱) سید شہدائے کربلا حضرت حسینؓ بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (۲) حضرت جعفر بن عقیل بن ابیطالب (۳) حضرت عبدالرحمٰن بن عقیل بن ابیطالب (۴) عبداللہ بن عقیل بن ابیطالب (۵) حضرت محمد بن ابی سعید بن عقیل بن ابیطالب (۶) حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل بن ابیطالب (۷) حضرت محمد بن عبداللہ بن جعفر طیار بن ابیطالب (یہ حضرت حسین کے حقیقی بھانجے اور حضرت زینب کے صاحبزادے ہیں) (۸) حضرت عون بن عبداللہ بن جعفر طیار بن ابیطالب (۹) حضرت ابوبکر بن حسن بن علی بن ابیطالب (یہ حضرت حسین کے حقیقی بھتیجے ہیں اور امام حسن کے صاحبزادے) (۱۰) حضرت عمر بن حسن بن علی بن ابیطالب (۱۱) حضرت عبداللہ بن حسن بن علی بن ابیطالب (۱۲) حضرت قاسم بن حسن بن علی بن ابیطالب (۱۳) حضرت محمد بن علی بن ابیطالب (حضرت حسین کے علاتی بھائی ہیں) (۱۴) حضرت عثمان بن علی بن ابیطالب (حضرت حسین کے علاتی بھائی ہیں) (۱۵) حضرت ابوبکر بن علی بن ابیطالب (حضرت حسین کے علاتی بھائی ہیں) (۱۶) حضرت جعفر بن علی بن ابیطالب (حضرت حسین کے علاتی بھائی ہیں) (۱۷) حضرت عباس بن علی بن ابیطالب (حضرت حسین کے علاتی بھائی ہیں لشکر کے علمبردار تھے۔ انکو سقاء اہلبیت بھی کہتے ہیں کیونکہ حضرت علی اصغر اور بی بی سکینہ کیلئے فرات پر پانی لینے آپ گئے تھے۔ (۱۸) حضرت عبداللہ بن علی بن ابیطالب (۱۹) حضرت علی اکبر بن حسین بن علی بن ابیطالب (حضرت حسین کے بڑے صاحبزادے ہیں) (۲۰) حضرت

؎ تاریخ یافعی میں لکھا ہے کہ آپکی ولادت ۵ شعبان ۴ھ میں ہوئی۔ آپکی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے لیکن آپکی شہادت بالاتفاق روز جمعہ محرم الحرام بعد از زوال آفتاب ۶۱ھ میں واقع ہوئی ہے۔ ۱۲ (احقر مظہر حسین غفرلہ)

علی اصغر بن حسین بن علی بن ابی طالب (حضرت حسین کے شیر خوار صاحبزادے ہیں۔ (۲۱) حضرت فیروز (امام حسین کے غلام) (۲۲) حضرت اسعد (حضرت علی کے غلام) (۲۳) مسلم بن عوسجہ اسدی (۲۴) حبیب بن مظاہر اسدی (۲۵) انس بن کاہل اسدی (۲۶) حبان بن حارث سلیمانی اسدی (۲۷) بشیر بن عمرو حضرمی (۲۸) عمر بن جندب حضرمی (۲۹) جریر ہمدانی یا یزید بن حصین ہمدانی (۳۰) زہیر بن قیس بجلی (۳۱) بلال بن نافع بجلی (۳۲) عبداللہ بن عمرو کلبی (۳۳) وہب بن عبداللہ کلبی (۳۴) قیس بن مسہر صیداوی (۳۵) عمرو بن خالد صیداوی (۳۶) عبید (غلام آزاد عمرو بن خالد صیداوی) (۳۷) عبداللہ بن عروہ بن غراق غفاری (۳۸) عبدالرحمن بن عروہ غفاری (۳۹) جون (غلام آزاد ابوذر غفاری) (۴۰) شبیث بن عبداللہ نہشلی (۴۱) قاسط بن زہیر تغلبی (۴۲) کردوس بن زہیر تغلبی (۴۳) کنانہ بن عتیق انصاری (۴۴) عمرو بن ضبیعہ (۴۵) عبدالرحمن یزید قیسی (۴۶) عبیداللہ بن یزید قیسی (۴۷) یزید قیسی (۴۸) قعنب بن عمرو نمری (۴۹) سالم (غلام آزاد عامر بن مسلم) (۵۰) زہیر بن بشیر جعفی (۵۱) حجاج بن مسروق جعفی (۵۲) بدر بن معقل جعفی (۵۳) مسعود بن حجاج انصاری (۵۴) سیف بن مالک انصاری (۵۵) عامر بن مسلم انصاری (۵۶) جوہر بن مالک انصاری (۵۷) عمر بن مالک انصاری (۵۸) نعیم بن عجلان انصاری (۵۹) ابو ثمامہ انصاری (۶۰) عمار بن ابی سلامت انصاری (۶۱) شبیب بن حارث انصاری (۶۲) مالک بن سریع انصاری (۶۳) محمد بن انس انصاری (۶۴) محمد بن مقداد انصاری (۶۵) قیس بن ربیع انصاری (۶۶) حر بن یزید ریاحی (۶۷) مصعب برادر حر ریاحی (۶۸) علی بن حر بن یزید ریاحی (۶۹) عروہ (غلام علی بن حر ریاحی) (۷۰) سلیمان (غلام آزاد حضرت حسین) (۷۱) قارب (غلام آزاد حضرت حسینؓ) (۷۲) ظاہر (غلام آزاد) دین الحق خزاعی بن جعفر (۷۳) سعد بن ابی ریحانہ (۷۴) مجمع بن عبداللہ عائذی (۷۵) عمار بن حسان بن شریح طائی (۷۶) جندب بن حجر خولانی (۷۷) یزید بن زیاد بن مظاہر کندی (۷۸) حباب بن علی شیبانی (۷۹) حنظلہ بن اسعد شیبانی (۸۰) سالم کلبی (غلام آزاد بنی مدینہ) (۸۱) اسلم بن کثیر اعرج ازدی (۸۲) زہیر بن سلیم ازدی (۸۳) عامر بن جبیب ازدی۔ (۸۴) عابس بن شبیب شاکری۔ (۸۵) سعد بن عبداللہ اطیقی (۸۶) سبیح (غلام آزاد امام حسینؓ)۔ (۸۷) شوذب غلام آزاد شاکر (۸۸) ہاشم بن عتبہ (۸۹) قیس بن منبہ (۹۰) عمار بن حسان (۹۱) زہیر بن حسان (۹۲) حماد بن انس (۹۳) وقاص بن مالک (۹۴) خالد بن عمر (۹۵) شریح بن عبید (۹۶) مالک بن انس اول (۹۷) مالک بن انس ثانی (۹۸) عبدالرحمن مسہر (۹۹) یحیی بن سلیم (۱۰۰) عمرو بن مطاع (۱۰۱) عابس بن شبیب (۱۰۲) عبدالرحمن بن سعد (۱۰۳) حیاد بن حارث

(۱۰۴) عمرو بن جیاد (۱۰۵) سعد بن حنظلہ تمیمی (۱۰۶) یزید بن مہاجر جعفی۔ (منقول از کربلا منیر انجم لکھنؤ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۵۶ھ)

اب ہم اختلافی مسائل پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ جو ہمارے اور شیعہ کے مابین متنازعہ فیہا ہیں۔ اور شیعہ کی کتابوں سے ہی ان کے خلاف استدلال کریں گے۔

بعض اختلافی مسائل

چونکہ شیعہ کو ہر ایک امر میں اہل سنت والجماعت کی مخالفت کا حکم ہے۔ جیسا کہ پہلے یہ حدیث نقل ہو چکی ہے۔ کہ اگر اہلسنت کا قول مطابق کتاب اللہ بھی ہو۔ تو بھی حتی الوسع ان کی مخالفت کرنا چاہیئے۔ اس لئے معاملات میں عبادات میں۔ ہر ایک بات میں شیعہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد دنیا سے الگ ہی بنانا چاہتے ہیں۔ ہم ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہیں۔ تو وہ کھول کر۔ ہم چار تکبیر نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ تو وہ پانچ پڑھتے ہیں۔ ہم وضو میں پاؤں کو دھوتے ہیں۔ اور وہ مسح کرتے ہیں۔ ہم سلام مسنون السلام علیکم کہتے ہیں۔ وہ بجائے اس کے یا علی مدد پکارتے ہیں۔ ہم لبوں کے بال کٹاتے اور ڈاڑھی بقدر قبضہ رکھتے ہیں۔ وہ مونچھیں بڑھاتے اور ڈاڑھی چٹ کرا دیتے ہیں۔ ہم مساجد میں نماز پڑھنے کیلئے جاتے ہیں۔ تو وہ دائرہ میں بیٹھ کر بھنگ رگڑتے۔ اور حقہ گڑگڑاتے ہیں۔ اور مسجد کے مقابلہ میں امام باڑہ بناتے ہیں۔ اس لئے ہم چند اختلافات پر تبصرہ کرتے ہوئے شیعہ کی کتابوں سے ان کو ان کی غلطی کا قائل کرنا چاہتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

پہلا مسئلہ (نماز دست بستہ)

شیعہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہاتھ باندھ کر پڑھنے سے نماز ہوتی ہی نہیں۔ اس لئے اس مسئلہ پر عقلی اور نقلی بحث کر کے قرآن و حدیث اور کتب شیعہ سے استدلال کر کے روشنی ڈالی جاتی ہے۔ ممکن ہے کوئی ہوشمند اس کو پڑھ کر راہ راست پر آ جائے۔

تو ایک پاک وادی میں ہے۔ میں نے تجھے چن لیا۔ تو سن جو وحی کی جاتی ہے۔ میں ہی خدا ہوں میرے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے۔ میری عبادت کر اور میری یاد کے لئے نماز پڑھ۔)

تیسرے موقعہ پر۔ سورہ قصص میں اسی واقعہ کا بیان ہوا ہے۔ جہاں عصا ڈال لینے گریبان میں ہاتھ ڈال لینے اور اس کے منور ہو کر نکلنے کا بھی ذکر ہے۔ اسی جگہ وَاضْمُمْ اِلَيْكَ الخ بھی مذکور ہے۔ چونکہ بعض آیات بعض کی تفسیر ہوتی ہیں۔ اس لئے اگرچہ اس جگہ اَقِمِ الصَّلٰوةَ مذکور نہیں ہے۔ لیکن جس کا کلیم کو حکم یہاں بھی موجود ہے۔ اور یہاں نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ ضم ایک کا ایک دوسری کے ساتھ جمع کرنے کو کہتے ہیں۔ جناح کا معنی ہاتھ ہے۔ جو اسم جنس ہونے کی وجہ سے واحد و جمع پر اطلاق ہوتا ہے۔ رھب کا معنی عاجزی کا ہے۔ معنے آیت وَاضْمُمْ الخ کا یہ ہے کہ اپنے جسم سے اپنا ہاتھ ضم کرے عاجزانہ شکل بنا کر۔ اس سے ہاتھ کے ضم کرنے کا اور عاجزانہ صورت دکھانے کا تو صریح حکم ثابت ہوتا ہے۔ یہ امر کہ اپنے ہاتھ کو بائیں کے اوپر باندھنا چاہیئے۔ سو چونکہ داہنا بائیں سے افضل ہے۔ اس حکم اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى۔ (اوپر کا ہاتھ نیچے سے بہتر ہوتا ہے) داہنے کو اوپر اور بائیں کو نیچے رکھنا بھی ثابت ہو گیا ہے۔ وَهُوَ الْمَقْصُوْد۔

چونکہ قرآن کریم میں دو جگہ صریح حکم موجود ہے۔ کہ نماز ہاتھ باندھ کر پڑھی جائے۔ اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اس لئے مزید دلائل کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ لیکن ضدی خصم (شیعہ) کے لئے ان کی کتابوں سے بھی استدلال کی ضرورت ہے۔

تیسری دلیل۔ شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی جلد ۱ صفحہ ۱۶۷ میں ہے۔ عَنْ زُرَارَةَ قَالَ اِذَا قَامَتِ الْمَرْاَةُ فِي الصَّلٰوةِ جَمَعَتْ بَيْنَ قَدَمَيْهَا وَلَا تُفَرِّجُ بَيْنَهُمَا وَتَضُمُّ يَدَيْهَا اِلٰى صَدْرِهَا لِمَكَانِ ثَدْيَيْهَا۔ (زرارہ سے روایت ہے۔ کہا جب عورت نماز میں کھڑی ہو۔ اپنے دونوں پاؤں ملا کر رکھے اور ان میں فاصلہ نہ ہو۔ اور دونوں ہاتھ پستانوں کی جگہ باندھ لے) بعینہٖ یہی روایت علل الشرائع صفحہ ۱۲۱ اور تہذیب الاحکام جلد ۱ صفحہ ۱۶۱ میں موجود ہے۔ پھر جب عورت کو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا صریح حکم کتب شیعہ میں موجود ہے۔ تو مرد کیوں ہاتھ کھول کر نماز پڑھیں۔ کیا صرف عورتوں کے لئے نماز میں تذلل و انکسار کا حکم ہے۔ اور مردوں کے لئے اکڑ کر نماز میں فرعونیت دکھانا مطلوب ہے۔ کیا شیعہ اس کا کچھ جواب دے سکتے ہیں۔ احکام قرآن مردوں اور عورتوں کے لئے عبادت میں یکساں ہیں۔ پس کس قرآنی دلیل سے عورت کو ہاتھ باندھ کر اور مردوں کو کھول کر نماز پڑھنا ثابت ہے۔
هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

چوتھی دلیل۔ شیعہ کی کتابوں سے ثابت ہے کہ جناب امیرؓ حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے جیسا کہ شیعہ کی معتبر کتاب لمعۃ البیضاء صفحہ ۴۲۹ میں تصریح ہے۔ تو اس وقت یہ مشکل ہے۔ کہ جناب امیرؓ نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھی ہو۔ جبکہ دیگر امور میں بقول شیعہ تقیہ سے اوقات بسر کرتے تھے تو اقتداء ابوبکرؓ میں بھی ایسا ہی کرتے ہونگے۔ پھر شیعہ کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ لوگ قیامت تک تقیہ پر مامور ہیں۔ شیعہ کی معتبر کتاب من لا یحضرہ الفقیہ کتاب الصلوٰۃ میں لکھا ہے۔ کہ شیعہ کو چاہیئے کہ اہلسنت والجماعت کے پیچھے تقیہ کر کے نماز پڑھا کریں۔ اس سے ان کو پچیس گنا زیادہ ثواب ملتا ہے۔ تو اس صورت میں جو لوگ ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں۔ وہ ثواب تقیہ سے محروم رہتے ہیں۔

استدلال شیعہ

شیعہ کہتے ہیں کہ قرآن میں لکھا ہے۔ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ (اور پرندے صف باندھے عبادت خدا کرتے ہیں۔ ہر ایک کی نماز و تسبیح کو جانتا ہے۔) ظاہر ہے کہ پرندے ہاتھ کھول کر عبادت کرتے ہیں۔ اس لئے ہمیں بھی ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا چاہیئے۔

جواب

انسان اشرف المخلوقات ہو کر پرندوں کی اتباع کرے۔ از قسم عجیبات ہے۔ حیوانی و انسانی عبادت میں ضرور تمیز ہونا چاہیئے۔ خدا ان بے تمیزوں کو ہدایت کرے۔ کیسی بے تکی ہانکتے ہیں۔ پرندے تو اپنے بازوؤں کو ہلاتے ہیں۔ پھر شیعوں کو بھی ہاتھ ہلاتے رہنا چاہیئے۔ پرندے اڑتے ہوئے چھلانگ بھی لگاتے رہتے ہیں۔ یہ بھی نماز میں پھول و پھاند کرتے رہا کریں۔ پرندے جدھر منہ آئے اڑتے پھرتے ہیں قبلہ کے پابند نہیں۔ لیکن انسان قبلہ کا پابند ہے۔ اور ہمیں ایک جگہ کھڑا رہنے کا حکم ہے۔ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ (اور کھڑے رہو اللہ کے آگے عاجزی و انکسار سے یکجا کھڑے ہو کر نماز گزارو) غرض انسان ہو کر لا یعقل حیوانات چرند و پرند پر اپنے آپ کو قیاس کرنا ذوی العقول کے لئے زیبا نہیں ہے۔ نہ یہ کوئی دلیل ہے۔ بلکہ مضحکۃ الاطفال ہے۔ شیعہ کی دلیل کا کیا کہنا۔

دوسری دلیل:۔ دوسری دلیل شیعہ کی یہ ہے کہ صلوٰۃ الخوف میں مسلمانوں کو حکم ہے۔ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ (اور اپنے ہتھیاروں کو پکڑ رکھا کریں) یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے

کہ ہاتھ کھولے ہوئے ہوں۔ ہاتھ باندھ کر ہتھیار کس طرح پکڑے جا سکتے ہیں۔

جواب

اول تو نماز خوف پر دوسری نماز کا قیاس نہیں ہو سکتا۔ وہ بحالت مجبوری ہوتی ہے جسے ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھ کر ایک فریق چلا جاتا ہے۔ دوسری جماعت آکر پڑھتی ہے۔ پھر پہلی جماعت آکر بقیہ نماز پڑھتی ہے لیکن حالت امن میں اگر ایک رکعت پڑھ کر کوئی ایسا عمل کرے تو نماز باطل ہو جاتی ہے۔

دوم شیعہ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ سپاہی ہاتھوں میں ہتھیار پکڑے نہیں رکھتے بلکہ اکثر ہتھیار بندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور عہد رسالت میں تو ہتھیار بھی اس قسم کے تھے جو جسم سے بندھے ہوتے تھے۔ تلوار کمر سے بندھی رہتی تھی۔ تیر ترکش (جھولا) میں پڑے ہوئے ہوتے تھے۔ ایسی صورت میں ہاتھ باندھ کر غازی نماز بھی پڑھ سکتے تھے۔ اور وَلْیَاْخُذُوْا اَسْلِحَتَهُمْ (ہتھیار پکڑے رکھنے) کی تعمیل بھی ہو جاتی تھی۔ شیعہ کو ایسا استدلال کرنے سے شرم آنا چاہیے۔ مگر کیا کریں۔ اَلْغَرِیْقُ یَتَشَبَّثُ بِالْحَشِیْشِ، ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔ تیسری دلیل۔ شیعہ ایک یہ دلیل پیش کیا کرتے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

جواب

یہ بھی شیعہ کا ایک دھوکہ ہے۔ کہ حقیقت میں امام مالک مجتہد صاحب مذہب نہیں بلکہ ایک اور صاحب مالک بن عطیہ (شیعی) ہیں جنہوں نے اس مسئلہ پر بہت زور دیا۔ شیعہ ہماری کم علمی سے اس مسئلہ کو امام مالک کی طرف منسوب کر بیٹھتے ہیں۔ امام مالک کی مشہور و متداول کتاب موطا امام مالک موجود ہے۔ اس میں وَضْعُ الْیَدَیْنِ اِحْدَاهُمَا عَلَی الْاُخْرٰی حدیث موجود ہے۔ امام موصوف بھی نماز میں ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔ علاوہ ازیں ہم امام صاحب کے مقلد نہیں ہیں۔ کہ قول امام ہم پر حجت ہو سکے۔ یہ سب بودے دلائل ہیں۔ شیعہ کو چیلنج دیا جاتا ہے کہ ہماری کتب صحاح و معتبر کتب فقہ سے ائمہ اہلبیت حضرت علی، امام حسن، امام حسین کا مذہب ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا کوئی بتلا دے۔ وہ اپنی کتابوں سے بھی ثابت نہیں کر سکتے ہم نے قرآن و حدیث و کتب شیعہ سے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے

کا ثبوت پیش کر دیا ہے کیا شیعہ حضرات سے کوئی صاحب انصاف سے ضد چھوڑ کر اہل سنت ہو جائے

مسئلہ تکبیرات جنازہ

چونکہ تکبیرات جنازہ دوسری نماز کی رکعات کی بجائے ہیں۔ اور کوئی فریضہ نماز چار رکعات سے زیادہ نہیں۔ اس لئے شیعہ کا پانچ تکبیر جنازہ کا قائل ہونا اول بلا دلیل ہے۔ ہم اس سے پہلے فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ سے ایک طویل حدیث نقل کر چکے ہیں۔ جس کا مضمون ہے کہ جناب امیر نے اپنے عہد میں بھی وہی امور قائم رکھے جو خلفاء ثلاثہ کے عہد میں نافذ تھے۔ نہ فدک واپس کر سکے نہ متعہ کی حلت کا فتویٰ جاری کیا۔ نہ نماز تراویح موقوف کر سکے نہ پانچ تکبیرات جنازہ پڑھا سکے۔ پھر جب جناب ممدوح اپنے وقت میں چار تکبیر جنازہ پڑھتے رہے تو اب شیعہ اس کے خلاف کرنے کو کس طرح جائز ہو سکتے ہیں۔

دوم شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی جلد ۱ صفحہ ۹۹ میں ایک حدیث ہے جس میں تصریح ہے کہ آنحضرت پہلے جب منافقین پر نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت نہ تھی، پانچ تکبیر پڑھا کرتے تھے لیکن جب منافقین کا جنازہ پڑھنے کی ممانعت ہو گئی تو صرف چار تکبیر پڑھا کرتے تھے۔ الفاظ حدیث یہ ہیں۔ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَقُوْلُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِذَا صَلّٰی عَلٰی مَیِّتٍ کَبَّرَ وَتَشَهَّدَ ثُمَّ کَبَّرَ ثُمَّ صَلّٰی عَلَی الْاَنْبِیَاءِ وَدَعَا ثُمَّ کَبَّرَ وَدَعَا لِلْمُؤْمِنِیْنَ ثُمَّ کَبَّرَ الرَّابِعَةَ وَدَعَا لِلْمَیِّتِ ثُمَّ کَبَّرَ الْخَامِسَةَ وَانْصَرَفَ فَلَمَّا نَهَاهُ اللّٰهُ عَنِ الصَّلٰوةِ عَلَی الْمُنَافِقِیْنَ کَبَّرَ وَتَشَهَّدَ ثُمَّ کَبَّرَ وَصَلّٰی عَلَی النَّبِیِّیْنَ وَدَعَا لِلْمُؤْمِنِیْنَ ثُمَّ کَبَّرَ الرَّابِعَةَ وَانْصَرَفَ وَلَمْ یَدْعُ لِلْمَیِّتِ (ترجمہ) ام سلمہ سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا آنحضرت جب میت پر نماز جنازہ پڑھتے تھے تکبیر کہتے اور کلمہ شہادت پڑھتے پھر تکبیر کہتے پھر انبیاء پر درود پڑھتے اور دعا کرتے پھر تکبیر کہتے اور مومنوں کے لئے دعا کرتے۔ پھر چوتھی تکبیر کہتے اور میت کے لئے دعا کرتے پھر پانچویں تکبیر کہتے اور فارغ ہو جاتے تھے۔ پھر جب منافقین پر نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت ہو گئی۔ تو پہلی تکبیر کہتے اور کلمہ شہادت پڑھتے۔ پھر تکبیر کہتے۔ اور انبیاء پر درود پڑھتے اور مومنوں کے لئے دعا کرتے تھے پھر چوتھی تکبیر کہتے اور فارغ ہو جاتے تھے اور میت کے لئے دعا نہ پڑھتے تھے۔ بعینہ یہی حدیث من لا یحضرہ الفقیہ ص ۔ اور علل الشرائع ص

میں بھی موجود ہے۔

اس حدیث سے جو جناب صادق سے مروی ہے۔ بالتصریح ثابت ہوا کہ پانچ تکبیر نماز جنازہ کا عمل رسول ابتداء میں تھا۔ جب تک منافقین پر بھی نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے لیکن آخری عمل جب منافقین پر نماز پڑھنے کی ممانعت ہو گئی یہی تھا کہ چار تکبیریں پڑھا کرتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ آخری فعل رسولؐ ہی حجت ہوا کرتا ہے اس سے زیادہ صاف زبردست دلیل کیا ہو سکتی ہے جو شیعہ کی اپنی معتبر کتاب کافی کلینی وغیرہ سے بروایت صادق چار تکبیر نماز جنازہ کا ثبوت پیش کر دیا گیا ہے۔ کیا اب بھی شیعہ ضد سے باز نہ آئیں گے۔

ہماری کتابوں میں یوں تصریح ہے صَلّٰی جِبْرَائِیْلُ عَلٰی آدَمَ وَکَبَّرَ عَلَیْهِ اَرْبَعًا (دار قطنی) آدم پر جبرائیل نے بمعہ ملائکہ کے نماز جنازہ پڑھی اور چار تکبیریں کہیں۔ اسی کتاب دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۷۰ میں حضرت انسؓ کی روایت سے ایک حدیث ہے۔ کہ آدم پر چار تکبیریں پڑھی گئیں۔ رسول پاک کے جنازہ پر بھی چار تکبیریں پڑھی گئیں حضرت عمرؓ نے جنازہ ابوبکرؓ پر صہیبؓ نے جنازہ عمرؓ پر حضرت حسنؓ نے حضرت علیؓ پر۔ امام حسینؓ نے حضرت حسنؓ پر چار تکبیریں پڑھیں)۔ اہل السنت والجماعت کی جملہ کتب حدیث میں تصریح ہے کہ آخری عمل رسول پاک کا جنازہ نجاشی کے بعد چار تکبیر نماز جنازہ پڑھی رہا۔

جب کتب معتبر فریقین سے بپایہ ثبوت کو پہنچ گیا۔ کہ آخری عمل آنحضرتؐ کا چار تکبیر نماز جنازہ پڑھی رہا۔ تو اب شیعہ کو اپنی ضد چھوڑ دینا چاہیئے۔ وَاللّٰهُ هُوَ الْهَادِیْ۔

تیسرا مسئلہ "پاؤں کا مسح"

ہر مذہب کے مسلمان وضو میں پاؤں دھونا فرض سمجھتے ہیں لیکن شیعہ عقل و نقل کے خلاف پاؤں دھونے کی بجائے مسح کی فرضیت کے قائل ہیں۔ یہ عجیب بات ہے۔ کہ منہ ہاتھ جن پر نجاست پڑنے کا بہت کم احتمال ہوتا ہے۔ تو دھوئے جائیں۔ لیکن پاؤں جن سے زمین پر چلتے ہیں۔ اور جن

ل قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَی الْكَعْبَیْنِ یہاں ارجلکم منصوب واقع ہوا ہے جو فاغسلوا کا معمول ہے اور یہی قرات مشہور متواتر ہے اور الی الکعبین بھی [illegible] پاؤں دھونے کے حکم پر دلالت کرتا ہے کیونکہ حد بیان کرنا غسل کیلئے ہی جائز ہوتا ہے۔ نہ کہ ممسوحات کیلئے کیونکہ مسح میں [illegible] مقصود ہوتی ہے۔ نہ استیعاب [illegible] مقصود ہوتا ہے [illegible] فرمائی ہے۔ (احقر منظور حسین عفی عنہ)

کے پلید ہونے کا احتمال ہے۔ ان پر صرف مسح کر لینا کافی سمجھا جائے۔ جو اعضاء کھلے رہتے ہیں مثلاً منہ۔ ہاتھ۔ پاؤں چونکہ گرد و غبار پاک و پلید اکثر ان پر پڑا کرتا ہے۔ اور میل کچیل جم جاتی ہے۔ اس لئے شارع علیہ السلام نے صفائی بدن کے لئے ان کا دھونا فرض قرار دیا ہے لیکن ... سر چونکہ ہر وقت ڈھکا رہتا ہے۔ اور جملہ اعضاء سے بلند تر ہے اسکی نجاست کا احتمال تک نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تبرید دماغ کے لئے اس کا صرف مسح کر لینا کافی سمجھا گیا ہے۔ لیکن شیعہ چونکہ عقل کے دشمن ہیں۔ اور دیگر مسلمانوں سے مخالفت کرنا ان کا شیوہ ہے۔ پاؤں کو دھونے کے بجائے ان پر مسح کر لیا کرتے ہیں۔ اور پھر اس پر بھی اطمینان نہیں ہو سکتا۔ پہلے دھو لیا کرتے ہیں پھر بعد وضو مسح بھی کر لیا کرتے ہیں۔ ویا للعجب! اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حسب اول منہ دھونے کا حکم دیا ہے لیکن شیعہ کا طرز خلاف قرآن ہے کہ منہ دھونے سے اول پاؤں دھو لیا کرتے ہیں۔

کافی کلینی کی حدیث

اس کے متعلق بھی فروع کافی جلد ۱ صفحہ ۱۹ سے ایک حدیث پیش کی جاتی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پاؤں کا دھونا فرض ہے۔ فَاِنْ نَسِیْتَ مَسْحَ رَاْسِكَ حَتّٰی تَغْسِلَ رِجْلَیْكَ فَامْسَحْ رَاْسَكَ ثُمَّ اغْسِلْ رِجْلَیْكَ (امام صادق نے فرمایا۔ اگر سر کا مسح بھول جائے۔ تو پہلے پاؤں کو دھو ڈالے۔ تو سر کا پھر مسح کر لے۔ اور بعد ازاں پاؤں دھو لے)

اس حدیث سے بالصراحت ثابت ہے۔ کہ پاؤں کا دھونا فرض ہے۔ اس لئے جناب امام نے فرمایا۔ کہ اگر مسح سر کو بھول کر غلطی سے پاؤں دھوئے جائیں۔ تو پھر ایسا کرنا چاہیئے۔ کہ سر کا مسح کر لیا جائے۔ اور ترتیب کی درستی کے لئے پھر دوبارہ پاؤں دھوئے جائیں۔ اگر پاؤں کا دھونا فرض نہیں۔ بلکہ ازالہ نجاست منظور تھا۔ جیسا کہ شیعہ کہا کرتے ہیں۔ تو پہلے دھو لینے سے ازالہ

ل وضو کی فرضیت اس لئے ہے۔ کہ اعضاء وضو دھو لینے سے دماغ کو فرحت ہوتی ہے۔ تکاسل دور ہو جاتا ہے اور انسان خوش و خرم کھڑا ہو کر بارگاہ ایزدی میں اپنا عرض احوال کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ یہی قاعدہ ہے۔ کہ اطراف (ہاتھ پاؤں) دھونا باعث تفریح طبع اور رفع تکاسل ہوتا ہے جب کسی کو بخار ہو۔ تو طبی علاج یہی ہے کیا تجویز کرایا جاتا ہے جس سے بخار دور ہو کر صحت عود کرتی ہے۔ پھر یہ غرض تب ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ کہ منہ ہاتھ کے ساتھ پاؤں بھی دھوئے جائیں۔ پاؤں پر صرف مسح کر لینے سے یہ فائدہ ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔ ۱۲

نجاست تو ہو چکا تھا۔ مسح سر کرنے کے بعد مکرر پاؤں دھونے کا حکم کیوں دیا جاتا۔ اس حدیث کا کوئی جواب شیعہ نہیں دے سکتے اور یہ حدیث خلاف شیعہ ہمارے پاس ایک زبردست حربہ ہے جس سے ان کے تمام استدلال پر پانی پھر جاتا ہے۔ ؎

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

فی الواقع کافی تمام مسائل کے لئے کافی و وافی ہے۔ ہاں انصاف شرط ہے ضد کا کوئی علاج ہی نہیں۔

ڈاڑھی چٹ مونچھیں دراز

آج کل شیعیان علیؓ کا نشان امتیاز یہ ہے کہ ڈاڑھی چٹ اور مونچھیں دراز ہوتی ہیں۔ اسی حلیہ سے وہ پہچانے جاتے ہیں جن کی ڈاڑھی مسنون ہو۔ اور شوارب (مونچھیں) کٹی ہوئی ہوں۔ اس کو شیعہ حضرات غیظ و غضب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس لئے کتب شیعہ سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالنا ضروری ہے۔ تاکہ دیکھ کر اپنی حالت پر افسوس ہو۔ اور آئندہ اس سے باز آجائیں۔

(۱) شیعہ کی مستند کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُحْفُوا الشَّوَارِبَ وَاَعْفُوا اللِّحٰی وَلَا تَشَبَّھُوْا بِالْیَھُوْدِ (رسولؐ نے فرمایا کہ مونچھیں کٹاؤ۔ اور ڈاڑھی رکھو۔ اور یہودیوں سے مشابہت پیدا نہ کرو۔)

(۲) فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۲۵۳ میں ہے۔ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِہٖ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ قَدَرِ اللِّحْیَۃِ قَالَ تَقْبِضُ بِیَدِکَ وَتَجُزُّ مَا فَضَلَ۔ (امام صادق سے بعض اصحاب نے ڈاڑھی کی مقدار کا سوال کیا۔ آپ نے فرمایا بقدر قبضہ رکھو۔ اور اس سے زائد کاٹو۔)

(۳) اسی کتاب کے صفحہ مذکور میں ہے۔ عَنْ عَلِیِّ ابْنِ جَعْفَرٍ عَنْ اَخِیْہِ اَبِی الْحَسَنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ سَئَلْتُہٗ عَنْ قَصِّ الشَّوَارِبِ اَمِنَ السُّنَّۃِ قَالَ نَعَمْ (علی ابن جعفرؓ نے اپنے بھائی ابوالحسن سے روایت کی ہے کہ ان سے دریافت ہوا۔ کیا مونچھوں کا کٹانا سنت ہے کہا ہاں ٹھیک)

(۴) پھر اسی کتاب کے صفحہ ۲۵۳ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُطَوِّلَنَّ اَحَدُکُمْ شَارِبَہٗ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَتَّخِذُہٗ مَخْبَاً یَسْتَتِرُ بِہٖ۔

له حیات القلوب جلد ۱ صفحہ ۱۲۶ میں ہے۔ از سنتہائے ابراہیم است۔ شارب را گرفتن و ریش را بلند گذاشتن (مونچھیں کٹانا۔ اور داڑھی رکھنا سنت ابراہیمی ہے) ۱۲

(امام صادق سے روایت ہے کہ رسول پاکؐ نے فرمایا۔ کوئی شخص تم میں سے مونچھوں کو نہ بڑھائے کیونکہ شیطان چھپتا ہے جو اس کے پردہ کا کام دے۔)

(۵) اصول کافی صفحہ ۲۱۲ میں ہے۔ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمَا جُنُوْدُ بَنِیْ مَرْوَانَ قَالَ فَقَالَ لَہٗ اَقْوَامٌ حَلَقُوا اللِّحٰی وَفَتَلُوا الشَّوَارِبَ (جناب امیرؓ سے پوچھا گیا بنو مروان کا لشکر کون ہے فرمایا وہ ایک قوم تھی جو ڈاڑھی چٹ کرائے اور مونچھوں کو تاؤ دیتے تھے۔ ان کی صورتیں مسخ ہو گئیں۔)

شیعہ غور کریں۔ حدیث نمبر ۱ میں مونچھیں کٹانے اور ڈاڑھی رکھانے کا صاف حکم ہے۔ اور کہ ایسا نہیں کرتے وہ یہودیوں سے مشابہ ہیں۔ حدیث نمبر ۲ میں ڈاڑھی کی مقدار بتائی گئی ہے کہ بقدر قبضہ اس کا رکھنا ضروری ہے۔ حدیث نمبر ۳ میں مونچھیں کٹانا سنت نبوی قرار دیا گیا ہے۔ حدیث نمبر ۴ میں مونچھیں کٹانے کی ایسی تاکید کی گئی ہے۔ کہ رسولؐ نے فرمایا۔ لمبی مونچھیں شیطان کے چھپنے کے کام آتی ہیں جس سے وہ پردہ بناتا ہے۔ حدیث نمبر ۵ میں ڈاڑھی چٹ اور مونچھیں دراز بنو مروان کے لشکر کا حلیہ بتایا گیا ہے۔

جو حضرات شیعہ ان احادیث کے خلاف ڈاڑھی چٹ اور مونچھیں دراز اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں۔ وہ ان احادیث کی رو سے یہودی صفت سنت نبوی کے منکر شیطان کے مددگار ہیں۔ کہاں ہیں وہ شیعہ جہال جو کہا کرتے ہیں کہ لمبی مونچھیں مولیٰ علیؓ کے شامیر ہیں۔ اور اس لئے ہم سنت علیؓ کے عامل ہیں۔ اگر تمہاری کتابیں سچی اور تمہارے امام صادق اور رسول پاک کا قول سچا ہے۔ تو یہ لوگ سنت شیطان کے عامل اور یہود صفت خدا و رسول کے نافرمان ہیں۔ خدا ان کو ہدایت کرے۔ غضب تو یہ ہے کہ شیعہ علماء بھی ڈاڑھی چٹ مونچھیں دراز نظر آتے ہیں۔ اور گویا وہ اسکو شعار اسلام سمجھتے ہیں۔ ایسے علماء سے خدا کی پناہ! جو ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْا کے مصداق ہیں۔

بھنگ اور شراب

ہر چند شراب کی حرمت نص قرآن سے ثابت ہے۔ اور لحم خنزیر و شراب حرمت میں برابر ہیں۔ لیکن شیعہ حضرات کے بہت سے پیر فقیر شراب کے عادی ہوتے ہیں۔ اور اس کو شیر مادر سمجھ کر استعمال کرتے ہیں۔ مریدان خوش اعتقاد کہتے ہیں۔ ہمارے مرشد جی کے پاس شراب کی بوتل لاؤ تو دودھ خالص تیار ہو جاتا ہے۔ بہت سے شیعی شرابی پیر نذر و نیاز میں بھی شراب

کی ترسیل کی فرمائش کیا کرتے ہیں۔ اور بھنگ تو ملنگان مولا علیؑ کا صبح و شام کا وظیفہ ہوتا ہے۔ ادھر بھنگ
رگڑتے ہیں ادھر بزرگان دین کو لعنت و تبرا کر کے نامہ اعمال پر کرتے ہیں۔ کوئی منع کرے تو کہا کرتے ہیں۔ کہ
ان ملاؤں کو کیا خبر کہ بھنگ اور چرس کے نشے میں کیسی معرفت کی باتیں سوجھتی اور عالم ملکوت کے
اسرار ظاہر ہوتے ہیں اس لئے ذیل میں چند مسائل شراب و بھنگ کے متعلق ہم شیعہ کی معتبر کتابوں
سے نقل کرتے ہیں۔ شاید کسی کو ہدایت ہو جائے۔ شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی جلد ۲ جزو دوم
میں ص۱۷۲ سے ص۱۷۷ تک شراب کی خباثتوں شارب خمر کی برائیوں کا مفصل تذکرہ ہے۔ چونکہ عربی
احادیث ہیں۔ اس لئے ہم صرف شیعہ کی مستند تفسیر عمدۃ البیان سید عمار علی شیعی سے ایک
عبارت لکھتے ہیں۔ جو جامع و مانع ہے۔ اور ان تمام احادیث کا نچوڑ ہے۔ اور اردو خوان اصحاب اس کو
پڑھ کر مستفید ہو سکتے ہیں۔ وھو ھذا۔

جناب صادقؑ نے فرمایا۔ کہ پینے والا شراب کا بیمار ہو۔ تو اس کو پوچھنے نہ جاؤ۔ اور اگر مر جائے
تو اس کے جنازہ پر مت جاؤ۔ اور اگر حاضر ہو۔ تو اس کو زکوٰۃ مت دو۔ اور اگر عورت کو واسطے نکاح
کے چاہے۔ تو نکاح اس سے مت کرو۔ اور جو شخص کہ اپنی دختر کا نکاح کسی شرابی سے کر دے۔
تو اس نے گویا اپنی بیٹی کو دوزخ میں ڈالا ہے۔ اور فرمایا جناب رسول خداؐ نے کہ جو کوئی شرابی
کو ایک لقمہ کھانے کو دیوے یا ایک گھونٹ پانی کا دیوے۔ تو البتہ متعین کرے گا۔ خدا اوپر اس کے
قبر میں سانپ اور بچھو کہ طول اس کے دندان کا ایک سو بیس گز کا ہو گا۔ اور پلایا جائے گا قیامت
کے روز دوزخیوں کے زخموں کا پانی۔ اور جو کوئی حاجت روائی کرے شرابی کی گویا اس نے ایک ہزار
مومن کو قتل کیا۔ یا خانہ کعبہ کو ڈھایا۔ اور جو کوئی سلام کرے۔ اس پر لعنت کریں گے۔ اس پر ستر ہزار
فرشتے۔ اور لعنت کی ہے خدا نے شراب پینے والے کو۔ اور اس کے نچوڑنے والے کو اور اس کے پلانے والے
کو۔ اور اس کے اٹھا لے جانے والے کو۔ اور جس کے پاس لیجائے اس کو۔ اور تفسیر الغافلین میں لکھا ہے۔ کہ
فرمایا جناب رسول خدا نے کہ جو کوئی ایک لقمہ بھنگ کا کھائے ایسا ہے۔ کہ گویا اس نے خانہ کعبہ کو ستر
بار ڈھایا۔ اور جو کوئی خانہ کعبہ کو ایک بار ڈھائے۔ تو ایسا ہے۔ گویا اس نے ستر پیغمبروں کو قتل کیا
اور قرآن میں جو شجرہ ملعونہ ہے۔ مراد اس سے بھنگ کا درخت ہے۔ تفسیر عمدۃ البیان
مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی جلد ا ص۱۲۲)

اب بھنگ اور شراب کی فضیلت آپ نے شیعہ کی مستند تفسیر سے سن لی ہے۔ آپ غور کریں۔
کہ کتنے بھنگی اور شرابی مولی علیؑ کے ملنگ اور پیر فقیر نکلتے ہیں۔ جو شیعہ صاحبان کے قبلہ و کعبہ اور

شیعہ مذہب کے کن عالم اور مقتدا شمار کئے جاتے ہیں۔ پھر کیوں نہ کہا جائے۔ کہ اس مذہب میں منشیات
مطلق منع نہیں ہے۔ ورنہ ان لوگوں کو ایسے مخدرات کے علانیہ استعمال سے کچھ خوف ہوتا۔

ترکِ صلوٰۃ

اگرچہ نماز عماد الدین اور اسلام کا اعلیٰ رکن ہے اور مسلمان و کافر میں مابہ الامتیاز یہی نماز
سمجھی جاتی ہے۔ لیکن شیعہ صاحبان نماز سے ایسے بے پرواہ ہیں۔ کہ گویا اس کی فرضیت کے
قائل ہی نہیں۔ کہ خود تارک صلوٰۃ ہیں۔ بلکہ نماز پڑھنے والوں پر تمسخر کرتے اور پھبتیاں اڑاتے
ہیں۔ خوشی سے کہا جاتا ہے۔ کہ ہمارے ملک کے شیعہ فیصدی شاید دو شخص بمشکل مل سکیں جو
پانچ وقت نماز قائم کرتے ہوں۔ باقی سب بے نماز یا نماز میں سخت سست نظر آئیں گے۔ بلکہ
شیعہ کا فرقہ جو اپنے آپ کو مولا علی کے ملنگ کہلاتے اور عوام ان کو سید اور سیدہ اولیا تصور
کرتے ہیں۔ اور سارا دن بیٹھ کر ہر وقت بھنگ رگڑا کرتے۔ اور پیا کیا کرتے۔ یہ لوگ ننگ دھڑنگ
دھونی رمائے علی علی پکارتے پھرتے ہیں۔ انہوں نے تو نماز کا عمر بھر کبھی نام ہی نہیں لیا۔ بلکہ جس شخص
کو نماز پڑھتا ہوا دیکھیں اس سے ٹھٹھا کرتے۔ اور سخت نفرت سے دیکھتے ہیں۔ ان لوگوں کا اعتقاد
ہے کہ شیعہ نمازی نہیں۔ بلکہ حب حسین فرض ہے۔ اور محفل حسین میں ماتم کرنا اور نوحہ کرنا ہزار
نماز سے افضل ہے۔ حالانکہ شیعہ کی معتبر کتاب فروع کافی جلد ا ص۱۵۸ میں ہے۔ قال ابو عبد اللہ
اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَافِرٌ مِنْ غَیْرِ عِلَّۃٍ۔ (امام جعفر صادق کا قول ہے۔ کہ تارک الصلوٰۃ
کافر مطلق ہے۔) پھر سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ یہ محبان حسین اور مولا علیؑ کے ملنگ تارک الصلوٰۃ یعنی
مجسم کافر مطلق ہیں۔

اب ہم تارک الصلوٰۃ کی فضیلت میں شیعہ کی ایک معتبر کتاب تحفۃ العوام جلد ا ص۲۱ سے
ایک نظم نقل کرتے ہیں۔ تاکہ پڑھنے سننے والوں کو عبرت ہو۔

نظم اردو

نماز ایک بھی شخص نے ترک کی — تو خون اس نے اپنا کیا ہے چھری
اگر وہ نمازوں کا تارک ہوا — تو گویا کہ خون اک نبی کا کیا

ادا کی تین وقتوں کی نہیں سے قضا — تو لکھو کہ اس شخص نے ڈھا دیا واہ
دیا چار وقتوں کو گر ہاتھ سے — تو ایسا ہے جیسا کہ اس شخص نے
زنا ہی ماں سے ہفتاد بار — کیا عین کعبے میں ہے ہوشیار
جو تارک ہوا پانچ اوقات کا — بیاں کیا کروں اس کے حالات کا
خدا اس کو کرتا ہے یوں بے نیاز — یہ ترے جو کی ترک میری نماز
ہوا میری طاعت سے بیزار تو — غضب کا ہوا اب سزاوار تو
بہت میں بھی بیزار ہوں تجھ سے اب — خدا اپنا نے لئے کر طلب
میرے آسمان و زمیں سے نکل — کہیں اور رہ جا کے اے بدعمل
یہ ارشاد کرتے ہیں شاہ حجاز — سبک اور ضائع کرے جو نماز
نہیں مجھ سے اور میری امت سے وہ
بہت دور ہے حق کی رحمت سے وہ

یہ تو شیعہ کی کتابی باتیں ہیں۔ لیکن عملی حالت سخت قابل افسوس ہے جہاں کہیں شیعوں کی آبادی ہے۔ مساجد ویران۔ ورسے آباد ہیں۔ ہم نے دو جلسے مناظرہ کے دیکھے۔ ایک کنڈیاں ضلع میانوالی۔ دوسرا ہکہ بلی خان تحصیل گوجر خان میں ظہر کی نماز کا وقت میدان مناظرہ میں آیا۔ تمام مسلمانوں نے نماز باجماعت پڑھی۔ مگر شیعہ کے علماء اور مقتدی سب یوں ہی کھڑے رہے کسی ایک متنفس نے بھی نماز ادا نہ کی۔ لیکن شیعہ کو تکلیف برداشت کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ صرف متعہ جیسا کار ثواب کرنے سے امام حسنؑ۔ امام حسینؑ علی المرتضیٰؑ رسول پاک کا درجہ مل جاتا ہے۔ عید غدیر کا ہی شیعہ کیلئے (۱۸ ذوالحجہ) روز معتبر ایسا آجاتا ہے کہ شیعان علیؓ کے سب امور تمام صغیرہ و کبیرہ گناہ بخشے جاتے ہیں اور نویسندگان اعمال کو حکم ہوتا ہے کہ شیعان علیؓ اور محبان اہلبیت کے گناہ تین روز تک نہ لکھو یعنی اٹھارہویں سے بیسویں تک (تحفۃ العوام جلد ۲ صفحہ ۱۶۱)

سید جنتی کیسے ہوئے

شیعہ کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ اولاد سادات کے لئے تو جنت واجب ہو چکی ہے

سید عبادت کرے نہ کرے کیسے ہی جرائم کبیرہ کا مرتکب ہو۔ جنت ہاتھ سے نہ جائے گی۔ گویا ان کو رب العزت سے جنت کا ٹھیکہ مل چکا ہے۔ زنا کرے۔ چوریاں کرے۔ واردات قتل و ڈکیتی کا مجرم بنے۔ دوزخ کی آگ سید پر حرام ہے۔ اور جنت الفردوس کا وہ مالک ہے۔ یہ اعتقاد عوام ہی نہیں۔ بلکہ اخص الخواص شیعہ بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ مگر کتب شیعہ سے یہ مسئلہ بحوالہ احادیث بیان کر کے ان کی اس غلط فہمی کو رفع کرتے ہیں۔

فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ ص ۹۵ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الصَّفَا فَقَالَ یَا بَنِیْ ہَاشِمٍ یَا بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ وَاِنِّیْ شَفِیْقٌ عَلَیْکُمْ وَاِنَّ لِیْ عَمَلِیْ وَلِکُلِّ رَجُلٍ مِّنْکُمْ عَمَلُہٗ لَا تَقُوْلُوْا اِنَّ مُحَمَّدًا مِّنَّا وَسَنَدْخُلُ مُدْخَلَہٗ فَلَا وَاللّٰہِ مَا اَوْلِیَائِیْ مِنْکُمْ وَلَا مِنْ غَیْرِکُمْ یَا بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (ترجمہ) امام محمد باقر سے روایت ہے۔ کہ رسول خدا کوہ صفا پر کھڑے ہو کر فرمانے لگے۔ اے بنو ہاشم و بنو عبد المطلب میں خدا کا رسول ہوں۔ اور تم پر شفقت کرنے والا ہوں۔ لیکن میرے لئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے ہوں گے۔ یہ نہ کہنا کہ محمد ہم میں سے ہیں۔ اور اس لئے ہم ان کی جگہ (جنت) ....

حکم نکاح سیدہ با غیر سید۔ یہ بھی شیعوں کا عقیدہ ہے کہ سیدزادی کا نکاح غیر سید سے ہرگز جائز نہیں۔ جیسا عینی شرح ہدایہ میں اس قول کو شیعہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ لیکن محققین اہلسنت کے نزدیک سیدہ کا نکاح غیر سید سے درست ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ کے متعلق حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سابق مفتی دارالعلوم دیوبند ایک استفسار کے جواب میں فرماتے ہیں۔ ان لوگوں کا یہ خیال غلط اور بے دلیل ہے بنی ہاشم کی عورتوں کا نکاح بالغہ لڑکی اور اس کے اولیاء کی اجازت سے تو ہر قوم کے مسلمانوں میں ہو سکتا ہے لیکن بغیر رضاء اولیاء قریش کے علاوہ کسی دوسری قوم میں کرنا درست نہیں۔ اور اگر کر لیا گیا تو وہ نکاح قول مفتی بہ کے موافق درست نہ ہوگا علی ما اختارہ صاحب الدر المختار والشامی وغیرہ البتہ قریش کے تمام خاندان خواہ وہ بنی ہاشم میں سے ہوں یا نہ ہوں بنی ہاشم کی کفو ہیں ان میں نکاح بلا اجازت اولیاء بھی جائز ہے اور یہ حکم بنی ہاشم کی عورتوں کا نہیں بلکہ تمام قوم کا یہی حکم ہے کہ غیر کفو میں نکاح کر لینے پر اولیاء کو فسخ کرانے کا حق ہوتا ہے۔ قال فی الہدایہ وغیرہ واذا زوجت المرأۃ نفسہا من غیر کفو فللاولیاء ان یفرقوا بینہما دفعا للضرر العار عن انفسہم انتہی والفتوی علی روایۃ الحسن انہ لا ینعقد کما صرح بہ فی الدر المختار جو لوگ بنی ہاشم کی عورتوں کے نکاح کو غیر بنی ہاشم سے حرام کہتے ہیں سخت گنہگار ہیں۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُکُمُ الْکَذِبَ ھٰذَا حَلَالٌ وَّھٰذَا حَرَامٌ الخ لیکن من حرم حلالا کا جو فتویٰ کتب فقہاء سے نقل کیا گیا ہے۔ وہ مقید بقیود ہے۔ یہاں اس کا حکم نہیں کیا جا سکتا۔ اور ان لوگوں کو اسلام سے خارج کہنا جائز نہیں۔ (امداد المفتین باب الکفاءۃ ص ۲۲۱) بفتاوی دارالعلوم دیوبند۔

میں جائیں گے۔ بخدا میرے دوست تم سے یا اور لوگوں سے وہی لوگ ہیں جو متقی اور پرہیزگار ہیں۔

یہ تو حضورؐ کا اپنے تمام قبیلہ بنو ہاشم و بنو عبدالمطلب سے اعلان ہے۔ کہ میری قرابت کا تمہیں کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ اس گمراہی میں نہ رہنا۔ کہ میرے طفیل تم بخشے جاؤ گے۔ بلکہ اپنے اپنے اعمال کام آئیں گے۔ اور میرے دوست وہی لوگ ہیں۔ جو نیک اعمال کرتے۔ اور خدا سے ڈرتے ہیں۔ ہاشمی ہوں یا غیر ہاشمی۔

اب حضورؐ کا وہ فرمان سنئے۔ جو آپ نے مرض الموت میں اپنی دختر طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہراؑ کو خطاب میں فرمایا۔ چنانچہ حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۶۱۲ میں لکھا ہے۔ کہ اے فاطمہؑ عمل کی طاعت بجا آر۔ کہ بدون عمل من فائدہ نمی توانم بخشید۔ یعنی اے فاطمہؑ نیک اعمال کرنا۔ اور عبادت الٰہی سے غافل نہ ہونا۔ کہ نیک اعمال کے بغیر میری قرابت سے تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچ سکے گا۔

کیا سیدوں کا رتبہ جگر گوشۂ رسول زہرا بتولؑ سے زیادہ ہے۔ کہ ان کو تو یہ ارشاد ہو کہ بدون اعمال صالح قرابت رسولؐ کوئی فائدہ نہ دے سکی۔ اور بعض لوگ جنہوں نے مدت سے اپنی حسب نسب لکھوئی ہوئی ہے۔ اور تیلی کشمیری سب سید ہونے کے دعویدار ہیں۔ اس امر کی امید رکھ سکتے ہیں۔ کہ چوری۔ زنا۔ قتل و غارت کرتے رہیں۔ قیامت کو جنت کا مل جائے گا۔ کلا و حاشا۔

حضرت نوحؑ کے بیٹے کو جو نبی کا فرزند۔ نبی کا پوتا تھا۔ رسول کی فرزندی نے کوئی فائدہ نہ بخشا۔ رسول (نوحؑ) نے بھی التجا کی۔ انّ ابنی من اھلی (یا اللہ میرا بیٹا میری اہل سے ہے اسے نجات دیجیو) لیکن دربار ایزدی سے تنبیہ کے ساتھ جواب ملا۔ کہ انّہٗ لیس من اھلک انّہٗ عملٌ غیر صالحٍ (یہ تمہارا بیٹا نہیں ہے۔ اس کے اعمال اچھے نہیں)

پھر آج کل کے مشتبہ سید اتنی دور کی نسبت سے کس طرح توقع کر سکتے ہیں۔ کہ بدون عمل صالح جنت کے مالک ہو جائیں گے۔ ائمہ عظام بھی ایسے شیعوں سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں۔ جو اعمال کرکے امید رکھتے ہیں۔ کہ صرف محبت اہلبیت ہمارے لئے کافی وسیلہ ہے ہم قیامت کو سیدھے جنت میں چلے جائیں گے۔

اصول کافی صفحہ ۳۳ میں ہے۔ عن جابر عن ابی جعفرؑ قال قال یا جابر أیکتفی من ینتحل التشیع ان یقول بحبنا اھل البیت فواللہ ما شیعتنا الا من اتقی اللہ و اطاعہ وما کانوا یعرفون یا جابر الا بالتواضع والتخشع والامانۃ وکثرۃ

ذکر اللہ والصوم والصلوٰۃ والبر بالوالدین والتعاھد للجیران من الفقراء و اھل المسکنۃ والغارمین والایتام وصدق الحدیث وتلاوۃ القرآن وکف الالسن عن الناس الا من خیر وکانوا امناء عشائرھم فی الاشیاء قال جابر یا ابن رسول اللہ ما نعرف الیوم احدا بھذہ الصفۃ فقال یا جابر لا تذھبن بک المذاھب حسب الرجل ان یقول احب علیا واتولاہ ثم لا یکون مع ذلک فعالا فلو قال انی احب رسول اللہ فرسول اللہ خیر من علی ثم لا یتبع سیرتہ ولا یعمل بسنتہ ما نفعہ حبہ ایاہ شیئا فاتقوا اللہ واعملوا لما عند اللہ لیس بین اللہ وبین احد قرابۃ احب العباد الی اللہ اتقاھم واعملھم بطاعتہ (ترجمہ) جابرؓ نے امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا اے جابرؓ شیعہ یہی نہیں۔ کہ کہہ دیا جائے۔ کہ ہم محب اہلبیت ہیں۔ بخدا ہمارے شیعہ وہی لوگ ہیں۔ جو خدا سے ڈرتے اور اس کی عبادت کرتے ہیں۔ شیعہ کی پہچان عجز و نیاز اور امانت اور یاد الٰہی ہے۔ اور نماز و روزہ اور ماں باپ سے بھلائی کرنا۔ اپنے پڑوسیوں کی امداد کرنا۔ اور لوگوں کی بدگوئی سے اپنی زبان کو روکنا ہے۔ اور کہ وہ بڑے امین ہوں۔ اپنے قبائل میں جابرؓ نے کہا اے فرزند رسولؐ اس صفت کے شیعہ آج کل نظر نہیں آتے۔ آپ نے فرمایا۔ اے جابرؓ تم مذہبی پابندی سے بچا نہیں سکتے۔ کوئی شخص گمان کرتا ہے۔ کہ میں محب علیؑ و اہلبیتؑ ہوں۔ پھر ان کے طریقہ پر نہیں چلتا۔ اگر وہ شخص کہے۔ کہ میں محب رسولؐ ہوں۔ اور رسولؐ علیؑ سے بہتر ہیں۔ پھر رسولؐ کی سیرت پاک کی اتباع نہ کرے۔ نہ نیک عمل کرے۔ تو یہ محبت اسے نفع نہ دے گی۔ خدا سے ڈرو۔ اور یہ سمجھو کہ خدائے پاک کی کسی شخص سے قرابت نہیں ہے۔ خدا کو وہی لوگ پسند ہیں۔ جو بڑے متقی اور عبادت گزار ہیں۔

دیکھو اس حدیث میں امام والا مقام نے سچے شیعوں کی شناخت کا معیار مقرر کر دیا ہے۔ کہ جو منکسر المزاج، متواضع اور امین ہوں۔ یاد الٰہی میں ہمیشہ مشغول رہیں۔ نماز روزہ کے سخت پابند ہوں۔ ماں باپ کے فرمانبردار۔ اپنے غریب پڑوسیوں کی امداد سے دریغ نہ کریں۔ سچ بولیں۔ تلاوت قرآن ان کا وظیفہ ہو۔ کسی کی بدگوئی نہ کریں۔ حضرت امام نے کھول کر فرما دیا۔ کہ نرا محبت علیؑ و اہلبیت کا ادعا کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔

جبکہ اعمال یزید کے سے ہوں۔ یہ بھی فرمایا کہ رسول پاکؐ کا درجہ علیؓ سے بھی بلند تر ہے کوئی شخص یہ کہدے۔ کہ میں محب رسولؐ ہوں لیکن اس کے اعمال کفار کے سے ہوں تو حب رسولؐ اسے کیا فائدہ دے گی۔ جناب ممدوحؓ نے یہ بھی بتایا۔ کہ بخشش تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔ خدا کی کسی سے قرابت نہیں ہے۔ اس کو وہی لوگ پسند ہیں۔ جو متقی اور عابد زاہد ہوں۔

اب شیعہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں۔ کہ ان میں اوصاف بالا سے کوئی ایک صفت بھی پائی جاتی ہے۔ اتقاء و ورع تو کجا۔ نماز روزہ کا تو کبھی نام بھی نہیں لیا۔ سچ تو کیا بولیں گے۔ تقیہ (جھوٹ) عبادت سمجھ رکھی ہے۔ بدگوئی کا یہ حال ہے۔ کہ شام و صبح اصحابؓ و ازواجؓ رسولؐ پر لعنت و تبرا زبان پر جاری رہتا ہے۔ تلاوت قرآن کی بجائے سُر تال سے مرثیہ خوانی میں مصروف رہتے ہیں۔ جو سراسر توہین اہلبیت ہے۔ کیا ان لوگوں کو دعوی حب علیؓ و حسنینؓ کچھ فائدہ دے سکتا ہے۔ کلا و حاشا۔

ع :- این خیال است محال است و جنوں۔

ایسے لوگ قیامت میں امام حسینؓ کے نہیں۔ بلکہ یزید کے گروہ میں اٹھیں گے۔ کیونکہ ان کے افعال و اعمال سب کے سب وہی ہیں۔ جو یزید اور اس کے اتباع کے تھے سیدگری کسی کام نہ آئے گی جبکہ اعمال درست نہ ہوں۔

نظم

خدا جانے روافض کا بُرا انجام کیا ہو گا ۔۔۔ بُرا ہو گا۔ بُرا ہو گا بُرا ہو گا بُرا ہو گا

خدا کے پاک بندوں کو بُرا کہتے ہیں دنیا میں ۔۔۔ قیامت میں خدائے پاک لیں ان سے خفا ہو گا

بُرا کہتے نبی کے دوستوں کو اور احبا کو ۔۔۔ خفا ان سے یقیناً شافع روز جزا ہو گا

نبی کی بیویوں کو گالیاں دینا جفا کیا ہے ۔۔۔ مسلماں کب بھلا ایسا یہ بندہ بے حیا ہو گا

بُرا کہتے ہیں حضرت غوث اعظمؒ کو یہ بد باطن ۔۔۔ مگر حضرت کے والا شان کا نقصان کیا ہو گا

زباں پر ہے سدا دنیا میں ان کی ورد لعنت کا ۔۔۔ قیامت کو گلے میں طوق لعنت کا پڑا ہو گا

پیمبر ہیں ہمارے رحمت للعالمیں یارو ۔۔۔ انہیں پیارا وہی ہو گا جو لعنت سے بچا ہو گا

نبی کے سخت دشمن ہیں جو دشمن ہیں صحابہؓ کے ۔۔۔ جو مومن ہے سدا دل سے صحابہؓ پر فدا ہو گا

عقیدت مومنوں کو ہے خدا کے پاک بندوں سے ۔۔۔ جو بد خواہ انکا ہے بندہ وہ دوزخ میں پڑا ہو گا

بُرا کہتا جو یا معقول حضرت کے خلیفوں کو ۔۔۔ بھلا کب اس سے خوش یارو علی المرتضیٰؓ ہو گا

رسول پاکؐ کی ازواج کو ہیں جو بُرا کہتے ۔۔۔ نہ خوش ان سے کبھی روح بتول فاطمہؓ ہو گا

عجب بیباک دیکھا ہم نے ہے فرقہ روافض کا ۔۔۔ نہ کوئی پاک بندہ ان کے بہتان سے بچا ہو گا

جو اہل بیت کی توہین کرتے ہیں سراسر ہیں ۔۔۔ یزیدی فوج نے ہرگز نہیں ایسا کیا ہو گا

محرم میں نکلتے سوانگ بھر کر جب روافض ہیں ۔۔۔ تماشا رام لیلیٰ کا نہ ایسا دلربا ہو گا

مسلماں ہو کے یہ بدعات کرتا ہے بہت افسوس ۔۔۔ کبھی راضی نہ ان بدعات سے رب العلا ہو گا

نہ سکھلائی کبھی اسلام نے بدعات ہیں ایسی ۔۔۔ یہ شیطانی طریقہ ہے یہی موجد بنا ہو گا

علم اور تعزیہ دلدل نئی بدعات ہیں ساری ۔۔۔ رسوم شرک ہیں یہ سب نہ کچھ ان میں بھلا ہو گا

قاسمیہ، دوم، کنجڑے، نام حسینؓ کرتے ہیں ۔۔۔ نہ کیوں خوش پھر بھلا روح شہید کربلا ہو گا

عمر گذری برائی اور برائی کی کمائی میں ۔۔۔ عمر میں اپنی استنجا نہیں ہرگز کیا ہو گا

وہ کیسی نامبارک اور ہو گی نا سزا مجلس ۔۔۔ کہ شامل جس میں یہ پُر از نجاست طائفہ ہو گا

وہ نام پاک لینے کے نہ یہ ناپاک ہیں لائق ۔۔۔ نہ اس ماتم کا تم کو دوستو کچھ فائدہ ہو گا

پڑھو قرآن اور ارواح کو بخشو یہ نیکی ہے ۔۔۔ اسی سے خوش خدا اور سرور ہر دو سرا ہو گا

اسی سے خوش ہوں اہلبیت اور شہدا کے ارواح ۔۔۔ یقیناً فائدہ یارو تمہیں اس سے بڑا ہو گا

الٰہی کر ہدایت اپنے بندوں کو تو فضل خود ۔۔۔ بجز تیری ہدایت کے نہ کوئی رہنما ہو گا

ہدایت اب ختم کرو نظم پُر تاثیر کو اپنی ۔۔۔ اثر ہو گا اسے دل درد سے جس کا بھرا ہو گا

(از تازیانۂ سنت)

اختلافی مسائل پر ہم بحث کر چکے ہیں۔ اور کتب شیعہ کے حوالجات سے اپنا مدعا ثابت کیا جا چکا ہے۔ امید ہے۔ کہ اہل انصاف ناظرین کی اس سے تسلی ہو جائے گی۔ اسلام کے تمام فرقوں سے نرالے عقائد شیعہ کے ہیں۔ جو عقل و نقل کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل تسلیم ہیں۔

شیعہ صاحبان بغض خلفاء ثلثہؓ کی وجہ سے عقل بھی کھو چکے ہیں۔ اور ان کو سمجھ نہیں آتی کہ سبائی مذہب کہاں تک اسلامی عقائد کی نقیض ہے۔

نقشہ اسلام حسب عقائد شیعہ

اس بات کو مخالفین اسلام بھی مانتے ہیں۔ کہ اسلام نے تھوڑے سے عرصہ میں حیرت انگیز ترقی کی۔ کہ اقطاع الارض میں اس کی روشنی پھیل گئی۔ اور جس سینہ میں نور اسلام پر تو فگن ہوا۔ پھر اس میں ظلمت کفر کا شائبہ محال تھا۔ اور یہی صداقت اسلام کی ایک روشن دلیل ہے۔ لیکن تعجب ہے۔ کہ شیعہ صاحبان اسلام کے دعویدار ہو کر یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ ہادیٔ اسلام (فداہ ابی وامی) کی تبلیغی جدوجہد اور خدا کی پاک کلام قرآن کی تعلیم کا صرف یہ نتیجہ ہوا کہ سچے مسلمان رسول پاک کے کنبہ کے لوگوں کے علاوہ صرف تین شخص ابوذرؓ مقدادؓ سلمانؓ فارسی پیدا ہوئے۔ جو آخری دم تک اسلام پر ثابت قدم رہے باقی تمام مسلمان جن کی تعداد لاکھوں کی تھی برائے نام مسلمان تھے۔ جو رسول پاک کی وفات کے بعد یک لخت اسلام سے پھر گئے۔ اور الٹے خاندان نبوت کے جانی دشمن بن بیٹھے۔ اس کے متعلق شیعہ کی معتبر کتب کے حوالے درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

(۱) فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ صفحہ ۱۱۵ میں درج ہے۔

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ رح قَالَ کَانَ النَّاسُ اَهْلَ رِدَّةٍ بَعْدَ النَّبِیِّ اِلَّا ثَلَاثَةً فَقُلْتُ وَمَنِ الثَّلَاثَةُ فَقَالَ الْمِقْدَادُ ابْنُ الْاَسْوَدِ وَاَبُوْ ذَرٍّ الْغِفَارِیُّ وَسَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ رَحْمَةُ اللهِ (امام محمد باقر سے روایت ہے۔ فرمایا رسولؐ خدا کی وفات کے بعد سب لوگ مرتد ہو گئے۔ صرف تین مسلمان رہ گئے۔ راوی نے پوچھا۔ وہ کون؟ کہا مقدادؓ۔ ابوذرؓ۔ اور سلمان فارسی۔)

(۲) حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۶۰۹ میں ہے۔ بسند معتبر از حضرت صادقؑ روایت کردہ است کہ مردم ہلاک شدند۔ بعد از حضرت رسولؐ (کی وفات کے بعد سب لوگ ہلاک ہو گئے۔ مرتد ہو گئے۔) مگر سلمان رضؓ اور ابوذر رضؓ و مقداد (مسلمان رہ گئے۔) ایسا ہی شیعہ کی دوسری کتابوں میں ہے۔ اور یہ عقیدہ متفقہ ہے۔ اس لئے زیادہ بحث کی ضرورت نہیں اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ یہ مسلمان کیسے تھے۔

سلمانؓ و مقدادؓ کی ایمانی حالت

حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۶۱۰ میں سلمانؓ و مقدادؓ کی ایمان کی کیفیت عجیب لکھی ہے۔ کہ ایک کی حالت کی دوسرے کو خبر ہو۔ تو فوراً کافر ہو جائے۔ عبارت یوں ہے۔

در کتاب اختصاص بسند معتبر روایت کردہ است۔ کہ حضرت رسول فرمود کہ اے سلمانؓ اگر عرض کنند ترا بر مقداد ہر آئینہ کافر میشود۔ (کتاب اختصاص میں معتبر سند سے امام صادق سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا۔ اے سلمانؓ۔ اگر تیرا علم مقداد پر پیش کیا جائے تو ضرور وہ کافر ہو جائے۔) اس کے بعد یوں لکھا ہے پس فرمود اے مقداد اگر عرض کنند صبر ترا بر سلمان رضؓ ہر آئینہ کافر میشود۔ (پھر جناب رسولؐ نے فرمایا۔ اے مقداد۔ اگر تمہارا صبر سلمان پر پیش کیا جائے تو ضرور وہ کافر ہو جائے۔

کیا خوب مسلمانی ہے

کہ سلمان کے علم کی اطلاع مقداد کو ملے۔ تو وہ کافر ہو جائے۔ اور مقداد کے صبر کی سلمان کو خبر ملے تو وہ بھی کافر ہو جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہادیٔ اسلام نے ایسے بمشکل تین مسلمان پیدا کئے تھے جو بعد وفات رسولؐ مسلمان رہے۔ ان میں سے بھی دو ایسے ضعیف الیقین تھے۔ کہ ایک کی حالت پر دوسرا مطلع ہو جائے۔ تو اسلام کو خیر باد کہدے۔ اب صرف ابوذرؓ مسلمان رہ گئے۔ اس سے تو نہ صرف رسولؐ اور قرآن پاک ہی پر بلکہ خدائے پاک پر بھی حرف آتا ہے۔ کہ تمام کارخانہ اسلام قائم ہوا۔ رسولؐ خاتم الانبیاء مبعوث ہوئے اور حسب فرمان وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ (ہم نے آپکو ساری دنیا کا رسول بنا کر بھیجا ہے۔) رسول بھی سارے جہان جن و انس کی ہدایت کیلئے۔ اور نتیجہ اس تمام کارگذاری کا یہ ہوا کہ صرف ایک مسلمان پیدا ہوا۔ کیا کوئی شخص شیعہ کا یہ عقیدہ درست مان کر مخالفین اسلام کے سامنے ایک منٹ کیلئے بھی کھڑا ہو کر صداقت اسلام پر بحث کر سکتا ہے۔ تف ایسے عقیدہ پر مسلمانو غور کرو۔ اور پھر غور کرو۔

شیعہ سے ایک سوال

شیعہ برائے مہربانی ہمیں یہ بتائیں۔ کہ ان برائے نام مسلمانوں نے جن کو تم معاذ اللہ کافر و مرتد کہتے ہو۔ تو اسلام کی وہ خدمات کیں۔ کہ ملک کے ملک فتح کرکے زیر نگیں اسلام کئے۔ لاکھوں کروڑوں نفوس کو مسلمان کرکے ان کو کلمہ توحید پڑھایا۔ ہزارہا مساجد تعمیر کرائیں۔ قرآن کی جمع و ترتیب میں اس قدر اہتمام کیا۔ کہ جیسا قرآن جو نازل ہوا تھا یکجا جمع کرکے سورتوں آیات کی ترتیب دی۔ اعراب لگائے۔ سیکڑوں حافظ تیار کئے گئے۔ وغیرہ وغیرہ لیکن تمہارے ان مخلص مسلمانوں۔ ابوذرؓ۔ مقدادؓ۔ سلمان فارسی نے کون کون سی خدمات اسلام کیں۔ کن کن کفار کو مسلمان کیا۔ کون کون سے ملک فتح کئے۔ اگر اس کا جواب نفی میں ہے۔ تو یہی بتایا جائے۔ کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ کی انہوں نے کونسی امداد کی۔ کیا اس نازک وقت میں۔ کیا اس نازک وقت میں ان کی امداد کو پہنچے جبکہ بقول خاسد تمہارے گلے میں رسی ڈالکر گھسیٹ کر بیعت ابوبکرؓ کے لئے لے جا رہے تھے۔ یا ان کی خلافت جو چھین لی گئی تھی۔ ان کو واپس دلائی۔ یا فدک جو بزعم تمہارے حق زہرا کا چھین لیا تھا۔ واپس دلایا۔ غرض کون سا ایسا کارنامہ ان تین سچے اور پکے مسلمانوں کا پیش کیا جائے۔ جس سے ان کی قدر و منزلت ظاہر ہو سکے۔ اگر ان تمام امور سے ایک بھی انہوں نے نہیں کیا۔ تو ان کی مسلمانی سے اسلام سے علی المرتضیٰؓ کو کیا نفع۔ ان سے تو وہ برائے نام مسلمان ہی اچھے رہے جنہوں نے ملک کے ملک فتح کرکے اعلائے کلمہ حق کیا۔ قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ کر رسولؐ خدا کی پیشینگوئیوں کو پورا کیا۔ اور گرانقدر و ظائف دے کر اہلبیت کو مالا مال کر دیا۔ ہاں یہی بتاؤ۔ کہ حضرت مولیٰ علی رضؓ نے ہی بعد وفات رسولؐ کونسا ایسا کار نمایاں کیا۔ جس پر اسلام و مسلمانوں کو فخر ہو سکے۔ اپنے عہد حکومت میں کتنے کفار کو تہ تیغ کرکے وسعت ممالک اسلام کی۔ ہم تو جہاں تک تاریخ اسلام کی ورق گردانی کرتے ہیں۔ یہی پتہ چلتا ہے۔ کہ آپ کے وقت میں مسلمانوں پر تلوار چلی۔ ہزارہا جلیل القدر صحابیؓ جن میں سیکڑوں حفاظ قرآن تھے۔ شہید ہوئے۔ آپکا تمام زمانہ خانہ جنگیوں ہی میں گذرا۔ اور خدمت قرآن کا تو یہ حال ہے۔ کہ قرآن جمع کرکے کہیں ایسا غائب غلہ کیا۔ کہ شیعوں کی نذر سے بھی اوجھل ہے۔ اگر

ان برائے نام چند مسلمانوں (خلفائے ثلثہؓ) کا وجود نہ ہوتا۔ تو دنیا میں آج ایک بھی مسلمان کلمۂ توحید پڑھنے والا نظر نہ آتا۔ دنیائے اسلام ان نفوس مقدسہ (خلفائے ثلثہ) کی تاقیامت گرویدۂ اسلام ہے۔ جنہوں نے اپنی جانوں پر مصائب برداشت کرکے اسلام کو شرق سے غرب، جنوب سے شمال تک پھیلا دیا۔ تائیدان کے شامل حال تھی۔ اور فتح و نصرت ان کے پاؤں چومتی تھی۔ آؤ کچھ ہوش کرو۔ کفران نعمت نہ کرو۔ اگر حضرت عمرؓ نہ ہوتے تو آج ایک بھی سید جو اولاد حسین رضؓ بطن حضرت شہربانو سے پیدا ہوئے۔ صفحۂ دہر پر نہ ہوتے۔

شیعیان علیؓ

اب ہم شیعیان علی سے مخاطب ہوتے ہیں۔ ذرا تم ہی بتاؤ۔ کہ تم نے اسلام یا ائمہ اہلبیت کی کیا کچھ امداد کی۔ اپنے عہد میں علی المرتضیٰ رضؓ تمہارا ہی رونا روتے رہے۔ ائمہ اہلبیت اپنے وقت میں تمہارے شاکی رہے۔ تم نے ہی جناب امیر رضؓ کو کوفہ میں جام شہادت پلایا۔ تم نے ہی حضرت مسلم بن عقیل رضؓ کو کوفہ میں بلا کر مع صغیر السن بچوں کے ذبح کیا۔ تم نے سید الشہداء حضرت امام حسین رضؓ کو خطوط عقیدت لکھکر دھوکہ و فریب سے بلوا کر معہ بال بچہ کربلا میں شہید کیا۔ کیا کوئی ایسا کارنامہ پیش کر سکتے ہو۔ جو اس بات کا ثبوت ہو۔ کہ تم نے اسلام یا ائمہ عظام کو بھی کچھ فائدہ پہنچایا۔ جناب امیر علیہ السلام کے ان خطبات سے جو نہج البلاغت میں بکثرت ہیں۔ تمہاری ایمانی حالت اور عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔ نمونتہً ہم آپ کا ایک خطبہ نیرنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغت سے درج ذیل کرتے ہیں۔ جو اس کے صفحہ ۲۶ میں ہے۔

خطبہ امیر علیہ السلام اپنے شیعوںؓ کی مذمت میںؓ

جو امر کہ گذر گیا۔ اور جو فضل مقدر اور مشخص کر دیا ہے۔ میں اس پر خدا کی حمد کرتا ہوں۔ اور اس امر پر بھی اس کی تحمید و تقدیس کرتا ہوں۔ کہ مجھے آپ کے ساتھ مبتلا کیا۔ اے میرے حکم کی اطاعت نہ کرنے والے اور دعوت کو قبول نہ کرنے والے گروہ اگر تمہیں محاربہ دشمن سے مہلت دیجاتی ہے۔ تو تم لہو لعب اور ہوا و ہوس میں مشغول ہو جاتے ہو۔ اور تمہیں ساتھ

لیکن دشمن سے جنگ کی جاتی ہے۔ تو مقابلے میں ضعف و سستی ہو جاتے ہو۔ اگر لوگ اپنے امام کے
پاس جمع ہوں۔ تو تم میں تفرقہ پڑ جاتا ہے۔ اگر کسی مشقت و محنت کی طرف بلانیوالی آواز کو قبول بھی
کرتے ہو۔ تو پھر بہت جلدی رجعت قہقری کر جاتے ہو۔ تمہارے دشمن کے لئے کوئی عُذر بھی
باقی نہ رہے۔ وہ جہاد جو تمہارے ذمے واجب ہے۔ اس میں نصرت حاصل کرنے کے لئے جس چیز کا تم
انتظار کر رہے ہو، وہ تمہاری موت اور ذلت ہے۔ تم جہاد اور نصرت میں سستی اور کاہلی سے کام لے رہے
ہو۔ اس کا انجام موت اور خواری ہے۔ قسم خدا کی اگر میرا روز موعود (موت) آجائے۔ اور بیشک وہ ضرور
آجائیگا۔ تو وہ ایسی حالت میں میرے اور تمہارے درمیان تفرقہ اندازی کرے گا۔ کہ میں تمہاری مصاحبت
کیلئے دشمن ہوں گا۔ اور تمہارے سبب سے کسی قسم کی قوت و شوکت مجھے حاصل نہ ہوگی۔
تم میری زندگی تک مجھ سے برگشتہ رہو گے۔ مجھے دشمن سمجھو گے، اور تمہارے سبب سے
میں صاحب شرکت نہ ہوں گا۔ خدا کے بندو کیا دین میں اتنی بندش کی قوت نہیں۔ کہ تمہیں ایک جگہ
جمع کر دے۔ اپنے امثال و اقران کو بھی دیکھ کر حمیت و غیرت نہیں آتی۔ جو تمہیں مدافعہ
دشمن کے لئے تیز و طرار کر سکے۔ کیا یہ مقام نصیحت نہیں۔ کہ معاویہ نہایت ہی سفیہ ستمگاروں کو بلاتا
ہے۔ اور وہ بغیر کسی قسم کے احسان انعام و بخشش کے اس کی متابعت کرتے ہیں۔ اور میں
تمہیں انعام اور احسان کے ٹکڑوں کی طرف بلا رہا ہوں۔ حالانکہ تم اہل اسلام کے خلف ہو۔
معقول انسانوں کی اولاد ہو۔ مگر پھر بھی مجھ سے متفرق ہوتے ہو۔ اور برابر مجھ سے اختلاف
کئے جاتے ہو۔ میرا کوئی حکم تمہارے لئے ایسا کوئی صادر نہیں ہوا۔ جو موجب خوشنودی ہو۔ اور
تم اس پر رضامند ہو جاؤ۔ اور نہ کوئی ایسی چیز جو باعث غفلت ہو۔ اور تم اس پر اجتماع کر لو۔ میرا
کوئی امر و نہی خواہ تمہیں پسند ہو۔ یا ناپسند مگر اس سے لا محالہ انحراف کرو گے۔ اور یاد رکھو کہ
بہترین اشیاء جس کی ملاقات کا مجھے اشتیاق ہے۔ میرے نزدیک موت ہے۔ کیونکہ
میں اس کے سبب سے تمہاری بے جا مخالفتوں سے نجات پا کر بہشت بریں کی سیر کروں گا۔ میں
نے تمہیں کتاب خدا کا سبق دیا۔ تمہاری تعلیم میں حجت و برہان کیساتھ ابتدا کی۔ تمہیں اس چیز کو
پہچنوا دیا جس کا تم انکار کرتے تھے۔ جس سے تم جاہل تھے۔ میں نے تمہیں وہ چیز (شراب معارف
دینیہ پلا دی) جسے تم اپنے لبوں سے دور رکھتے تھے۔ جو تمہیں ناگوار خاطر تھی" نہج البلاغت مطبوعہ
طہران صفحہ ۲۲۴)

اس خطبہ اور مجھ قسم دیگر خطبات سے پتہ چلتا ہے۔ کہ جناب امیر رض اپنے وقت کے

شیعوں سے کس قدر نالاں تھے۔ کہ ان کی مصاحبت پر موت کو ترجیح دیتے تھے۔ وہ ان کا
کوئی حکم نہ مانتے تھے۔ اور ہر ایک کام میں نافرمانی کرتے تھے۔ ان کے وعظ و تذکیر کا ان کے
دلوں پر مطلق تاثیر نہ ہوتی تھی۔ اور نہ انعام و اکرام ہی سے ان کے سنگین دل موم ہوتے تھے۔

شیعہ کا امام حسنؓ سے سلوک

جو سلوک شیعہ حضرات نے حضرت امام حسن سے کیا۔ اس کا ذکر جلاء العیون جلد ۱ صفحہ ۲۷۹
میں امام ممدوح کی زبانی یوں ہے۔

"یہ لوگ دعوی کرتے ہیں کہ ہم شیعہ ہیں۔ اور میرا ارادہ قتل کیا۔ میرا مال لوٹ لیا
بخدا سوگند اگر میں معاویہ سے عہد لوں اور اپنا خون حفظ کر لوں۔ اور اپنے اہل و عیال میں
امن ہو جاؤں۔ اس سے بہتر ہے۔ کہ یہ لوگ مجھے قتل کریں"

اسی کتاب کے صفحہ ۲۷۹ میں ایک شیعہ کی گستاخی کا حال یوں درج ہے۔
شیخ کشی نے بسند معتبر امام محمد باقرؓ سے روایت کی ہے۔ کہ ایک روز امام حسنؓ اپنے
گھر کے دروازہ پر بیٹھے تھے۔ ناگاہ ایک سوار آیا۔ کہ اسے سفیان بن لیلے کہتے تھے۔ اس نے
کہا۔ السلام علیکم اے ذلیل کنندہ مومناں۔

اسی کتاب کے صفحہ ۲۷۶ میں لکھا ہے۔ کہ آنجناب نے معاویہ سے صلح کا ارادہ کیا۔ تو
شیعوں نے چراغ پا ہو کر حرکت کی۔ پس سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کہا (معاذ اللہ)
یہ شخص مثل پدر کافر ہو گیا ہے۔ یہ کہہ کر بلوہ کیا اور اسباب امام حسنؓ لوٹ لیا۔
یہاں تک کہ جائے نماز حضرت کے پاؤں کے نیچے سے کھینچ لی۔ اور ردا دوش مبارک
سے اتار لی۔ یہ تو حضرت امام حسینؓ کے بڑے بھائی سے شیعیان حسینؓ کا سلوک ہے۔

امام حسینؓ سے سلوک

خود فخر الشہداء جناب امام حسینؓ سے تو وفاداری کی حد کر دی۔ صاحب
جلاء العیون جلد ۱ میں یوں رقمطراز ہے۔

پس بتیس ہزار اہل عراق نے امام حسین رض سے بیعت کی اور جنہوں نے بیعت کی تھی خود انہوں نے شمشیر امام حسین رض پر کھینچی اور ہنوز بیعت ہائے امام حسین رض ان کی گردنوں میں تھی۔ کہ امام حسین رض کو شہید کیا۔"

اس سے پہلے ہم اخبار ماتم کے حوالوں سے ثابت کر چکے ہیں۔ کہ شیعہ صاحبان نے ہی نہایت بیدردی و بے رحمی سے حضرت امام حسین رض کو دشت کربلا میں بھوکا پیاسا مع بال بچوں کے شہید کیا۔ مستورات کو لے کر سفر کیا۔ سر امام حسین رض کو نیزہ پر چڑھا کر یزید کے پاس لے گئے۔ اور وہاں جا کر ماتم حسین رض برپا کر دیا۔ شیعہ کی فیملی بھی شریک ماتم ہوئی۔ یزید عنید کے خاص حکم اور ہمشیرہ زوجۂ یزید کے اہتمام سے یزید پلید کے گھر میں تین دن ماتم ہوتا رہا۔

یہ ہیں ماتمیوں کے کرتوت۔ خدا بچائے۔ اگر خدانخواستہ آج کوئی مخالف اسلام اسلام پر حملہ کر دے۔ اور پلاؤ زردہ پکا کر ماتمیوں کے سامنے رکھ دے۔ تو یہ محبان حسین رض جو صرف چاولوں کے ماتمی ہیں۔ بیت اللہ کعبہ پاک پر گولیاں چلانے سے کبھی دریغ نہ کریں۔ جب اس وقت یہ حالت تھی۔ کہ ائمہ عظام کی مقدس صورتیں ان کے سامنے تھیں اور مؤثر پر درد الفاظ میں ان کو وعظ سنائے جاتے تھے۔ اور ان کے پتھر دلوں میں ذرہ تاثیر نہ ہوتی تھی۔ (جیسے کہ خطبات جناب امیر لکھے جا چکے ہیں) تو اب سیکڑوں سال کے بعد ان حضرات نے کیا حمیت اسلام دکھانی ہے۔

بعد کے شیعہ

یہ تو زمانہ خیر القرون کے شیعوں کا حال ہے۔ بعد کے شیعوں کی نسبت کتاب اصول کافی صفحہ ۳۶۹ میں لکھا ہے۔ وَكَانَتِ الشِّيْعَةُ قَبْلَ اَنْ يَّكُوْنَ اَبُوْ جَعْفَرٍ وَهُمْ لَا يَعْرِفُوْنَ مَنَاسِكَ حَجِّهِمْ وَحَلَالَهُمْ وَحَرَامَهُمْ - (حضرت امام باقر رح سے پہلے شیعوں کی یہ حالت تھی۔ کہ وہ احکام حج سے نابلد تھے۔ اور حلال حرام کی انہیں کوئی تمیز نہ تھی امام باقر رح نے انہیں احکام حج بتلائے۔ اور حلال حرام کا بیان کیا) اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ امام باقر رح سے پہلے کے شیعہ کفار جاہلیت کی طرح احکام حج سے نابلد اور

حلال وحرام کی بھی تمیز نہ رکھتے تھے۔ امام باقر رح نے ان کو حلال و حرام کی تعلیم دی۔ اور ضروری احکام سکھائے۔

شیعہ کی تعداد حضرت صادق رح کے وقت

اب شیعیت کی ترقی کا زمانہ لیجئے۔ شیعہ کے نزدیک ان کے مذہب کی ترویج حضرت امام جعفر رح کے وقت میں ہوئی۔ بلکہ شیعہ صاحبان اس مذہب کو منسوب ہی امام ممدوح کی طرف کرتے ہیں۔ لیکن آپ نے جو اپنے وقت کے شیعوں کی حالت بتلائی ہے۔ وہ سخت مایوس کن تھی۔ اصول کافی صفحہ ۴۹۶ میں ہے۔

عَنِ ابْنِ رِئَابٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ لِاَبِيْ بَصِيْرٍ اَمَا وَاللّٰهِ لَوْ اَنِّيْ اَجِدُ مِنْكُمْ ثَلَاثَةَ مُؤْمِنِيْنَ يَكْتُمُوْنَ حَدِيْثِيْ مَا اسْتَحْلَلْتُ اَنْ اَكْتُمَهُمْ حَدِيْثًا (راوی کہتا ہے کہ امام صادق رح ابو بصیر سے فرمانے لگے۔ اگر میں تم میں سے تین مومن بھی ایسے دیکھوں۔ جو میری حدیث کو مخفی رکھ سکیں۔ تو میں کبھی یہ روا نہ رکھوں۔ کہ میں ان سے اپنی حدیث چھپا رکھوں)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جناب صادق کے عہد میں جو بقول شیعہ شیعیت کی ترقی کا زمانہ تھا۔ یہ حالت تھی۔ کہ جناب امام ہمام رح کو ایسے تین شیعہ بھی نظر آتے تھے جو خالص الایمان اور قابل اعتماد ہوں۔ یہی وجہ تھی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آپ سچی بات ایک کو بھی نہ بتا سکتے تھے۔ بلکہ ایک سوال کے تین تین مختلف و متعارض جواب دیکر رفع الوقتی کرتے تھے۔ اسی صفحہ پر دوسری حدیث یوں ہے۔

عَنْ سَدِيْرٍ الصَّيْرَفِيِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ فَقُلْتُ لَهٗ وَاللّٰهِ مَا يَسَعُكَ الْقُعُوْدُ فَقَالَ لِمَ يَا سَدِيْرُ قُلْتُ لِكَثْرَةِ مَوَالِيْكَ وَشِيْعَتِكَ وَاَنْصَارِكَ وَاللّٰهِ لَوْ كَانَ لِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا لَكَ مِنَ الشِّيْعَةِ وَالْاَنْصَارِ وَالْمَوَالِيْ مَا طَمِعَ فِيْهِ تَيْمٌ وَلَا عَدِيٌّ فَقَالَ يَا سَدِيْرُ وَكَمْ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنُوْا قُلْتُ مِائَةَ اَلْفٍ قَالَ مِائَةَ اَلْفٍ قُلْتُ نَعَمْ وَمِائَتَيْ اَلْفٍ قَالَ وَمِائَتَيْ اَلْفٍ قُلْتُ نَعَمْ وَنِصْفَ الدُّنْيَا قَالَ فَسَكَتَ عَنِّيْ ثُمَّ قَالَ اَيَخِفُّ عَلَيْكَ اَنْ تَبْلُغَ مَعَنَا اِلٰى يَنْبُعَ قُلْتُ نَعَمْ فَاَمَرَ بِحِمَارٍ وَبَغْلٍ اَنْ يُسْرَجَا فَبَادَرْتُ

فرکبت الحمار فقال یا سدیر تری ان تؤثرنی بالحمار قلت البغل ازین وانبل
قال الحمار ارفق لی فنزلت فرکبت الحمار ورکبت البغل فمضینا فحانت الصلوۃ فقال
یا سدیر انزل بنا نصلی ثم قال هذه ارض سبخة لا تجوز الصلوۃ فیها فسرنا
حتی صرنا الی ارض حمراء ونظر الی غلام یرعی جداء فقال واللہ یا سدیر لو کان لی شیعۃ بعدد
هذه الجداء ما وسعنی القعود ونزلنا وصلینا فلما فرغنا من الصلوۃ عطفت الی
الجداء فعددتها فاذا هی سبعۃ عشر۔ (ترجمہ) سدیر صیرفی سے روایت ہے۔ کہا
میں امام صادق کے پاس گیا۔ اور ان کو کہا بخدا آپ کو اب بیٹھے نہیں رہنا چاہئے۔ فرمایا کیوں
میں نے کہا۔ اس لئے کہ آپ کے پاس غلام اور شیعہ اور مددگار کثرت سے ہیں۔ بخدا اگر امیر
علیہ السلام کے پاس اتنے آدمی ہوتے جتنے آپ کے پاس شیعے مددگار اور غلام ہیں۔ تو
بنو تیم وعدی طمع خلافت نہ کرتے۔ آپ نے کہا۔ سدیر کتنے ہونے چاہئیں۔ میں نے
کہا ایک لاکھ امام نے کہا ایک لاکھ۔ میں نے کہا ہاں دو لاکھ۔ امام نے کہا۔ اور دو لاکھ
میں نے کہا ہاں نصف دنیا۔ پھر آپ خاموش ہو گئے۔ پھر کہا۔ کیا تجھے گنجائش ہے کہ
میرے ساتھ باہر چلو۔ میں نے کہا ہاں۔ آپ نے گدھے اور خچر کو کسنے کا حکم دیا۔ میں جلدی
گدھے پر سوار ہو گیا۔ فرمایا۔ سدیر مجھے گدھا دے سکتے ہو۔ میں نے کہا خچر کی سواری
اچھی اور تیز رفتار ہوتی ہے۔ فرمایا۔ گدھے کی سواری ہلکی ہوتی ہے۔ میں اتر کر خچر پر سوار
سوار ہو گیا۔ آپ گدھے پر سوار ہو گئے۔ ہم چل پڑے۔ نماز کا وقت ہو گیا۔ امام نے فرمایا
سدیر اترو نماز پڑھ لیں۔ پھر کہنے لگے۔ یہ شور زمین ہے۔ یہاں نماز نہیں ہو سکتی۔ پھر ہم
ایک سرخ مٹی کی زمین میں گئے۔ اور آپ نے ایک لڑکا دیکھا۔ جو بکریاں چرا رہا تھا۔ امام
باتیں فرمانے لگے۔ اگر میرے پاس ان بکریوں جتنے بھی شیعہ ہوں۔ تو بیٹھا نہ رہوں (جنگ کے
لئے اٹھوں) پھر ہم نے اتر کر نماز پڑھی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے۔ تو میں نے ان بکریوں کا
شمار کیا۔ تو ان کی تعداد سترہ نکلی۔ اب آپ غور کریں۔ کہ جہاں شیعہ کی تعداد لاکھ دو لاکھ
بلکہ نصف دنیا سمجھی جاتی تھی۔ وہاں خالص مخلص شیعے سترہ نکلے۔ اور زمانہ بھی صاحب المذہب
امام جعفر صادقؑ کا تھا۔ وہاں آج کل کے شیعہ کی ایمانی حالت کا کیا ٹھکانا۔ یہ سب
ڈوم۔ میراثی۔ قلندر۔ مسلی۔ کنجر جو شیعہ بن کر محرم میں رونق افزا مجلس ماتم ہوا کرتے
ہیں۔ یہ سب چاولوں کے شیعہ ہیں۔ اگر منتظمان مجالس عزاء ایک سال چاول پکانا بند

کردیں۔ تو دیکھیں۔ کتنے شیعیان علی رضا سینہ کوبی کے لئے جمع ہوتے ہیں۔

امام مہدیؑ کے نہ ظاہر ہونے کا سبب

چونکہ کتب شیعہ میں تصریح ہے۔ کہ امام غائب علیہ السلام اس وقت تشریف
لائیں گے۔ جب ان کے مخلص شیعوں کی تعداد تین سو تک پہنچ جائے گی۔ جو ان کے
محافظ ہوں گے۔ اور اعداء اسلام سے ان کی نگہبانی کریں گے۔ باوجودیکہ مدعیان
شیعیت کی تعداد اس وقت ہزاروں نہیں۔ بلکہ لاکھوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ مگر
حقیقت یہی ہے۔ کہ سب برائے نام چاولوں کے شیعہ ہیں۔ اگر سچے شیعہ ہوتے۔ تو کب
کے امام منتظر تشریف لے آتے۔

امامؑ کے ظہور کا وقت ہے

چونکہ اس وقت شیعوں پر سخت اعتراض ہو رہا ہے۔ کہ ان کا قرآن جمع کردہ علیؓ کہیں
نظر نہیں آتا۔ اس کے متعلق مطالبہ پر مطالبہ ہو رہا ہے۔ کہ شیعہ کہیں سے وہ قرآن پیدا
کریں۔ ورنہ ان کی کوئی مسلمانی نہیں۔ چونکہ ان کے ہاتھ میں کتاب آسمانی نہیں۔ شیعہ بچارے
سخت پریشان ہیں۔ کچھ جواب بن نہیں سکتا۔ شیعوں کا عقیدہ ہے۔ کہ وہ قرآن
صاحب الامر حضرت امام مہدیؑ کے پاس موجود ہے۔ اور شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ امام
علیہ السلام معہ اپنے فرزندوں کے ایک غائب ملک میں حکمرانی کر رہے ہیں۔
شیعوں کے قبلہ وکعبہ علامہ سید علی الحائری کی ایک مصنفہ کتاب غایۃ المقصود
میں بہت سی حکایات درج ہیں۔ کہ لوگوں نے وہاں جا کر آپ کی زیارت بھی کی۔
چنانچہ اسی کتاب کے صفحہ ۱۲۵ سے صفحہ ۱۳۰ تک ایک قصہ لکھا ہوا ہے۔ کہ چند کس دریائی
سفر کرتے ہوئے اس ملک میں جا پہنچے۔ اور وہاں پانچ بڑے بڑے شہر دیکھے۔ جو امام کے
فرزندوں کے زیر حکومت تھے۔ ان میں سے بعض کا طول و عرض دو ماہ کا راستہ
بعض کا چار ماہ کا راستہ ہے۔ وہاں بڑے بڑے شہر اور تجارت کی منڈیاں

دیکھیں گئیں۔ اور عجیب و غریب باغات و جنّاتٌ تجری تحتہا الانہار مشاہدہ میں آئے
ان لوگوں نے امامؑ کی زیارت بھی کی۔ اور اسلام تازہ ہوا۔ (معلوم نہیں اتنی بڑی آبادی
جغرافیہ والوں کی آنکھوں سے آج تک کیوں مخفی ہے۔ جنہوں نے زمین کا چپّہ چپّہ پیمائش
کرکے جغرافیہ دنیا تیار کیا ہے۔ یہ سب داستانیں فرضی۔ بوستان خیال یا شیخ چلّی کی گپ
سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔) بہرحال اگر امام اتنی بڑی سلطنت کے مالک دنیا کے کسی
حصّہ میں رہتے ہیں۔ آپ گاہے گاہے اپنے خواص شیعہ کو ملتے بھی رہتے ہیں جیسا
کہ حائری کی کتاب غایۃ المقصود میں ہے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ اس وقت کے شیعہ اس نعمت
(زیارت امامؑ) سے بالکل محروم ہیں۔ اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتی۔ کہ یہ سب
حلوے مانڈے اور بیا دلوں کے شیعہ ہیں۔ اصلی شیعہ کی ان میں بُو تک نہیں ہے۔ ورنہ
اگر اس وقت دنیا میں کوئی ایک بھی سچّا شیعہ موجود ہوتا۔ تو اس آڑے وقت میں حضرت
امام ضرور ان کی دستگیری کرتے۔ اور اصلی قرآن اگر اس وقت ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔ تو اس
کی نقل ہی کرا کر کسی مخلص شیعہ کی معرفت دنیا میں بھیج دیتے۔ تاکہ شیعہ بیچارے وہ قرآن دکھا
کر سرخروئی حاصل کرتے۔

ایک عجیب حکایت

اسی کتاب غایۃ المقصود کے صفحہ [illegible] میں ایک عجیب حکایت لکھی ہے۔ جو قاضی نور اللہ
شوشتری کی مجالس المومنین سے نقل کی گئی ہے۔ کہ ایک اجلّ فاضل اہلسنّت جو علامہ حلّی
کے استادوں میں سے تھا۔ اس نے مذہب شیعہ امامیہ کے ردّ میں ایک مبسوط کتاب لکھی
تھی۔ اور وہ کتاب مختلف مجالس میں سنا کر شیعوں کو پھسلاتا تھا۔ اور اس خوف سے
کہ کوئی شیعہ اس کی تردید نہ کر دے۔ کسی شیعہ عالم کے ہاتھ میں وہ کتاب نہ دیتا تھا۔
شیخ حلّی ہمیشہ اس کوشش میں رہتے تھے۔ کہ وہ کتاب ہاتھ آئے۔ تاکہ اس کی
تردید کی جائے۔ ایک روز استادی شاگردی کا وسیلہ پیش کرکے کتاب عاریتاً
دینے کی استدعا کی۔ استاد نے کہا۔ صرف ایک رات کے لئے کتاب دے سکتا ہوں
شیخ اس کو بھی غنیمت سمجھا۔ اور کتاب لے لی۔ اور اپنے گھر میں لے گئے۔ تاکہ کچھ نہ کچھ

رات میں نقل کر لیں۔ جب لکھنے لگے تو نیند نے غلبہ کیا۔ اور سو گئے۔ جناب مہدی علیہ السلام
نمودار ہو گئے۔ اور شیخ کو فرمانے لگے۔ کہ کتاب مجھے دے دو۔ اور تم سو رہو۔ جب شیخ
نیند سے جاگے۔ تو دیکھا۔ کہ کتاب ساری لکھی ہوئی موجود ہے۔ حالانکہ وہ کتاب ایک سال
سے کم عرصہ میں نہ لکھی جا سکتی تھی۔ یہ حکایت فارسی میں ہے۔ میں نے سہولیت ناظرین کے لئے
اس کا ترجمہ بجنسہٖ اردو میں لکھ دیا ہے۔ جو چاہے اصل کتاب دیکھ سکتا ہے۔

اس قسم کی حکایات عجیب و غریب اس لئے وضع کی گئی ہیں۔ کہ شیعوں کا اس بات
پر اعتماد جما رہے۔ کہ ضرور امام مہدی علیہ السلام اس وقت موجود ہیں۔ اور کبھی کبھی خاص
لوگوں کو ان کی زیارت ہو جایا کرتی ہے۔

میں کہتا ہوں۔ کہ اگر یہ باتیں درست ہیں۔ تو اس وقت شیعیان علی رضؓ کیوں کوشش
نہیں کرتے۔ کہ مل کر شب بیداری کریں۔ اور دعائیں کر کے امام کی زیارت سے مستفید ہوں
اور منت و خوشامد سے عرض و معروض کریں۔ کہ حضرت جی اس وقت بڑا آزادی کا وقت ہے
آپ ظہور فرمائیں۔ کوئی شخص آپ کا بال بیکا بھی نہیں کر سکتا۔ اور لاکھوں کی تعداد
میں لٹھ بند شیعہ موگتکا باز بھی ہیں۔ آپ کی امداد میں موجود ہوں گے۔ تشریف لا کر شیعیت
کی اشاعت فرمائیں۔ اور اگر آپ خود تشریف نہیں لا سکتے۔ تو قرآن تو ہمیں مرحمت فرمائیں۔
تاکہ مخالفین کو دکھا کر ہم سرخروئی حاصل کریں۔ اور مخالفین کے قرآن کے رہین منت نہ رہیں۔
شیعوں کے قبلہ و کعبہ سرکار شریعت مدار ہی اپنی روحانی کوشش سے حضرت امام کو بلا
لیں۔ لکھنؤ کے بڑے بڑے مجتہدین شیعہ کوئی فیصلہ کریں۔ اور نہیں تو ایران کے بڑے
بڑے جیّد پوشش مشائخ شیعہ ہی جدوجہد کریں۔ اگر ایسا نہیں کر سکتے۔ اور ہرگز نہیں
ہو سکتا۔ تو روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا۔ کہ اس وقت ان ہزاروں لاکھوں
نمائشی شیعوں میں خالص مخلص اصلی شیعہ ایک بھی نہیں۔ شیعو! کوشش
کرو۔ اپنے سے یہ دھبہ دور کرو۔ ورنہ ان عقائد شیعہ سے باز آجاؤ۔ ضد چھوڑ دو
آخر مرنا ہے اور خدا کے آگے ہاں جواب دینا ہے۔ بزرگان دین کی سب و شتم سے
باز آجاؤ۔ اسی قرآن کے کامل و مکمل ہونے کے قائل ہو جاؤ۔ طریق اہل سنت اختیار
کرکے مسلمانوں کے سواد اعظم میں مل جاؤ۔ تاکہ نجات حاصل ہو۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ ۔

ہمارا کام کہہ دینا تھا یارو ۔ ہو تم مختار مانو یا نہ مانو

کتاب بہت طویل ہو گئی ہے۔ اب ختم کرتا ہوں۔ اور بصدق دل سے درگاہ الٰہ العالمین میں دعا
کرتا ہوں۔ کہ میری اس ناچیز تحریر کو قبول عامہ کا شرف عطا ہو۔ اور قیامت میں مغفرت کا وسیلہ
آمین ثم آمین

یہ کتاب ان ناپاک حملوں کی مدافعت میں ایک زبردست تریاق ثابت ہو۔ اور مسلمان بھائی
اس کو پڑھ کر فائدہ اٹھائیں۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِاُسْتَاذِیْ وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ
وَالْمُؤْمِنَاتِ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین

راقم خاکسار
ابو الفضل محمد کرم الدین عفی عنہ دبیر متوطن بھیں تحصیل چکوال ضلع جہلم (پنجاب) ۱۸ اگست ۱۹۱۹ء

فتوی تکفیر روافض

(از حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ)

جو روافض اصحاب و ازواج رسول کو علانیہ گالیاں دیتے اور لعنت و تبرا ورد زبان رکھتے اور
قرآن کریم کا انکار کرتے ہیں۔ بلاشبہ کافر ہیں۔ ان کی تکفیر کے فتاوی علمائے ہند و پنجاب ہی
سے نہیں۔ بلکہ علمائے حرمین شریفین سے صادر ہو چکے ہیں لیکن ذیل میں ہم صرف چند بزرگان
اسلام اہل باطن کی وہ تحریرات درج کرتے ہیں۔ جو انہوں نے غالی روافض کی تکفیر کے متعلق لکھی
ہیں۔ سب سے پہلے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے دو مکتوب لکھے جاتے ہیں

از مکتوبات مترجم (جلد اول)

یقینی طور پر تصور فرمائیں کہ بدعتی کی صحبت کا فساد کافر کی صحبت سے زیادہ موثر ہے۔ اور تمام بدعتی
فرقوں میں بدتر اس گروہ کے لوگ ہیں۔ جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب سے بغض رکھتے ہیں۔
اللہ تعالٰی نے اپنے کلام میں ان کا نام کفار رکھا ہے۔ لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ۔ قرآن اور شریعت
کی تبلیغ اصحاب رضی اللہ عنہم نے ہی کی ہے۔ اگر ان پر طعن لگائیں۔ تو قرآن اور شریعت پر طعن آتا ہے۔ قرآن کو
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع کیا ہے۔ اگر حضرت عثمان مطعون ہیں۔ تو قرآن مجید بھی مطعون ہے۔

حق ان زندیقوں کے ایسے اعتقاد سے بچائے جو اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم
اجمعین کے درمیان واقع ہوئے ہیں۔ نفسانی خواہشوں پر محمول نہیں ہیں کیونکہ خیر البشر صلی اللہ علیہ
وسلم کی صحبت میں ان کے نفسوں کا تزکیہ ہو چکا تھا۔ اور امارہ پن سے آزاد ہو گیا تھا۔ اس قدر جانتا
ہوں۔ کہ حضرت امیر اس بارہ میں حق پر تھے۔ ان کے مخالف خطا پر لیکن یہ خطا اجتہادی ہے۔
فسق کی حد تک نہیں پہنچاتی۔ بلکہ اس قسم کی خطا میں ملامت کی مجال نہیں۔ کیونکہ خطا کرنے والے
کو بھی ایک درجہ ثواب کا حاصل ہے۔ اور یزید بے بخت یزید اصحاب رضی اللہ عنہم سے نہیں ہے۔ اس کی بدبختی میں کسی کو
کلام نہیں جو کام اس بدبخت نے کیا ہے۔ کوئی کافر بھی نہیں کرتا۔ اہل سنت والجماعت میں سے
بعض علماء نے اس کو لعنت کرنے پر توقف کیا ہے۔ تو اس لحاظ سے نہیں۔ کہ وہ اس سے راضی ہیں۔
بلکہ اس کے رجوع اور توبہ کے احتمال پر ہے۔

مکتوب نمبر ۸۰

بہتر فرقوں میں سے ہر ایک فرقہ شریعت کی تابعداری کا مدعی ہے۔ اور اپنی نجات کا دعوی
کرتا ہے۔ لیکن وہ دلیل جو پیغمبر صادق علیہ السلام نے ان متعدد فرقوں میں سے ایک فرقہ ناجیہ کی
تمیز کے لئے بیان فرمائی ہے۔ یہ ہے۔ اَلَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ۔ یعنی فرقہ
ناجیہ وہ لوگ ہیں جو اس طریق پر ہوں جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں۔
اصحاب کا ذکر صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کے کافی ہونے کے باوجود
اس مقام میں اسی واسطے ہو سکتا ہے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ میرا طریقہ بعینہ اصحاب کا
طریق ہے۔ اور نجات کا راستہ صرف ان کے طریق سے وابستہ ہے۔ جس طرح اللہ تعالٰی
فرماتا ہے۔ وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔ پس رسول کی اطاعت عین حق کی اطاعت
ہے۔ اور ان کی مخالفت عین حق تعالٰی کی نافرمانی ہے۔
جن لوگوں نے خدا تعالٰی کی اطاعت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے
خلاف تصور کیا ہے۔ حق تعالٰی نے ان کے حال کی خبر دی ہے۔ اور ان پر کفر کا حکم لگایا ہے
حق تعالٰی فرماتا ہے۔ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ

لے۔ جو جھگڑے بعد از خلافت اصحاب ثلثہ واقع ہوئے۔

تَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا. اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ط (ارادہ کرتے ہیں اللہ اور اس کے درمیان فرق ڈالیں۔ اور کہتے ہیں۔ بعض کے ساتھ ہم ایمان لاتے اور بعض سے ہم انکار کرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ اس کے درمیان راستہ اختیار کر لیں۔ یہی لوگ پکے کافر ہیں)

پس مذکورہ بالا صورت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ کے طریق و تابعداری کے برخلاف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کا دعویٰ کرنا باطل اور جھوٹا ہے۔ بلکہ حقیقت میں اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عین نافرمانی ہے۔ پس اس مخالف طریق میں نجات کی کیا مجال۔ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ط (اور گمان کرتے ہیں۔ یہ کہ وہ اوپر کسی چیز کے ہیں خبردار تحقیق وہی جھوٹے ہیں۔ ان کے حال کے موافق ہے۔ اور اس میں شک نہیں۔ کہ وہ فرقہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کو لازم پکڑا ہے۔ اہل سنت جماعت ہی ہیں۔ خدائے تعالیٰ ان کی سعی کو مشکور فرمائے۔ پس یہی لوگ فرقہ ناجیہ ہیں۔ کیونکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہؓ کو طعنہ لگانے والے ان کی اتباع سے محروم ہیں جیسے کہ شیعہ خارجیہ اور معتزلہ جو مذہب نیا رکھتے ہیں۔ ان کا رئیس واصل بن عطاء امام حسن بصری کے شاگردوں میں سے تھے۔ جو ایمان اور کفر کے درمیان واسطہ ثابت کرنے کے باعث امام سے جدا ہو گیا۔ اور امام صاحب نے اس کے حق میں فرمایا۔ اِعْتَزَلَ عَنَّا (ہم سے جدا ہو گیا) اسی طرح باقی فرقوں کو خیال کر لو۔ مَا اٰمَنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ مَنْ لَّمْ يُوَقِّرْ اَصْحَابَهٗ۔ (جس نے اصحاب کی تعظیم نہیں کی۔ وہ رسول اللہ پر ایمان نہیں لایا) کیونکہ ان کا حسد ان کے صاحب کے حسد تک پہنچا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس برے اعتقاد سے بچائے۔ اور نیز جو قرآن و حدیث سے ہم تک پہنچے ہیں۔ وہ انہی کی نقل کے وسیلہ سے ہیں جب یہ مطعون ہوں گے۔ تو ان کی نقل بھی مطعون ہوگی۔ کیونکہ یہ نقل ایسی نہیں کہ بعض کے سوا بعض کیساتھ مخصوص ہو۔ بلکہ سب کے سب عدل اور صدق اور تبلیغ میں برابر ہیں پس ان میں سے کسی کا طعن دین کے طعن کو مستلزم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے۔ اگر طعنہ دینے والے یہ کہیں۔ کہ ہم بھی اصحابؓ کی متابعت کرتے ہیں۔ یہ لازم نہیں کہ ہم سب اصحاب کے تابع ہوں۔ بلکہ ان کی راؤں کے متضاد ہونے اور مذہبوں کے اختلاف کے باعث سب کی تابعداری ممکن نہیں۔ تو اس کا جواب ہم دیتے ہیں۔ کہ بعض کی متابعت اس وقت فائدہ مند ہو سکتی ہے جبکہ بعض کا انکار اسکے ساتھ

شامل نہ ہو۔ ورنہ بعض کا انکار کرنے سے بعض کی متابعت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ حضرت امیرؓ نے خلفائے ثلثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ کی عزت و تعظیم کی ہے۔ اور ان کو اقتدار کے لائق جان کر ان سے بیعت کی ہے۔ پس خلفائے ثلثہ رضوان اللہ علیہم کا انکار کرنا اور جناب امیر کی متابعت کا دعویٰ کرنا محض افترا ہے۔ بلکہ یہ انکار درحقیقت حضرت امیرؓ کا انکار ہے اور ان کے اقوال و افعال کا صریح رد ہے۔ اور تقیہ کے احتمال کو حضرت اسد اللہ کے حق میں دخل بڑی بے توفیقی ہے۔ عقل صحیح ہرگز اس کو جائز نہیں سمجھتی۔ کہ حضرت اسد اللہ باوجود کمال معرفت و شجاعت کے خلفائے ثلاثہ کے بغض کو تیس سال تک پوشیدہ رکھیں۔ اور انکے برخلاف کچھ ظاہر نہ کریں۔ اور منافقانہ صحبت ان کے ساتھ رکھیں حالانکہ کسی ادنیٰ مسلمان سے اس قسم کا نفاق متصور نہیں ہو سکتا۔ اس فعل کی کو معلوم کرنا چاہئے۔ کہ حضرت امیرؓ کے حق میں تقیہ جائز بھی سمجھا جائے تو وہ تعظیم و توقیر جو حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خلفاء ثلثہ کی کرتے تھے۔ اور ابتدا سے انتہا تک انکو بزرگ جانتے رہے ہیں۔ اس کا کیا جواب دیں گے۔ وہاں تقیہ کی گنجائش نہیں حق امر کی تبلیغ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر واجب ہے۔ وہاں تقیہ کو دخل دینا زندقہ تک پہنچا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط (اے میرے رسول جو کچھ تجھ پر تیرے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اس کو پہنچا دے۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔ اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا)

کفار کہا کرتے تھے کہ محمد اس وحی کو جو اس کے موافق ہو ظاہر کر دیتا ہے۔ اور جو اس کے مخالف ہو۔ اس کو ظاہر نہیں کرتا۔ اور اس کو پوشیدہ رکھتا ہے۔ اور یہ ثابت ہے۔ کہ وحی کا ظاہر مقرر رکھنا جائز نہیں۔ ورنہ اس کی شریعت میں خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ پس جب خلفائے ثلثہ کی تعظیم و توقیر کے خلاف آنحضرت سے ظاہر نہیں ہوا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ان کی تعظیم خطا اور زوال سے محفوظ تھی۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں۔ اور ان کے اعتراض کا جواب ذرا صاف طور پر لکھتے ہیں۔ کہ تمام اصحاب کی متابعت دین کے اصول کے متعلق لازم ہے۔ اور ہرگز اختلاف نہیں رکھتے۔ اگر اختلاف ہے تو فروع میں ہے۔ اور جو ان میں سے بعض کو طعن کرتا ہے۔ وہ سب کی متابعت سے محروم ہے۔ ہر چند ایمان کا کلمہ متفق ہے۔ مگر دین کے بزرگوں کے انکار کی بدبختی اختلاف میں ڈال

دیتی ہے۔ اور اتفاق سے باہر نکال دیتی ہے۔ بلکہ قائل کا انکار اسکے اقوال کے انکار تک پہنچا دیتا ہے۔ اور تبرِ شریعت کے پہنچانے والے سب اصحاب رضی ہی ہیں جیسے تذکرہ ہو چکا۔ کیونکہ سب کے سب اصحاب عادل تھے۔ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ شریعت ہم تک پہنچائی ہے۔ اور ایسے ہی قرآن بھی ہر ایک سے کچھ نہ کچھ لیکر جمع کیا گیا ہے پس بعض کا انکار منکر کے مادہ میں ثابت ہوتا ہے۔ پھر کس طرح نجات اور خلاصی کی امید ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ (کیا تم بعض کتاب سے ایمان لاتے ہو۔ اور بعض کا انکار کرتے ہو پس جو شخص تم میں سے ایسا کرتے ہیں۔ انکی جزا اس کے سوا اور کیا ہے کہ دنیا میں خوار و ذلیل ہوں۔ اور آخرت میں سخت عذاب کیطرف کھینچے جائیں۔ یا ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ قرآن حضرت عثمان رض کا جمع کیا ہوا ہے بلکہ درحقیقت جامع القرآن حضرت ابوبکر صدیق رض اور حضرت فاروق رض ہیں۔ اور حضرت اثیر کے جمع قرآن کے سوا ہے۔ پس سوچنا چاہیئے۔ کہ ان بزرگوں کا انکار درحقیقت قرآن کا انکار ہے (نعوذ باللہ)

ایک شخص نے شیعہ کے ایک مجتہد سے سوال کیا۔ کہ قرآن حضرت عثمان رض کا جمع کیا ہوا ہے۔ آپ کا اس کے حق میں کیا اعتقاد ہے۔ اس نے کہا میں اس کے انکار میں مصلحت نہیں دیکھتا۔ کہ اس کے انکار سے تمام دین درہم برہم ہو جاتا ہے۔ دیگر عاقل آدمی ہرگز انکار نہیں کر سکتا۔ کہ آنحضرت کے اصحاب رض حضور کی رحلت کے دن ۳۳ ہزار اصحاب حاضر تھے۔ جنہوں نے رضا و رغبت سے حضرت صدیق رض کی بیعت کی۔ اتنے اصحاب کا گمراہی پر اجتماع ہونا محال ہے۔ حالانکہ حضور نے فرمایا ہے۔ (لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِيْ عَلَى الضَّلَالَةِ) انتہی من غنیہ۔

فتویٰ تکفیر روافض

(از دربارِ گولڑہ شریف)

روافض کے کفر کا فتویٰ جب درگاہ غوث اعظم حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز سے صادر ہو چکا ہے۔ جیسا کہ غنیۃ الطالبین ص ۱۷۹ میں بروایت معاذ بن جبل و حضرت انس رضی اللہ عنہما بایں طور حدیث منقول ہے۔ سَيَجِيْءُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يَنْتَقِصُوْنَ

اَصْحَابِيْ فَلَا تُجَالِسُوْهُمْ وَلَا تُشَارِبُوْهُمْ وَلَا تُؤَاكِلُوْهُمْ وَلَا تُنَاكِحُوْهُمْ وَلَا تُصَلُّوْا عَلَيْهِمْ وَلَا تُصَلُّوْا مَعَهُمْ۔ آخر زمان میں ایک قوم ہوگی جو میرے اصحاب کی تنقیص شان کریں گے۔ پس تم ان کی مجلس میں نہ بیٹھو۔ نہ ان سے مل کر مونہ کھاؤ۔ نہ ان سے رشتہ بندی کرو۔ نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھو۔ نہ انکے مل کر نماز پڑھو) اس لئے غوث وقت حضرت قبلہ عالم خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب مدظلہم سجادہ نشین گولڑہ شریف سے بھی یہی توقع ہو سکتی تھی۔ کہ اپنے جد امجد کیطرح روافض کی تکفیر کا فتویٰ صادر کریں۔ لیکن رافضی لوگ۔ لوگوں کو غلط فہمی میں ڈالتے اور کہا کرتے ہیں کہ جناب پیر صاحب ممدوح شیعہ کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اور ان کو کفر کا حکم نہیں دیتے۔ خاکسار نے ایک خاص عریضہ کے ذریعہ پیر صاحب مدظلہم سے اس بارہ میں استفسار کیا جس کے جواب میں جناب ممدوح کے حکم سے ایک معزز و مقتدر خاص حضوری جناب خان بہادر مولوی شیر محمد خان صاحب[1] لاہوری نے ایک فتویٰ کی نقل بھیجی جو دربارہ تکفیر روافض دربارہ گولڑہ شریف سے صادر ہو چکا ہے وہو ہذا

السوال

(۱) قاذف سیدۃ النساء حضرت عائشۃ الصدیقۃ العلیا (۲) منکر صحابیت خلیفۃ الحق والصواب حضرت ابوبکر الصدیق رض و عمر رض بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما (۳) منکر بنات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوائے فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا (۴) محرف و منکر قرآن مجید ساب الشیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ (۵) یا ندارندہ مرتد از دین اسلام کافر است یا نے۔ ارتباط نکاح و استنکاح داشتن و طریق الفت و محبت بوے پیمودن و آمد و شد در اعراس شان کردن و شمولیت در شادیہائے و مصائب و مواکلت و مشاربت بطریق مواخات و صداقت چہ حکم دارد۔ و کسے باچنیں شخص طرح صداقت و محبت انداز د یا نہ

ترجمہ

حضرت عائشہ صدیقہ کو تذف کرنے والا۔ حضرت ابوبکر رض و عمر کو اصحاب رسول نہ سمجھنے والا۔ رسول پاک کی دوسری بیٹیوں کو سوائے فاطمۃ الزہرا کے نہ ماننے والا۔ قرآن موجود کا منکر اور اس کو محرف کہنے والا لوگوں کو دین حق (طریق اہلسنت والجماعت) سے ہٹانے والا۔ کافر ہے یا نہ۔ ایسے شخص سے رشتہ داری نکاح کرنا۔ ان سے دوستی اور یارانہ گانٹھنا۔ ایسے شخصوں کے عرسوں کی شمولیت۔ شادی و غمی میں ان سے شرکت۔ ان سے مل کر کھانا۔ اور پینا بطور دوستی بھائی بندی جائز ہے یا نہ؟ اور جو شخص ایسے شخص سے محبت و پیار کرے اس سے برتاؤ اور سلوک جائز ہے یا نہ۔

جواب شافی دیکر پوری تسلی فرمائیں۔

[1] تحریر یہ تخطی خان بہادر مولوی شیر محمد خان صاحب مصنف کے پاس موجود ہے جو چاہے۔ دیکھ لے۔ ۱۲۔

موالات و مصادقت جائز یا نہ ازبیان شافی اطمینان قلب فرمائید۔ والسلام۔

الجواب

شخصے یا فرقہ کہ اوصافش در سوال مذکور شدہ خارج از دائرہ اسلام است۔ باچنیں شخص یا فرقہ ضالہ باقتضائے الحب للہ والبغض للہ۔ اختلاط و ارتباط ممنوع است سابِ شیخین عند الجمہور کافر است و محرّف و منکر کلام مجید از دائرہ اسلام خارج قاذف ام المومنین رضی اللہ عنہا۔ نیز منکر قرآن مجید است والباقی لہٰذا الٰک موالات و مصادقت باچنیں اشخاص قطعی ممنوع است۔

دستخط غلام محمد خطیب جامع مسجد
بحکم قبلہ عالم از گولڑہ شریف

ترجمہ

جس شخص یا فرقہ میں یہ اوصاف ہوں۔ جو سوال میں مذکور ہیں۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ایسے شخص یا گمراہ فرقہ سے حسب اقتضائے الحب للہ والبغض للہ۔ خلط ملط اور راہ و رسم رکھنا منع ہے۔ شیخین کو برا کہنے والا جمہور المسلمین کے نزدیک کافر ہے۔ اور قرآن کریم کا منکر اور تحریف کنندہ بھی مسلمانی سے خارج ہے۔ باقی امور کا بھی یہی جواب ہے۔ ایسے اشخاص سے برتاؤ کرنا اور اتحاد رکھنا بالکل ممنوع ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ کا فتویٰ

اصول کافی صفحہ ۵۵۲ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ لَا تَصْحَبُوْا اَھْلَ الْبِدْعَۃِ وَلَا تُجَالِسُوْھُمْ فَتَصِیْرُوْا عِنْدَ النَّاسِ کَوَاحِدٍ مِّنْھُمْ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ وَقَرِیْنِہٖ۔ (امام جعفر صادق رضؓ سے روایت ہے کہ فرمایا۔ بدعتی لوگوں کی صحبت نہ کرو۔ اور نہ ان سے مل کر بیٹھو۔ ورنہ۔۔۔۔ لوگوں میں تم انہیں جیسے ہو جاؤ گے۔ رسول پاک نے فرمایا ہے۔ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔) جناب امام نے اس حدیث میں اہل بدعت سے برتاؤ کرنے ان سے دوستی پیدا کرنے ان سے مل کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ روافض جن کا کھنگ۔ شراب، زطیفہ۔ ترک صلوٰۃ شیوہ اور بزرگان دین کو برا بھلا کہنا پیشہ

ہے۔ اہل بدعت ہیں۔ اس لئے حسب فتویٰ حضرت امام ہمام ان سے مسلمانوں کو بائیکاٹ کر دینا چاہئیے ورنہ بحکم حدیث ہذا وہ انہیں جیسے سمجھے جائیں گے۔

دوسری حدیث:۔ اصول کافی صفحہ ۵۵۶ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ مَنْ قَعَدَ عِنْدَ سَبَّابٍ لِاَوْلِیَاءِ اللّٰہِ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ (جو شخص ایسے لوگوں کے پاس نشست و برخاست کرے۔ جو خدا کے دوستوں کو سب کیا کریں۔ وہ خدا کا سخت نافرمان ہے) اس حدیث میں امام ممدوح رح سبی شخص کے پاس بیٹھنے سے منع فرماتے ہیں۔ اور ظاہر ہے۔ کہ روافض نہ صرف سب خلفاء ثلثہ ہی کرتے ہیں۔ بلکہ سب اہلبیتؓ سے بھی دریغ نہیں کرتے حتیٰ کہ جناب امیر علیہ الرضوان کی سب کرنے کو بوقت ضرورت جائز سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان سے برتاؤ کرنے والا امام صادق رحمۃ اللہ علیہ کا نافرمان ہے۔ تحقیق بالا سے ثابت ہو گیا۔ کہ روافض کی تکفیر قرآن و حدیث اور اقوال ائمہ اہلبیت اور فتویٰ علماء ظاہر و باطن کی رو سے ثابت ہے۔ ان سے کسی قسم کا برتاؤ برتاؤ کرنا۔ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی میں داخل ہے۔ ان سے بالکل قطع تعلق کرنا چاہیئے۔ ان سے مل کر کھانے پینے۔ نشست و برخاست رکھنے۔ رشتے ناطے کرنے۔ ان سے محبت و الفت۔ راہ و رسم رکھنے۔ ان کے جنازوں میں شامل ہونے، ان سے مل کر نماز پڑھنے و دیگر تعلقات قائم رکھنے سے سخت ممانعت ہے۔ مسلمانوں کو اس پر عمل پیرا ہو کر اپنے دین و ایمان کو بچانا چاہیئے۔ زمانہ پُر فتن ہے۔ نجات اسی صورت میں ہے۔ کہ سواد اعظم۔ مسلمانوں کے بڑے گروہ کی جماعت سے علیحدگی نہ ہو۔ ورنہ دین و ایمان کی خیر نہیں ہے۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَعِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ۔

(خاکسار محمد کرم الدین عفی عنہ۔ متوطن بھیں۔ تحصیل چکوال ضلع جہلم
صفر ۱۳۴۴ھ ستمبر ۱۹۲۵ء

قرآن کا معجزہ

کوئی شیعہ حافظ نہیں ہو سکتا۔

قرآن کریم کا دعویٰ ہے۔ کہ لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ (اس کو ناپاک مس بھی نہیں کر سکتے) یہی وجہ ہے۔ کہ جن لوگوں کے سینوں میں جامعین قرآن (خلفائے ثلاثہ)

کا نقش بھرا ہوا ہے۔ ان میں خدا کی پاک کتاب کا نقش جم نہیں سکتا۔ قرآن پاک کا یہ معجزہ مانا ہوا ہے۔ کہ شیعہ میں کوئی حافظ قرآن ہو نہیں سکتا۔ بارہا اہل سنت کی طرف سے اعلان ہو چکا ہے۔ اور انعامی اشتہار بھی شائع ہو چکے ہیں۔ کہ شیعہ میں سے کوئی مرد میدان ایسا نکلے جو اہل سنت کے اس دعوی کو باطل کر سکے۔ لیکن کبھی کسی شیعہ کو اس کی جرأت نہیں ہو سکی۔ یوں تو گھر بیٹھ کر عوام میں شیعہ صاحبان یہ ڈینگ مار دیا کرتے ہیں۔ کہ ہمارے ہاں بہت سے حافظ موجود ہیں۔ لیکن شیعہ مشن کے واحد آرگن رسالہ اصلاح نمبر ۶ جلد ۲۸ (ماہ جمادی الآخر ۱۳۴۴ھ) صـ ۳۳ تا ۳۵ میں ایک مضمون بعنوان "شیعہ حافظ قرآن" شائع ہوا ہے جس نے ڈھول کا پول ظاہر کر دیا ہے۔ اس مضمون میں ایڑی چوٹی کا زور مار کر تمام شیعی دنیا کی مردم شماری پر سرسری نظر کرتے ہوئے تین اشخاص کا نام لکھا گیا ہے جن کی نسبت حافظ قرآن ہونے کا دعوی کیا گیا ہے۔ وہ نام یہ ہیں۔

(۱) حافظ مولوی فیاض حسین میرٹھی (۲) حافظ میر کاظم ساکن نگینہ ضلع بجنور (۳) حافظ مولوی کفایت حسین پشاوری۔ یہ بات مسلم ہے۔ کہ طول و عرض ہند و پنجاب میں لاکھوں کی تعداد میں شیعہ آباد ہیں۔ ان میں اگر بفرض محال تین شخص حافظ ہوں بھی تو بحکم "النادر کالمعدوم" اہل سنت کے دعوی کی تردید نہیں ہو سکتی۔ بفضل خدا اہلسنت و جماعت میں لاکھوں کی تعداد سے حافظ قرآن اس وقت موجود ہیں۔ پھر شیعہ کے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ انکا رسالہ اصلاح بہت مبالغہ سے کام لیتا ہوا بھی صرف تین کی تعداد لکھ سکا ہے۔ لیکن یہ بھی اصلاح کے ایڈیٹر صاحب کا تقیہ (جھوٹ) ہے۔ کیونکہ ان تین میں سے آخری نام کفایت حسین کو ہم خوب جانتے ہیں۔ چکوال کے جلسہ میں اس کو چیلنج دیا گیا تھا۔ کہ میدان میں نکل کر اہلسنت والجماعت کے مقابلہ میں ایک پارہ قرآن مجید سنا دے۔ لیکن کفایت حسین کو ہرگز اسکی جرأت نہ ہوئی۔ اور وہ راتوں رات وہاں سے بھاگ گیا۔ پھر چک بیلی خان تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی میں بھی یہی شخص شیعوں نے علماء اہلسنت سے مناظرہ کے لئے بلوایا۔ لیکن کھڑے ہو کر آیت کا ایک آدھ ہی ٹکڑا پڑھا۔ وہ بھی غلط لَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ کو لَا رَطْبٌ وَّ لَا یَابِسٌ۔ غلط پڑھا۔ ٹوکنے پر ایسا شرمندہ ہوا کہ فوراً منبر سے اتر کر بھاگ گیا۔

ایک دلچسپ نظم

پڑھو صلوٰۃ سب مومن رسول اللہ آتے ہیں
ہزاروں رحمتیں اور سینکڑوں برکات لاتے ہیں

ابوبکر و عمر عثمان و حیدر بھی ہیں اور ول ہیں
اور ان کیساتھ سب اصحاب بھی جلوہ دکھاتے ہیں

حسین ابن علیؓ کی تیغ براں کو ذرا دیکھو
کہ اک ضربت میں سو کافر کا سر تن سے اڑاتے ہیں

شمر کافر کو حسب و نسب اپنا بتاتے ہیں
اور اس مردود کو نار جہنم سے ڈراتے ہیں

وہ کہتا ہے کہ سب سچ ہے مگر میں کیا کروں حضرت
حکومت سے مجھے پیہم یہی پیغام آتے ہیں

امام پاک گر منظور کرلیں میری بیعت کو
بہت کچھ دنیوی اعزاز ہم ان کو دلاتے ہیں

وگرنہ قتل کردو مجھ کو ان سے سخت خطرہ ہے
حکومت کو کوئی دم میں تہ و بالا کراتے ہیں

کہا حضرت نے حاضر ہوں شہادت کیلئے لیکن
نوافل مجھ کو پڑھنے دو جو آخر کام آتے ہیں

نمازی ہو کے حاضر ہوں میں دربار رسالت میں
کہ نانا جی مجھے دربار میں اپنے بلاتے ہیں

سبق بتلا گئے حضرت یہی اپنے محبوں کو
کہ میرے دوست دنیا سے نمازی ہو کے جاتے ہیں

محبت کا جو شیعہ دعوی کرتے ہیں یہ جھوٹا ہے
نماز پنجگانہ سے جو اکثر جی چراتے ہیں

عموماً شیعہ ہیں محروم جمعہ اور جماعت سے
امام المسلمین کو پھر روافض کیسے بھاتے ہیں

سعادت یہ ملی درگاہ حق سے اہل سنت کو
جو جمعہ اور جماعت میں بھی حاضر ہو ہی جاتے ہیں

نماز پنجگانہ سے کبھی غافل نہیں ہوتے
فرائض اور نوافل کو شعار اپنا بناتے ہیں

بکثرت اہل سنت تو نمازی پکے ہوتے ہیں
ذبیر اس واسطے روزانہ یہ مسجد کو جاتے ہیں

مگر حضرات شیعہ[1] بھنگ دارے میں رگڑتے ہیں
نشہ سے ہو کے پھر بدمست بیٹھے بڑبڑاتے ہیں

تبرا اور لعنت رات دن ان کا وظیفہ ہے
نمازوں کی بجائے کار ثواب اس کو بتاتے ہیں

برا کہتے ہیں ازواج نبیؐ کو اور صحابہؓ کو
ٹھکانہ اپنا درکات جہنم میں بناتے ہیں

بکثرت اہل سنت حافظ قرآں ہوتے ہیں
ہر اک رمضان میں جا کر مساجد میں سناتے ہیں

مگر چھینی گئی یہ نعمت عظمیٰ روافض سے
کہ اس نعمت سے وہ ہرگز کبھی بہرہ نہ پاتے ہیں

ہزاروں مرتبہ یہ ہو چکی ہے آزمائش بھی
یہ بیچارے ہر اک میدان میں ذلت اٹھاتے ہیں

اگر شیعہ کوئی حافظ ہے تو میدان میں آئے
نقد پنجصد انعام ہم اس کو دلاتے ہیں

قیامت تک رہیگا معجزہ قائم یہ قرآں کا
دیں اس معجزہ کو پھر روافض کیوں چھپاتے ہیں

[1] ان سے مراد بھنگ نوش اور تبرا باز شیعہ ہیں۔ ۱۲

تقریظ کتاب

از جناب مولوی محمد حبیب شاہ صاحب رئیس تلہ گنگ ضلع اٹک

وہی اسلام دنیا جس نے غفلت سے جگا دی ہے
کریں لبیک اک عالم سے اٹھنے ہی کی آواز ہے

وہی دین خدا انبیا اور رکھی جس کی احمد نے
بلندی جس کی خود عرش معلّے سے ملا دی ہے

سلاطیں نے اٹھایا سر مگر خود مٹ گئے آخر
حقانیت صداقت جملہ عالم سے منادی ہے

مسلماں نام رکھ ابن سبا نے دام پھیلایا
رواج رفض دیکر اسکی جڑ بن سے ہلا دی ہے

منافق نے دیا دھوکا عجب جاہل مسلماں کو
نفاق باہمی کی آگ گھر گھر میں لگا دی ہے

بنایا رفض نے آزاد اللہ سے بھی جاہل کو
بدا سے شان علم الغیب بالکل ہی مٹا دی ہے

علیؓ کا حق چھپایا ڈر کے سہ اشخاص امت سے
پیغمبرؐ نے حق تبلیغ پھر کیسے ادا کی ہے

کیا انکار قرآں سے مسلمانی کا دعویٰ ہے
روافض نے تو دیوار مسلمانی گرا دی ہے

لقب دیگر جنہیں خائن بنایا شاہ حیدر کو
شجاعت فاتح خیبر پہ اک خنجر چلا دی ہے

نبی کی بیبیاں ہیں امہات المومنیں یارو
برا کہتے ہیں ان کو جیسے شیطان دغا دی ہے

بنایا سائلہ دنیا کی او تسے جہیز کی خاطر
بتولؑ پاک کی وہ شان استغنا گنوا دی ہے

غرض کچھ اس طرح پھیلی ہے یہ طاعون دنیا میں
مسلمانوں کے ہر گھر میں قیامت سی مچا دی ہے

بہت علماء و فضلاء نے کئے حیلے رکاوٹ کے
مرض بڑھتا گیا جوں جوں اطبا نے دوا دی ہے

کوئی تن خاک منہ میں سیف مولی نے ڈالی تھی
مرزہ زہر سے وہ ضرب کاری اب بھلا دی ہے

پڑا تھا تازیانہ سر پہ عبرت کا روافض کو
مگر اب بھول کر وہ مار پھر آندھی مچا دی ہے

دبیر غازی الاسلام پہ فضل خدائی ہے
لکھی رد روافض سیف سنیؓ کو بنا دی ہے

مخالف تمام سنکر لرزہ براندام ہیں سارے
دلوں پر انکے دہشت حق نے کچھ ایسی بٹھا دی ہے

کتاب لاجواب ایسی نہ دیکھی اور سنی پہلے
کہ ہستی مذہب باطل کی مٹی میں ملا دی ہے

لکھوں تعریف گر اس کی میری طاقت سے باہر ہے
حقیقت رفض کی تصویر تفصیلاً بتا دی ہے

ضرورت جس کو ہے مذہب کی بلڈر ہے قیامت کا
سوا کی جان دوزخ سے بفضل اللہ چھڑا دی ہے

مصنف اس کا عالم شہرۂ آفاق فاضل ہے
کہ ہر اک معرکہ میں حق نے فتح اسکو دلا دی ہے

[illegible]

قطعہ

خدا ہر دو جہاں میں اجر دے اس جانفشانی کا
حبیب ناتواں نے یہ مؤلف کو دعا دی ہے

[illegible]

قصیدہ تاریخیہ

از جناب ابوالفخر مولوی محمد فیض الحسن صاحب مرحوم (مولوی فاضل) ہمشیرزادہ حضرت مصنف

یہ تصنیف کیسی نرالی چھپی ہے
عبارت ہے شستہ مضامین اعلیٰ
ہر اک ورق گویا کہ ورق طلا ہے
ہے اثبات دعوے ز قرآن و سنت
روایات کافی کلینی ہیں اس میں
ہوئے درج نہج البلاغہ کے خطبے
عبارات تہذیب لا یحضرہ اس میں
حیات القلوب اور جلاء العیون سے
کہیں یہ ہیں حق الیقیں کے حوالے
اسی قسم کی مستند ہیں کتابیں
لکھے ہیں بہت ایسے رنگیں مسائل
مسائل کے شیعہ کے کیا کہنا یارو
نہ قرآن پر ہے روافض کا ایماں
وہ کہتے ہیں اصلی یہ قرآں نہیں ہے
لیے ہیں یہ مہدی کہ تقیہ کا قرآں
تقیہ پہ بنیاد مذہب ہے ساری
ہے پکا وہ دیندار جو جھوٹ بولے
جو آئیں گے حضرت تو لائیں گے قرآں
ہیں نو حصے دیں کے تقیہ میں مضمر!
جو حق کو چھپائے ملے اس کو عزت
ائمہ کی عمریں تقیہ میں گذریں
ہر اک کو الگ مسئلے تھے بتاتے
ائمہ پہ بہتان ہیں یہ سراسر

عجب اک دھوم دنیا میں اس کی مچی ہے
دلائل زبردست حجت قوی ہے
ہر اک سطر اک موتیوں کی لڑی ہے
تصانیف شیعہ سے تائید بھی ہے
کہ جو حجۃ اللہ نے تصدیق کی ہے
جو مقبول قول جناب علیؓ ہے
لکھی ہیں علامہ کی سند بھی لکھی ہے
مسائل کے شیعہ کی تشریح کی ہے
کہیں نقل از حملۂ حیدری ہے
کہ شیعہ کی ساری بضاعت یہی ہے
روافض کے مذہب کی قلعی کھلی ہے
کہ حیرت میں مخلوق سنکر پڑی ہے
جو بنیاد اسلام و ایمان کی ہے
بہت کچھ ہوئی اس میں بیشی کمی ہے
ابھی ہاتھ شیعہ کا اس سے تہی ہے
تقیہ تو بس اک عبادت بڑی ہے
کہے سچ جو ایماں کی اس میں کمی ہے
کتاب خدا غار میں جا دھری ہے
سنا یہ تقیہ ہی ایمان کی ہے
جو ظاہر کرے اس کو ذلت بڑی ہے
کبھی حق کی بات ظاہر نہ کی ہے
کہ یہ امر ہی باعث زندگی ہے
کہ حق گوئی وصف نبیؐ و ولی ہے

من لا یحضرہ الفقیہ

نہ بولیں کبھی جھوٹ گر شیعان جیسے
عجب مسئلہ ہے روافض کا متعہ
کرے مرد اور زن جو اک بار متعہ
ملے ایک متعہ سے درجہ حسینؓ
جو سہ بار متعہ کرے وہ علیؓ ہے
کریں مرد و زن جب کہ غسل جنابت
قیامت تلک کرتے تسبیح ہیں وہ
نہ کچھ فرق متعہ میں ہے اور زنا میں
گواہ کی ضرورت نہ خطبہ کی حاجت
کرے مرد ستر سے اک دن میں متعہ
اسی قسم کے سینکڑوں ہیں مسائل
غرض یہ کتاب ایسی جامع چھپی ہے
پڑی شیعی دنیا میں ہل چل ہے اس سے
مصنف جو اک فاضل بے بدل ہیں
وہ ہیں شیر اسلام اک مرد غازی
ہے شیعی، وہابی کی جرأت بھلا کیا
جو میدان میں میرزا جی تھے ہارے
ثناء اللہ دو بار ہارے ہیں ایسے
جو احمد علی کندیاں میں تھا ہارا
غرض ہر مخالف پہ دہشت ہے ایسی
رہیں یاالٰہی سلامت ہمیشہ
مبارک نیا تحفہ ہو سنیوں کو!
کہوں اس کو گوہر کہ لعل بدخشاں
درم چند دے کر خرید و یہ موتی
نذر کیا سال تصنیف میں جب

کہ سچ بولنا کار سر مشتقی ہے
وہ کہتے ہیں اس میں فضیلت بڑی ہے
تو جنت کی راہ اس پہ سیدھی کھلی ہے
دوبارہ فضیلت حسنؓ کی ملی ہے
کرے چار پورے تو خاصہ نبیؐ ہے
فرشتے ہوں ستر جو بولا کٹی ہے
ثواب اہل متعہ کو ملتا سبھی ہے
زنا کو ہی متعہ سے تعبیر دی ہے
فقط مٹھی بھر غلہ ہی مکتفی ہے
مجاز اس کی بیشک زن راضی ہے
رسالہ میں تفصیل جن کی لکھی ہے
کہ رفض اور بدعت کی ہستی مٹی ہے
روافض کے ہاں صف ماتم بچھی ہے
فضیلت کی مخلوق قائل سبھی ہے
کہ سن نام دشمن کی جاں کانپتی ہے
یہاں قادیانی کی جاں پر بنی ہے
تو امت کی ہستی ہی کیا رہ گئی ہے
کہ پھر سامنے آنے سے توبہ کی ہے
تو لاہور میں کانپتا خارجی ہے
کہ سنتے ہی نام ان کو آتی غشی ہے
یہ اسلامیوں کی دعا ہر گھڑی ہے
یہ اک شمس یا بدر یا مشتری ہے
نہ تعریف ہو سکتی اس کی کبھی ہے
کہ ہیں نائرہ کی یہ دیدہ وری ہے
ندا ذہن نے غیب سے یوں سنی ہے

لکھے بے سر پاک مصرعہ یہ سالم — کہ شیعہ کے گھر صف ماتم بچھی ہے
۱۴۴ ھ ۱۴

طلوع آفتاب ہدایت

از چوہدری ذکاء اللہ صاحب فضل ایم۔ اے۔ ایل ایل بی ایڈووکیٹ (چکوال)

الحمد گرموں پہ کھلا نور حق کا باب
بدعت کے جنگلوں میں تھے بقدا بسے مگر
آنکھیں گروہ کفر کی چندھیا کے رہ گئیں
مدت سے مٹ چکی حق و باطل میں تھی تمیز
تھی اک فریب اشک باغوش چشم نم
حق سے غرض تھی اہل میں جس کا غرض تھا اہم
سازش تھی دشمنان رسول انام کی
شیر خدا کے عشق و محبت کو چھین لیا
سمجھا نہ کچھ بھی شیفتگان حسینؓ نے
تعمیر اپنے خون سے شبیرؓ نے جو کی
اس پر غضب کہ سمجھے یہی ہے وہ راہ رشد
پوچھے تو ان سے کوئی کہ ناحق تھے کبھی
عثمانؓ کب تھے نہیں قتل علیؓ عزیز
کب تھا عقیدہ ابن علیؓ کا یہ کہ تھے
کب مرتبہ میں شیر خدا کو کہا کہ ہے
وہ فاطمہؓ کی آنکھ کے تارے رہے مدام
میٹھی چھری تھی شیعہ سنی کا تفرقہ
افسوس عاشقان علیؓ بے خبر رہے

یعنی ہوا طلوع ہدایت کا آفتاب
چھایا تعصب کا جو یہ تھا تاریک سحاب
چھپتا سحاب سے کہیں دیکھا ہے آفتاب
ان کے لئے تھے آیات صحف اور در ناب
تھا اک طلسم ہوش ربا آہ سینہ تاب
دعویٰ کا تھا اک محبت اولاد بوتراب
اسلام کی جہان میں مٹی کریں خراب
جن کا ہے یہ سبب کہ تھے مست شیخ و شاب
اعداء دیں کے ہو لئے مستحق ہیں ہر کتاب
دینے لگے وہ اس ہی عبارت کی تاب
تاکید جس پہ ملتی تھی کر گئے جناب
لب پر ہے ان کے شکوۂ صدیقؓ با خطاب
کب احترام عائشہؓ سے ان کو اجتناب
تا آنکہ ان کے آج کے معنی ہیں ہر باب
ہم پایۂ حبیب خدا اور ذوالعقاب
مسرور ان سے با ثنا خوانی صحابؓ
اعدائے دیں کا جس سے جگر کر دیا کباب
مستور اہل دیں تھی تمہاری یہی حجاب

ع بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن ✽ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

لگی موت کے مسلمانوں نے جب ان کی نعشوں کی صورتیں دیکھیں۔ اور ان کے حالات سے آگاہ ہوئے تو بہت غمگین ہوئے کثیر تعداد میں لوگ شریک جنازہ ہوئے۔ اور یکی مردوت کے قبرستان میں آپ مدفون ہوئے۔ مولانا مرحوم کیلئے پہلے صدمات کیا کم نہ تھے۔ کیونکہ ایسے باکمال لخت جگر کا مع رفقاء کے اپنے وطن سے دور یوں کسمپرسی کی حالت میں شہید ہونا۔ ایک جانگداز حادثہ تھا۔ لیکن آپ نے اس موقع پر بھی غیر معمولی صبر و تحمل کا ثبوت دیا۔ ان واقعات کی تفصیل کتاب ہذا میں ملے گی۔ ہماری والدہ ماجدہ بھی ان اہم صدمات میں اپنے عزیز کی شہادت کے صدمے سے جلد ہی رحلت فرما گئیں۔ لیکن جو صبر کیا وہ انہی کا حصہ تھا۔ رحمہا اللہ تعالیٰ۔ مولانا مرحوم فطری شاعر بھی تھے۔ اور پنجابی اردو فارسی اور عربی میں شعر کہنے پر قادر تھے۔ فی البدیہہ اشعار بھی کہتے تھے لیکن آپ نے شاعری کے فن میں انہماک نہیں کیا۔ جس کی وجہ سے شعر گوئی کو ایک مشغلہ [illegible] میں شامل ہوتے تھے۔ اپنے عدیم المثال فرزند کی شہادت عظمیٰ سے متاثر ہو کر آپ نے جو اشعار کہے وہ بہت [illegible]

حضرت مولانا مدنی مدظلہ العالی سے بیعت :- انسان روح و بدن دو چیزوں سے مرکب ہے جسمانی امراض کے علاج کیلئے جس طرح طبیب کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح روحانی امراض کیلئے کسی مصلح روحانی سے علاج کرانا ضروری ہے جو اصلاح نفس اور تصفیہ قلب شرع میں مطلوب ہے۔ علوم و اعمال شرعیہ کی طرح کیفیات روحانی اور کمالات باطنی بھی مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہیں۔ جہاں کہیں بھی تربیت معرفت الٰہی کی کوئی شعاع موجود ہے۔ وہ حضرت ... صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات و انوار کا عکس ہے۔ تصوف کامل شیخ ہی کا دوسرا نام ہے طریقت در شریعت کی تہہ ہے۔ شریعت اور طریقت کو الگ الگ مخالف سمجھنا جاہلوں اور بدعتیوں کا کام ہے۔ بدون اتباع شرع کے عند اللہ مقبولیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ ع محال است سعدی کہ راہ صفا ✽ تواں یافت جز در پئے مصطفیٰ۔ ہاں حضرات اہل حق کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ نسبت باطنی بغیر کسی شیخ کامل سے تعلق کئے حاصل نہیں ہوتی۔ اور بیعت کی حقیقت یہی ہے۔ کہ مرشد کامل کی ہدایت کے مطابق سلوک الی اللہ کا پر خطر راستہ قطع کیا جائے۔ ع

یار باید راہ را تنہا مرو ۔ بے قلاوز اندریں صحرا مرو ۔ [illegible] پیر [illegible] شیخ و خطر [illegible] شد [illegible] عشق ۔ عمر گذشت و نشد آگاہ عشق ۔ پیر کامل وہی ہے جو حدود شرع کا پابند ہو۔ اور [illegible] مشاہدہ باطنی کی دولت سے مالا مال ہو چکا ہو۔ جو درویش حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و شریعت کے خلاف ہو پیر بنانے کے لائق نہیں۔ اور شیخ کامل کی پہچان یہ ہے۔ کہ اس کی صحبت میں بیٹھ کر نظر آئے مال و جاہ کی محبت اٹھ جائے اور توجہ الی اللہ [illegible]

مولانا مرحوم ابتدائی عمر میں تعلیم سے فارغ ہو کر پنجاب کے ایک شیخ سے بیعت ہوئے تھے لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد وہ بزرگ انتقال کر گئے۔ پھر آپ دوسرے مشاغل میں پڑ گئے اور باقاعدہ سلوک الی اللہ کیلئے عملی قدم نہ اٹھا سکے۔ اب زندگی کی آخری منزل میں جب مصائب کا ہجوم ہوا۔ اور منزل آخرت قریب نظر آئی۔ تو کسی مرشد کامل سے استفادہ ضروری سمجھا۔ ایک [illegible] پیدا ہو چکی تھی۔ اس غرض کے لئے جامع علوم و معارف قدوۃ الاولیاء شیخ العصر حضرت مولانا حسین احمد شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند دامت برکاتہم کی خدمت اقدس میں بیعت کیلئے درخواست بھیجی حضرت مدظلہ نے بذریعہ [illegible] نامہ

میں ارشاد فرمایا کہ تجدید بیعت کی ضرورت نہیں۔ آپ اپنے سابق شیخ کے تلقین کردہ وظیفہ پر عمل کریں۔ میں آپ کیلئے اور آپ کے عزیز کیلئے حسن خاتمہ کی دعا کرتا ہوں" اسکے بعد جناب والد صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب سے بیعت کا تعلق اختیار کیا ہے۔ حضرت مولانا مدنی صاحب سے غائبانہ مجھ کو فیض حاصل ہوتا ہے۔ اسکے بعد جلد ہی مولانا مرحوم انتقال فرما گئے"

وفات :- مولانا مرحوم نے آنکھوں کا اپریشن کرایا جس سے بصارت حاصل ہو گئی۔ اور عینک کے ذریعہ کتاب کا مطالعہ کر لیتے تھے اس کے بعد بندہ کی ملاقات کی غرض سے لاہور کا سفر اختیار کیا۔ مولوی منظور حسین صاحب شہید مرحوم کی سوانح عمری کا مسودہ خوشنویس سے لکھوانے کے لئے راستہ میں حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ میں قیام کرنا پڑا۔ وہاں سے سنٹرل جیل لاہور میں احقر کی طرف خط لکھا کہ پرسوں تمہاری ملاقات کیلئے لاہور پہنچ سکونگا۔ لیکن حق تعالیٰ کے ہاں کچھ اور مقدر تھا۔ ۱۳ شعبان ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۷ اپریل ۱۹۵۶ء کی رات کو مکان کی چھت پر آرام فرمایا۔ اندھیری رات تھی پیشاب کی حاجت ہوئی۔ بستر سے اٹھے۔ تو غلطی سے گلی کی طرف چلے گئے۔ آنکھوں [illegible] گلی میں گر پڑے۔ اور چند منٹوں کے بعد آپ کی روح قفس عنصری سے آزاد ہو گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ ع ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید ✽ ز جام دہر مئے کل من علیہا فان۔

ہمارے بڑے بھائی صوبیدار محمد ضیاء الدین صاحب جو اس سفر میں جناب والد مرحوم کے ہمراہ ہی تھے۔ بذریعہ لاری آپ کی نعش کو واپس گھر لے گئے۔ اور مولانا مرحوم اس قطعہ زمین میں مدفون ہوئے جو آپ نے اپنی زندگی میں قبرستان کیلئے وقف کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ابو الفضل مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائیں۔ واللہ ذو الفضل العظیم۔

آخر میں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے۔ کہ مولانا مرحوم نے زندگی کا کچھ آخری حصہ میں چونکہ دیوبندی مسلک کے ایک شیخ جلیل مدظلہ سے عقیدت و ارادت کا تعلق قائم کر لیا تھا اس لئے اگرچہ [illegible] کے متعلق حضرات اکابر دیوبند کے نظریہ پر ہی عمل کرتے۔ لہٰذا جن لوگوں کو مرحوم مولانا سے عقیدت کا تعلق ہے وہ آپ کی زندگی کے اقوال و افعال پیش نظر رکھیں۔ بلکہ زمانہ کی رسوم و بدعات سے بچکر ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کی اتباع کریں کیونکہ سعادت دارین اسی سے وابستہ ہے۔ وما علینا الا البلاغ ۔

کتبہ عبد الضعیف مظہر حسین غفرلہ ساکن بھیں"

تحصیل چکوال ضلع جہلم (پنجاب) ۲۲ صفر ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۹ ستمبر ۱۹۵۶ء

سُورَۃِ فَاتِحَہ[۱]

کے منظوم مطالب

ماخوذ از ماہنامہ دارالعلوم دیوبند

شروع کرتا ہوں تیرے نام سے مشکل کشا تو ہے
رحیم و مہرباں ہے صاحبِ جود و عطا تو ہے

تجھی کو حمد زیبا ہے سزاوارِ ثنا تو ہے
مربّی ہے جہاں کا خالقِ ارض و سما تو ہے

زمیں سے آسماں تک سب ہی بیشک کرم تیرا
نہایت رحم والا مالکِ روزِ جزا تو ہے

تو ہی معبودِ برحق ہے تجھی کو پوجتے ہیں ہم
تجھی سے چاہتے ہیں ہم کہ حاجت روا تو ہے

چلا تو ہم کو سیدھی راہ جو پہنچائے منزل تک
اے خلّاقِ جہاں عالم کا بیشک رہنما تو ہے

یہ ان کا راستہ انعام سے جن کو نوازا ہے
وہ تیرے پاک بندے جن سے راضی اے خدا تو ہے

نہ ان کا راستہ جن پر ہوا نازل غضب تیرا
نہ ان بھٹکے ہوؤں کا راستہ جن پر خفا تو ہے

الٰہی اس حبیبِ[۲] غمزدہ کی التجا سن لے
دلِ مضطر کی جو حالت ہے اس کو جانتا تو ہے

---

[۱] سورہ فاتحہ چونکہ ہر رکعت نماز میں پڑھی جاتی ہے۔ اور یہ سورۃ خلاصہ ہے تمام قرآن حکیم کا۔ ترجمہ اور معنی سمجھنا ہر مسلمان کو ضروری ہے۔ سکولوں کے لڑکے اور عامۃ المسلمین اگر اس نظم کو یاد کرلیں۔ اور اس کے مضمون پر دھیان کرتے ہوئے مناجات کے اس کو پڑھ لیا کریں۔ تو انشاء اللہ عقیدہ و عمل کی اصلاح کیلئے بہت مفید ثابت ہوگی۔ واللہ اعلم

[۲] قبل شاعر کا نام مخلص ہے پڑھنے والا اگر چاہے تو بجائے حبیل کے اپنا عریب پڑھ لے۔ (احقر منظور حسین غفرلہ)

(مطبوعہ ویسٹ پنجاب پرنٹنگ پریس لاہور)
(کتبہ احقر عبدالحق خوشنویس)